# امام قسطلانی احمد بن محمد (م۹۲۳ھ)

## بحیثیت سیرت نگار

تحقیقی مقالہ برائے پی ایچ ڈی

ستمبر ۲۰۰۷ء
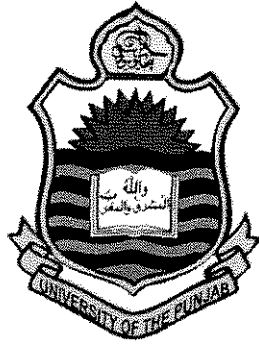
مقالہ نگار: ثمینہ سعدیہ

رول نمبر: Ph.D-0102

شیخ زاید اسلامک سنٹر

جامعہ پنجاب (قائداعظم کیمپس) لاہور

۲۰۰۱ء

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

# انتساب

اس جلیل القدر ہستی کے نام
جس کے بارے میں اللہ عزوجل نے فرمایا
النبی أولی بالمؤمنین من أنفسهم

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

# پیش لفظ

## الحمدلله وسلام علی عباده الذین اصطفیٰ

نبی اکرم ﷺ کی سیرتِ طیبہ اپنی ظاہری و باطنی وسعتوں اور عالمگیر و بین الاقوامی اہمیت کی بنا پر ہر دور کے مسلمانوں کے لیے ایک ابدی مصدرِ ہدایت اور دائمی نمونہ عمل ہے۔ صحابہ کرامؓ، نبی اکرم ﷺ کی سیرت طیبہ کے وہ اولین معمار ہیں جنہوں نے آپ ﷺ کے اعمال و احوال کا بذاتِ خود مشاہدہ کیا اور اپنی زندگیوں کو نہ صرف دائمی اسوۂ حسنہ کے مطابق ڈھالا بلکہ سیرتِ رسول ﷺ کی تمام جزئیات اور تفصیلات کو تابعین کرام تک منتقل کیا۔ مغازی کے عالم کی حیثیت سے تابعین میں ابان بن عثمان اور عروہ بن زبیر کے اسمائے گرامی قابلِ ذکر ہیں۔ ابان کے برعکس عروہ بن زبیر کا سیرت سے متعلق مجموعہ روایات کا ذخیرہ ہم تک پہنچ چکا ہے۔ چنانچہ عروہ بن زبیر کی کتاب ''مغازی رسول اللہ ﷺ''، تحقیق و تفتیش کے بعد منظر عام پر آچکی ہے۔ پہلی صدی کے آخر میں حضرت عمر بن عبدالعزیز کی تحریک سے سیرت سے متعلق روایات کو باقاعدہ ضبطِ تحریر میں لانے کا کام شروع ہوگیا تھا۔ اس دور کے سیرت نگاروں کے سرخیل محمد بن شہاب الدین زہریؒ تھے۔ ان کے حلقۂ درس سے بہت سی ایسی ہستیاں نکلیں جو فنِ مغازی میں خاص شہرت رکھتی تھیں۔ امام زہریؒ کے تلامذہ میں سے موسیٰ بن عقبہ اور محمد بن اسحاق نے اس فن میں خاص شہرت حاصل کی۔ محمد بن اسحاق کو فنِ سیرت نگاری کا امامِ اوّل قرار دیا جائے تو بے جا نہ ہوگا۔ محمد بن اسحاق کی کتاب کو عبدالملک بن ہشام نے مزید اضافہ کر کے منضبط انداز میں مرتب کیا ہے۔ محمد بن اسحاق کے علاوہ اس دور کے مشہور ترین سیرت نگارانِ نبوی ﷺ میں محمد بن سعد، محمد بن جریر طبری اور محمد بن عمر واقدی ہیں۔ ان آئمہ فنِ سیرت نے نبی اکرم ﷺ کے واقعاتِ سیرت اور آپ ﷺ کے اقوال و افعال کی تفصیلات کو اس قدر لگن اور عرق ریزی سے صفحاتِ قرطاس میں منتقل کیا کہ فنِ سیرت میں ان کی کتب امہاتِ کتب کہلائیں۔

احادیثِ نبویہ ﷺ کے برعکس مغازی اور سیرت میں ہر قسم کی جزئی تفصیلات کا تذکرہ ہوتا ہے۔ اسی بناء پر علمائے سیرت نے روایاتِ سیرت اور رواۃ سیرت کی جرح و تعدیل کے سلسلہ میں اتنی احتیاط نہیں برتی جس طرح کہ محدثین نے احادیثِ نبویہ ﷺ کو جرح و تعدیل کی کسوٹی پر پرکھنے کے بعد صحیح کو سقیم سے ممیّز کیا ہے۔

تیسری صدی ہجری تک سیرت پر جتنی بھی تفصیلات لکھی گئیں ان میں زیادہ تر غزواتِ نبوی ﷺ سے متعلق مواد ہے۔ البتہ بعد کے ادوار میں مغازی کے علاوہ سیرت میں دیگر چیزیں بھی داخل کی گئیں۔ مثلاً معجزاتِ نبوی ﷺ، حبِ نبوی ﷺ اور خصائصِ نبوی ﷺ سے متعلق تفصیلات۔ ان مشہور تالیفات میں قاضی عیاض کی کتاب ''الشفا بتعریف حقوق المصطفیٰ''، ابن قیم کی ''زاد المعاد فی ھدی خیر العباد''، ابن سید الناس کی ''عیون الاثر فی فنون المغازی والشمائل والسیر''، علامہ شامی کی ''سبل الھدیٰ والرشاد''، علامہ مقریزی کی ''امتاع الاسماع''، برہان الدین حلبی کی ''انسان العیون فی سیرۃ الامین المامون'' اور احمد بن محمد قسطلانی کی ''المواھب اللدنیة بالمنح المحمدیة'' مقبول و متداول ہیں۔

## امام قسطلانی کا تعارف

متاخرین کتبِ سیرت میں سے المواھب اللدنیۃ کو خاص شہرت حاصل ہوئی ہے۔ اس کے مصنف امام قسطلانی احمد بن محمد مشہور محدث، فقیہ اور بہت بڑے عالمِ دین ہیں۔ آپ ۱۲ ذوالقعدہ، ۸۵۱ھ بمطابق ۱۹ جنوری ۱۴۴۸ء کو قاہرہ میں پیدا ہوئے۔ یہ وہ زمانہ تھا جب مصر پر ممالیکِ چراکسیہ کی فرمانروائی تھی۔ ممالیک چراکسیہ کا مقصد اور مشغلہ محض لڑائی، امن و امان کی خرابی اور ناحق خون بہانا تھا۔ یہ

سب کچھ وہ اپنی شجاعت کے اظہار کی خاطر کرتے تھے۔ چنانچہ ان کے عہدِ حکومت میں مصر لوٹ مار کا گہوارہ بن گیا۔ ممالیک چراکسیہ اپنے ان سب گناہوں اور جرائم کے بدلے میں مدارس ومساجد کی تعمیر اور دیگر اعمالِ خیر مثلاً شفاخانوں کی تعمیر کو اپنے گناہوں کا کفارہ سمجھتے تھے۔ جس کا نتیجہ نکلا کہ ان کے زمانہ میں بے شمار مدارس اور مساجد تعمیر ہوئیں۔ مصر میں یہی صورتِ حال رہی تا آنکہ ۹۲۳ھ میں مصر کی حکومت ممالیکِ چراکسیہ کے ہاتھوں سے نکل کر عثمانی ترکوں کے ہاتھوں میں چلی گئی۔ اس عہد میں مصر میں نامور علماء وفضلاء گزرے ہیں چنانچہ امام احمد بن حجر عسقلانی، محمد بن عبدالرحمٰن سخاوی، مقریزی اور علامہ جلال الدین سیوطی اسی دور کی عالم وفاضل ہستیاں ہیں۔

دیگر علمائے دین کی طرح امام قسطلانیؒ کی علمی خدمات بھی نہایت گراں قدر ہیں۔ آپ کی مشہور تصانیف میں سے صحیح بخاری کی شرح ''ارشاد الساری''، ''عقود السنیۃ فی شرح المقدمۃ الجزریۃ''، ''کنز فی وقف حمزہ وھشام علی الھمز''، ''شرح الشاطبیۃ''، ''شرح البردہ''، ''نفائس الانفاس فی الصحبۃ واللباس''، ''الروض الزاھر فی مناقب الشیخ عبدالقادر''، ''تحفۃ السامع والقاری بختم صحیح بخاری'' اور ''المواھب اللدنیۃ بالمنح المحمدیہ'' ہیں۔

## المواہب اللدنیۃ کی اہمیت

امام قسطلانی نے سیرت نبویہ ﷺ پر اپنی اس عظیم الشان کتاب ''المواھب اللدنیۃ بالمنح المحمدیۃ'' کو ۱۵ شعبان ۸۹۹ھ بمطابق ۲۲ مئی ۱۴۹۴ء کو پایۂ تکمیل تک پہنچایا تھا۔ المواہب اللدنیۃ اپنے عظیم دائرہ کار، وسیع ذخیرۂ معلومات اور متنوع مصادرِ سیرت کے لحاظ سے کتبِ سیرت میں امتیازی مقام رکھتی ہے۔ اس سیرتِ نبویہ ﷺ میں امام قسطلانیؒ نے مختلف متنوع اور مستقل موضوعات پر سابق مؤلفین کے جمع کیے ہوئے کثیر مواد کو سمونے کی کوشش کی ہے اور مواد کو بہتر بنانے کے لیے قرآنی آیات، مشہور تفاسیر اور احادیث نبویہ ﷺ کے وسیع ذخیرہ سے بھرپور استفادہ کیا ہے۔ نیز فنِ جرح وتعدیل اور کتبِ رجال وتراجم سے بھی بڑے پیمانے پر مدد لی ہے۔ گوکہ المواہب اللدنیۃ میں بہت سی ضعیف قسم کی روایات بھی داخل ہوگئی ہیں اس کے باوجود فنِ سیرت میں اس کتاب کی اہمیت اپنی جگہ مسلم ہے۔

امام زرقانیؒ المواہب اللدنیۃ کی اہمیت کے بارے میں لکھتے ہیں

''ولہ عدۃ مؤلفات أعظمها هذه" المواهب اللدنية" التى اشرقت من سطورها أنوار الأبهة و الجلالة، وقطرت من أديمها الفاظ النبوة و الرسالة ، احسن فيها ترتيباً وصنعاً، وأحكمها ترصيعاً ووضعاً وكساه الله فيها رداء القبول، ففاقت على كثير مما سو اهاعندذوى العقول۔''(۱)

## موضوع کے انتخاب کی وجہ

نبی اکرم ﷺ کی سیرتِ طیبہ ہر عہد کے مسلمانوں کے لیے ایک کامل نمونہ اور مشعلِ راہ کی حیثیت رکھتی ہے۔ اسی خصوصیت کی بناء پر ہر دور میں علمِ سیرت النبی ﷺ کی ضرورت واہمیت مسلّم رہی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ نبی اکرم ﷺ کی سیرتِ طیبہ کے جس سلسلہ روایت کا آغاز عہدِ صحابہؓ سے ہوا اسی سلسلہ روایت کو ہر دور کے علماء وفضلاء نے برقرار رکھا ہے۔ سیرت نبویہ ﷺ کے سلسلہ روایت کی ایک اہم کڑی دسویں صدی ہجری کے ایک نامور محدث وسیرت نگار امام قسطلانیؒ ہیں۔ امام قسطلانیؒ کو نبی اکرم ﷺ سے والہانہ محبت وشیفتگی تھی۔ اسی عاشقانہ جذبے سے سرشار ہوکر آپ نے المواہب اللدنیۃ تالیف کی۔ عصرِ حاضر میں اسی جذبے کو مسلمانوں میں بیدار کرنے کے لیے سیرت نبویہ ﷺ کی اس اہم کتاب کا مطالعہ ضروری ہے۔

---

۱۔ شرح الزرقانی، ۱/۱۰

امام قسطلانیؒ سے ماقبل کے بہت سے سیرت نگاروں پر تحقیقی کام ہو چکا ہے۔لہٰذا سیرت نبویہ ﷺ کے تاریخی سلسلہ کو مربوط بنانے اور سیرت نگاری کے تاریخی ارتقاء کی کڑی کے تسلسل کو برقرار رکھنے کے لیے ضروری ہے کہ عالمِ اسلام کو اس عظیم سیرت نگار کے عظیم المرتبت کام سے روشناس کرایا جائے۔

آج جبکہ امت مسلمہ قرآن، حدیث اور سیرت نبویہ ﷺ سے دور ہو کر مسلسل زوال کا شکار ہو رہی ہے اس بات کی اشد ضرورت ہے کہ مسلمانوں کو دوبارہ اپنے اس عظیم علمی ورثہ کی طرف لوٹایا جائے جس سے وہ مستفید ہو کر اپنی زندگیوں کو اس عالمگیر اور کامل اسوۂ حسنہ کے مطابق ڈھال کر دنیا و آخرت کی سعادت حاصل کر سکیں۔

میرے ناقص علم کی حد تک اب تک اس اہم کتاب پر اور اس کے مصنف کے بارے میں کوئی قابلِ ذکر تحقیقی کام منظرِ عام پر نہیں آیا۔لہٰذا اس موضوع پر تحقیق کرنے کی اہمیت اور بھی بڑھ جاتی ہے۔

## منہجِ تحقیق

علامہ قسطلانیؒ اور سیرت پر ان کی مشہور و معروف کتاب ''المواهب اللدنية باالمنح المحمدية '' کا مختلف پہلوؤں سے جائزہ لیتے ہوئے مقالہ ہٰذا کو آٹھ ابواب میں تقسیم کیا ہے ان ابواب کے مضامین کا اجمالی تعارف حسبِ ذیل ہے۔

بابِ اوّل علامہ قسطلانی ؒ کے تعارف پر مشتمل ہے۔چنانچہ اس ضمن میں ان کے عہد میں مصر کے سیاسی حالات اور علمی حالات بیان کیے گئے ہیں۔علامہ قسطلانیؒ کے عہد میں مصر پر ممالیکِ چراکسیہ کی فرمانروائی تھی۔لہٰذا سیاسی حالات کے تذکرہ میں ممالیکِ چراکسیہ کی حکومت کی ابتداء اور اس عہد کے مثبت اور منفی پہلوؤں کا اختصار سے جائزہ لیا ہے۔جبکہ علمی حالات کے تذکرہ میں ممالیکِ چراکسیہ کی علماء کی تعظیم و تکریم اور ان کے قائم کردہ مدارس و جوامع اور کتب خانوں میں سے چند ایک کا ذکر کیا ہے۔

فصل دوم میں علامہ قسطلانی کے حسب و نسب اور پیدائش سے لے کر وفات تک کے حالاتِ زندگی، آپ کے اساتذہ و تلامذہ اور آپ کی گرانقدر علمی و تصنیفی خدمات کو بیان کیا ہے۔

باب دوم میں سیرت نگاری کا تاریخی جائزہ لیتے ہوئے پہلی صدی سے لے کر دسویں صدی ہجری تک کی سیرت نگاری کو پانچ ادوار میں تقسیم کیا ہے۔اس ضمن میں ہر دور کے مشہور سیرت نگاروں اور ان کی کتبِ سیرت کا اجمالی تعارف پیش کرنے کے بعد ہر دور میں سیرت نگاری کی امتیازی خصوصیات پر مختصر ابحث کی ہے۔

باب سوم المواهب اللدنية کے مصادر و مآخذ کے تعارف پر مشتمل ہے۔المواهب اللدنية کا سب سے پہلا مصدر قرآن کریم ہے۔ علامہ قسطلانی نے سیرت النبی ﷺ کے واقعات میں آیاتِ قرآنیہ سے جس طرح استدلال کیا ہے اس کا مختصر جائزہ لینے کے بعد دیگر مصادر و مآخذ کو تفسیر، حدیث، سیرت، فقہ، تاریخ، تصوّف، علم لغت و نحو، علم الأنساب اور متفرق کے عنوانات کے تحت حروفِ تہجی کے اعتبار سے مرتب کر کے پیش کیا ہے۔اس ضمن میں سب سے پہلے کتاب کا نام، مصنف کا نام اور پھر المواهب اللدنية کے وہ صفحات نمبر مع جلد درج کیے ہیں جن میں اس کتاب کا ذکر ہے۔

باب چہارم میں المواهب اللدنية کے مضامین کا مختصراً جائزہ لیا گیا ہے۔علامہ قسطلانی نے المواهب اللدنية کو دس مقاصد میں تقسیم کیا ہے۔پہلا مقصد تقدم نبوت، طہارت نسب، ولادت، رضاعت، مغازی و سرایا اور وفات تک کے حالات پر مشتمل ہے۔دوسرے مقصد میں آپ ﷺ کے اسمائے گرامی، اولاد و ازواج، خداموں، وفود وغیرہ، تیسرے مقصد میں آپ ﷺ کی جمال خلقت اور جمال صورت اور پاکیزہ اخلاق و اوصاف، چوتھے مقصد میں معجزات و خصائص، پانچویں میں اسراء و معراج کو بیان کیا گیا ہے۔چھٹا مقصد قرآنی

آیات کے ذکر پر مشتمل ہے جن میں آپ ﷺ کی رفعت ذکر اور بلند مرتبہ کا ذکر ہے۔ ساتواں مقصد آپ ﷺ کی محبت کے وجوب اور اتباع سنت، آٹھواں مقصد طب نبوی، اخبار غیب، تعبیر رؤیا، نواں مقصد عباداتِ نبوی ﷺ اور دسواں مقصد آپ ﷺ کی وفات، قبر مبارک کی زیارت اور آخرت میں آپ ﷺ کے درجاتِ عالیہ کے موضوعات پر مشتمل ہے۔

مقالہ نگار نے ان دس مقاصد کو تین فصول میں تقسیم کر کے بیان کیا ہے۔ چنانچہ پہلی فصل میں مقصد اول و دوم کے مضامین، دوسری فصل میں مقصد سوم، چہارم اور پنجم کے مضامین جبکہ تیسری فصل میں مقصد ششم تا دہم کے مضامین کا مختصراً جائزہ لیا ہے۔ المواہب اللدنیۃ کا نواں مقصد متعدد ابواب اور فصول و فروعات میں منقسم ہے۔ ان سب کا مختصراً ذکر مقالہ کی طوالت کا باعث بنتا۔ لہٰذا مقصد نہم کے مضامین کا محض اجمالی تعارف پیش کر دیا گیا ہے۔

باب پنجم میں المواہب اللدنیۃ کی ضعیف، موضوع اور اسرائیلی روایات کا تنقیدی جائزہ لیا ہے۔ یہ ضعیف اور موضوع روایات، حقیقتِ محمدی، ولادتِ نبوی، واقعہ غرانیق، احیاء ابوی، معجزاتِ نبوی، حضرت عباسؓ کے فضائل و مناقب، اسراء والمعراج اور عبادتِ نبوی ﷺ وغیرہ کے موضوعات سے متعلق ہیں۔ آخر میں اسرائیلی روایات پر تنقید و تبصرہ کیا ہے۔

باب ششم میں المواہب اللدنیۃ کی شرح، شرح الزرقانی اور تلخیص الانوار المحمدیۃ کا تحقیقی انداز سے جائزہ لیا گیا ہے۔ علامہ زرقانی نے المواہب اللدنیۃ کے مضامین کی کس طرح توضیح و تشریح فرمائی اور علامہ یوسف النبہانی نے المواہب اللدنیۃ کی تلخیص کرتے ہوئے کن مضامین کو حذف کر دیا۔ اس باب میں ان تمام نکات کا جائزہ لیا ہے۔

باب ہفتم میں برصغیر پاک و ہند کے ذخیرہ کتب سیرت پر المواہب اللدنیۃ کے اثرات کا جائزہ لیا ہے۔ اس ضمن میں شاہ عبدالحق محدث دہلوی، مولانا شبلی نعمانی، عبدالرؤف داناپوری، مولانا ادریس کاندھلوی، مولانا اشرف علی تھانوی، سید ابوالحسن علی ندوی، ڈاکٹر طاہر القادری اور طالب حسین کرپالوی کی کتبِ سیرت کو شامل کیا ہے۔ ان سیرت نگاروں نے المواہب اللدنیۃ کے مضامین سے کس طرح اخذ و استفادہ کیا ہے اور کس طرح تنقید کی، ان نکات کو بیان کیا ہے۔

باب ہشتم میں علامہ قسطلانی کی سیرت نگاری کے تحقیقی منہج اور اسلوب و خصائص پر سیر حاصل بحث کی ہے۔ چنانچہ پہلی فصل میں علامہ قسطلانی کی سیرت نگاری کے تحقیقی منہج کو روایات کی ترجیح و تردید، ضعیف و موضوع روایات کی نشاندہی اور راویوں کی جرح و تعدیل جیسے دیگر نکات کے تحت بیان کیا ہے۔ دوسری فصل میں المواہب اللدنیۃ کے اسلوب و خصائص کا متنوع مضامین، متنوع مصادر، راجح قول کا تعین، اشکالات کی نشاندہی اور ان کا حل، بدعات کی تردید جیسے دیگر متعدد عنوانات کے تحت جائزہ لیا ہے۔

موضوع کی وسعت اور دیگر مسائل کی بناء پر مقالہ کی تحقیق کا حق ادا نہ ہو سکا یہی وجہ ہے کہ موضوع کے بہت سے پہلوؤں اور نکات میں تشنگی محسوس ہوتی ہے۔

کئی عربی کتب میں مصادر و مآخذ کی فہرست کتب کے نام سے بنائی جاتی ہے۔ اس مقالہ میں بھی اسی منہج کو اختیار کیا گیا ہے۔ نیز حوالا جات میں صرف کتب کا مختصر نام لکھا ہے۔ مصادر و مآخذ کی فہرست سے ان کتب کا مکمل نام، مصنف کا نام اور مکتبہ معلوم کیا جا سکتا ہے۔


**اظہارِ تشکر:۔**

مقالہ کی تکمیل کے سلسلہ میں اپنے نگرانِ مقالہ ڈاکٹر خورشید الحسن رضوی کی نہایت شکر گزار ہوں جنہوں نے دورانِ تحقیق میری ناصحانہ رہنمائی فرمائی۔ اسلوبِ تحقیق کو بہتر بنانے میں ان کے قیمتی مشورے میرے لیے دلیل راہ بنے۔

میں اپنی محترم استاد ڈاکٹر جمیلہ شوکت کی بھی ممنون ہوں کہ ایم فل سے لے کر پی ایچ ڈی تک ان کی خصوصی عنایت اور حوصلہ افزائی

میری قوت کار کے مہمیز کا کام کرتی رہی۔

میں اپنے والد محترم کی بھی بہت ممنون ہوں کہ جنہوں نے اپنی استطاعت سے بڑھ کر میری معاونت ومساعدت فرمائی۔ میں اپنے رفیقِ حیات محترم محمد ندیم آصف کی بھی بے حد شکر گزار ہوں جنہوں نے اپنی مصروفیات میں سے وقت نکال کر نہ صرف مقالہ کی کمپوزنگ فرمائی بلکہ مقالہ کی تکمیل کے دیگر مراحل میں بھی ان کی خصوصی معاونت مجھے ہر قدم پر حاصل رہی۔

میں شیخ زاید اسلامک سینٹر کے لائبریرین محمد فیاض صاحب، عتیق صاحب اور دیگر عملہ کا بطورِ خاص شکریہ ادا کروں گی جنہوں نے حصولِ کتب کے سلسلہ میں میری خاص مدد کی۔

آخر میں اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ وہ اس کام کو اپنی رضا جوئی کی خاطر قبول فرمائے اور اسے میرے لیے اس دن زاد بنائے جس دن کوئی کسی کے کام نہیں آئے گا بلکہ صرف وہی شخص سرخرو ہوگا جو خدا کی بارگاہ میں قلب سلیم کے ساتھ حاضر ہوگا۔

ثمینہ سعدیہ

# فہرست مضامین

| باب | عنوان | صفحہ |
|---|---|---|
| | روایات میں اشکالات کی نشاندہی اوران کا حل | 331 |
| | روایات میں اوھام واغلاط کی تصحیح | 332 |
| | لطیف نکات کا استنباط | 333 |
| | آیات کا سبب نزول اور تفسیر | 334 |
| | الفاظ سے استشہاد | 335 |
| | اشعار سے استشہاد | 337 |
| | تصوّف کے باطل نظریات اور بدعات کی تردید | 339 |
| | باطل فرقوں (روافض، زنادقہ، قرامطہ، مرجیہ، معتزلہ) کے عقائدِ باطلہ کی تردید | 340 |
| | خلاصہ بحث | 341 |
| | مقالہ کا خلاصہ بحث | 343 |
| | مصادر ومراجع | 347 |

☆☆☆☆☆☆☆

# باب اوّل

# امام قسطلانی کا عہد اور حالاتِ زندگی

# فصل اوّل

## امام قسطلانی کا عہد

## (الف)۔۔۔امام قسطلانی کے عہد کے سیاسی حالات

قبل از اسلام اقوامِ عالم میں غلاموں کی تاریخ کا مطالعہ کیا جائے تو ان کے بارے میں ان کے آقاؤں کے رویہ کی نہایت بھیانک اور گھناؤنی تصویر نظر آتی ہے۔ان اقوام میں غلاموں کو حقیر اور ادنیٰ درجے کی مخلوق تصوّر کیا جاتا تھا جن کا کام محض اپنے آقاؤں کی خدمت بجالانا تھا۔انہیں انسان نہیں بلکہ محض جنسِ تجارت خیال کیا جاتا تھا،ان پر فرائض اور ذمہ داریوں کا ایک کمرشکن بار تھا مگر ان کے حقوق بمنزلہ صفر تھے۔اسلام سے غلاموں کی دنیا میں ایک عظیم انقلاب رونما ہوا۔جس کے نتیجے کے طور پر وہ محض جنسِ تجارت نہ رہے بلکہ پہلی بار انسانیت کے حقوق اور احترام سے بہرہ ور ہوئے۔مسلمانوں کی سیاست وعلمی تاریخ کا مطالعہ کیا جائے تو معلوم ہوتا ہے کہ اسلام کی بدولت انسانیت کا یہ مظلوم ترین طبقہ ان بلندترین مناصب تک پہنچا جن پر آزاد مسلمانوں کی رسائی ان کے اپنے عہدِ اقبال وعروج میں بھی آسان نہ تھی۔اس کی مثال عہدِ وسطیٰ میں ہندوستان میں خاندان غلاماں اور مصروشام میں ممالیک کی حکومت تھی۔مصروشام میں ان غلاموں نے تقریباً ڈھائی سوسال تک حکومت کی۔اس باب میں مصر میں غلامی کے رواج اور اس کے نتیجے میں غلاموں کے سیاسی آغاز وارتقاء اور ان کے عہدِ حکومت پر تبصرہ شامل ہے۔

### مصر میں ممالیک کا سیاسی ارتقاء:

عہدِ وسطیٰ میں مصر میں غلاموں کی تجارت عروج پر تھی۔دور دراز کے علاقوں سے بچے اور نوجوان مصر لائے جاتے، جہاں ان کی خرید وفروخت کے لئے باقاعدہ منڈیاں قائم تھیں۔غلاموں کی خرید وفروخت کرنے والے تاجر خریداروں کے سامنے ان کے محاسن واوصاف بیان کرتے، چنانچہ بادشاہ، امراء اور وزراء ان غلاموں کو مہنگے داموں خرید لیتے۔اس عہد میں غلامی کے رواج کے دو اہم اسباب تھے۔

۱۔ غلامی کے پھیلنے کا ایک بڑا سبب اس دور میں قحط اور وباؤں کی کثرت اور اس کے نتیجے کے طور پر مہنگائی کا بڑھ جانا تھا۔ضروریاتِ زندگی کے فقدان کے باعث بہت سے لوگ اپنے بچوں کو فروخت کردیتے۔

۲۔علامہ مقریزی کے مطابق غلامی کے پھیلنے کا دوسرا بڑا سبب اس دور میں ہونے والے تاتاری حملے تھے۔ان حملوں اور قتل و غارتگری کے باعث بہت سے بچے یتیم ہو جاتے، اور بہت سے لوگ قیدی بنالیے جاتے۔پھر انہیں غلام بنا کر فروخت کردیا جاتا۔(۱) یہی وجہ تھی کہ اس دور میں غلامی کا رواج بہت بڑھ گیا تھا۔ان غلاموں میں ترکی، جرکسی، رومی اور فارسی النسل غلام شامل ہوتے۔

پہلا بادشاہ جو ان غلاموں کو مصر لایا اور ان سے عسکری خدمات لیں وہ بقول قلقشندی احمد بن طولون تھا۔(۲) ابنِ ایاس نے بھی اپنی تاریخِ مصر میں یہی رائے پیش کی ہے۔(۳)

ایوبین عہدِ حکومت میں الملک الصالح نجم الدین بن ایوب نے اپنی بادشاہت کو مضبوط کرنے کے لئے کثرت سے ترک غلام خریدے اور انہیں عسکری تربیت دی۔یہ غلام فطری طور پر غارتگر تھے۔شہروں میں دنگا فساد کرتے اور تاجروں کا مال واسباب لوٹ لیا کرتے۔چنانچہ عوام النّاس کو ان کے شر سے محفوظ رکھنے کے لئے بادشاہ صالح نجم الدین نے شہر سے باہر مقیاس کے جزیرۃ روضۃ پر ان کے قیام کے لئے

---

۱۔ الخطط، ۲/ ۲۲۱

۲۔ صبح الأعشی، ۳/ ۴۲۸

۳۔ بدائع الزھور، ۱/ ۳۷

قلعہ تعمیر کروایا اور ان کے شہروں میں آنے پر پابندی لگا دی۔ ان ممالیک کا نام نجم الدین نے بحریہ رکھا۔(۴)

نجم الدین ایوبی کے عہد میں ممالیک بحریہ کا اثر و رسوخ روز بروز بڑھتا گیا۔ ۶۴۷ھ میں فرانس کے بادشاہ نے جب مصر پر حملہ کر دیا تو ان ممالیک نے جرأت و بہادری کے ساتھ لڑتے ہوئے اسے شکست دی۔ اسی جنگ کے دوران بادشاہ الملک الصالح نجم الدین وفات پا گیا۔ چنانچہ امراء ممالیک نے باہم مشورے کے بعد اس کے بیٹے توران شاہ کو تخت سلطنت پر بٹھا دیا۔ توران شاہ نے مملکت کے استحکام کے لئے امراء ممالیک سے استعانت طلب کرنے کی بجائے ان سے مخالفانہ اور معاندانہ روّیہ اختیار کر لیا۔ اس بناء پر ممالیک نے اسے قتل کر کے اس کی ماں شجرۃ الدر کو منصبِ حکومت پر فائز کر دیا۔ خلیفہء وقت نے عورت کی حاکمیت کی مخالفت کی۔ اور ممالیک کو منع کر دیا کہ وہ کسی عورت کو حاکم بنائیں۔ چنانچہ امراء اور قضاۃ نے باہم مشورے کے بعد عز الدین ایبک کو سلطان مقرر کر دیا۔ چنانچہ ربیع الاخر ۶۴۸ھ میں حکومت ایوبین کے ہاتھوں سے نکل کر ممالیکِ بحریہ کے ہاں منتقل ہوگئی۔ جو ۶۴۸ھ سے لے کر ۷۸۴ھ تک قائم رہی۔(۵)

**ممالیک چراکسیہ کا عہدِ حکومت:۔**

ممالیکِ چراکسیہ خوارزم کی مملکت میں رعایا کے لوگ تھے۔ سلاطینِ بحریہ میں سے منصور قلاوون نے اپنی سلطنت کے استحکام کے لئے ان ممالیک کی کثیر تعداد کو بلادِ چرکس سے خرید لیا اور انہیں تہذیبی اور عسکری تربیت دی۔ ان کی تعداد تین ہزار سات سو تھی۔ سلطان منصور نے انہیں قلعۃ الجبل میں ٹھہرایا اور ان کا نام برجیہ رکھا۔(۶)

وقت کے ساتھ ساتھ ممالیکِ چراکسیہ کی تعداد بھی بڑھتی گئی اور امورِ سلطنت میں ان کے اثر و نفوذ میں بھی اضافہ ہونے لگا۔ سلاطینِ بحریہ میں سے سلطان ملک الناصر کے بعد مصر و شام میں انتشار اور بدامنی پھیل گئی۔ شہروں میں فسادات کی کثرت ہوگئی۔ ممالیکِ بحریہ کا آخری بادشاہ الحاج بن شعبان تھا۔ جب اس نے زمامِ سلطنت ہاتھ میں لی تو اس کی عمر صرف گیارہ برس تھی، مملکت کی انجام دہی کے لئے برقوق کو اس کا معاون مقرر کیا گیا جو کہ چرکسی النسل تھا۔ برقوق نے سلطنت سے فتنہ و فساد کے خاتمہ میں اہم کردار ادا کیا۔ خاص طور پر بحری قزاقوں اور صحرائی راہزنوں کو مؤدب کیا۔ برقوق نے امراء ممالیک کے ساتھ مل کر الحاج بن شعبان کو تختِ سلطنت سے اتار دیا اور زمامِ سلطنت خود اپنے ہاتھ میں لے لی۔(۷) چنانچہ ۷۸۴ھ میں بادشاہت ممالیک بحریہ سے ممالیک چراکسیہ کو منتقل ہوگئی۔(۸) سلطان برقوق عثمانی نے ممالیک چراکسیہ کی حکومت کی بنیاد رکھی۔ جو ۷۸۴ھ میں قائم ہوئی اور ۹۲۳ھ میں عثمانی ترکوں کے ہاتھوں زوال پذیر ہوئی۔ ممالیک چراکسیہ نے کل ۱۳۵ سال حکومت کی۔ ممالیک چراکسیہ کے سلاطین کی تعداد ۲۴ تھی۔ ان سلاطین میں سے آٹھ حکمرانوں نے نہایت مستحکم سلطنت قائم کی۔

ممالیک چراکسیہ کا دور بدامنی فتنہ و فساد، قتل و غارتگری کے باعث ایک بدترین دور تھا۔ اکثر سلاطین ظالم، سفاک، حریص، شراب نوشی کے عادی، عربی زبان سے نابلد اور جاہل تھے۔ مال جمع کرنے کے لالچ میں ان سلاطین نے عوام کو بھاری ٹیکسوں کا تختہء مشق بنایا۔ ان کے دور میں ملک پر آفاتِ سماوی بھی نازل ہوتی رہیں۔ کئی بار طاعون کی وبا پھوٹی اور قحط رونما ہوئے۔ بدامنی کے باعث جا بجا ڈاکو، لٹیرے

---

۴۔ الخطط، ۲/ ۲۳۶؛ نیز دیکھئے المختصر فی اخبار البشر، ۲/۳/ ۱۷۹

۵۔ بدائع الزھور، ۱/ ۲۵۷؛ الخطط ۲/ ۲۳۷؛ الدر المنثور فی طبقات ربات الخدور، ۲۵۵؛ المختصر فی اخبار البشر، ۱۷۸ تا ۱۸۳

۶۔ الخطط، ۲/ ۲۴

۷۔ بدائع الزھور، ۱/ ۲۵۷؛ سمط النجوم، ۴/ ۳۰، ۳۱

۸۔ روض المناظر، ۲۹۱

پیدا ہو گئے۔الغرض ممالیکِ چراکسیہ کا عہد اہلِ مصر کے لئے آزمائش کا سخت ترین دور تھا۔

## ممالیکِ چراکسیہ کے عہد کی خوبیاں:

عہدِ ممالیکِ چراکسیہ میں مصر کا سیاسی نظام حد درجہ ابتری اور بدنظمی کا شکار رہا۔امراءِ ممالیک ہر وقت باہم برسرِ پیکار رہتے۔عوام الناس بے شمار مصائب کا شکار اور ان حکمرانوں سے سخت نالاں تھے۔مصیبت بالائے مصیبت آفات سماوی تھیں جو وباؤں اور قحط کی صورت میں عذابِ الٰہی بن کر نازل ہوتی رہتیں۔ممالیک چراکسیہ کے اکثر سلاطین جاہل، دین سے بے بہرہ اور جابر و متشدد حکمران تھے۔کچھ ایسے بھی تھے جو علم و ادب کے شائق اور عوام کی فلاح و بہبود کا خیال رکھنے والے تھے۔انہوں نے مملکتِ مصر کی حفاظت کے لئے بیرونی حملہ آوروں کا ڈٹ کر مقابلہ کیا اور مصر کے دفاع میں کوئی کسر باقی نہ چھوڑی۔

ذیل میں سلاطینِ ممالیک کے کارہائے نمایاں اور ان کے سیرت و کردار سے متعلق چند اچھے پہلوؤں کا جائزہ لیا گیا ہے۔

### ا۔تاتاری حملوں کا مقابلہ

عہدِ وسطیٰ میں تاتاری وسطِ ایشیا سے سیلِ عرم کی مانند اُٹھے اور قتل و خونریزی کا ایک نہ ختم ہونے والا سلسلہ شروع کر دیا۔تاتاری یورش عالمِ اسلام کے لئے واقعی ایک بلاءِ عظیم تھی۔تقریباً تمام عالمِ اسلام اس فتنہء جہاں سوز کی لپیٹ میں آ گیا تھا۔۶۵۶ھ میں تاتاریوں نے عراق پر حملہ کر دیا اور بغداد کی اینٹ سے اینٹ بجادی۔عراق کو تباہ و برباد کرنے کے بعد انہوں نے مصر کا رخ کیا۔مصر پر اس وقت ممالیک کی حکومت تھی۔ممالیکِ بحریہ اور بعد ازاں ممالیکِ چراکسیہ دونوں نے تاتاری حملوں کا منہ توڑ جواب دیا۔ممالیکِ بحریہ میں سے الملک المظفر، الظاہر بیبرس اور منصور قلاوون (۹) کے تاتاریوں کے ساتھ بڑے بڑے معرکے ہوئے زیادہ تر معرکوں میں ممالیکِ مصر کو کامیابی ہوئی۔

ممالیکِ چراکسیہ کے سب سے پہلے بادشاہ برقوق کے زمانے میں تاتاریوں کا ایک نہایت شقی القلب بادشاہ تیمور لنگ تھا۔جس کی تلوار سے بادشاہتوں اور سلطنتوں کی بساط الٹ رہی تھی۔سلطان برقوق، تیمور لنگ کی فتوحات سے آگاہ تھا۔چنانچہ اس نے تیمور لنگ کے مصر پر حملہ کرنے سے قبل ہی اس کے مقابلے کے لئے ایک لشکرِ جرار تیار کر لیا۔سلطان برقوق کی تیاریوں سے گھبرا کر تیمور نے مصر پر حملے کا ارادہ ترک کر دیا۔(۱۰)

سلطان برقوق کے جانشین ناصر فرج بن برقوق کے دورِ حکومت میں تیمور نے شام کے شہروں حلب اور دمشق پر حملہ کر کے تمام مردوں کو قتل کر دیا اور عورتوں اور بچوں کو قیدی بنا لیا۔(۱۱) تاہم مصر پر حملہ کرنے کی پھر بھی جرأت نہ ہوئی۔

### ۲۔فرنگی حملوں کی روک تھام

مملوک سلاطین نے فرنگی حملوں کی روک تھام میں بھی اہم کردار ادا کیا تھا۔ممالیک بحریہ میں سے ظاہر بیبرس اور منصور قلاوون نے فرنگی حملوں کا منہ توڑ جواب دیتے ہوئے مصر اور شام کے ساحلی علاقوں سے ان کے اقتدار کا خاتمہ کر دیا۔ممالیکِ بحریہ کی طرح ممالیکِ چراکسیہ نے بھی فرنگیوں کے خلاف اپنی مہم جاری رکھی۔ان کا ایک اہم کارنامہ قبرص کی فتح تھا۔اس جزیرہ کے عیسائی، مسلمانوں کے لئے ایک مصیبت بن گئے اور شام کے ساحل کو اپنے بحری حملوں کا نشانہ بناتے رہے۔

---

۹۔ بدائع الزہور،۱/۹۶، ۹۷، ۱۰۸، ۱۱۵؛ نیز دیکھئے المختصر فی اخبار البشر،۲/۴/۱۴

۱۰۔ النجوم الزاہرہ،۱۲/۶۱؛ بدائع الزہور،۱/۳۰۲؛ یہ واقعہ ۱۲ جمادی الاولی ۷۹۶ھ کا ہے۔دیکھئے تاریخ ابن الفرات،۲/۳۸۲

۱۱۔ بدائع الزہور،۱/۳۳۵

سلطان اشرف برسبای نے ۱۴۲۶ء بمطابق ۸۲۹ھ میں قبرص کو فتح کر کے اس خطرے کو دور کر دیا۔(۱۲) قبرص کے بادشاہ نے ۸۶۳ھ میں مصر کے بادشاہ الأشرف اینال سے دشمنوں کے خلاف مدد طلب کی چنانچہ سلطان اشرف اینال نے امیر یونس الدوادار کی قیادت میں ایک لشکر بھیجا۔لیکن لڑائی کی نوبت پیش نہ آئی اور لشکر بغیر کسی نتیجے کے واپس لوٹ آیا۔(۱۳)

اشرف قایتبای کے عہدِ حکومت میں فرنگیوں نے مصر کی شمالی سرحدوں پر مار دھاڑ شروع کر دی۔ وہ تاجروں کا تمام مال واسباب لُوٹ لیتے اور انہیں قید کر دیتے۔ ۸۸۰ھ میں انہوں نے شہر اسکندریہ پر حملہ کر کے بہت سے تاجروں کو قیدی بنالیا۔اس کے جواب میں سلطان نے اسکندریہ کے تمام فرنگی تاجروں کو قید کر لیا۔(۱۴)

اشرف غوری کے عہد میں پرتگالیوں نے مصر کو نقصان پہنچانے کی کوئی کسر باقی نہ چھوڑی۔ ۱۴۹۸ء میں پرتگال کے ایک ملاّح واسکوڈے گاما نے راس امید کی راہ سے برّ اعظم افریقہ کے گرد گھوم کر بحر ہند اور بحیرہ عرب کے ساحلوں تک پہنچنے کا بحری راستہ تلاش کر لیا۔اس کے بعد پرتگیزی مصر اور ھندوستان کی تجارتی کشتیوں پر حملے کرنے لگے۔ اشرف غوری نے پرتگیزیوں کے حملوں کو روکنے کی بہت کوشش کی لیکن کامیاب نہ ہوسکا۔(۱۵)

### ۳۔مملکت مصر کی توسیع اور اس کا دفاع

اگرچہ مصر، مملوک سلاطین کا وطنِ حقیقی نہیں تھا اس کے باوجود انہوں نے مصر کی حفاظت اپنا وطنِ حقیقی سمجھ کر کی۔ مصر کی طرف اٹھنے والے ہر طوفان کا انہوں نے بے جگری سے مقابلہ کیا۔ تاتاریوں کی یورش ہو یا فرنگیوں کی یلغار، صحرائی ڈاکوؤں کی لوٹ مار ہو یا بحری قزاقوں کے حملے، ہر ایک فتنے کے سامنے ڈٹ گئے اور پوری کامیابی سے ان کا مقابلہ کیا۔ اس میں تعجب کی بات نہیں اس لئے کہ وہ بچپن میں مصر لائے گئے یہیں پر ان کی پرورش اور عسکری تربیت ہوئی۔ لہٰذا انہوں نے مصر اور دیگر شہروں سے اسی طرح محبت کا ثبوت دیا جیسا کہ وطنِ حقیقی سے محبت کا ثبوت دیا جاتا ہے۔ ان کے دور میں تمام عالم میں مصر کی حکومت کا چرچا پھیل گیا تھا۔ اور مصر کی حکومت بلادِ مغرب تک پھیل گئی۔

### ۴۔ممالیکِ چراکسیہ کی سخاوت و فیاضی

ممالیکِ چراکسیہ کے سلاطین اور امراء نے اپنی چیرہ دستیوں اور جبر و استبداد کے باوجود عوام الناس کی فلاح و بہبود کا خیال رکھا۔ ان کے لئے بے شمار مدارس، مساجد اور ہسپتال وغیرہ تعمیر کئے۔ مدارس و مساجد اور جوامع کے قیام کے لئے اپنی اراضی و اموال وقف کر دیا کرتے تھے۔ ان اعمالِ خیر کو وہ اپنی ظلم و زیادتی اور دیگر گناہوں کا کفارہ سمجھتے تھے۔ قحط اور وباؤں کے دِنوں میں بالخصوص غرباء کے کھانے پینے کا انتظام کرتے تھے اس کے علاوہ کئی کئی ہزار دینار فقراء و مساکین میں تقسیم کیا کرتے تھے۔

ممالیکِ چراکسیہ کی سخاوت اور فیاضی کی چند ایک مثالیں درج ذیل ہیں:۔

کہا جاتا ہے کہ جب سلطان برقوق بیمار ہوا تو اس نے اپنی زندگی کے آخری ایّام میں تقربِ الٰہی کی خاطر علماء اور فقراء پر پچاس ہزار دو سو دینار صدقہ کیے۔ نیز اس نے جیزہ میں ایک زمین وقف کی جس سے حجاز جانے والے حجاج کرام فائدہ اٹھاتے تھے۔ سلطان کے حکم

---

۱۲۔ بدائع الزھور، ۲/ ۱۷،۱۸؛ دائرہ معارف القرن الرابع عشر العشرین، ۹/ ۱۱۸

۱۳۔ النجوم الزاھرہ، ۶/ ۵۴۸

۱۴۔ بدائع الزھور، ۲/ ۱۶۲

۱۵۔ عصر سلاطین الممالیک، ۲/ ۲۶۰؛ نیز دیکھئے سیرۃ القاہرۃ، ۲۱۷

سے ہر رمضان میں روزانہ تیس ہزار گائیں ذبح کی جاتیں اور ایک ہزار روٹیاں فقراء میں تقسیم کی جاتیں۔(۱۶)

۸۲۱ھ میں بلادِ مصریہ میں طاعون کی وباء پھیلنے سے مہنگائی کی صورتحال پیدا ہوگئی۔ان ایّام میں سلطان المؤید نے کثیر مقدار میں گائیں ذبح کیں اور غرباء میں تقسیم کیں۔(۱۷)

۸۷۹ھ میں سلطان قایتبای نے مسجد عمرو کی مرمّت کروائی اور اس میں تیس صوفیاء کرام کو ذکر واذکار اور درس وتدریس کے لئے متعین کیا۔اس نے ان صوفیاء کے لئے مسجد کے نواح میں گھر تعمیر کروائے ان کے لئے طعام، زیتون کا تیل اور صابن وغیرہ بھی فراہم کیا۔(۱۸)

سلطان قایتبای نے ۸۸۶ھ میں مسجد نبوی کی تجدید اور تزئین وآرائش پر ایک لاکھ دینار صرف کئے۔(۱۹)

سلطان غوری نے ۹۱۲ھ میں یومِ عاشوراء کے موقع پر فقراء میں کئی ہزار دینار تقسیم کئے۔(۲۰)

سلطان سلیم کے لشکر سے مقابلہ کے لیے طومان بای کو اس کے امراء نے مشورہ دیا کہ وہ بھی اشرف قایتبای اور سلطان غوری کی طرح عوام الناس پر ٹیکس عائد کرے۔لیکن طومان بای نے ایسا کرنے سے انکار کر دیا اور کہا کہ میں اپنے عہد میں کبھی بھی ظلم نہیں کروں گا۔اس پر عوام الناس نے طومان بای کا شکریہ ادا کیا اور اس کے لیے دعائے خیر کی۔(۲۱)

## ممالیک چراکسیہ کے عہد کی خامیاں:۔

ممالیکِ چراکسیہ کا عہد بحیثیت مجموعی بدامنی اور فتنہ وفساد کا ایک پُر آشوب دور تھا۔لوٹ مار اور قتل وخونریزی گویا کہ ان ممالیک کا مشغلہ بن گیا تھا۔بعض سلاطین ظلم وجور اور سفاکی میں انتہا تک پہنچ گئے تھے۔ممالیکِ چراکسیہ کی ان بداعمالیوں کا نتیجہ تھا کہ اس عہد میں مصر پر آفاتِ سماوی بھی نازل ہوتی رہیں۔وقتاً فوقتاً رونما ہونے والے قحط، طاعون اور دیگر وباؤں نے اہلِ مصر کی زندگی مزید اجیرن کردی تھی۔ذیل میں ممالیکِ چراکسیہ کے سلاطین کی کمزوریوں اور اس عہد کے منفی پہلوؤں پر تبصرہ کیا گیا ہے۔

### ا۔عوام النّاس کے سیاسی حقوق کی پامالی:۔

بادشاہ اور عوام کی مثال جسدِ واحد میں سر اور اعضاء کی مانند ہے۔بادشاہ رعایا کی تمام ضروریات کا ذمّہ دار ہوتا ہے۔ممالیکِ چراکسیہ کے سلاطین عوام کو وہ حقوق نہ دے سکے جو ان کی ذمہ داری تھی۔طبقہ ممالیک نے اپنے آپ کو طبقہ عوام سے بالکل جدا رکھا۔عوام کو انہوں نے فوج اور سیاست سے بالکل الگ رکھا۔اگرچہ بعض جنگوں میں عوام بھی لشکر کے ساتھ شریک ہوئے مگر ان کی حیثیت محض رضا کارانہ تھی۔عوام کے لئے ان سیاسی مناصب تک پہنچنا بہت مشکل تھا جن پر ممالیک امراء فائز تھے۔

وظائف بھی صرف قضاۃ یا عسکری طبقہ یعنی امراء ممالیک کے لئے مقرر تھے۔اس کے باوجود کوئی سلطان خود ذاتی طور پر مدارس وجوامع کے لئے وظائف بھی مقرر کر دیتا۔

---

۱۶۔ بدائع الزھور۲/۱۰۴؛ النجوم الزاھرہ۵/۵۹۵؛ سلطان ظاہر برقوق کی سخاوت وفیاضی کے مزید واقعات کے لیے دیکھئے تاریخ ابن الفرات،۲/۴۳۴؛ انباء الغمر ۳/۲۸۲

۱۷۔ بدائع الزھور،۲/۶؛ النجوم الزاھرہ،۶/۳۹۵

۱۸۔ بدائع الزھور،۲/۱۵۳

۱۹۔ ایضاً ۲/۲۱۰؛ کتاب اخبار الدول ۲۱۷؛ سمط النجوم کا مؤلف سلطان قایتبای کے بارے میں لکھتا ہے کہ وہ ایک جلیل القدر اور نیکی کے کاموں میں سبقت لے جانے والا بادشاہ تھا۔اس نے کئی مساجد، رباط اور عظیم الشان جوامع تعمیر کروائیں۔مصر، شام اور غزہ میں اس کے کئی آثار جمیلہ اور خیرات جزیلہ ابھی تک موجود ہیں۔دیکھئے سمط النجوم ۴/۴۳

۲۰۔ عصر سلاطین الممالیک،۲/۲۶۵؛ مجالس السلطان الغوری،۳۲

۲۱۔ ایضاً،۳/۸۴

جہاں تک اراضی اور اقطاعات کے نظام کا تعلق ہے تو اوّلاً سلطان انہیں اپنے لئے مخصوص کر لیتا اور بقیہ اراضی امراء اور لشکر پر حسبِ مراتب تقسیم کر دیتا تھا۔عوام پر اراضی کی ملکیت حرام تھی۔(۲۲)

## ۲۔ناجائز ٹیکسوں کی وصولی

ممالیک سلاطین نے تاجروں،صنعت کاروں اور حرفت کاروں پر بھاری ٹیکس عائد کر رکھے تھے۔اس کے علاوہ لشکر کشی کے مواقع پر عوام سے مزید ٹیکس وصول کئے جاتے تھے۔

۷۸۹ھ میں سلطان برقوق نے تاتاری حملوں کی مدافعت کے لئے ایک لشکر تیار کیا اور ایک مجلس منعقد کی۔جس میں خلیفہ شیخ الاسلام عمر البلقینی اور چاروں قضاۃ شامل تھے۔سلطان نے ان کے سامنے مساجد اور مدارس کے اوقاف سے مال لینے کا مطالبہ کیا۔مگر سب نے مخالفت کی لیکن سلطان کے اصرار پر فیصلہ اس بات پر ہوا کہ ایک سال کی اوقاف کی آمدنی اور ایک سال کی آمدنی زمینوں کے خراج سے لی جائے۔عوام کو اس سے بہت تکالیف کا سامنا کرنا پڑا۔(۲۳)

سلطان قایتبای نے ۸۹۶ھ میں عثمانی ترکوں کے خلاف لشکر کی تیاری کے لئے تمام مکانات اور مزروعۃ زمینوں پر ٹیکس عائد کر دیئے۔(۲۴)

یہی حال باقی ممالیک سلاطین کا بھی تھا۔سلاطین کے کارندے ان ٹیکسوں کی وصولی کے لئے عوام الناس کے ساتھ سخت رویہ اختیار کرتے۔بعض اوقات ٹیکس کی ادائیگی نہ کرنے والوں کو پھانسی پر لٹکا دیا جاتا۔۹۰۸ھ میں سلطان غوری نے ہر اس شخص کو پھانسی دینے کا حکم دیا جو مفروضۃ مال کی ادائیگی نہ کرتا۔(۲۵)

ان بھاری ٹیکسوں نے عوام کی کمر توڑ کر رکھ دی اور وہ ممالیک سلاطین سے بدظن ہوتے چلے گئے۔

## ۳۔ظلم و زیادتی

ممالیکِ چراکسیہ کے اکثر سلاطین ظالم اور جابر واقع ہوئے تھے۔مخالفین کے لئے قہر کی مانند تھے۔امراء ممالیک میں سے کوئی سازش کا مرتکب ہوتا تو اسے نہایت اذیّت ناک طریقے سے قتل کر دیا جاتا۔مثلاً سلطان برقوق نے اپنے ایک ساتھی علی بای کو،جس نے بادشاہ کے خلاف بغاوت کی سازش کی تھی،نہایت بے دردی سے موت کے گھاٹ اتار دیا۔ابنِ تغری بروی لکھتا ہے:

''علی بای کو سلطان کے سامنے سخت عذاب دیا گیا۔اس کے دونوں پہلوؤں اور گھٹنوں کو توڑا اور سینے کو چاک کر دیا گیا''(۲۶)

سلطان ناصر بن فرج کے تعلقات اپنے باپ کے ممالیک کے ساتھ بہت بگڑ گئے،انتقاماً بہت سے امراءِ ممالیک کا ناحق خون بہایا۔رات کے وقت وہ نشہ کی حالت میں قلعہ سے باہر نکلتا پھر اس کے سامنے ان ممالیک کو پیش کیا جاتا۔وہ ایک ایک کر کے ان سب کو اپنے ہاتھوں سے ذبح کرتا اور ان کے چہروں کو پاؤں سے ٹھوکر مارتا تھا۔(۲۷)

---

۲۲۔ عصر سلاطین المممالیک،۱/۲۶۷

۲۳۔ بدائع الزھور،۱/۲۶۷

۲۴۔ ایضاً،۲/۲۶۸

۲۵۔ عصر سلاطین المممالیک،۲/۲۹۲

۲۶۔ النجوم الزاھرہ،۱۲/۸۸

۲۷۔ بدائع الزھور،۱/۳۵۳

سلاطین کے علاوہ امراء ممالیک بھی افعالِ قبیحہ کا ارتکاب کیا کرتے تھے۔ یہ جانتے ہوئے بھی کہ ان کے افعال صراحتًا اسلامی تعلیمات کے منافی ہیں۔ٹیکسوں کی وصولی کے سلسلے میں بھی ممالیکِ چراکسیہ نے عوام پر ظلم وستم ڈھائے۔''جو شخص ٹیکس کی ادائیگی سے انکار کرتا تو اس کا سر کاٹ کر گھمایا جاتا اور ایک شخص ندا لگاتا جاتا کہ یہ اس شخص کی سزا ہے جو سلطان کی مخالفت کرتا ہے۔''(۲۸)

جس شخص کے پاس کثیر مال ہوتا تو سلطان اپنے کارندے اس کے پاس مال کی وصولی کے لئے بھیجتا۔جو شخص انکار کرتا اسے سزا دی جاتی تھی۔اور اس سے اس کا تمام مال واسباب چھین لیا جاتا یہاں تک کہ وہ فقیر ہو جاتا۔

**علوم دینیہ سے ناواقفیت:**

ممالیکِ چراکسیہ کے اکثر سلاطین علومِ دینیہ سے ناواقف اور عربی زبان سے نابلد تھے۔ان سلاطین میں سے کئی قرآن کی قرأت بھی نہ کر سکتے تھے۔علومِ دینیہ سے ناواقفیت اور جہالت نے ان کے اندر سفّاکی اور بے رحمی جیسی صفات پیدا کر دی تھیں۔

سلطان اشرف اینال کے متعلق ابن تغری بردی لکھتا ہے''وہ علوم وفنون سے عاری اور ان پڑھ تھا۔نہ قرأت جانتا تھا اور نہ ہی کتابت۔حتّٰی کہ سورۃ فاتحہ کی قرأت بھی مشکل سے کرتا تھا۔اور اس کی فرض نمازیں بھی عجیب تھیں۔اور اس کے اکثر معاملات شریعت سے متناقض تھے۔(۲۹)

یہی حال سلطان ظاہر بلبای کا بھی تھا۔ابن تغری بردی کے مطابق:

''سلطان ظاہر کا ملک میں موجود ہونا اور نہ ہونا برابر تھا۔وہ امورِ مملکت میں کلی طور پر بے اختیار تھا۔نہ تو قرأت جانتا تھا اور نہ ہی حروفِ تہجی کی پہچان رکھتا تھا۔''(۳۰)

**اندرونی سازشیں:**

ممالیکِ چراکسیہ کے عہد کی ایک بڑی خرابی ایک دوسرے کے خلاف ہونے والی سازشیں تھیں۔ہر بادشاہ کے کچھ خاص ممالیک ہوتے تھے۔آئندہ آنے والا بادشاہ پہلے بادشاہ کے ممالیک کے ساتھ بدسلوکی کرتا۔بعض اوقات امراء ممالیک مل کر بادشاہ کے خلاف سازش کر کے اسے تخت سے اتار دیتے۔

سلطان برقوق کو اپنے مملوک منطاش کے ساتھ بڑے طویل عرصے تک برسرِ پیکار رہنا پڑا۔۷۹۱ھ میں سلطان برقوق کو اس کی وجہ سے کچھ عرصہ کے لئے اپنی سلطنت سے بھی ہاتھ دھونا پڑے۔(۳۱)

۸۲۴ھ میں الملک المظفر احمد بن مؤید کم سنی میں بادشاہ بن گیا۔اس کے اتابک ططر نے سازش کے ذریعے اس کو تخت سے اتار دیا اور خود بادشاہ بن گیا۔(۳۲)

**قزاقوں کی لوٹ مار:۔**

داخلی فتنوں میں ایک بڑا فتنہ قزاقوں کا بھی تھا۔یہ لوگ مصر کے کئی علاقوں میں مقیم تھے۔مملوک سلاطین ایک طویل عرصہ تک ان

---

۲۸۔ کتاب اخبار الأول، ۱۳۸

۲۹۔ النجوم الزاھرہ، ۷/۵۵۹

۳۰۔ ایضاً، ۷/۸۳۱

۳۱۔ بدائع الزھور، ۱/ ۲۶۹، ۲۷۰

۳۲۔ ایضاً، ۲/۱۲

سے برسرِ پیکار رہے۔ یہ لوگ شہروں میں گھس آتے اور لوٹ مار کر کے واپس چلے جاتے۔ بعض اوقات قافلوں کو بھی لوٹ لیا کرتے تھے۔

۸۰۴ھ میں فرج بن برقوق کے زمانے میں بحری قزاقوں نے بنی عقبہ کے حجاج پر چڑھائی کی اور ان کا تمام مال واسباب چھین لیا۔ (۳۳)

۸۶۵ھ میں عربان نے لبید پر حملہ کیا اور بحیرہ تک پہنچ گئے۔ سلطان احمد بن اینال نے ان کی تادیب کے لئے ایک لشکر روانہ کیا۔ (۳۴)

۸۷۶ھ میں سلطان قایتبای کے عہد میں بنی حرام اور بنی وائل کے ڈاکوؤں نے قاہرہ پر چڑھائی کر دی۔ لوگوں کے مال، مویشی لوٹنے اور دنگا فساد کرنے کے بعد لوٹ گئے۔ (۳۵)

سلطان غوری کے عہدِ حکومت میں ڈاکوؤں نے بیسیوں دفعہ حملے کئے۔ ان کے حملوں کے باعث راستے غیر محفوظ ہو گئے تھے۔ لوٹ مار کی کثرت نے شہروں میں بدامنی کی فضا پیدا کر دی تھی۔

**آفاتِ سماویہ:**

ممالیک چراکسیہ کا دور مصر کی تاریخ کا ایک بدترین دور سمجھا جاتا ہے۔ اس عہد میں مصر میں کثرت سے طاعون اور دیگر وبائیں پھیلیں جس سے بستیوں کی بستیاں اجڑ گئیں۔ لوگوں کی کثیر تعداد ان وباؤں کی وجہ سے ہلاک ہوگئی۔ ۸۰۷ھ میں فرج بن برقوق کے دورِ حکومت میں ایسی سخت وبا پھیلی جس سے اچانک اموات واقع ہوئیں۔ یہاں تک کہ لوگ راستوں میں گر گر مر جاتے۔ (۳۶)

۸۳۳ھ میں سلطان برسبای کے عہد میں عجیب وغریب طاعون پھیلا۔ ابنِ ایاس کے مطابق "یہ طاعون دیگر طواعین سے مختلف تھا۔ اور تقریباً چار ماہ تک جاری رہا۔ اس کی وجہ سے لوگوں کی کثیر تعداد ہلاک ہوئی۔ کہا جاتا ہے کہ ایک دن میں چوبیس ہزار جنازے اٹھتے تھے۔" (۳۷)

۸۵۵ھ میں بلادِ مصر میں طاعون کی وبا سے لوگوں کی ایک کثیر تعداد ہلاک ہوئی۔ (۳۸)

۸۶۴ھ میں دیارِ مصر اور اس کے گرد ونواح میں کثرت سے وباء پھیل گئی۔ جس کی وجہ سے اشیائے صرف کی قیمتوں میں گرانقدر اضافہ ہوا۔ اور ممالیکِ اجلاب کا ظلم وستم اس پر مزید تھا۔ چنانچہ لوگ تین بڑی آزمائشوں میں مبتلا ہو گئے۔ طاعون، مہنگائی اور ظلم وستم۔ (۳۹)

۸۹۷ھ میں مصر میں طاعون کی شدید وباء پھیل گئی۔ اس زمانے کے متعلق ابنِ ایاس لکھتا ہے "اس عہد میں مصر میں شراب نوشی، سودخوری اور لوگوں کے حق میں ممالیک کے ظلم وستم کی کثرت ہوگئی تھی۔ گویا کہ یہ تمام امور ان شہروں میں آفاتِ سماویہ کا سبب بنے۔" (۴۰)

---

۳۳۔ بدائع الزھور، ۱/۳۴۰

۳۴۔ ایضاً ۲/۶۷

۳۵۔ ایضاً ۲/۱۳۵؛ بحری قزاقوں اور فرنگیوں کی لوٹ مار کے واقعات کے لیے دیکھیے نیل الامل، ۶/۱۲، ۷/۶۱، ۹۱، ۱۰۰

۳۶۔ بدائع الزھور، ۱/۳۴۸

۳۷۔ ایضاً ۲/۱۸؛ کتاب اخبار الدول وآثار الأول، ۲۱۲

۳۸۔ حوادث الدھور، ۱/۱۰۹

۳۹۔ النجوم الزاھرہ، ۷/۵۳۴؛ نیل الامل، ۶/۷۷

۴۰۔ بدائع الزھور، ۲/۲۷۳

طاعون کے علاوہ اس زمانے میں مسلسل قحط رونما ہوئے۔ اکثر اوقات دریائے نیل میں پانی کی کمی کی وجہ سے فصلوں کی پیداوار پر بُرے اثرات پڑتے تھے۔ قحط کی وجہ سے اشیائے صرف کی قیمتوں میں گرانی پیدا ہو جاتی تھی۔ جس کی وجہ سے لوگوں کے لئے اپنی ضروریاتِ زندگی کو پورا کرنا مشکل ہو جاتا تھا۔

## (ب)۔۔۔امام قسطلانی کے عہد کے علمی حالات

مصر اور اس کے دارالحکومت قاہرہ کے بغداد کے ساتھ دینی اور علمی روابط تھے۔۶۵۶ھ میں تاتاریوں نے عراق پر لشکر جرار کے ساتھ حملہ کر دیا۔اس وقت بغداد اندرونی فتنوں اور سازشوں کا شکار تھا۔خاص طور پر اہلِ روافض اور اہل سنت کے درمیان سخت قسم کی چپقلش موجود تھی۔۶۵۶ھ میں تاتاریوں نے بغداد کی اینٹ سے اینٹ بجادی۔انہوں نے محلات اور گھروں کو جلا دیا۔اور لوگوں کی کثیر تعداد کو قتل کر دیا اور تمام کتب خانوں اور ان میں موجود کتابوں کو جلا دیا۔اور دریائے دجلہ میں بہا دیا۔یہ کتابیں علوم دینیہ اور علومِ ادبیہ پر مشتمل تھیں۔تاتاریوں نے علماء کی کثیر تعداد کو بھی قتل کر دیا۔مسلمانوں کے اس عظیم علمی مرکز کی تباہی کے بعد بچے کھچے علماء اور دیگر مسلمانوں نے کہیں اور جائے پناہ تلاش کر لی۔تمام ممالک اسلامیہ میں اس وقت مصر اور بلادِ شام سے بہتر کوئی اور جگہ نہ تھی، جہاں ممالیک نے ایک مضبوط سلطنت قائم کی ہوئی تھی۔اور ان کے اندر دشمنانِ دین کا مقابلہ کرنے کی طاقت بھی موجود تھی۔اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے دولۃ الممالیک کا تاتاریوں کے سامنے ایک بند باندھ دیا۔

دیگر لوگوں کے ساتھ علماء اور ادباء کے وفود بھی مصر آئے اور بہت عرصہ تک مصر میں درس وتدریس اور افتاء کی خدمات سرانجام دیتے رہے۔مصر اور شام کو ان علماء اور ادباء سے علمی فائدہ پہنچا اور بغداد کے بعد مصر اور شام میں علومِ دین کا احیاء ہوا۔

علماء کرام کے ساتھ ان کا رویہ اور فروغِ علم کے سلسلہ میں انہوں نے جو کام کئے ان کا مختصر ذکر درج ذیل ہے۔

### ا۔علماء کی تعظیم وتکریم

ممالیک نے علماء اور فقہاء کی بڑی تکریم کی۔ان سلاطین کے ہاں ان علماء کا بڑا درجہ تھا۔چنانچہ بہت سارے امورِ دولت اور مسائل میں ممالیک ان سے مشورہ طلب کرتے تھے نیز علماء کی شکایات سنتے اور ان کا ازالہ بھی کیا کرتے تھے۔علماء کی اکثریت زھد وورع اور قناعت جیسے اوصاف سے متصف تھی۔انہی صفات کی بدولت عام وخاص ہر ایک نے ان کو قدر ومنزلت کی نگاہ سے دیکھا۔

ان علماء میں سے قاضی قضاۃ منتخب ہوتے، وہ مشورے اور فتوے دینے میں مقدم ہوتے۔جب بھی سلطان نے کوئی ٹیکس عائد کرنا ہوتا یا مسلمانوں کے اوقاف میں سے مال وصول کرنا ہوتا تو وہ ان قاضیوں کے مشورے کے بغیر کوئی قدم نہ اٹھاتا تھا۔

علامہ سیوطیؒ نے حسن المحاضرۃ میں لکھا ہے: ''سلطان برقوق نے جب مسجد تعمیر کی اور درس وتدریس کے لئے اس میں شیوخ کو مقرر کیا۔تو ان میں شیخ علاء الدین السیر امی مدرّس الحنفیہ اور شیخ الصوفیہ موجود تھے۔سلطان برقوق نے ان کی تعظیم میں اتنا مبالغہ کیا کہ خود ان کے لئے اپنے ہاتھ سے فرش پر سجادہ بچھایا۔'' (۴۱)

مقریزی نے خطط میں ذکر کیا ہے: ''سلطان مؤید محمودی نے جامع تعمیر کروائی اور اس کے اندر متعدد مدرسین متعین کئے ان میں ابن حجر عسقلانی بھی تھے۔سلطان ان کا درس سننے کے لئے تشریف لائے، ابنِ حجر سلطان کے لئے کھڑے ہونے لگے۔لیکن سلطان مؤید نے انہیں منع کر دیا۔چنانچہ وہ کھڑے نہیں ہوئے۔'' (۴۲)

سلطان خشقدم کے بارے میں کہا جاتا ہے کہ وہ اہلِ علم کے ساتھ تواضع اور محبت کے ساتھ پیش آتا تھا۔(۴۳) ابن تغری بردی

---

۴۱۔ حسن المحاضرہ، ۲/۱۴۶

۴۲۔ الخطط، ۲/۳۳۵

۴۳۔ نیل الامل، ۶/۲۷۹

نے بھی سلطان خشقدم کی اہلِ علم کے ساتھ محبت کا ذکر کیا ہے۔(۴۴)

بادشاہ ملک الظاہر جقمق کے بارے میں النجوم الزاہرہ کا مصنف لکھتا ہے: ''وہ شریعت کی تعظیم کرنے والا، فقہا اور طالب علموں سے محبت کرنے والا تھا۔''(۴۵)

**۲۔علماء کا واجبات کی ادائیگی کا احساس:**

بغداد اور عراق میں علمی حکومت کا خاتمہ ہوا جس کی وجہ سے بہت سی کتب وتالیفات ضائع ہوگئیں۔ایک طرف تاتاری مسلمانوں کو تباہ کرر ہے تھے تو دوسری طرف نصرانیوں کا خوف تھا۔ان حالات میں علماء نے اپنے علمی ورثہ کی حفاظت اور دین کی اشاعت کے لئے اپنی ذمہ داری کو محسوس کیا۔چنانچہ وہ علمِ دین کے احیاء کے لئے سرگرم ہوگئے جس کے نتیجے میں ان کے ہاتھوں بہت سی مفید تصنیفات وتالیفات وجود میں آئیں۔

**۳۔مدارس کا قیام:**

ممالکِ چراکسیہ کے عہد میں بہت ساری مساجد اور مدارس تعمیر ہوئے۔خانقاہیں اس کے علاوہ تھیں۔ان مدارس کے ساتھ چھوٹے چھوٹے مکتب بھی تھے۔جہاں پر بچوں کو قرأت اور کتابت کی تعلیم دی جاتی تھی۔ابتدائی دینی علوم اور حفظِ قرآن کی تعلیم کا بھی اہتمام تھا۔

مصری جامعات کے دروازے عالم وجاہل، چھوٹے اور بڑے سب کے لئے کھلے ہوئے تھے۔صبح وشام طالب علموں کا ہجوم لگا رہتا۔ان جامعات میں تعلیم وتدریس کے لئے کوئی واجبات مقرّر نہ تھے۔مدارس کا نظام عطیات واوقاف سے چلتا تھا۔نیز طالب علموں کو وظائف بھی دیئے جاتے تھے۔

جب بھی کوئی طالب علم مطلوبہ مضمون میں دسترس حاصل کرلیتا تو استاد اپنے ہاتھ سے اسے علمی اجازت نامہ عطا کرتا جس کے بعد اسے متعلقہ مضمون کی روایت اور تدریس کی اجازت مل جاتی۔اگر کوئی فقہ میں مہارت حاصل کرلیتا تو اجازت ملتے ہی وہ فقیہ کہلاتا اور فتوی دینے کا اہل قرار پاتا یا کوئی ادب میں ماہر ہوجاتا تو اسے ادب کی کوئی بھی کتاب اور دیوان پڑھانے کی اجازت دی جاتی۔

بعض علماء اپنے طلباء کو املاء کرواتے تھے۔سیوطیؒ نے حسن المحاضرۃ میں ابنِ حجر عسقلانیؒ کے بارے میں لکھا ہے:

''وأملى اكثر ألف مجلس۔''(۴۶)

''وہ ایک ہزار سے زیادہ لوگوں پر مشتمل مجلس کو املاء کرواتے تھے۔''

تعلیم کے لئے مدارس کا قیام حکومت کے باقاعدہ فرائض میں شامل نہ تھا۔بلکہ سلاطین، امراء اور دیگر لوگ اللہ کی رضا کی خاطر اپنی بعض ملکیتیں وقف کردیا کرتے اور وہاں پر مدارس تعمیر کرواتے۔یہی وجہ ہے کہ جب تک مؤسس مدرسہ زندہ رہتا تو اس مدرسہ کا نظام بہترین طریق پر چلتا رہتا۔لیکن اس کی وفات کے بعد طامع لوگ اس کے وقف پر قبضہ کرلیتے۔

ممالیک چراکسیہ کے قائم کردہ مدارس میں سے چند ایک کا مختصر ذکر درج ذیل ہے:

---

۴۴۔ حوادث الدھور،۳/۴۰۳

۴۵۔ النجوم الزاہرہ،۷/۸۵۷

۴۶۔ حسن المحاضرہ،۱/۱۵۳

**مدرسہ ظاہریہ:**

یہ مدرسہ ممالیک چراکسیہ کے پہلے بادشاہ ظاہر برقوق نے بنوایا تھا جو کہ نہایت خوبصورت اور عظمت کا حامل تھا۔ بادشاہ نے اس میں درس وتدریس کے لئے صوفیاء اور ائمہ کا تقرر کیا۔(۴۷)

**مدرسہ رملمیۃ:**

یہ مدرسہ قاہرہ سے بند قانیین کے سرے پر واقع مدرسۃ صاحبیۃ کے قریب تھا۔ اسے امیر طواشی زین الدین مقبل الرومی نے ۷۹۷ھ میں برقوق کے زمانے میں تعمیر کروایا تھا۔ اس میں صوفیاء کے لئے درس وتدریس کا اہتمام تھا۔(۴۸)

**مدرسہ محمودیۃ:**

باب زویلۃ سے باہر موازینیین کے قریب یہ مدرسہ واقع تھا۔ اسے امیر جمال الدین محمود بن علی الاستادار نے ۷۹۷ھ میں تعمیر کروایا تھا۔ اس میں بھی درس وتدریس کا اہتمام تھا۔ نیز اس کے اندر جلیل القدر تصنیفات بھی موجود تھیں۔

قال المقریزی:" وهذه المدرسة من احسن مدارس مصر۔"(۴۹)

''اور یہ مدرسہ مصر کے مدارس میں سے سب سے اچھا ہے۔''

**المدرسۃ الأیتمشیۃ :**

یہ مدرسہ قاہرہ سے باہر قلعۃ الجبل کے قریب واقع تھا۔ اسے امیر سیف الدین ایتمش نے ۷۸۵ھ میں تعمیر کروایا تھا۔ اس میں فقہ حنفیہ کی تعلیم دی جاتی تھی۔

قال مقریزی:''وهي مدرسة ظريفة۔''(۵۰)

**مدرسۃ الأمیر جمال الدین الأستادار:**

یہ مدرسہ استادار جمال الدین کا تعمیر کردہ ہے۔ امیر نے اس مدرسے کے لئے نہایت نفیس اور قیمتی کتابیں خریدیں جو فقہ حدیث وغیرہ علوم سے متعلق تھیں۔ یہ مدرسہ خوبصورتی میں بھی اپنی مثال آپ تھا۔ اس کی تعمیر ۸۱۱ھ میں مکمل ہوئی۔ امیر نے خود اس کا افتتاح کیا اور کبار مدرسین وشیوخ کو تدریس کے لئے مقرر کیا۔ ہر مذہب کا علیحدہ مدرّس تھا۔ اسی طرح حدیث اور تفسیر کے لئے علیحدہ علیحدہ مدرسین تھے۔ طلباء کے لئے اوقاف ووظائف بھی مقرر کئے۔

امیر جمال الدین کو سلطان ناصر فرج بن برقوق نے ۸۱۲ھ میں قتل کروادیا۔ اس کے بعد اس نے اس مدرسے کو بھی منہدم کرنے کا ارادہ کیا۔ مگر علماء اور قضاۃ نے اسے ایسا کرنے سے روکا۔ بعد ازاں اس نے مدرسہ کا نام بدل کر ناصریہ رکھ دیا۔ سلطان ناصر کی وفات کے بعد قاضیوں اور علماء نے نئے سلطان المؤید کی وساطت سے وہ سب کچھ مدرسے کا واپس لے لیا جو سلطان ناصر نے چھین لیا تھا۔(۵۱)

---

۴۷۔ صبح الأعشی،۳/۳۶۸

۴۸۔ الخطط،۲/۳۹۴

۴۹۔ ایضاً،۲/۳۹۵

۵۰۔ ایضاً،۲/۴۰۰

۵۱۔ ایضاً،۲/۴۰۱

**جامع الفخری:**

بابِ السودین کے قریب یہ مدرسہ واقع تھا۔اسے اُمیر فخر الدین عبدالغنی بن اُمیر تاج الدین عبدالرّزاق بن اَبی الفرج نے ۸۲۱ھ میں تعمیر کروایا اور اس میں تمام مذاہب کا سلسلہ درس وتدریس شروع کروایا۔(۵۲)

**المدرسۃ المؤیدیۃ:**

یہ بابِ زویلۃ کے قریب واقع مشہور ومعروف درسگاہ ہے۔اسے سلطان مؤید شیخ المحمودی نے ۸۱۹ھ میں تعمیر کروایا۔اور اس پر ۴۰ ہزار دینار خرچ کئے۔اس جگہ پر مشہور قید خانہ خزانہ شمایل واقع تھا۔سلطان مؤید کچھ عرصہ اس قید خانے میں محبوس رہا تھا۔اس نے منّت مانی کہ جب وہ آزاد ہو جائے گا تو اس قید خانہ کی جگہ مدرسہ تعمیر کروائے گا۔چنانچہ وہ آزاد ہوا اور اس نے نذر پوری کرتے ہوئے یہاں پر مدرسہ تعمیر کروایا۔اس میں تمام مذاہب کے درس وتدریس کا سلسلہ رکھا۔(۵۳)

ابنِ تغری بردی جامع مؤید کے بارے میں لکھتا ہے:''ایسی جامع اس سے قبل تاریخ اسلام میں نہیں بنائی گئی۔''(۵۴)

مساجد، جوامع اور مدارس کے علاوہ غرباء اور فقراء کے لئے مخصوص کچھ خوانق، رباطات اور زوایا بھی تھے جہاں پر ان کے لئے تعلیم کا انتظام تھا۔پہلے پہل یہ خوانق غرباء کے قیام کے لئے بنائے گئے تھے لیکن آہستہ آہستہ یہاں پر علومِ دینیہ اور تصوّف کی تعلیم کا سلسلہ چل نکلا۔یہ تینوں نام اپنے معانی کے اعتبار سے کچھ زیادہ مختلف نہیں ہیں۔یہاں پر علم کی ترویج اور احکامِ شریعت کی تعلیم دی جاتی تھی۔

**۴۔کتب خانوں کا قیام**

ممالیک کے دور میں جو مساجد ومدارس تعمیر ہوئے بہت کم ایسا تھا کہ وہاں پر کوئی کتابوں کا خزانہ موجود نہ ہو۔ان مساجد ومدارس کے قائم کرنے والوں نے وہاں پر باقاعدہ کتب خانے قائم کئے، جن میں بڑی قیمتی اور نفیس کتابیں ہوتی تھیں۔

بہت سے علماء نے بذاتِ خود کتابوں کا ذخیرہ اکٹھا کیا ہوتا تھا۔

مناسب ہوگا کہ اس وقت کے چند اہم اور بڑے کتب خانوں کا یہاں مختصر ذکر کر دیا جائے۔

**کتب خانہ جامع مؤید:**

جامع مؤید کے اس کتب خانے میں بڑی اچھی اور نفیس کتابیں موجود تھیں۔سلطان مؤید نے ۸۱۹ھ میں اس کتب خانے میں بہت سی انواع علوم پر مشتمل کتابوں کا اضافہ کیا۔(۵۵)

**کتب خانہ المدرسۃ المحمودیۃ:**

مقریزی اس مدرسے کے بارے میں کہتے ہیں کہ اس میں ایسی کتابیں موجود تھیں جن کا اس وقت مصر اور شام کے شہروں میں وجود نہ تھا اور ابھی تک اسی طرح تمام کتابیں آج بھی اس مدرسہ میں موجود ہیں اور اس خزانہ میں ہر فن کی تمام اسلامی کتب شامل ہیں۔(۵۶)

---

۵۲۔ الخطط، ۲/۳۲۸

۵۳۔ ایضاً، ۲/۳۲۸

۵۴۔ النجوم الزاھرہ، ۶/۴۳۱

۵۵۔ الخطط، ۲/۳۲۹

۵۶۔ ایضاً، ۲/۳۹۵

**کتب خانہ المدرسۃ الأمیر جمال الدین استادار:**

مقریزی کے مطابق ''اس میں فقہ اور شریعت سے متعلق تمام اسلامی علوم سے متعلق کتب موجود تھیں۔۸۱۲ھ میں ناصر الدین فرج نے الأمیر جمال الدّین کو قتل کر دیا تو بہت ساری کتب نکال کر قلعہ الجبل میں منتقل کر دیں۔''(۵۷)

**خلاصہ بحث**

عہد وسطی میں مسلمانوں کی تاریخ کا مطالعہ کیا جائے تو معلوم ہوتا ہے کہ اس دور میں مصر میں غلاموں کی تجارت عروج پر تھی۔احمد بن طولون وہ پہلا بادشاہ تھا جو ان غلاموں کو خرید کر مصر لایا اور ان سے عسکری خدمات لیں۔ایوبین کے عہد میں ان غلاموں کا جنہیں ممالیک چراکسیہ کہا جاتا تھا، اثر و رسوخ بڑھتا چلا گیا۔جس کے نتیجے کے طور پر حکومت ایوبین کے ہاتھوں سے نکل کر ممالیک بحریہ کے قبضے میں چلی گئی۔ممالیک بحریہ میں سے منصور قلاوون بادشاہ نے اپنی مملکت کے استحکام کے لیے بلادِ چرکس سے کثرت سے غلام خریدے اور انہیں عسکری وتہذیبی تربیت دی۔ان غلاموں کو ممالیکِ چراکسیہ کہا جاتا تھا۔وقت گزرنے کے ساتھ ساتھ ممالیکِ چراکسیہ کی امورِ سلطنت میں دخل اندازی بڑھتی گئی۔جس کا نتیجہ یہ نکلا کہ ۷۸۴ھ میں حکومت ممالیکِ چراکسیہ کو منتقل ہوگئی۔

ممالیک چراکسیہ کے بعض سلاطین ایسے تھے جنہوں نے مصر کو اپنا وطنِ حقیقی سمجھ کر اس کی فلاح و بہبود کا خاص خیال رکھا۔ان سلاطین کی خوبیوں میں تاتاری حملوں کی روک تھام، فرنگی حملوں سے مدافعت، حکومتِ مصر کی توسیع، مدارس و مساجد کا قیام اور صدقہ و خیرات جیسے اعمالِ خیر شامل ہیں۔لیکن ممالیکِ چراکسیہ کے اکثر سلاطین نہایت ظالم وسفاک اور علوم دینیہ سے ناواقف تھے۔انہوں نے عوام الناس کے سیاسی حقوق پامال کرتے ہوئے ان پر ناجائز ٹیکسوں کا بوجھ لاد دیا۔مزید برآں آپس کی اندرونی سازشوں اور بحری قزاقوں کی لوٹ مار نے مملکتِ مصر کو کمزور کر دیا۔ستم بالائے ستم آسمانی آفات، طاعون کی کثرت اور قحط نے مصر کے حالات مزید خراب کر دیئے۔

سیاسی حالات کے برعکس اس عہد میں مصر میں علم وادب کا بہت چرچا ہوا۔ممالیکِ چراکسیہ کے بعض سلاطین علماء کی بے حد تعظیم وتکریم کرتے تھے۔ان سلاطین نے مصر میں مساجد، مدارس اور جامعات کا جال بچھا دیا۔ان مدارس و جامعات میں تعلیم و تدریس کے لیے کوئی واجبات مقرر نہ تھے۔بلکہ اساتذہ اور طلباء کے لیے وظائف مقرر تھے۔اس دور کے اہم مدارس میں مدرسہ ظاہریہ، مدرسہ رامیۃ، مدرسہ محمودیۃ، مدرسہ الأیتمشہ، جامع الفخری اور مدرسۃ المؤیدیہ وغیرہ شامل ہیں۔علم وادب کے شائقین بعض امراء اور سلاطین نے مدارس و جوامع کی تعمیر کے ساتھ ساتھ عظیم الشان کتب خانے بھی قائم کیے۔علم وادب کی ترویج واشاعت کا نتیجہ تھا کہ اس دور میں بڑے بڑے نامور عالم پیدا ہوئے جن میں عبدالغنی النابلسی، زین الدین عراقی، علامہ ابن حجر، شیخ الاسلام زکریا انصاری، شمس الدین السخاوی، علامہ سیوطی اور علامہ قسطلانی وغیرہ شامل ہیں۔

---

۵۷۔ الخطط ۲/۲۰۳

# فصل دوم

# امام قسطلانی ۔۔۔حالاتِ زندگی

## (الف) امام قسطلانی۔حالاتِ زندگی

### تعارف:

آپ کا نام احمد بن محمد، کنیت ابوالعباس اور لقب شھاب الدین تھا۔آپ کے والد محمد بن ابی بکر بن عبدالملک اور والدہ حلیمۃ بنت شیخ اَبی بکر احمد بن حمیدۃ النحاس تھیں۔

علاّمہ سخاوی نے آپ کا پورا نسب نامہ یوں لکھا ہے:

''احمد بن محمد بن أبی بکر بن عبدالملك بن الزین احمد بن الجمال محمد بن الصفی محمد بن المجّد حسین بن التاج علی القسطلانی''(۱)

آپ قسطلانی نام سے مشہور و معروف ہیں۔قسطلانی کی نسبت قسطیلۃ یا قسطلینۃ کی طرف ہے۔جو کہ افریقہ کے شہروں میں سے ایک شہر کا نام ہے۔

مرتضی زبیدی نے تاج العروس میں قطب حلبی کے حوالے سے لکھا ہے:

"القسطلانی کانه منسوب الی قسطیلة بضم القاف من اعمال افریقیه بالمغرب"(۲)

علامہ زرقانی نے شرح الزرقانی میں ''قطب الدین قسطلانی'' کے تذکرہ میں یہی لکھا ہے۔(۳) البتہ مجد الدین فیروز آبادی (م ۸۱۷ھ) نے ''قسطلانی کو اندلس کے علاقہ قسطلۃ کی طرف منسوب کیا ہے۔(۴) محمد بن احمد الازہری (م ۳۷۰ھ) اور ابنِ منظور افریقی (م ۷۱۱ھ) نے صرف اتنا لکھا ہے کہ ''قسطلانی کسی شہر یا علاقے کی طرف منسوب ہے۔''(۵)

علمائے انساب میں سے ابن الاثیر، علامہ سیوطی، علامہ سمعانی اور یاقوت حموی نے ''قسطلانی'' کے بجائے ''القسطلی'' کا ذکر کیا ہے۔(۶) جو کہ شام کے علاقہ قسطل یا قسطلۃ سے منسوب ہے۔

علمائے لغت کی آراء کے مطابق قسطلانی کی نسبت افریقہ کے علاقہ قسطیلۃ یا قسطلینۃ کی طرف ہے جبکہ علامہ قسطلانی قاہرہ میں پیدا ہوئے اور ساری زندگی یہیں بسر کی۔یوں معلوم ہوتا ہے کہ آپ کے آباؤ اجداد کا تعلق افریقہ کے شہر قسطیلۃ یا قسطلینۃ سے تھا۔اسی نسبت سے آپ کو قسطلانی کہا جاتا ہے۔

آپ ۱۲ ذولقعدہ ۸۵۱ھ بمطابق ۱۹ جنوری ۱۴۴۸ء کو قاہرہ میں پیدا ہوئے اور یہیں پروان چڑھے۔(۷) مکہ میں دوبار مختصر سے قیام کے علاوہ ساری زندگی مصر میں تبلیغ واشاعت دین میں گزار دی۔آپ شافعی المسلک تھے۔مصر کے مشاہیر علماء اور ائمہ اکثر شافعی المسلک تھے۔لہٰذا ان کے تلامذہ اپنے شیوخ کے تبحر علمی اور دوسرے کمالات سے متاثر ہو کر عموماً اسی مسلک کو قبول کر لیتے تھے۔

---

۱۔ الضوء اللامع، ۱/۲/۱۰۳؛ الاعلام، ۱/۲۳۲

۲۔ تاج العروس، ۱۵/۲۱۷

۳۔ شرح الزرقانی، ۱/۲۴۶

۴۔ القاموس المحیط، ۴/۵۱، ۵۰؛ عبدالمؤمن بن عبدالحق البغدادی (م ۷۳۹ھ) نے بھی قسطلۃ کو اندلس کا شہر کہا ہے۔ دیکھیے مراصد الاطلاع، ۳/۱۰۹۱

۵۔ معجم تہذیب اللغۃ، ۳/۲۹۶۰؛ لسان العرب، ۱۱/۱۶۲

۶۔ اللباب، ۳/۲۶۳؛ لب اللباب، ۲۵۷؛ الانساب، ۴/۴۹۹؛ معجم البلدان، ۴/۳۴۷

۷۔ الضوء اللامع، ۱/۲/۱۰۳

علامہ قسطلانی کے اساتذہ میں سے شیخ الاسلام زکریا انصاری اور علامہ سخاوی وغیرہ شافعی المسلک تھے۔یہی وجہ ہے کہ آپ نے بھی شافعی مسلک اختیار فرمایا۔

**تعلیم وتعلّم:**

آپ نے اوائل عمری میں ہی قرآن کریم حفظ کرلیا تھا۔قرآن کے علاوہ الشاطبیۃ ،الطیبہ ،الجزریہ اور علم النحو کی کتاب الوردیہ بھی حفظ کرلی تھیں (۸)۔بچپن میں ہی قرآن کریم چودہ قرأتوں کے ساتھ پڑھنا سیکھ لیا تھا۔علم قرأت میں آپ کے استاد عمر بن قاسم الانصاری، عبدالغنی الھیثمی ،زین عبدالدائم ،شہاب بن اُسد اور خالد الازھری تھے۔ان شیوخ کے علاوہ آپ نے امام جامع ابن طولون شمس بن حمصانی سے بھی علمِ قرأت کی تحصیل کی ۔(۹)علم قرأت میں مہارت کا نتیجہ تھا کہ آپ قرآن کریم نہایت خوش الحانی سے پڑھتے تھے۔

عبدالوہاب شعراوی لکھتے ہیں:

''وہ خوش شکل اور طویل القامت تھے۔قرآن کریم کو چودہ قرأتوں کے ساتھ اس طرح پڑھتے تھے کہ آپ کی آواز شقی القلب لوگوں پر بھی رقّت طاری کردیتی تھی۔جب وہ محراب میں تلاوتِ قرآن کرتے تو لوگ خشوع وخضوع اور رونے کے باعث گر پڑتے تھے۔''(۱۰)

علم حدیث کے لئے بھی آپ نے اپنے وقت کے مشاہیر علماء سے کسبِ فیض کیا۔علمِ حدیث میں آپ کے استاد شیخ زکریا الانصاری، شمس الدین سخاوی اور البرھان بن اُبی شریف تھے۔نیز علاّمہ شاوی کی پانچ مجالس میں ان سے مکمل صحیح بخاری سنی، علم فقہ آپ نے الفخر المقسی الشہاب العبادی، شمس البامی اور جلال بکری سے حاصل کیا۔علاّمہ برھان العجلونی سے علم نحو کی تحصیل کی (۱۱) ان صاحب کمال اساتذہ کے زیرِ سایہ تعلیم وتربیت نے علاّمہ قسطلانی کے علمی ذوق کو خوب ابھارا اور علم کو ان کا مشغلہء زندگی بنادیا۔

مختلف علوم وفنون میں مہارت حاصل کرنے کے بعد علاّمہ قسطلانی اپنے وقت کے ایک جیّد عالم بن گئے۔چنانچہ نجم الدین غزی نے ''الکواکب السائرۃ'' میں آپ کو درج ذیل القابات دیئے ہیں:

''الشیخ الامام العلاّمہ ، الحجۃ الرحلۃ الفھامۃ ، الفقیہ النبیہ المقری المجید المسند المحدث''(۱۲)

**درس وتدریس:**

حصولِ تعلیم کے بعد آپ نے وعظ وتدریس کا سلسلہ شروع کردیا۔جامع غمری میں آپ وعظ کیا کرتے تھے۔آپ کے وعظ میں بہت تاثیر ہوتی تھی۔لوگوں کی ایک کثیر تعداد آپ کا وعظ سننے کے لئے حاضر ہوتی۔(۱۳)وعظ کے علاوہ آپ قرآن وحدیث اور فقہ کی تعلیم بھی دیتے تھے۔نجم الدین غزی نے الکواکب السائرۃ میں آپ کے بہت سے تلامذہ کا ذکر کیا ہے۔جنہوں نے آپ سے مختلف علوم وفنون حاصل کئے۔

علاّمہ سیوطی کی حسن المحاضرہ سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ نے جامع عمرو میں بھی خطیب کی خدمات سرانجام دی تھیں۔علامہ سیوطی

---

۸۔ الضوء اللامع ،۱/۲/۱۰۳

۹۔ ایضاً

۱۰۔ الکواکب السائرۃ ،۱/۱۲۷

۱۱۔ البدر الطالع ،۱/۱۰۲؛ الضوء اللامع ،۱/۲/۱۰۳

۱۲۔ الکواکب السائرۃ ،۱/۱۲۷

۱۳۔ البدر الطالع ،۱/۱۰۲؛ الضوء اللامع ،۱/۲/۱۰۴

کے مطابق ۸۷۶ھ میں جب مصر میں قحط رونما ہوا تو صلوۃ استسقاء کے لئے لوگوں کی ایک بڑی تعداد جامع عمرو میں اکٹھی ہوئی۔ جہاں پر شہاب الدین قسطلانی خطیب جامع عمرو نے خطبہ دیا اور صلوۃ استسقاء کی ادائیگی کے بعد دعا کروائی۔(۱۴)

جامع عمرو کا شمار مصر کی مشہور جامعات میں ہوتا ہے۔اسے الجامع العتیق بھی کہا جاتا ہے۔(۱۵)

''المفصّل فی تاریخ الأدب العربی'' کے مؤلفین نے بھی علاّمہ قسطلانی کے بارے میں لکھا ہے:۔

ویجلس للوعظ بالجامع العتیق(۱۶)

''وہ جامع عتیق میں وعظ کے لیے بیٹھتے تھے۔''

مصر کے علاوہ جب آپ حج کی ادائیگی کے لئے مکہ مکرمہ تشریف لے گئے تو وہاں پر بھی بہت سے لوگوں نے آپ سے علمی استفادہ کیا۔

**سفرِ حجاز:**

علاّمہ قسطلانی دو مرتبہ حج کی سعادت سے بہرہ یاب ہوئے۔ایک مرتبہ ۸۸۷ھ میں اور دوسری مرتبہ ۸۹۴ھ میں۔حجاز کے سفر میں بھی آپ علمی استفادہ سے غافل نہ رہے۔مکہ میں آپ نے زینب بنت الشوبکی اور نجم بن فہد کے علاوہ دیگر کئی علماء سے تحصیلِ علم کی۔زینب بنت الشوبکی کو آپ نے سنن ابن ماجہ پڑھ کر سنائی۔(۱۷)

علامہ سخاوی کے مطابق آپ ۸۹۷ھ میں بھی حج کے لئے گئے۔یہ سفر آپ نے بحری راستے سے کیا تھا۔(۱۸)

حج کے علاوہ بھی آپ نے حجاز کا سفر کیا تھا۔ربیع الآخر ۸۹۲ھ میں نبی اکرم ﷺ کے روضہ مبارک کی زیارت کے لئے مدینہ منورہ کا سفر کیا۔جب آپ کی دور سے مدینہ کے گھروں پر نظر پڑی تو یہ اشعار کہے۔

الا مع برق یغتدی و یروح ۔۔۔ ام النورمن ارض الحجاز یلوح

وریح الصبا هبت بطیب عرفهم ۔۔۔ ام الروض فی وجه الصباح یفوح

مدینہ منورہ پہنچ کر یہ اشعار کہے

اتیتك زائر اوودت انی ۔۔۔ جعلت سواد عینی امتطیه

ومالی لا اسیر علی المآقی ۔۔۔ الی قبر رسول الله فیه

علامہ قسطلانی کے بقول جب میری نظر نبی اکرم ﷺ کی قبر مبارک اور مسجد منیف پر پڑی تو خوشی سے میں نے یہ اشعار کہے

ایها المغرم المشوق هنیا ۔۔۔ ما انالوك من لذیذ التلاق

قل لعینیك تهملان سرورا ۔۔۔ طالما اسعداك یوم الفراق (۱۹)

---

۱۴۔ حسن المحاضرہ،۲/۱۶۲

۱۵۔ ایضاً،۲/۱۳۳؛مقریزی کے بقول جامع عمرو کو تاج الجوامع بھی کہا جاتا ہے۔فتح مصر کے بعد یہ پہلی مسجد ہے جس کی بنیاد رکھی گئی۔(الخطط ۲/۲۴۶)؛ نیز دیکھئے کتاب الانتصار،۵۹؛تاریخ ابن الفرات،۲/۵۶۹؛کتاب فتوح مصر،۴۰،۴۱

۱۶۔ المفصل فی تاریخ الادب العربی،۲/۲۶۱

۱۷۔ الضوء اللامع،۱/۲/۱۰۴

۱۸۔ ایضاً،۱/۲/۱۰۴

۱۹۔ المواہب اللدنیہ،۳/۴۰۸

جمادی الاولی ۸۹۳ھ اور ۸۸۵ھ میں بھی آپ نے حجاز کا سفر کیا تھا۔ جیسا کہ مؤلف نے خود المواہب اللدنیہ میں ذکر کیا ہے۔(۲۰)

**معاصرین سے تعلقات:**

علاّمہ قسطلانی زاہدانہ طبیعت کے مالک تھے۔ لوگوں کے ہجوم سے دور رہنا پسند کرتے تھے۔ لیکن علماء وصوفیہ کی صحبت پسند کرتے تھے۔ آپ کے عہد میں مصر میں علماء وفضلاء کی کثیر تعداد تھی۔ اپنے معاصرین سے آپ کے تعلقات کی نوعیت علمی قسم کی تھی۔ علاّمہ سخاوی آپ کے بارے میں لکھتے ہیں:

اور وہ مصر میں بعض اہل علم وفضل کی رفاقت میں بیٹھتے تھے۔(۲۱)

آپ کے عہد میں محمد القیصونی (م ۹۳۱ھ) نامور عالم تھے اور اہل علم وفضل کی توقیر فرماتے تھے۔ آپ کا گھر اہل علم وفضل کی آماجگاہ تھا۔ آپ کے گھر اکثر علماء تشریف لاتے۔ مثلاً شیخ شہاب الدین ابن شقیر التونسی، شیخ عمرالبجائی اور شیخ شہاب الدین قسطلانی وغیرہ۔(۲۲)

علامہ سیوطی کا شمار بھی آپ کے معاصرین میں ہوتا ہے۔ صاحب کشف الظنون نے علاّمہ سیوطی اور علاّمہ قسطلانی کی باہمی مناقشت کا ایک واقعہ نقل کیا ہے:

''علاّمہ سیوطی کا خیال تھا کہ علاّمہ قسطلانی ان کی کتابوں سے مواد نقل کرتے ہیں اور یہ ظاہر نہیں کرتے کہ وہ میری کتابوں سے مدد لے رہے ہیں۔ بعد ازاں یہ شکایت شیخ الاسلام زکریا انصاری کے حضور میں محاکمہ کی شکل میں پیش ہوئی۔ علاّمہ سیوطی نے علاّمہ قسطلانی کو المواھب اللدنیہ کے بہت سے مواقع میں الزام دیا۔ ان میں سے ایک یہ تھا کہ المواہب کے وہ کتنے مواقع ہیں جو بیہقی سے نقل کئے گئے ہیں اور بیہقی کی مؤلفات وتصانیف میں سے کس قدر تصانیف ان کے پاس موجود ہیں۔ علاّمہ سیوطی نے شیخ الاسلام سے کہا کہ قسطلانی کو چاہئے تھا کہ وہ لکھیں کہ میں نے سیوطی سے نقل کیا ہے اور سیوطی نے بیہقی سے نقل کیا ہے۔ علاّمہ قسطلانی، علاّمہ سیوطی کی اس بات سے بہت رنجیدہ خاطر ہوئے۔ چنانچہ وہ علاّمہ سیوطی کا دل صاف کرنے کے لئے برہنہ سر اور پا پیادہ ان کے گھر روانہ ہوئے۔ علامہ سیوطی اس وقت روضۃ المقیاس میں گوشہ نشین تھے۔ آپ نے سیوطی کے گھر کا دروازہ کھٹکھٹایا۔ علاّمہ سیوطی نے اندر سے دریافت کیا کہ کون شخص ہے؟ علاّمہ قسطلانی نے عرض کیا کہ میں قسطلانی ہوں۔ برہنہ پا اور برہنہ سر آپ کے دروازہ پر کھڑا ہوں کہ آپ کے دل سے کدورت دور کروں تاکہ آپ راضی ہو جائیں۔ یہ سن کر علاّمہ سیوطی نے اندر سے ہی کہا کہ میں نے دل سے کدورت کا ازالہ کر دیا ہے۔ لیکن نہ دروازہ کھولا اور نہ ان سے ملاقات کی۔''(۲۳)

علاّمہ سیوطی کی یہ رنجش اپنی جگہ صحیح ہے لیکن تصنیف وتالیف میں امام قسطلانی کی دیانتدارانہ روش کا اندازہ ان کے اس بیان سے ہوتا ہے جو انہوں نے المواھب کے مقدمہ میں لکھا ہے کہ: ''میں نے اس کتاب کی تالیف کے سلسلہ میں فتح الباری اور کتاب الشفاء سے استفادہ

---

۔۲۰ المواہب اللدنیہ، ۳/۴۱۹

۔۲۱ الضوء اللامع، ۱/۲/۱۰۴

۔۲۲ الکواکب السائرۃ، ۱/۹۵

۔۲۳ کشف الظنون، ۲/۱۸۹۷؛ بستان المحدثین، ۱۱۹، ۱۲۰

کیا ہے۔"(۲۴)

مندرجہ بالا واقعہ علّامہ قسطلانی کی عاجزانہ ومنکسرانہ طبیعت کی عکاسی کرتا ہے۔اس واقعہ سے اندازہ ہوتا ہے کہ آپ کو اپنے کسی ہم عصر کی ناراضگی بالکل گوارا نہ تھی۔انہیں راضی کرنے کی خاطر آپ نے قاہرہ سے روضۃ المقیاس کا سفر پاپیادہ اور برہنہ سر طے کیا۔

**سیرت وکردار:**

علامہ قسطلانی نہایت عابد وزاھد اور متصوّ فانہ طبیعت کے مالک تھے۔یہی وجہ ہے کہ امراء اور بادشاہانِ وقت سے دور رہتے تھے۔حالانکہ اس زمانہ میں بہت سے علماء کو ممالیک چراکسیہ کے سلاطین کے دربار میں اثر ورسوخ حاصل تھا۔لیکن آپ کے بارے میں کوئی ایسی معلومات نہیں ملتیں جن سے پتا چلتا ہو کہ آپ کے بادشاہانِ وقت سے مراسم رہے تھے۔اس کے برعکس آپ اہلِ علم وفضل اور صوفیاء کی صحبت میں رہنا پسند فرماتے تھے۔

آپ نے اپنے وقت کے ایک بہت بڑے صوفی شیخ ابراھیم المتبولی کی صحبت اختیار کی۔(۲۵) اس کے علاوہ آپ شیخ ابوالعباس الحرار اور شیخ عبدالقادر سے بہت متاثر تھے۔چنانچہ آپ نے شیخ احمد بن ابی العباس الحرار کے مناقب پر مشتمل ایک کتاب "نزھۃ الابرار فی مناقب الشیخ ابی العباس احمد الحرار" تالیف کی (۲۶)۔شیخ عبدالقادر کے مناقب پر جو کتاب لکھی اس کا نام "الروض الزاھر فی مناقب الشیخ عبدالقادر" ہے۔(۲۷)

امام علائی آپ کے اوصاف وکردار کے بارے میں فرماتے ہیں:

"وہ بڑے فاضل، دین پر کاربند رہنے والے، عفیف، لوگوں سے دور رہ کر صرف مطالعہ، تصنیف وتالیف، تدریس اور عبادت میں مشغول رہتے۔"(۲۸)

علّامہ شوکانی کے الفاظ میں

"كان متعففا جيد القرأة للقرآن والحديث والخطابة، شجي الصوت مشارك في الفضائل متواضع مستودد لطيف العشره سريع الحركة۔"(۲۹)

سیرت وکردار بہترین ہو تو اس کا اثر وعظ وتدریس میں بھی ہوتا ہے۔یہی وجہ ہے کہ آپ کے وعظ کی مجالس میں لوگوں کی کثیر تعداد شریک ہوتی تھی۔آپ نبی اکرم ﷺ پر درود وسلام بھیجنے کی مجالس میں بھی شرکت کرتے تھے۔نجم الدین غزی نے علامہ شونی کے تذکرہ میں لکھا ہے کہ احمد البدوی کے گھر میں جمعہ کی رات اور دن کو بھی درود وسلام کی ایک مجلس ہوا کرتی تھی۔علامہ شونی نے ایسی ہی ایک مجلس کا آغاز جامع ازھر میں بھی کیا جس میں لوگوں کی کثیر تعداد شریک ہوتی۔جامع ازھر کے مالکوں نے ان مجالس کو روکنے کی کوشش کی اور ان مجالس میں شمعوں اور قندیلوں کے روشن کرنے کو مجوس کا فعل قرار دیا۔اس سلسلہ میں انہوں نے برہان بن ابی شریف سے فتویٰ طلب کیا۔انہوں نے اسے جائز

---

۲۴۔ المواہب اللدنیہ،۱/۲۱

۲۵۔ الضوء اللامع،۱/۲/۱۰۴

۲۶۔ کشف الظنون،۲/۱۹۳۸

۲۷۔ ایضاً،۱/۹۱۹

۲۸۔ الکواکب السائرۃ،۱/۱۲۷

۲۹۔ البدر الطالع،۱/۱۰۳

قرار دیا۔علامہ قسطلانی نے بھی ان کی تائید کی اوران لوگوں کی تردید میں ایک کتاب تصنیف کی جنہوں نے شونی کی مجلس کی مخالفت کی تھی۔ آپ خودبھی اس مجلس میں شرکت کرتے تھےاورلوگوں کوبھی ترغیب دیتے تھے۔(۳۰)

آپ وسیلہ نبوی سے دعامانگنے کے قائل تھے۔المواہب اللدنیہ میں لکھتے ہیں''میں ایک ایسی بیماری میں مبتلا ہوگیا تھا جس کے علاج سے طبیب عاجز آگئے تھے۔کئی سال اس بیماری میں مبتلا رہنے کے بعد جمادی الاول ۸۹۳ھ کو میں نے مکہ مکرمہ میں آپ ﷺ سے استغاثہ کیا۔خواب میں میرے پاس ایک شخص ایک رقعہ لے کرآیااس میں لکھا تھا کہ یہ دوا احمد قسطلانی کے لئے اذنِ نبویؐ ہے۔جب میں بیدار ہوا تو وہ بیماری دور ہوچکی تھی۔(۳۱)

اسی طرح کے ایک اورواقعہ کا بھی انہوں نے ذکر کیا ہے جو کہ ۸۸۵ھ میں زیارتِ مکہ کے بعد واپس آتے ہوئے راستہ میں پیش آیا۔ مؤلف کے مطابق ان کی ایک خادمہ مرگی کے مرض میں مبتلا ہوگئی۔کئی ایام تک وہ اسی مرض میں مبتلا رہی۔آپ نے اس کی شفاء کے لئے آپ ﷺ سے استغاثہ کیا۔چنانچہ اس عورت کو بھی شفا حاصل ہوگئی۔(۳۲) آپ کو غلو کی حد تک نبی اکرم ﷺ سے محبت وعقیدت تھی۔آپ نبی اکرم ﷺ سے محبت کی بناء پر مدینہ کو مکہ سے اورلیلۃ المولد کو لیلۃ القدر سے افضل قرار دیتے تھے۔(۳۳)

بقول نجم الدین غزی:

''ان کے اعمال کی قبولیت اوراخلاص کی پہلی دلیل لوگوں کا المواہب اللدنیۃ سے استفادہ کرنا ہے''۔(۳۴)

**وفات:**

علاّمہ قسطلانی ۸محرم ۹۲۳ھ کو جمعہ کے دن فوت ہوئے۔وفات کے وقت آپ کی عمر ۴۷ برس تھی۔نجم الدین غزی کے مطابق آپ کی وفات صدمے سے ہوئی۔جب آپ نے سنا کہ سلطان غوری نے ابراھیم بن عطاء اللہ کا سرقلم کردیا ہے۔یہ خبر سنتے ہی آپ سواری سے گر پڑے۔بے ہوشی کے عالم میں آپ کو اٹھا کر گھر لایا گیا۔کچھ دن بعد آپ اس دارِفانی سے کوچ کر گئے۔نماز جمعہ کے بعد جامع ازھر میں آپ کی نمازِ جنازہ ادا کی گئی اور آپ کو جامع ازھر کے قریب مدرسہ عینی میں دفن کیا گیا۔(۳۵) آپ کی وفات سے لوگوں کو بہت دکھ پہنچا۔دمشق میں بھی آپ کی غائبانہ نمازِ جنازہ ادا کی گئی تھی۔(۳۶)

---

۳۰۔ الکواکب السائرۃ،۲/۲۱۷

۳۱۔ المواہب اللدنیۃ،۳/۴۱۹

۳۲۔ ایضاً،۳/۴۱۹

۳۳۔ ایضاً،۱/۷۷

۳۴۔ الکواکب السائرۃ،۱/۱۲۷

۳۵۔ ایضاً،۱/۱۲۷

۳۶۔ مفاکہۃ الخیلان،۳۶۳

## (ب) امام قسطلانی۔۔۔اساتذہ و تلامذہ

### اساتذہ

علاّمہ قسطلانی نے اپنے وقت کے تمام علمی سرچشموں سے سیرابی حاصل کی تھی۔خوش قسمتی سے انہیں اساطین علم و فضل سے استفادہ کا موقع ملا تھا۔آپ کے اساتذہ کی قطعی تعداد کا تعین مشکل ہے۔علاّمہ شوکانی اور علاّمہ سخاوی نے ان کے کچھ اساتذہ کا ذکر کیا ہے۔ذیل میں ان کے مشاہیر شیوخ کا اجمالی تعارف درج کیا جاتا ہے تاکہ اندازہ ہو سکے کہ انہوں نے کیسے کیسے نادرۂ روزگار ائمہ سے فیض حاصل کیا۔

**۱۔شیخ الاسلام زکریا انصاری:**

قاضی زکریا بن محمد الانصاری (م ۸۲۶ھ) میں سنیکہ کے مقام پر پیدا ہوئے اور وہیں نشوونما پائی۔صغر سنی میں ہی قرآن، عمدۃ الاحکام اور مختصر التبریزی کا کچھ حصہ یاد کر لیا۔۸۴۱ھ میں آپ قاہرہ تشریف لائے۔قاہرہ میں آپ ہمہ تن علوم کی تحصیل میں مشغول ہو گئے۔ یہاں پر آپ نے بلقینی، قایاتی، شرف السبکی، حافظ ابن حجر، ابنِ ہمام اور زین العراقی جیسے جلیل القدر شیوخ سے علمی استفادہ کیا۔(۳۷)

حافظ ابن حجر نے آپ کو افتاء و تدریس کی اجازت مرحمت فرمائی تھی۔(۳۸) مختلف مقامات پر آپ نے تدریس کی خدمات سرانجام دیں۔۸۸۶ھ میں سلطان قایتبای کے عہد میں مسند قضا پر فائز ہوئے پھر ۹۰۶ھ میں استعفیٰ دے دیا۔تدریس، افتاء اور تصنیف کا مشغلہ برابر جاری رہا۔بکثرت کتابیں تصنیف کیں۔جنہیں شہرت و قبولیت عامہ حاصل ہوئی۔قاضی صاحب کو ہر فن میں کامل دسترس حاصل تھی۔تصوّف میں خصوصی مہارت رکھتے تھے۔(۳۹)

آپ کے شاگردوں کی تعداد کثیر ہے۔ذوالحج ۹۲۶ھ میں جمعہ کے دن فوت ہوئے۔لوگوں نے آپ کی وفات کا عام غم منایا۔آپ کو قرافہ میں امام شافعی کی قبر کے نزدیک دفن کیا گیا۔(۴۰)

علاّمہ قسطلانی نے شیخ الاسلام زکریا سے علم حدیث میں تلمذ کیا تھا۔جیسا کہ نجم الدین غزی کے بیان سے اندازہ ہوتا ہے۔وہ لکھتے ہیں کہ علاّمہ قسطلانی نے شیخ الاسلام زکریا سے پہلے بخاری کی شرح لکھ لی تھی۔آپ عبدالوھاب شعراوی سے کہا کرتے تھے کہ تم میری شرح شیخ الاسلام کی خدمت میں پیش کرو اور جہاں کہیں وہ مجھ سے اختلاف کریں تو اس کو ایک کاغذ پر لکھ لیا کرو۔چنانچہ شیخ شعراوی اختلافی نکات اوراق پر لکھ لیا کرتے اور ان کو علاّمہ کے پاس بھیج دیتے۔ایک دفعہ آپ نے شیخ شعراوی سے کہا کہ تم اس بات کے لکھنے میں غفلت مت کرنا جس میں شیخ مجھ سے اختلاف کریں۔(۴۱)

جب علاّمہ سیوطی نے آپ پر سرقے کا الزام لگایا تو ان دونوں نے اپنا معاملہ شیخ الاسلام زکریا کے سامنے ہی پیش کیا تھا۔(۴۲)

**۲۔محمد بن عبدالرحمٰن السخاوی:**

شمس الدین محمد بن عبدالرحمٰن سخاوی ۸۳۱ھ میں پیدا ہوئے۔حافظ ابنِ حجر کے علاوہ ابنِ ھشام، الخلیلی، صالح البلقینی، بشر

---

۳۷۔ الضوء اللامع، ۲/۳/۲۳۴؛ البدر الطالع، ۱/۲۵۲

۳۸۔ شذرات الذھب، ۸/۱۳۵

۳۹۔ ایضاً، ۸/۱۳۵

۴۰۔ البدر الطالع، ۱/۲۵۳

۴۱۔ الکواکب السائرۃ، ۱/۵۳

۴۲۔ کشف الظنون، ۲/۱۸۹۷

المنادی اور ابن الہمام وغیرہ سے مختلف علوم کی تحصیل کی۔ آپ کے شیوخ کی تعداد چار سو تک بیان کی جاتی ہے۔ جن سے آپ نے مصر، اسکندریہ، بیت المقدس، خلیل، دمیاط اور دمشق میں کسبِ فیض کیا تھا۔ لیکن خصوصی فیض حافظ العصر ابنِ حجر سے حاصل کیا تھا۔ (۴۳)

آپ الضوء اللامع میں رقم طراز ہیں:

''میں نے ان کی تصانیف ومرویات بہت زیادہ پڑھیں اور میرے علم میں کوئی دوسرا شخص اس وصف میں میرا شریک نہیں اور حافظ صاحب مجھ سے بہت زیادہ محبت فرماتے تھے۔'' (۴۴)

تحصیلِ علم کے بعد آپ درس وتدریس اور تصنیف وتالیف میں مشغول ہوگئے۔ آپ نے بکثرت کتابیں تصنیف کیں۔ جنہیں قبولیتِ عامہ حاصل ہوئی۔ علامہ زرکلی نے ''الاعلام'' میں ان کی کتابوں کی فہرست نقل کی ہے۔ (۴۵)

علّامہ قسطلانی نے اپنی کتاب ''المواھب اللدنیہ'' میں کئی مقامات پر حافظ سخاوی کا ذکر شیخنا کے الفاظ سے کیا ہے۔ ''ارشاد الساری'' میں بھی آپ نے ایک جگہ لکھا ہے:

''وقد اخبرنی الحافظ الشیخ شمس الدین ابو الخیر السخاوی'' (۴۶)

صاحب النورالسافر کا بیان ہے کہ: ''حافظ سخاوی سے تعلق کے بعد ان کے جوہر کھل گئے اور انہوں نے متعدد کتابیں لکھیں۔'' (۴۷)

اس بیان سے اندازہ ہوتا ہے کہ علّامہ قسطلانی کا اپنے استاد حافظ سخاوی سے گہرا تعلق تھا۔ حافظ سخاوی ۲۸ شعبان ۹۰۲ھ کو اتوار کے دن عالمِ فانی سے کوچ کر گئے۔ (۴۸)

### ۳۔ البرھان بن ابی شریف:

آپ کا نام ابراھیم بن محمد بن ابی شریف ہے۔ لیکن آپ البرھان بن ابی شریف کے نام سے معروف ہیں۔ ۸۳۶ھ میں قدس شریف میں پیدا ہوئے۔ اور وہیں پروان چڑھے۔ تحصیلِ علم کے لئے قاھرہ تشریف لائے۔ آپ نے قاضی القضاۃ علم الدین صالح البلقینی اور شمس الدین القایاتی سے علمِ فقہ کی تحصیل کی۔ شیخ جلال الدین محلّی سے علم الاصول اور ابن حجر عسقلانی سے علمِ حدیث حاصل کیا۔

تحصیل علم کے بعد درس وتدریس، تصنیف وتالیف اور افتاء وغیرہ میں مشغول ہوگئے۔ جلد ہی آپ کی شہرت دور دور تک پھیل گئی۔ مصر میں کئی مرتبہ قاضی القضاۃ کے عہدے پر فائز ہوئے۔ (۴۹)

آپ کی تصنیفات میں ''شرح المنھاج''، ''شرح قواعد الاعراب لابن ھشام''، ''شرح العقائد لابن دقیق''، ''شرح الحاوی''، ''نظم السیرۃ النبویۃ''، ''نظم النخبۃ لابن حجر'' وغیرہ شامل ہیں۔ (۵۰)

---

۴۳۔ الکواکب السائرۃ، ۱/۵۴، ۵۳

۴۴۔ الضوء اللامع، ۸/۶

۴۵۔ الأعلام، ۶/۱۹۴

۴۶۔ ارشاد الساری، ۱۰/۴۸۸

۴۷۔ شذرات الذھب، ۸/ ۱۲۲

۴۸۔ الکواکب السائرۃ، ۱/۵۴

۴۹۔ ایضاً، ۱/۱۰۲

۵۰۔ الأعلام، ۱/۶۶

علاّ مہ قسطلانی نے ارشادالساری کے مقدمہ میں ان کے لئے شیخنا کے الفاظ استعمال کئے ہیں۔(۵۱) جس سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ نے ان سے بھی علمی استفادہ کیا تھا۔

آپ محرم ۹۲۳ھ میں فوت ہوگئے۔ دمشق میں آپ کی غائبانہ نمازِ جنازہ ادا کی گئی۔ آپ کے ساتھ علاّ مہ برھان بن الکرکی، شیخ برھان الدین طرابلسی، شیخ زین الدین عبدالرحمٰن الصالحی کے علاوہ محترم شھاب الدین قسطلانی کی بھی غائبانہ نمازِ جنازہ ادا کی گئی۔(۵۲)

## ۴۔عبدالغنی الھیثمی

آپ کا نام عبدالغنی بن یوسف بن احمد الھیثمی ہے۔۸۵۳ھ میں قاھرہ میں پیدا ہوئے اور یہیں پرورش پائی۔ حفظِ قرآن کے بعد قرأت سبعہ اور بعدازاں قرأت اربع عشرہ کی تحصیل کی۔(۵۳) علم قرأت کے علاوہ آپ کو علم نحو میں بھی عبور حاصل تھا۔نجم الدین غزی نے الکواکب السائرۃ میں ایک مقام پر ان کے لئے ''امام النحو'' کے الفاظ استعمال کیے ہیں۔(۵۴) آپ نے الشاطبیہ اور التنبیہ وغیرہ بھی حفظ کیں۔آپ کے اساتذہ میں ابن الزراتیتی ،ابن آدم البوصیری، البرھان الکرکی اور علی الزین ابن عیاش وغیرہ شامل ہیں۔(۵۵)

آپ سے بہت سے لوگوں نے علمِ قرأت کی تحصیل کی۔آپ کے تلامذہ میں علاّ مہ قسطلانی بھی شامل ہیں۔عبدالغنی الھیثمی جیسے علماء سے استفادہ کا نتیجہ تھا کہ آپ کو علمِ قرأت میں مہارت حاصل ہوگئی اور آپ نہایت خوش الحانی سے قرأت کیا کرتے تھے۔

## ۵۔السراج عمر بن قاسم الانصاری

آپ کا نام عمر بن قاسم تھا لیکن آپ النشار کے لقب سے معروف تھے۔آپ کو علمِ قرأت میں مہارت حاصل تھی۔آپ نے علم القرأت خباز ضریر، شمس بن حمصانی، السید الطباطبی علی الدویری، ابن عمران اور ابن اسد سے حاصل کیا۔ان سب علماء نے آپ کو علم قرأت کی تدریس کی اجازت دے دی۔آپ بڑے طویل عرصے تک مصر میں بچوں کو علمِ قرأت سکھاتے رہے۔آپ سے بہت سے لوگوں نے علم قرأت سیکھا۔ان تلامذہ میں علاّ مہ قسطلانی بھی شامل تھے۔(۵۶)

علامہ سخاوی کے مطابق آپ نے عمر بن قاسم السراج سے قرأت سبعہ کی تحصیل کی تھی۔(۵۷)

## ۶۔فخر الدین المقسی:

آپ کا نام عثمان بن عبداللہ بن عثمان بن عفان الشافعی تھا۔علمِ فقہ میں آپ کو مہارتِ تامہ حاصل تھی۔کئی مرتبہ قاضی القضاۃ کے عہدے پر فائز ہوئے۔ بہت سے مقامات پر تدریسی خدمات سرانجام دیں۔شیخونیۃ میں ''مشیخۃ الحدیث'' کے منصب پر فائز تھے۔آپ کے بارے میں ابن ایاس لکھتے ہیں:

''و کان من أعیان علماء الشافعیة و کان عالمًا فاضلاً بارعاً فی الفقه دینا خیرًا و افر العقل۔''(۵۸)

---

۵۱۔ ارشادالساری، ۱/۴۴؛ نیز دیکھئے جامع کرامات الأولیاء، ۱/۴۱۱

۵۲۔ الکواکب السائرۃ، ۱/۱۰۵؛ مفاکہۃ الخلان، ۳۶۳

۵۳۔ الضوء اللامع، ۲/۴/۲۵۸

۵۴۔ الکواکب السائرۃ، ۱/۲۱۵

۵۵۔ الضوء اللامع، ۲/۴/۲۵۸

۵۶۔ ایضاً، ۳/۶/۱۱۳

۵۷۔ ایضاً، ۱/۲/۱۰۳

۵۸۔ بدائع الزھور، ۲/۱۴۲؛ نیز دیکھئے نیل الامل، ۷/۵۶

علاّمہ قسطلانی نے آپ سے علمِ فقہ کی تحصیل کی۔(۵۹)

بقول ابن ایاس ۸۷۷ھ میں آپ کی وفات ہوئی۔ جب آپ فوت ہوئے تو آپ کی عمر ۹۰ سال سے تجاوز کر گئی تھی۔(۶۰)

## ۷۔شیخ ابراھیم المتبولی:

آپ کا نام ابراھیم بن علی بن عمر برھان الدین الانصاری المتبولی تھا۔آپ کا آبائی وطن متبول تھا۔اسی وجہ سے آپ ابراھیم المتبولی کے نام سے معروف ہوئے۔متبول سے آپ طنتدا تشریف لائے۔کچھ عرصہ یہاں قیام کے بعد قاہرہ تشریف لائے۔اور حسینیہ کے مقام پر ٹھہرے۔فقراء کی بہت زیادہ دستگیری فرماتے تھے۔یہی وجہ ہے کہ جلد ہی آپ کی شہرت دور دور تک پھیل گئی۔آپ نے کئی مرتبہ حج کیا۔حجاج کے فائدہ کے لئے آپ نے برکتہ نامی مقام پر ایک زاویہ تعمیر کروایا۔جس میں ایک کشادہ باغ بھی لگوایا۔نیز طنتدا کے مقام پر آپ نے ایک جامع بھی تعمیر کروائی تھی۔

آہستہ آہستہ آپ کے پیروکاروں کی تعداد میں اضافہ ہوتا چلا گیا۔ بڑے بڑے اکابر آپ کے پاس زیارت کے لئے تشریف لاتے تھے۔آپ نے ساری زندگی مجرّد گزاردی۔بیت المقدس تشریف لے گئے۔راستہ میں غزہ اور رملہ کے درمیان سدود نامی مقام پر آپ کی وفات ہوگئی اور یہیں پر دفن ہوئے۔(۶۱)

علاّمہ قسطلانی کو تصوّف سے گہرا شغف تھا۔جیسا کہ نجم الدین غزی نے لکھا ہے:''وکان له اعتقاد'' تام'' فی الصوفیة''(۶۲) یہی وجہ ہے کہ آپ نے شیخ ابراھیم المتبولی کی صحبت اختیار کی۔(۶۳)علمِ تصوّف میں کمال حاصل کرنے کے بعد علاّمہ قسطلانی نے تصوّف سے متعلق کتابیں بھی تصنیف کیں۔آپ نے المواھب اللدنیہ میں دوجگہ ان سے استفادہ کا ذکر کیا ہے۔(۶۴)

## ۸۔امّ حبیبہ زینب بنت الشوبکی

زینب بنت احمد بن محمد بن موسیٰ امّ حبیبہ بنت شہاب الدمشقی الشوبکی جمادی الثانی ۷۹۹ھ میں مکہ میں پیدا ہوئیں۔آپ کے والد بہت بڑے عالم تھے۔

آپ کے اساتذہ میں ابن صدیق،عراقی،ھیثمی،فرسیسی،شہاب جوھری،ابوالطیب السحولی،قطب حلبی کے پوتے عبدالکریم بن محمد، مجد اللغوی اور عائشہ بنت عبدالھادی شامل ہیں۔ان سب سے آپ نے درس وتدریس کی اجازت لی۔آپ کے تلامذہ کی تعداد کثیر ہے۔ بہت نیکوکار،عبادت گزار اور صدقہ خیرات کرنے والی تھیں۔۸۶۸ھ میں مکہ میں فوت ہوئیں۔(۶۵)

علاّمہ قسطلانی نے حج کے موقع پر ان سے استفادہ کیا تھا۔اور انہیں سننِ ابنِ ماجہ پڑھ کر سنائی تھی۔(۶۶)ارشاد الساری میں آپ کا

---

۵۹۔ الضوء اللامع،۱/۲/۱۰۳

۶۰۔ بدائع الزھور،۲/۱۴۲

۶۱۔ الضوء اللامع،۱/۱/۸۵،۸۶، جامع کرامات الأولیاء،۱/۴۰۴تا۴۰۹؛ لواقح الانوار،۸۳تا۸۷

۶۲۔ الکواکب السائرة،۱/۱۲۷

۶۳۔ الضوء اللامع،۱/۲/۱۰۵

۶۴۔ المواھب اللدنیہ،۲/۱۱۵،۲/۱۲۱

۶۵۔ الضوء اللامع،۶/۱۲/۳۹

۶۶۔ ایضاً،۱/۲/۱۰۵

ان سے استفادہ کرنا معلوم ہوتا ہے۔(٦٧)

**۹۔علامہ جلال البکری**

آپ کا نام محمد بن عبدالرحمٰن بن احمد بن محمد الدیروطی الشافعی ہے۔آپ ۸۰۷ھ میں دھروط کے مقام پر پیدا ہوئے۔حصولِ تعلیم کے لئے قاہرہ تشریف لے گئے۔آپ کو علم حدیث اور فقہ میں مہارت تامہ حاصل تھی۔اسکندریہ میں عہدہ قضا پر فائز رہے۔علامہ زرکلی کے مطابق:علم حدیث اور اصول میں آپ نے مہارت حاصل کی۔فروع شافعیہ میں آپ کا کوئی ثانی نہیں تھا۔(٦٨)

**۱۰۔ام کمال کمالیہ بنت نجم الدین المرجانی**

کمالیہ بنت نجم محمد بن ابی بکر بن علی بن یوسف الانصاری الزروی المکی محرم ۷۹۴ھ میں پیدا ہوئیں۔آپ کے اساتذہ میں امام تنوخی، ابن الشیخہ،ابن زہبی،ابن العلائی،ابن قوام اور ابن منیع وغیرہ شامل ہیں۔علامہ قسطلانی نے ان سے حدیث کی سماعت کی تھی۔(٦٩)

**تلامذہ**

علامہ قسطلانی نے یگانہ روزگار علماء سے کسبِ فیض کیا تھا۔آپ فنِ حدیث وقرأت کے علاوہ دیگر علوم میں بھی نہایت بلند درجہ پر فائز تھے۔جامع غمری اور جامع عتیق میں درس دیا کرتے تھے۔آپ کے دروس اور مواعظ میں لوگوں کی کثیر تعداد شریک ہوتی تھی۔ہزاروں تشنگانِ علم آپ کے چشمہ فیض سے سیراب ہوئے۔تحقیق وتلاش کے بعد آپ کے چند ایک تلامذہ کے بارے میں معلوم ہو سکا ہے جنہوں نے آپ سے باقاعدہ علم حاصل کیا تھا۔ان تلامذہ کا اجمالی تعارف درج ذیل ہے۔

**۱۔جاراللہ بن فہد:**

محمد نام،ابوالفضل کنیت،محبّ الدین لقب اور جاراللہ عرف ہے۔پورا سلسلہ نسب یہ ہے:محمد بن عبدالعزیز عمر بن فہد الہاشمی المکی الشافعی۔۲۰رجب ۸۹۱ھ میں مکہ مکرمہ میں پیدا ہوئے۔آپ نے اپنے والدین سے ابتدائی تعلیم حاصل کی۔(٧٠)

جاراللہ بن فہد کو شیخ عبداللہ باکثیر،شیخ شہاب الدین البوصیری،شیخ زکریا انصاری،محب طبری اور حافظ سخاوی وغیرہ سے حدیث کے سماع کا شرف حاصل ہے۔(٧١)

آپ نے علامہ قسطلانی سے بھی تحصیل علم کی اور علاّمہ نے آپ کو اپنی تالیفات وتصانیف کی روایت کرنے کی اجازت دی تھی۔جیسا کہ جاراللہ بن فہد خود فرماتے ہیں:

''جب میں ان سے ان کے پہلے سفرِ حج میں ملا تو انہوں نے مجھے اپنی تمام تالیفات اور مرویات کی اجازت دی اور دوسرے سفر میں انہوں نے میری توقیر کی اور علوم وفنون میں میرے ادراک کا اعتراف کیا۔''(٧٢)

---

٦٧۔ ارشادالساری،۱۰/۴۸۸

٦٨۔ الأعلام،۱/۱۹۴؛نیل الامل،۸/۲۵

٦٩۔ ارشادالساری،۱۰/۴۸۸؛الضوءاللامع،۳/۶/۱۲۱

٧٠۔ لحظ الالحاظ،۳۸۱؛الاعلام،۲/۲۰۹

٧١۔ شذرات الذھب،۸/۳۰۱

٧٢۔ البدرالطالع،۱/۱۰۳

ابن فہد کافی عرصہ تک مکہ مکرمہ میں ہی مسندِ حدیث آراستہ کئے رہے۔۹۵۴ھ میں آپ کا انتقال ہوا۔(۷۳)

### ۲۔ابراھیم بن حسن العمادی:

ابراھیم بن حسن بن عبدالرحمٰن بن محمد الشیخ ۸۸۰ھ میں حلب کے مقام پر پیدا ہوئے اور یہیں پروان چڑھے۔آپ نے اپنی ابتدائی تعلیم اپنے والد سے حاصل کی۔اس کے علاوہ شمس بازلی، شیخ ابوبکر الحسیشی اور شیخ مظفر الدین شیرازی سے بھی ابتدائی تعلیم حاصل کی۔محنت و جدوجہد کے بعد تقریباً تمام علوم وفنون میں فاضل ہوگئے اور درس وافتاء کے فرائض سنبھال لئے۔

آپ قاھرہ بھی تشریف لے گئے تھے۔قاھرہ میں آپ نے شیخ الاسلام زکریا انصاری، البرھان بن ابی شریف اور نورالدین محلّی سے استفادہ علمی کیا۔

اسی قیام کے دوران آپ نے علامہ شھاب الدین قسطلانی سے المسلسل لأولیہ، ثلاثیات البخاری، طبرانی، ابن حبان، اربعین، مسنداحمد سے ثلاثیات مستخرجہ، ارشادالساری، شرح بخاری، المواھب اللدنیۃ اور فتح الدانی من کنزحرزالامانی وغیرہ تصنیفات پڑھیں۔

آپ کی وفات رمضان ۹۵۴ھ جمعہ کے دن ہوئی۔(۷۴)

### ۳۔احمد بن محمد بن حمادۃ

احمد بن محمد بن ابراھیم بن محمد المعروف بابن حمادۃ ۸۷۱ھ میں انطاکیہ کے مقام پر پیدا ہوئے۔بچپن میں ہی قرآن کریم حفظ کرلیا۔ شیخ علاؤالدین العدسی سے صرف ونحو اور شیخ معمّر محی الدین بن محمد بن صالح سے منطق، کلام اور اصول کی تعلیم حاصل کی۔پھر حلب تشریف لائے اور حلب میں شیخ محمد الدابخی سے علم قرأت سیکھا۔حلب میں آپ نے تدریسی فرائض انجام دیئے۔بعدازاں قاھرہ تشریف لائے، یہاں سے شیخ الاسلام زکریا انصاری اور علاّمہ قسطلانی سے ان کی تصانیف کی تدریس کی اجازت لی۔۹۵۳ھ میں آپ فوت ہوئے۔(۷۵)

### ۴۔عبدالرحمٰن الاجھوری

عبدالرحمٰن الاجھوری المصری المالکی کا شمار بھی علاّمہ قسطلانی کے شاگردوں میں ہوتا ہے۔آپ نے علاّمہ قسطلانی سے قرأت اربعہ عشرہ کی تعلیم حاصل کی اور علاّمہ قسطلانی کے سامنے ان کی کتاب المواھب اللدنیۃ کی قرأت کی۔

آپ نہایت کریم النفس، قلیل الکلام، لغویات سے گریز کرنے والے اور تلاوتِ قرآن اور تہجد کے پابند تھے۔

۹۶۰ھ میں آپ کی وفات ہوئی اور آپ کو جامع محمود القرافہ کے نزدیک دفن کیا گیا۔(۷۶)

### ۵۔علی بن محمد البکری

علی بن محمد ابن شیخ الامام العلاّمۃ نادرۃ الزمان الفقیہ المحدّث الاستاذ الصوفی۔آپ اپنے زمانے کے تمام علوم وفنون پر دسترس رکھتے تھے۔آپ نے قاضی زکریا اور البرھان بن ابی شریف سے علم فقہ حاصل کی۔علاّمہ قسطلانی کے دروس میں بھی آپ نے شرکت کی تھی۔(۷۷)

---

۷۳۔ شذرات الذھب، ۸/۳۰۱

۷۴۔ الکواکب السائرۃ، ۲/۸۰،۷۹؛ شذرات الذھب، ۸/۳۰۰

۷۵۔ الکواکب السائرۃ، ۲/۹۹،۹۸

۷۶۔ الکواکب السائرۃ، ۲/۱۶۰؛ شذرات الذھب، ۸/۳۳۰

۷۷۔ الکواکب السائرۃ، ۲/۱۹۵

نجم الدین غزی لکھتے ہیں: ''میرے والد اور علی بن محمد البکری دونوں تحصیلِ علم کے لئے شیخ الاسلام زکریا، برھان بن ابی شریف اور شیخ قسطلانی کے پاس جایا کرتے تھے اور ان کے دروس میں شرکت کرتے تھے۔''(۷۸)

آپ ۹۵۲ھ میں فوت ہوئے اور امام شافعی کے مقبرے کے قریب دفن ہوئے۔

**۶۔صالح الیمنی:**

ان کی تاریخ پیدائش اور وفات کا کچھ پتہ نہیں۔نجم الدین غزی نے ان کے لئے شیخ امام اور قاری کے القابات استعمال کیے ہیں۔ اس سے اندازہ ہوتا ہے کہ آپ کو علم قرأت میں تخصص حاصل تھا۔آپ نے سات شیوخ سے علم قرأت سیکھا۔جن میں سراج الدین عمر النشار، سید شریف ابراھیم بن احمد الحسنا الطباطبی، شمس عسقلانی، شمس الدین محمد بن ابی بکر الحمصانی، شیخ القراء اسد الدین الاسیوطی، زین الدین عبد الغنی الھیثمی کے علاوہ علامہ قسطلانی بھی شامل ہیں۔(۷۹)

**۷۔محمد بدرالدین الغزی:**

محمد بدرالدین الغزی قاضی رضی الدین کے بیٹے اور مؤلف الکواکب السائرۃ یعنی نجم الدین غزی کے والد ہیں۔ذوالقعدہ ۹۰۴ھ میں پیدا ہوئے۔آپ نے قرآن کریم اس وقت کے نادرۂ روزگار شیوخ سے پڑھا۔قرأت عشرہ بھی سیکھیں۔اپنے والد کے ساتھ قاھرہ تشریف لائے اور قاھرہ میں شیخ الاسلام زکریا انصاری، البرھان بن ابی شریف، البرھان القلقشندی اور علامہ قسطلانی سے استفادہ علمی کیا۔ تقریباً ۵ سال مصر میں قیام کیا۔(۸۰)

نجم الدین غزی لکھتے ہیں کہ: میرے والد شیخ الاسلام بدرالدین نے آپ سے بخاری کی شرح، ارشاد الساری اور المواھب اللدنیہ پڑھیں۔علامہ قسطلانی نے انہیں اپنی تمام کتابوں کی روایت کی اجازت دی تھی۔جن میں کتاب الأنوار فی الادعیۃ والأذکار، کتاب فتح الدانی فی حل حرز الأمانی، ارشاد الساری اور المواھب اللدنیہ وغیرہ شامل ہیں۔(۸۱)

۱۷ سال کی عمر میں آپ نے درس وتدریس کا سلسلہ شروع کردیا۔آپ دن رات درس وتدریس اور تصنیف وتالیف میں مشغول رہتے تھے۔صوفیاء کو پسند کرتے اور ان کی تکریم کرتے تھے۔

۹۸۴ھ میں آپ کی وفات ہوئی۔(۸۲)

**۸۔عبدالوھاب بن ذوقا الشعرانی**

آپ نے اپنے وقت کے جلیل القدر علماء سے کسب فیض کیا۔جن میں زین الدین محلی، نور الدین الجارحی، علی الصانی، عیسی الأخنائی، شرف دمیاطی، شیخ ابوالحسن البکری، البرھان القلقشندی کے علاوہ علامہ شہاب الدین قسطلانی بھی شامل ہیں۔

علاّمہ قسطلانی سے آپ نے المواھب اللدنیۃ اور ارشاد الساری شرح البخاری کی تحصیل کی۔ان کے علاوہ دیگر کتب کا بھی مطالعہ

---

۷۸۔ الکواکب السائرۃ،۲/۱۹۵

۷۹۔ ایضاً،۱/۲۱۵

۸۰۔ ایضاً،۳/۹۱۰

۸۱۔ ایضاً،۱/۱۲۷

۸۲۔ ایضاً،۳/۱۱

کیا۔تقریباً ۹۷۰ھ میں آپ فوت ہوئے۔(۸۳)

**۹۔عائشہ باعونیہ**

عائشہ بنت یوسف بن احمد بن ناصر الدین باعونی اپنے زمانے کی نادرۂ روزگار عالمہ اور فاضلہ خاتون تھیں۔علم وادب اور شاعری میں کمال حاصل تھا۔قاہرہ میں آپ نے بہت سی علمی شخصیات سے استفادہ کیا۔جنہوں نے آپ کو درس وتدریس اور افتاء کی اجازت مرحمت فرمائی۔آپ نے بہت سی کتب تالیف کیں۔(۸۴)

۹۱۹ھ میں قاہرہ تشریف لائیں۔غالباً انہی ایام آپ نے علامہ قسطلانی سے علمی استفادہ کیا ہوگا۔کیونکہ احمد حسن زیات نے ''تاریخ ادب عربی'' میں ذکر کیا ہے:''عائشہ باعونیہ نے مصر میں علامہ شہاب الدین قسطلانی سے حدیث کا علم حاصل کیا تھا۔'' (۸۵)

آپ نے دمشق میں ۹۲۲ھ میں وفات پائی۔(۸۶)

---

۸۳۔ الکواکب السائرۃ،۳/۱۷۶،۱۷۷؛شذرات الذھب،۸/۳۷۲

۸۴۔ الکواکب السائرۃ،۱/۲۹۲،۲۸۹؛الدر المنثور فی طبقات الخدور،۲۹۳

۸۵۔ تاریخ الادب العربی،۴۱۲

۸۶۔ الکواکب السائرۃ،۱/۲۹۲؛اعلام النساء،۲/۹۴۱

## (ج)امام قسطلانی۔۔۔علمی و تصنیفی خدمات

### ا۔قرآن

علمِ قراءت سے متعلق علامہ قسطلانی کی درج ذیل تالیفات ہیں۔

ا۔لطائف الاشارات لفنون القرأت (۸۷)

علمِ قراءت کے موضوع پر یہ ان کی سب سے قابلِ ذکر تالیف ہے۔اس کتاب کے بارے میں حاجی خلیفہ لکھتے ہیں۔

وھو کتاب عظیم النفع لا یغادر صغیرة ولا کبیرة فی فنون القراء ات الا احصاھا۔(۸۸)

''یہ نہایت مفید کتاب ہے۔فن قراءت سے متعلق ہر چھوٹی بڑی چیز کا احاطہ کرتی ہے۔''

۲۔الکنز فی وقف حمزة وھشام علی الھمز (۸۹)

۳۔العقود السنیة فی شرح المقدمة الجزریة۔(۹۰)

یہ علم التجوید پر الجزری کے مقدمے کی شرح ہے۔

۴۔فتح الدانی فی شرح حرز الامانی (۹۱)

شاطبیہ کی شرح ہے۔علامہ سخاوی ''الضوء اللامع''میں لکھتے ہیں۔

''و شرحا علی الشاطبیة و صل فیه الادغام الصغیر زاد فیه زیادات ابن الجزری من طرق نشرة مع فوائد غریبة لا توجد فی شرح وغیره''

شاطبیہ کی شرح جس میں انہوں نے ادغام صغیر کو وصل کیا ہے اور ابن الجزری کے زیادات پر مزید اضافہ کیا ہے۔اس میں ایسے غریب فوائد موجود ہیں جو دیگر شروح میں نہیں پائے جاتے۔(۹۲)

۵۔فتح المواھبی فی مناقب الشاطبی۔(۹۳)

یہ قرأت قرآن کے استاد ابولقاسم الشاطبی کے مناقب پر مشتمل ہے۔

### ۲۔حدیث

علامہ قسطلانی ایک بلند پایہ محدث تھے۔علمِ حدیث میں ان کی نمایاں خدمات میں شرح صحیح بخاری اور شرح صحیح مسلم ہے۔علم حدیث پر انہوں نے ایک مقدمہ بھی لکھا ہے۔ان تصانیف کا تعارف درج ذیل ہے۔

**ا۔ارشاد الساری فی شرح البخاری:**

ارشاد الساریؒ کا شمار صحیح بخاری کی عمدہ شروح میں ہوتا ہے۔اس کا پہلا مطبوعہ نسخہ بولاق سے ۱۲۶۷ھ میں شائع ہوا۔دوسرا

---

۸۷۔ کشف الظنون،۲/۱۵۵۲

۸۸۔ ایضاً

۸۹۔ ایضاً،۲/۱۵۱۹

۹۰۔ ایضاً،۲/۱۷۹۹

۹۱۔ ایضاً،۱/ ۶۴۷،۲/۱۳۳۲

۹۲۔ الضوء اللامع،۱/۲/۱۵۴

۹۳۔ کشف الظنون،۲/ ۱۳۳۵

۱۸۶۹ء میں لکھنوء سے۔ ان نسخوں کی تفصیل بروکلمان نے دی ہے۔ ۱۳۲۵ھ، ۱۳۲۶ھ میں جونسخہ قاہرہ سے شائع ہوا تھا اس میں یحیی الانصاری کے اور جو ۱۲۷۹ھ میں طبع ہوا تھا اس میں حسن العدوی (م ۱۳۰۳ھ/۱۸۸۳ء) کے حواشی شامل تھے۔ (۹۴)

## ۲۔ منہاج الابتہاج فی شرح الجامع لصحیح المسلم بن الحجاج

علم حدیث میں ان کی دوسری بڑی خدمت صحیح مسلم کی شرح ہے۔ یہ شرح ۸ جلدوں پر مشتمل ہے۔ اسکا ذکر حاجی خلیفہ نے کشف الظنون میں کیا ہے۔ (۹۵)

## ۳۔ تحفۃ السامع والقاری بختم صحیح البخاری

ارشاد الساری کے شروع میں علامہ قسطلانی نے علم حدیث پر ایک جامع اور مبسوط مقدمہ لکھا ہے۔ جس کی پہلی فصل میں علمائے حدیث کی فضیلت وشرف اور دوسری فصل میں تدوین حدیث کے آغاز وارتقاء کے مباحث شامل ہیں جبکہ تیسری فصل علم مصطلح الحدیث پر مشتمل ہے۔

علم حدیث پر ان کا یہ مقدمہ عبدالہادی الابیاری (م ۱۳۰۵ھ/۱۸۸۷ء) کی شرح کے ساتھ قاہرہ میں چھپ چکا ہے۔ (۹۶)

مؤلف نے اپنی اس کتاب کا ذکر المواہب اللدنیہ میں بھی کیا ہے۔ المواہب اللدنیہ کے مقصد نہم میں لکھتے ہیں: علماء کے درمیان اختلاف ہے کہ آیا محبت کا درجہ زیادہ ہے یا خلت کا۔ محبت کے درجہ کی فضیلت میں قاضی عیاض کے استدلالات نقل کرنے کے بعد لکھتے ہیں کہ ''میری کتاب ''تحفۃ السامع والقاری'' میں دیگر وجوہ بھی موجود ہیں جن کا ذکر قاضی عیاض نے نہیں کیا۔'' (۹۷)

## ۴۔ فقہ

علامہ قسطلانی شافعی مسلک کے پیروکار تھے۔ آپ نے علم فقہ سے متعلق تصانیف ترتیب دیں۔ ان کی تصانیف کے نام درج ذیل ہیں۔

۱۔ الاسعاد فی تلخیص الارشاد (۹۸)

۲۔ مدارک المرام فی مسالک الصیام (۹۹)

۳۔ مراصد الصلات فی مقاصد الصلوۃ (۱۰۰)

۴۔ مسالک الحنفاء الی مشارع الصلوۃ علی النبی المصطفیٰ (۱۰۱)

---

۹۴۔ اردو دائرہ معارف اسلامیہ، ۲/۱۶/۱۴۲

۹۵۔ کشف الظنون، ۲/ ۵۵۸

۹۶۔ اردو دائرہ معارف اسلامیہ، ۲/۱۶/۱۴۲

۹۷۔ المواہب اللدنیہ، ۲/ ۵۰۳

۹۸۔ الاسعاد ''الارشاد فی فروع الشافعیۃ'' کی تلخیص ہے۔ الارشاد کے مؤلف کا نام شرف الدین اسماعیل بن ابی بکر بن المقری الیمنی (م ۸۳۶ھ) ہے۔ دیکھئے (کشف الظنون، ۱/ ۶۹)

۹۹۔ کشف الظنون، ۲/ ۱۶۴۱

۱۰۰۔ ایضاً، ۲/ ۱۶۵۲

۱۰۱۔ ایضاً، ۲/ ۱۶۶۲

۵۔منہاج الھدایۃ (۱۰۲)

### ۴۔سیرت

۱۔المواہب اللدنیۃ بالمنح المحمدیۃ (سیرت پرانکی یہ مشہور کتاب ہے)

۲۔مشارق الانوار المضیئۃ فی شرح الکواکب الدریۃ فی مدح خیر البریۃ (۱۰۳)

یہ امام شرف الدین بوصیری کے قصیدہ بردہ شریف کی شرح ہے۔اس کا ایک مخطوطہ جامع الازہر میں موجود ہے۔اس کے اوراق کی تعداد ۱۴۹ ہے۔(۱۰۴) علامہ قسطلانی نے المواہب اللدنیہ میں ایک مقام پر اس کتاب سے استفادہ کیا ہے۔(۱۰۵)

### ۵۔تصوّف

علامہ قسطلانی کو تصوّف سے گہرا شغف تھا۔جیسا کہ نجم الدین غزی نے لکھا ہے۔

وکان له اعتقاد تام فی الصوفیة (۱۰٦)

یہی وجہ ہے کہ آپ نے اپنے وقت کے ایک بڑے صوفی علامہ برھان المتبولی کی صحبت اختیار کی۔تصوّف پر ان کی درج ذیل کتابوں کا تذکرہ ملتا ہے۔

۱۔نفائس الانفاس فی الصحبۃ واللباس (۱۰۷)

۲۔نزھۃ الابرار فی مناقب الشیخ ابی العباس احمد الحرار" ہے۔(۱۰۸)

۳۔الروض الزاھر فی مناقب الشیخ عبدالقادر (۱۰۹)

### ٦۔دیگر تصانیف

۱۔لوامع الانوار فی الادعیۃ والاذکار (۱۱۰)

یہ کتاب ذکر واذکار اور دعاؤں کے بیان پر مشتمل ہے۔نیز اس میں نبی اکرم ﷺ کے روضۂ مبارکہ کی زیارت اور آپؐ پر درود و سلام بھیجنے کی فضیلت کا بیان بھی موجود ہے۔جیسا کہ مؤلف نے المواہب اللدنیہ میں ذکر کیا ہے۔(۱۱۱)

جمعہ کے دن میں ایک ساعت ایسی آتی ہے جس میں کی گئی ہر دعا قبول ہوتی ہے۔وہ ساعت کون سی ہے۔المواہب اللدنیہ میں اس پر بحث کرتے ہوئے مؤلف نے لکھا ہے کہ "میں نے اپنی کتاب لوامع الانوار فی الادعیۃ والاذکار میں اس کے بارے میں تیس سے زائد

---

۱۰۲۔ کشف الظنون،۲/۱۸۴۷

۱۰۳۔ ایضاً،۲/۱۳۳۵، ۱۶۸۸

۱۰۴۔ فہرس کتب السیرۃ النبویۃ والصحابۃ، ۲٦۱

۱۰۵۔ المواہب اللدنیہ،۳/۱۲۳

۱۰٦۔ الکواکب السائرۃ،۱/۱۲۷

۱۰۷۔ کشف الظنون،۲/۱۹٦۵

۱۰۸۔ ایضاً،۲/۱۹۳۸

۱۰۹۔ ایضاً،۱/۹۱۹

۱۱۰۔ ایضاً،۲/۱۵٦۲

۱۱۱۔ المواہب اللدنیہ،۲/۵۰۳

اقوال نقل کئے ہیں۔"(۱۱۲)

۲۔امتاع الاسماع والابصار(۱۱۳)

۳۔اللآلی ءالسنیۃ(۱۱۴)

۴۔النور الساطع فی مختصر الضوء اللامع فی اعیان القرن التاسع(۱۱۵)

۵۔یقظۃ ذوی الاعتبار فی موعظۃ اھل الاغترار(۱۱۶)

## خلاصہ بحث

علامہ قسطلانی کے تفصیلی تعارف کے بعد آپ کی شخصی زندگی کا ایک اجمالی خاکہ حسبِ ذیل ہے۔آپ کا نام احمد بن محمد، کنیت ابوالعباس اور لقب شہاب الدین تھا۔آپ قسطلانی نام سے مشہور ومعروف تھے۔علماءِ انساب میں سے بعض نے قسطلانی کی نسبت افریقہ کے شہر قسطیلۃ یا قسطلینۃ کی طرف اور بعض نے اندلس کے شہر قسطلۃ کی طرف کی ہے۔

آپ ۱۲ذوالقعدہ ۸۵۱ھ بمطابق ۱۹جنوری ۱۴۴۸ء کو قاہرہ میں پیدا ہوئے۔اوائلِ عمری میں ہی قرآن کریم حفظ کرنے کے بعد حصولِ تعلیم کے لیے اپنے وقت کے جید علماء سے کسبِ فیض کرتے ہوئے مختلف علوم وفنون میں مہارت حاصل کرلی۔حصولِ تعلیم کے بعد آپ نے وعظ وتدریس کا سلسلہ شروع کیا چنانچہ آپ نے جامع غمری میں وہ وعظ اور جامع عمرو میں خطیب کی خدمات سرانجام دیں۔آپ کو دومرتبہ حج کی سعادت نصیب ہوئی۔حج کے علاوہ بھی آپ نے کئی مرتبہ حجاز کا سفر کیا۔آپ اپنی زاھدانہ اور متصوفانہ طبیعت کی بناء پر بادشاہانِ وقت سے دور رہتے تھے۔اس کے برعکس آپ اہلِ علم وفضل لوگوں کی مجلس میں بیٹھا کرتے تھے۔آپ نے اپنے وقت کے ایک بڑے صوفی عالم شیخ ابراھیم المتبولی کی صحبت اختیار کی۔آپ کے وعظ میں بہت تاثیر ہوتی تھی۔یہی وجہ ہے کہ لوگوں کی کثیر تعداد آپ کے مواعظ کی مجلسوں میں شریک ہوتی۔آپ کو نبی اکرم ﷺ سے بے پناہ محبت وعقیدت تھی۔آپ وسیلہ ءنبوی ﷺ سے دعا مانگنے کے قائل تھے۔لیلۃ المولد کو لیلۃ القدر سے افضل قرار دیتے۔۸محرم ۹۲۳ھ کو آپ نے قاہرہ میں وفات پائی۔آپ کو جامع ازھر کے قریب مدرسۃ عینی میں دفن کیا گیا۔

علامہ قسطلانی کے مشاہیر اساتذہ میں شیخ الاسلام زکریا انصاری، محمد بن عبدالرحمٰن السخاوی، البرھان بن ابی شریف، عبدالغنی الھیثمی، عمر بن قاسم الانصاری، فخر الدین المقسی، ابراھیم المتبولی، جلال الدین البکری، ام حبیبہ زینب بنت الشوبکی اور ام کمالیۃ بنت نجم الدین المرجانی شامل ہیں۔

آپ کے تلامذہ میں جاراللہ بن فہد، احمد بن محمد بن حمادہ، عبدالرحمٰن الأجھوری، علی بن محمد البکری، صالح الیمنی، محمد بدرالدین الغزی، عبدالوھاب بن ذوقا شعرانی اور عائشہ باعوبنیۃ شامل ہیں۔

آپ کی علمی وتصنیفی خدمات نہایت گرانقدر ہیں۔آپ کی دو تصانیف یعنی ارشاد الساری شرح صحیح البخاری اور المواھب اللدنیۃ

---

۱۱۲۔ المواھب اللدنیہ،۲/۳۲۵

۱۱۳۔ کشف الظنون،۱/۱۶۶

۱۱۴۔ ایضاً،۲/۱۵۳۴

۱۱۵۔ ایضاً،۲/۱۰۹۰

۱۱۶۔ ایضاً،۲/۲۰۵۰

بالمنح المحمدیۃ کو بہت زیادہ مقبولیت حاصل ہوئی۔ آپ کی دیگر تصانیف میں لطائف الاشارات فی فنون القراءات، فتح الدانی فی شرح حرز الأمانی، تحفۃ السامع والقاری، الاسعاد فی تلخیص الارشاد، نفائس الانفاس فی الصحبۃ واللباس، لوامع الأنوار فی الأدعیۃ والأذکار اور دیگر متعدد تصانیف شامل ہیں۔

ان گرانقدر علمی و تصنیفی خدمات کی بدولت آپ کا شمار اپنے وقت کے نامور اور جید علماء میں ہوتا تھا۔

☆☆☆☆☆☆☆

# باب دوم
# سیرت نگاری۔۔۔تاریخی جائزہ

# فصل اوّل

# سیرت نگاری پہلی تا دوسری صدی ہجری

قرآنِ کریم اللہ تعالیٰ کی طرف سے نازل کردہ وہ صحیفہء ھدایت ہے جو بنی نوع انسان کے لئے دستورِ حیات کی حیثیت رکھتا ہے۔ اس دستورِ حیات پر صحیح عمل کرنے کے لئے اللہ تعالیٰ نے نبی اکرم ﷺ کی ذات کو اسوۂ حسنہ قرار دیا ہے۔ آپ کی سیرتِ طیبہ اہم دینی ضرورت ہے جس کے بغیر قرآن کریم کو سمجھا جاسکتا ہے اور نہ ہی اس پر عمل کیا جاسکتا ہے۔ ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

لقد كان لكم فى رسول الله اسوة حسنه۔ (۱)

یہی وجہ ہے کہ صحابہ کرامؓ نے اپنی زندگیوں کو نہ صرف اس اسوۂ حسنہ کے مطابق ڈھالنے کی کوشش کی بلکہ روایات واحادیث کے ذریعے آئندہ نسلوں تک سیرتِ طیبہ کی تمام تفصیلات وجزئیات کو منتقل کیا۔

نبی اکرم ﷺ کی ذاتِ مبارکہ اپنے اعلیٰ اوصافِ حمیدہ کی بنا پر نہ صرف مسلمانوں بلکہ غیر مسلموں کے لئے بھی غیر معمولی توجہ کا مرکز بن گئی تھی۔ عہدِ نبوی میں ہمیں ایسی بہت سی مثالیں ملتی ہیں کہ کس طرح لوگ نبی اکرم ﷺ کی شخصیت سے متعلق ایک دوسرے سے سوالات کرتے تھے۔ ہجرت کے موقع پر جب امّ معبد سے ان کے شوہر نے نبی اکرم ﷺ کے بارے میں پوچھا تو اس کے جواب میں امّ معبد نے آپؐ کے بارے میں جو الفاظ کہے وہ سیرت کی کتابوں میں محفوظ ہو چکے ہیں۔ (۲) اسی طرح روم کے بادشاہ قیصر نے ابوسفیان سے نبی اکرم ﷺ کے بارے میں جو سوالات کیے اور ان کے جو جوابات ابوسفیان نے دیئے وہ بھی نبی اکرم ﷺ کی سیرتِ مبارکہ ہی سے متعلق ہیں۔ (۳)

صحابہ کرامؓ میں سے جو لوگ شاعری کا ذوق رکھتے تھے انہوں نے اپنے اشعار کے ذریعے سیرتِ مبارکہ کے مختلف پہلوؤں کو اجاگر کیا۔ مثلاً حسان بن ثابت (۴)، عبداللہ بن رواحہ (۵) اور کعب بن مالک (۶) کے اشعار اس کی عمدہ مثالیں ہیں۔

نبی اکرم ﷺ کی وفات کے بعد جوں جوں زمانہ گزرتا چلا گیا نبی اکرم ﷺ کی ذاتِ مبارکہ اور آپؐ کے اخلاق وعادات سے متعلق لوگوں کے اندر ذوقِ جستجو بڑھتا چلا گیا۔ اسی ذوق وشوق کا نتیجہ تھا کہ روایات کا ایک وسیع ذخیرہ پیدا ہو گیا جو سینہ بہ سینہ منتقل ہوتا چلا گیا۔ اسی سے فنِ سیرت نگاری کا آغاز ہوا جو وقت کے ساتھ ساتھ ترقی کرتا چلا گیا۔

صحابہ کرامؓ کے عہد میں روایات واحادیث کو باقاعدہ کتابی شکل میں مرتّب نہیں کیا گیا تھا بلکہ زبانی روایت پر دار ومدار تھا البتہ کچھ صحابہؓ کے پاس نبی اکرم ﷺ کے اقوال وافعال پر مشتمل ذاتی نوشتے موجود تھے جو انہوں نے خود قلمبند کیے تھے۔ اصحابِ رسول ﷺ کے بعد تابعین نے نبی اکرم ﷺ کے اقوال وارشادات کو جمع کرنا شروع کر دیا۔ تابعین میں ایسے حضرات موجود تھے جنہوں نے نبی اکرم ﷺ کی سیرتِ طیبہ میں خصوصی دلچسپی لی۔ نبی اکرم ﷺ کی حیاتِ مبارکہ میں آپؐ کے غزوات کو بہت اہمیت حاصل تھی۔ چنانچہ اوّلین سیرت نگاروں نے غزوات سے متعلق روایات کو اکٹھا کیا۔ مغازی کا مطلب ویسے تو وہ جنگیں تھیں جن میں نبی اکرم ﷺ نے شرکت کی تھی لیکن بعد ازاں اس کا اطلاق نبی اکرم ﷺ کی تمام حیاتِ طیبہ پر کیا جانے لگا۔

پہلی تا دوسری صدی ہجری میں سیرت نگاری کو تین ادوار میں تقسیم کیا جاسکتا ہے۔

---

۱۔ الاحزاب: ۲۱/۳۳

۲۔ الطبقات الکبریٰ، ۱۱۱/۱

۳۔ تاریخ الامم والملوک، ۲۷۹/۱، ۲۸۰؛ المنتظم ۳۵۴/۲

۴۔ السیرۃ النبویہ، ۴۱۸/۱، ۱۹/۳،۲۷/۲؛ تاریخ الامم والملوک ۳۷۷/۲، ۳۸۴؛ کتاب المغازی، ۳۹۰/۱، ۹۷۷/۳

۵۔ السیرۃ النبویۃ، ۲۱/۴ تا ۲۴

۶۔ السیرۃ النبویۃ، ۵۸/۳،۲، ۱۷/۴،۲۹؛ تاریخ الامم والملوک ۴۰۴/۲

پہلا دور وہ تھا جب لوگوں نے مجموعہ ہائے احادیث مرتّب کیے۔ان میں احادیثِ احکام کے ساتھ ساتھ نبی اکرم ﷺ کی ذاتِ مبارکہ سے متعلق احادیث بھی موجود تھیں۔اس دور کے سیرت نگاروں میں ابان بن عثمان،عروہ بن زبیر اور وھب بن منبہ شامل ہیں۔ان لوگوں نے موضوعِ سیرت کا التزام کیے بغیر دیگر احادیثِ احکام کے ساتھ ساتھ سیرت سے متعلق روایات بھی جمع کیں۔

دوسرے دور میں سیرت نگاروں نے غزواتِ نبویؐ پر خصوصی توجہ دی۔اس دور میں سرکاری سطح پر سیرت نگاری کے فروغ کے لئے کوششیں کی گئیں۔چنانچہ حضرت عمر بن عبدالعزیز نے جہاں ابوبکر بن حزم (۷) اور امام زہری (۸) کو جمع احادیث پر مامور فرمایا وہاں آپ نے مغازی وسیر کی طرف بھی توجہ دی اور عاصم بن عمر بن قتادہ (م ۱۲۱ھ) کو حکم دیا کہ وہ حلقہ درس قائم کریں اور مغازی کے مضامین پڑھائیں۔(۹)

اس دور کے نامور سیرت نگاروں میں عبداللہ بن ابوبکر بن حزم،عاصم بن عمر بن قتادہ انصاری (۱۲۱ھ) اور ابنِ شہاب زہری کا نام آتا ہے۔ان لوگوں نے درسِ مغازی کے حلقے قائم کیے اور باصلاحیت تلامذہ کی ایک جماعت تیار کی جن کے ناموں کے ساتھ امتیازی لقب ''صاحبِ المغازی والسّیر'' وابستہ ہے۔

تدوینِ سیرت کا تیسرا دور ان ہی باصلاحیت تلامذہ سے شروع ہوتا ہے۔ان میں موسیٰ بن عقبہ،معمر بن راشد اور محمد بن اسحاق بن یسار (م ۱۵۰ھ) کے نام قابلِ ذکر ہیں۔ان حضرات نے مغازی پر کتب لکھیں اور اسے ایک مستقل فن کی حیثیت دی۔بعد کی تمام تصانیف کا دارومدار ان ہی کی کتابوں پر ہے۔موسیٰ بن عقبہ کی مغازی ناپید ہے لیکن اس کے حوالے بعد کی کتبِ سیرت میں جابجا نظر آتے ہیں۔ابنِ اسحاق کی سیرت موجود ہے۔ابن ھشام نے اس کی تہذیب وتنقیح کرکے اسے مزید مفید بنادیا ہے۔موسیٰ بن عقبہ اور محمد بن اسحاق کے علاوہ اس دور کے دیگر سیرت نگاروں میں ابومعشر السندی،معمر بن راشد اور معتمر سلیمان بن طرخان کا نام بھی آتا ہے۔

پہلی اور دوسری صدی ہجری کے سیرت نگاروں کا مختصر تعارف حسبِ ذیل ہے۔

## ابان بن عثمان

ابن بن عثمان (۲۰ھ۔۱۰۰ھ) (۱۰) خلیفہ ثالث حضرت عثمانؓ کے بیٹے تھے۔آپ حدیث،فقہ اور مغازی کے عالم کی حیثیت سے مشہور تھے۔آپ نے مغازی کی سب سے پہلی کتاب مرتّب کی۔جسے مغیرہ بن عبدالرحمٰن نے روایت کیا تھا۔(۱۱)

جوزف ہورووٹس کے مطابق ''یہ مغازی جو ابان سے مغیرہ نے روایت کیے،اصطلاحی معنوں میں کتاب نہیں تھے بلکہ سیرت سے متعلق اخبار کا مجموعہ تھے۔یہ مجموعہ ہم تک نہیں پہنچ سکا۔بہرحال ابان کا تذکرہ اس اعتبار سے کیا جاسکتا ہے کہ وہ پہلے شخص ہیں جنہوں نے ایک خاص مجموعہء مغازی فراہم کیا۔(۱۲)

---

۷۔ الطبقات الکبریٰ،۱/۲۴۴؛ تقیید العلم،۱۰۵؛ الرسالۃ المستطرفۃ،۴

۸۔ جامع بیان العلم،۱/۳۳۱

۹۔ الطبقات الکبریٰ،۵/۲۱۶؛ تہذیب التہذیب،۵/۵۰

۱۰۔ الطبقات الکبریٰ،۵/۷۸؛ البدایۃ والنہایۃ،۹/۲۷۵؛ سیر اعلام النبلاء،۴/۳۵۱ (۱۳۳)؛ العبر،۱/۹۸؛ تہذیب الاسماء،۱/۹۷

۱۱۔ الطبقات الکبریٰ،۵/۱۰۸

۱۲۔ المغازی الاولیٰ ومؤلفوہا،۶

### عروہ بن زبیر

عروہ بن زبیر بن العوام (۲۳ھ۔۹۴ھ) (۱۳) حدیث اور مغازی کے بہت بڑے عالم تھے۔ آپ نے مغازی سے متعلق جو مواد اکٹھا کیا تھا اس کے اجزاء کتب سیرت میں محفوظ ہیں۔ ابن ھشام، واقدی، ابنِ سعد اور طبری سب نے عروہ کی روایات نقل کی ہیں۔ حاجی خلیفہ نے ان کی کتاب المغازی کا ذکر کیا ہے۔ (۱۴)

### وھب بن منبہ

وھب بن منبہ (۳۴ھ۔۱۱۰ھ) (۱۵) کا شمار بھی اوّلین مغازی نگاروں میں ہوتا ہے۔ حاجی خلیفہ نے لکھا ہے کہ "انہوں نے مغازی جمع کیے تھے۔" (۱۶) مگر قدیم کتب سیرت میں کہیں بھی ان کا حوالہ رسول اللہ ﷺ کی زندگی کے راویوں میں نہیں آتا۔ تاہم حاجی خلیفہ کی یہ تحقیق درست ہے کیونکہ جوزف ہورووٹس کے مطابق "سی۔ ایچ بیکر نے شوت رائنہارڈ کے ذخیرہ اوراقِ بردی میں جواب ہائیڈل برگ میں محفوظ ہے وہب کا ایک مجموعہ دریافت کیا ہے جو بظاہر اسی "کتاب المغازی" کا ٹکڑا معلوم ہوتا ہے۔ (۱۷)

وھب کو یہودیوں اور عیسائیوں کے مذھبی صحائف سے بھی گہری دلچسپی تھی۔ (۱۸) انہوں نے قدیم انبیاء کی تاریخ سے متعلق کچھ کتابیں لکھی تھیں۔ بقول جوزف ہورووٹس "وھب کی یہ ساری کتابیں سیرت کا دیباچہ ہیں اور آنحضرت ﷺ سے قبل کی تاریخ بتاتی ہیں۔" (۱۹)

### عاصم بن عمر بن قتادہ انصاری

عاصم بن عمر بن قتادہ (م ۱۲۰ھ) (۲۰) کا شمار بھی ان اوّلین سیرت نگاروں میں ہوتا ہے۔ جنہوں نے فنِ سیرت و مغازی کو فروغ دیا۔ ابنِ سعد نے لکھا ہے کہ حضرت عمر بن عبدالعزیز کے حکم سے عاصم دمشق کی جامع مسجد میں بیٹھ کر لوگوں کو رسول اللہ ﷺ کے مغازی کی تعلیم دیا کرتے تھے۔ (۲۱)

ابنِ قتیبہ المعارف میں انہیں "صاحب السیر والمغازی" کہتے ہیں۔ (۲۲) ابنِ اسحاق، واقدی، ابنِ سعد اور طبری نے اپنی کتابوں میں ان کی روایات بکثرت نقل کی ہیں۔

---

۱۳۔ الطبقات الکبری، ۹۱/۵؛ وفیات الأعیان، ۲۵۵/۳؛ البدایۃ والنہایۃ، ۱۲۴/۹؛ سیر اعلام النبلاء، ۴۲۱/۴ (۱۶۸)؛ صفۃ الصفوۃ، ۸۵/۲

۱۴۔ کشف الظنون، ۱۷۴۷/۲، ابن کثیر کے مطابق: "وھو اول من صنّف المغازی" ترجمہ (وہ پہلے شخص ہیں جنہوں نے مغازی پر تصنیف لکھی)، البدایۃ والنہایۃ، ۱۲۴/۹

۱۵۔ الطبقات الکبریٰ، ۳۵۳/۵؛ معجم الأدباء، ۵۷۶/۵؛ وفیات الأعیان، ۳۵/۶؛ سیر اعلام النبلاء، ۵۴۴/۴؛ صفۃ الصفوۃ، ۲۹۱/۲؛ تہذیب الاسماء، ۱۴۹/۲

۱۶۔ کشف الظنون، ۱۷۴۷/۲؛ أبجد العلوم، ۵۱۴/۲

۱۷۔ المغازی الاولیٰ، ۳۴

۱۸۔ معجم الأدباء، ۵۷۶/۵، علامہ ذہبی وہب بن منبہ کے بارے میں لکھتے ہیں: "وکان عالماً بالسیرۃ" ترجمہ (وہب سیرت کے عالم تھے)

۱۹۔ المغازی الاولیٰ، ۳۴

۲۰۔ الطبقات الکبریٰ، ۲۱۵/۵، ۲۱۶؛ سیر أعلام النبلاء، ۲۴۰/۵ (۱۰۲)؛ العبر، ۱۱۶/۱

۲۱۔ الطبقات الکبریٰ، ۲۱۶/۵؛ تہذیب التہذیب، ۵۰/۵؛ التحفۃ اللطیفۃ، ۵/۲

۲۲۔ المعارف، ۲۰۵

### شرحبیل بن سعد

شرحبیل بن سعد (م ۱۲۳ھ) (۲۳) ایک آزاد کردہ غلام تھے۔ سفیان بن عیینہ کا قول ہے کہ "مغازی اور اصحابِ بدر کے حالات کا ان سے بہتر جاننے والا کوئی نہیں تھا۔" (۲۴) ابن اسحاق، واقدی اور طبری نے ان سے کوئی روایت اخذ نہیں کی۔ البتہ ابن سعد نے رسول اللہ ﷺ کے قباء سے مدینہ کو ہجرت کرنے کی خبر ان سے اخذ کی ہے۔ (۲۵)

### ابن شہاب زہری

محمد بن مسلم بن عبیداللہ بن شہاب الزہری (۵۱ھ۔۱۲۴ھ) (۲۶) بڑے جلیل القدر تابعی تھے۔ حدیث، فقہ، تفسیر، تاریخ اور مغازی وسیر کے عالم تھے۔ حاجی خلیفہ نے ان کی "کتاب المغازی" کا ذکر کیا ہے۔ (۲۷) امام زہری سے سیرت و مغازی پر کتاب لکھنے کی فرمائش خالد بن عبداللہ القسری نے کی تھی۔ اس سلسلے میں زہری کا اپنا بیان ہے کہ "انہوں نے خالد بن عبداللہ کی فرمائش پر پہلے شمالی عرب کے قبائل سے متعلق ایک کتاب لکھنی شروع کی تھی لیکن ابھی وہ مکمل نہیں ہو پائی تھی کہ خالد نے کہا کہ ہمارے لیے سیرت کے موضوع پر ایک کتاب لکھ دیں۔" (۲۸)

### عبداللہ بن ابوبکر

عبداللہ بن ابوبکر بن محمد بن عمرو بن حزم (م ۱۳۰ھ یا ۱۳۵ھ) (۲۹) قاضی ابوبکر بن حزم انصاری کے بیٹے ہیں۔ قاضی ابوبکر نے حضرت عمر بن عبدالعزیز کے فرمان کے بعد احادیثِ رسول کو جمع کیا تھا۔ ان کا یہ ذوق ان کے بیٹے عبداللہ میں بھی منتقل ہوا۔

ابنِ اسحاق، واقدی، ابن سعد اور طبری نے عبداللہ بن ابوبکر کے حوالے سے بکثرت ایسی روایات نقل کی ہیں جن کا تعلق نبی اکرم ﷺ کی سیرت اور غزوات سے ہے۔ عبداللہ بن ابوبکر کے ایک بھتیجے عبدالملک بن محمد القاضی (م ۱۷۶ھ) نے بھی ایک "کتاب المغازی" لکھی تھی۔ (۳۰) جوزف ہوروونس کے مطابق گمان غالب یہی ہے کہ یہ کتاب انہوں نے اپنے چچا عبداللہ بن ابوبکر سے سنی ہوئی روایات کی روشنی میں مرتب کی ہوگی۔ اس گمان کو اس بات سے تقویت ملتی ہے کہ انہی عبدالملک کے ایک بھائی عبدالرحمٰن نے بہت سی روایات واقدی سے نقل کی ہیں جو انہوں نے اپنے چچا عبداللہ بن ابوبکر سے اخذ کی تھیں۔ (۳۱)

### موسیٰ بن عقبہ

موسیٰ بن عقبہ (۵۵ھ۔۱۴۱ھ) (۳۲) کا شمار بھی مغازی نگاروں میں ہوتا ہے۔ موسیٰ بن عقبہ نے بھی مغازی پر ایک کتاب لکھی

---

۲۳۔ الطبقات الکبریٰ، ۵/۱۵۰؛ الأعلام، ۳/۱۵۹

۲۴۔ تہذیب التہذیب، ۴/۲۹۳

۲۵۔ الطبقات الکبریٰ، ۱/۱۱۴

۲۶۔ ایضاً، ۵/۲۲۲؛ سیر أعلام النبلاء، ۵/۳۲۶ (۱۶۰)؛ صفۃ الصفوۃ، ۲/۱۳۶؛ تہذیب الاسماء، ۱/۹۰؛ الاعلام ۷/۹۷

۲۷۔ کشف الظنون، ۲/۱۷۴۷، امام سہیلی کے مطابق: "زہری کی کتاب المغازی اس فن کی پہلی تصنیف تھی" (الروض الانف، ۱/۳۲۵)

۲۸۔ کتاب الأغانی، ۲۲/۱۵

۲۹۔ الطبقات الکبریٰ، ۵/۲۵۴؛ تہذیب الاسماء، ۱/۲۶۲؛ التحفۃ اللطیفۃ، ۲/۲۳

۳۰۔ الفہرست، ۴/۳۷

۳۱۔ المغازی الاولیٰ، ۴۱

۳۲۔ الطبقات الکبریٰ، ۵/۲۶۷؛ سیر أعلام النبلاء، ۶/۱۱۴ (۳۱)؛ العبر، ۱/۱۴۸

تھی جس کا ذکر ابن خیر الاشبیلی (۳۳) اور حاجی خلیفہ (۳۴) نے کیا ہے۔ اس کتاب کے اصل نسخے کا ایک جز پروشین سٹیٹ لائبریری میں موجود ہے۔ جسے جرمن ترجمے کے ساتھ سخاؤ نے ۱۹۰۴ء میں شائع کیا تھا۔ (۳۵)

موسیٰ بن عقبہ کو تمام محدثین نے ثقہ قرار دیا ہے۔ امام مالک کا قول ہے کہ موسیٰ بن عقبہ سے مغازی کا علم حاصل کرو کیونکہ وہ بھروسے کے قابل ہیں۔ (۳۶) امام احمد بن حنبل بھی ان کی روایتوں کو ثقہ مانتے تھے اور کہتے تھے کہ موسیٰ کی مغازی لے لو کیونکہ وہ قابل اور ثقہ ہیں۔ (۳۷) حاجی خلیفہ کے بقول موسیٰ بن عقبہ کی مغازی صحیح ترین ہے۔ (۳۸)

موسیٰ بن عقبہ کی روایات ابن ھشام، ابن سعد، واقدی، طبری، بلاذری اور ابن سید النّاس نے نقل کی ہیں۔

## محمد بن اسحاق

اوّلین سیرت نگاروں میں محمد بن اسحاق بن یسار (۸۵ھ۔۱۵۱ھ) (۳۹) واحد سیرت نگار ہیں جن کی کتاب المغازی کا بیشتر حصہ اپنی صحیح، مرتّب اور مدوّن شکل میں ہم تک پہنچا ہے۔

یاقوت حموی نے مرزبانی کے حوالے سے لکھا ہے کہ محمد بن اسحاق پہلے شخص ہیں جنہوں نے مغازی رسول ﷺ کو جمع کیا ہے اور اس کو تالیف کی شکل دی ہے۔ (۴۰)

بعض محدثین نے ابن اسحاق کی ثقاہت پر اعتراض کیا ہے اور ان پر تشیع کا الزام لگایا ہے۔

احمد بن یونس کہتے ہیں کہ اصحاب مغازی ابن اسحاق، ابومعشر اور سعید الاموی وغیرہ شیعہ ہیں۔ (۴۱)

بعض محدّثین نے انہیں اس لیے ضعیف قرار دیا ہے کہ وہ یہود و نصاریٰ سے روایات لیتے تھے۔ (۴۲) لیکن محدّثین کی اکثریت نے انہیں ثقہ قرار دیا ہے۔

امام زہری کے مطابق "جو شخص مغازی کا علم حاصل کرنا چاہے تو وہ ابن اسحاق پر تکیہ کرے۔ (۴۳)

عاصم بن عمر بن قتادہ ابن اسحاق کی علمی فضیلت کے بارے میں فرماتے تھے۔ "جب تک محمد بن اسحاق زندہ ہے لوگوں میں علم رہے گا۔" (۴۴)

---

۳۳۔ الفہرست، ۱۹۸

۳۴۔ کشف الظنون، ۲/۱۷۴۷

۳۵۔ المغازی الاولیٰ، ۱۷

۳۶۔ الجرح والتعدیل، ۸/۱۵۴؛ تہذیب التہذیب، ۱۰/۳۲۲

۳۷۔ الجرح والتعدیل، ۸/۱۵۴؛ تذکرۃ الحفاظ، ۱/۱۴۸

۳۸۔ کشف الظنون، ۲/۱۷۴۷

۳۹۔ الطبقات الکبریٰ، ۵/۲۶۷، ۷/۱۵۸؛ معجم الأدباء، ۵/۲۱۹؛ مرآۃ الجنان، ۲/۵۸؛ سیر أعلام النبلاء، ۷/۳۳(۱۵)؛ الأعلام، ۶/۲۸

۴۰۔ الطبقات الکبریٰ، ۵/۲۸۰؛ معجم الأدباء، ۵/۲۱۹

۴۱۔ معجم الأدباء، ۵/۲۲۰

۴۲۔ الفہرست، ۱۴۸

۴۳۔ وفیات الأعیان، ۴/۲۷۶

۴۴۔ معجم الأدباء، ۵/۲۲۰؛ الجرح والتعدیل، ۷/۱۹۱(۱۰۸۷)

علمِ حدیث میں اگر چہ ابن اسحاق کا رتبہ کم تر ہو لیکن مغازی کے عالم ہونے میں کوئی انکار نہیں کر سکتا۔ ان کی ثقاہت کے لئے اتنی بات ہی کافی ہے کہ امام بخاریؒ نے ان سے روایات لی ہیں اور صحیح بخاری میں کتاب المغازی کے پہلے باب کا عنوان ہی ابنِ اسحاق کی روایت سے کیا ہے۔(۴۵)

نیز غزوہ بنی نضیر، غزوۃ الرجیع، غزوہ بنی المصطلق یا غزوۃ المریسیع کب ہوئے، ان کی تاریخوں کے تعیّن میں ابنِ اسحاق کی رائے بھی دی ہے۔(۴۶) جس سے اندازہ ہوتا ہے کہ امام بخاری بھی ان کو مغازی میں ماہر سمجھتے تھے۔

محمد بن اسحاق کی کتاب تین اجزاء پر مشتمل تھی۔ ا۔المبتداء ۲۔المبعث ۳۔المغازی (۴۷)

پہلے حصے المبتداء میں کائنات کی ابتداء سے لے کر رسول اللہ ﷺ کے قریبی آباؤ اجداد اور اہلِ مکہ کے عقائد و رسوم، سابقہ انبیاءؑ اور عہد جاہلیت میں یمن کی تاریخ بھی موجود تھی۔ دوسرے حصے المبعث میں رسول اللہ ﷺ کی مکی زندگی، ہجرتِ مدینہ اور جنگِ بدر سے پہلے تک کے حالات موجود تھے۔ اس کے بعد المغازی کتاب کا تیسرا حصہ ہے جس میں جنگِ بدر سے لے کر آنحضرت ﷺ کی وفات تک کے حالات کا تذکرہ تھا۔

ابن ھشام نے محمد بن اسحاق کی کتاب کی تہذیب و تنقیح کر کے اسے بہتر شکل میں محفوظ کر دیا ہے۔ واقدی، ابنِ سعد، بلاذری، طبری، ابن الاثیر اور ابنِ سید النّاس نے ابنِ اسحاق کی بیشتر روایات کو اپنی اپنی کتابوں کا جزو بنایا ہے۔

### معمر بن راشد

معمر بن راشد الازدی (۹۶ھ۔۱۵۳ھ) (۴۸) امام زہری کے باصلاحیت تلامذہ میں سے ایک ہیں۔ سیرت و مغازی سے متعلق بہت سی روایات معمر نے امام زہری سے بیان کی ہیں۔ ابن الندیم کی ''الفہرست'' سے معلوم ہوتا ہے کہ انہوں نے دیگر کتابوں کے علاوہ ''کتاب المغازی'' بھی مرتّب کی تھی۔(۴۹) اس کتاب کا ذکر ابن العماد نے بھی کیا ہے۔(۵۰) معمر بن راشد سے واقدی نے بکثرت روایات نقل کی ہیں۔ ابن سعد نے ان کی روایات عبدالرّزاق بن ہمام کے واسطے سے نقل کی ہیں۔ ابن الندیم اور ابن خیر الاشبیلی کے مطابق عبدالرّزاق بن ہمام نے بھی مغازی پر ایک کتاب لکھی تھی۔(۵۱)

### ابومعشر السندی

ابومعشر السندی (م ۱۷۰ھ) کا اصل نام عبدالرحمٰن بن الولید بن ہلال تھا۔(۵۲) ابومعشر کو حدیث، سیرت، مغازی اور تاریخ

---

۴۵۔ صحیح بخاری، کتاب المغازی، باب غزوۃ العشیرۃ، ۴/۵

۴۶۔ صحیح بخاری، کتاب المغازی، باب حدیث بنی النضیر، ۲۲/۵، باب غزوۃ الرجیع، ۴۰/۵، باب غزوۃ المریسیع، ۵۴/۵

۴۷۔ الفہرست، ۱۴۸

۴۸۔ الطبقات الکبریٰ، ۳۵۴/۵؛ سیر أعلام النبلاء، ۵/۷(۱)؛ العبر، ۱۶۹/۱؛ الأعلام، ۲۷۲/۷

۴۹۔ الفہرست، ۱۵۰

۵۰۔ شذرات الذہب، ۲۳۵/۱

۵۱۔ الفہرست، ۳۷۷، الفہرست، ۲۰۲، ابن خلکان نے وفیات الأعیان میں لکھا ہے کہ عبدالرزاق بن ہمام معمر بن راشد سے روایات بیان کرتے تھے۔ دیکھئے وفیات الأعیان، ۲۱۶/۳

۵۲۔ تذکرۃ الحفاظ، ۲۳۵/۱؛ سیر أعلام النبلاء، ۴۳۵/۷ (۱۶۵)؛ العبر، ۱۹۹/۱

سے گہری دلچسپی تھی۔ ابن الندیم نے ان کا تذکرہ ''عارف بالأ حداث والسّیر'' سے کیا ہے اور لکھا ہے کہ ابومعشر نے مغازی پر کتاب لکھی تھی۔(۵۳) ابومعشر کی اصل کتاب ناپید ہوچکی ہے۔ لیکن اس کے اقتباسات واقدی اور ابنِ سعد نے نقل کیے ہیں۔ بالخصوص واقدی نے ابومعشر کی بہت زیادہ روایات نقل کی ہیں۔

ابومعشر کو محدثین نے ضعیف قرار دیا ہے۔ لیکن امام احمد بن حنبل انہیں مغازی میں بصیرت رکھنے والا کہتے تھے۔(۵۴)

## معتمر سلیمان بن طرخان

معتمر سلیمان بن طرخان (۱۰۶ھ۔۱۸۷ھ)(۵۵) کا شمار بھی محدّثین اور سیرت نگاروں میں ہوتا ہے۔ علّامہ سخاوی کے مطابق معتمر سلیمان نے مغازی پر ایک کتاب لکھی تھی۔(۵۶) ابن خیر الاشبیلی نے ان کی کتاب ''سیرۃ رسول اللہ ﷺ'' کا ذکر کیا ہے۔(۵۷)

ان سیرت نگاروں کے علاوہ علامہ شبلی نعمانی نے ''سیرت النبی'' میں کئی اور راویانِ سیرت کی فہرست دی ہے۔ جن کا شمار دوسری صدی ہجری کے سیرت نگاروں میں ہوتا ہے۔

ان سیرت نگاروں میں محدّث شعبی (م ۱۰۹ھ)(۵۸)، یعقوب بن عتبہ بن الاخنس (م ۱۳۸ھ)(۵۹)، عبدالرّحمٰن بن عبدالعزیز الاوسی (م ۱۶۲ھ)(۶۰)، محمد بن صالح بن دینار (م ۱۶۸ھ)(۶۱)، عبداللہ بن جعفر بن عبدالرحمٰن المخزومی (م ۱۷۰ھ)(۶۲)، زیاد بن عبداللہ بن الطفیل البکائی (م ۱۸۳ھ)(۶۳)، سلمۃ بن الفضل الابرش (م ۱۹۱ھ)(۶۴)، ابومحمد یحییٰ بن سعید بن الابان الاموی (م ۱۹۲ھ)(۶۵)، ولید بن مسلم القرشی (م ۱۹۵ھ)(۶۶) اور یونس بن بکیر (م ۱۹۹ھ)(۶۷) شامل ہیں۔

## پہلی تا دوسری صدی ہجری میں سیرت نگاری کی خصوصیات

پہلی اور دوسری صدی ہجری میں سیرت نگاروں کے حالات اور بعد کی کتبِ سیرت میں ان کی روایات کا جائزہ لینے کے بعد معلوم

---

۵۳۔ الفہرست، ۱۵۰
۵۴۔ تذکرۃ الحفاظ، ۲۳۵/۱
۵۵۔ الطبقات الکبریٰ، ۱۴۷/۷؛ سیر أعلام النبلاء، ۴۷۷/۸ (۱۲۳)؛ العبر، ۲۳۰/۱؛ الأعلام، ۲۶۵/۷
۵۶۔ الاعلان بالتوبیخ، ۸۹
۵۷۔ الفہرسۃ، ۱۹۹
۵۸۔ تذکرۃ الحفاظ، ۸۲/۱
۵۹۔ الطبقات الکبریٰ، ۲۵۱/۵
۶۰۔ ابن سعد ان کے بارے میں لکھتے ہیں: وکان عالماً بالسیرۃ (وہ سیرت کے عالم تھے)۔ الطبقات الکبریٰ، ۲۹۴/۵
۶۱۔ الطبقات الکبریٰ، ۲۹۴/۵پ؛ محمد بن صالح کے بارے میں ابوالزناد کہتے تھے: اگر صحیح مغازی سیکھنا ہو تو محمد بن صالح سے سیکھو۔ (تہذیب التہذیب، ۱۹۴/۹)؛ التحفۃ اللطیفۃ، ۴۸۷/۲
۶۲۔ الطبقات الکبریٰ، ۲۹۲/۵
۶۳۔ الطبقات الکبریٰ، ۵۴۸/۶؛ العبر، ۲۲۱/۱
۶۴۔ الطبقات الکبریٰ، ۱۸۱/۷؛ العبر، ۲۳۸/۱
۶۵۔ الطبقات الکبریٰ، ۱۶۵/۷
۶۶۔ الفہرسۃ، ۲۰۳؛ الفہرست، ۱۷۵
۶۷۔ الطبقات الکبریٰ، ۵۵۰/۵

ہوتا ہے کہ دوسری صدی ہجری کے نصف تک اس علم نے باقاعدہ ایک فن کی شکل اختیار کرلی تھی۔ حدیث اور تفسیر کی طرح بہت سے لوگوں نے اس علم کی تحصیل وتدریس میں اپنی مساعی صرف کیں۔ اس دور کی سیرت نگاری کا جائزہ لینے کے بعد فنِ سیرت نگاری کی درج ذیل خصوصیات نظر آتی ہیں۔

۱۔ اس دور میں صحابہؓ اور تابعین حضرات نے باقاعدہ علم کی تدریس کا سلسلہ شروع کیا اور مختلف شہروں میں اپنے حلقہ ہائے درس قائم کیے۔ دیگر علوم مثلاً قرآن، حدیث، تفسیر اور فقہ کی طرح سیرت ومغازی رسول اللہ ﷺ کی تعلیم وتدریس کے لیے باقاعدہ درس گاہیں قائم تھیں۔ ان درس گاہوں سے فارغ التحصیل سیرت نگاروں نے سیرت اور مغازی پر ایسی کتب لکھیں جو بعد کے سیرت نگاروں کے لیے امہات کتب قرار پائیں۔

عاصم بن عمرو بن قتادہ علمِ مغازی میں ماہر تھے۔ انہیں حضرت عمر بن عبدالعزیز نے حکم دیا تھا کہ وہ دمشق کی جامع مسجد میں بیٹھ کر لوگوں کو رسول اللہ ﷺ کے مغازی کی تعلیم دیا کریں۔ چنانچہ انہوں نے جامع دمشق میں سیرت ومغازی کا حلقہ درس قائم کیا۔ (۶۸)

امام زہری بھی سیرت ومغازی کی تعلیم دیا کرتے تھے۔ ان کے حلقہ ءدرس سے فارغ التحصیل لوگوں میں موسیٰ بن عقبہ، معمر بن راشد اور محمد بن اسحاق شامل ہیں۔ موسیٰ بن عقبہ اور محمد بن اسحاق نے سیرتِ رسول اللہ ﷺ پر باقاعدہ کتب تالیف کیں۔ معمر بن راشد کے سیرت ومغازی سے متعلق بکثرت اقتباسات ابن سعد اور واقدی کی کتابوں میں موجود ہیں۔

ابنِ سعد نے مغیرہ بن عبدالرحمٰن کے بارے میں لکھا ہے کہ انہوں نے مغازی کی تعلیم ابان بن عثمان سے حاصل کی تھی۔ (۶۹)

۲۔ اس دور کے ابتدائی سیرت نگار مثلاً عروہ بن زبیر، وہب بن منبہ، عبداللہ بن ابوبکر، عاصم بن عمر بن قتادہ اور معمر بن راشد وغیرہ اسناد کی اتنی پابندی نہیں کرتے تھے۔ عروہ بن زبیر اور وہب بن منبہ کے دور تک تاریخی واقعات کو اتنا عرصہ نہیں گزرا تھا۔ واقعات کے عینی شاہدین یعنی کچھ صحابہ کرامؓ بھی ابھی زندہ تھے۔ لہٰذا اس دور میں اسناد کی اتنی ضرورت بھی نہیں تھی۔ لیکن دوسری صدی ہجری میں اسناد کی ضرورت بڑھ گئی تھی۔ اس دور کے تمام محدثین نے اسناد کا التزام کیا۔ لیکن سیرت نگاروں نے روایات کے بیان میں اسناد کی اتنی پابندی نہیں کی جتنی کہ محدثین نے کی۔

جوزف ہورووٹس کے مطابق: ''وہب بن منبہ اور شرحبیل بن سعد کے بارے میں آتا ہے کہ وہ اسناد کا التزام نہیں کرتے تھے۔ ابن سعد کے اقتباسات سے معلوم ہوتا ہے کہ عاصم بن عمر اکثر اپنی اسناد بیان کرتے۔ لیکن کبھی انہیں نظرانداز بھی کر جاتے ہیں۔ عبداللہ بن ابوبکر نے بھی بعض روایات میں راویوں کا ذکر نہیں کیا۔'' (۷۰)

۳۔ پہلی صدی ہجری تک سیرت ومغازی سے متعلق روایات کو خاص سیرت ہی کے موضوع کے تحت جمع کرنے کا التزام نہیں تھا بلکہ محدثین اور مفسّرین نے احادیثِ احکام اور تفسیری روایات کے ساتھ سیرت ومغازی کی روایات کو بھی جمع کیا۔ مثلاً عروہ بن زبیر محدّث بھی تھے اور سیرت نگار بھی۔ ان سے ہر طرح کی احادیث مروی ہیں۔ لیکن دوسری صدی ہجری میں سیرت نگاری نے دیگر علوم کی طرح مستقل ایک علم اور فن کی حیثیت اختیار کرلی۔ علمِ سیرت ومغازی میں تخصص رکھنے والوں کے لیے امتیازی لقب ''صاحب السیر والمغازی'' استعمال

---

۶۸۔ الطبقات الکبریٰ، ۲۱۶/۵؛ تہذیب التہذیب، ۵۰/۵

۶۹۔ الطبقات الکبریٰ، ۱۰۸/۵

۷۰۔ المغازی الاولیٰ، ۸۶

ہونے لگا۔(۷۱) چنانچہ موسیٰ بن عقبہ اور ابنِ اسحاق کی شہرت سیرت نگاری میں تخصص کی وجہ سے ہے۔

۴۔ اوّلین سیرت نگاروں میں سے عروہ بن زبیر کا جو مجموعہء مغازی ہم تک پہنچا ہے اس کا مطالعہ کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ عروہ نے واقعات کی ترتیب میں تاریخی تسلسل کا لحاظ رکھا تھا۔ یعنی وہ آغازِ وحی کے بعد دعوتِ اسلام، ہجرتِ حبشہ اور ہجرتِ مدینہ کا ذکر کرتے ہیں۔ نبی اکرم ﷺ کے غزوات کو بھی انہوں نے تاریخی ترتیب سے بیان کیا ہے۔

عبداللہ بن ابوبکر کے بارے میں جوزف ہوروِوِتس لکھتے ہیں:

''فنِ تدوینِ مغازی میں ان کی اہمیت صرف اس وجہ سے نہیں ہے کہ انہوں نے بس اخبار جمع کیے بلکہ اس وجہ سے ہے کہ انہوں نے اسے تاریخی ترتیب کے ساتھ مدوّن کرنے کی کوشش کی۔''(۷۲)

ابنِ اسحاق نے بھی اپنی کتاب کو زمانی ترتیب کے ساتھ مربوط وار طریقے سے لکھا ہے۔

چنانچہ ان کی کتاب المغازی کے تین حصے تھے۔ المبتداء، المبعث والمغازی۔ یعنی کائنات کی ابتداء سے لے کر سابقہ انبیاء کی تاریخ اور نبی اکرم ﷺ کے آباؤ اجداد کا تذکرہ کرنے کے بعد رسول اللہ کی مکی زندگی اور بعد ازاں مدنی زندگی میں غزوات کو تفصیل سے بیان کیا ہے۔

۵۔ اس دور کے سیرت نگاروں نے زبانی روایات کے علاوہ تحریری دستاویزات کو بھی سیرت النبی ﷺ کے ماخذ کے طور پر اپنی کتابوں میں جگہ دی۔ مثلاً عروہ بن زبیر نے نبی اکرم ﷺ کے اصل خطوط جو آپ نے اہلِ حجر اور عبداللہ بن جحش کو ارسال فرمائے تھے انہیں جوں کا توں اپنی کتابوں میں نقل کیا۔(۷۳)

عبداللہ بن ابوبکر کے بارے میں جوزف ہوروِوِتس لکھتے ہیں: ''انہوں نے اپنی لکھی ہوئی کتابوں اور دستاویزات کی طرف بھی توجہ دی مثلاً وہ خط جو رسول اللہ ﷺ نے ملوک حمیر کو بھیجا تھا۔(۷۴) یا وہ دستاویز جو آنحضرت ﷺ نے ان کے دادا حضرت عمرو بن حزم کو ساتھ رکھنے کے لیے اس وقت دی تھی جب انہیں اہل نجران کو اسلامی تعلیمات سکھانے کے لیے روانہ کیا تھا۔(۷۵)

۶۔ سیرتِ طیّبہ کے ان اوّلین سیرت نگاروں نے نہ صرف سیرتِ نبویہؐ کے واقعات جمع کیے اور انہیں تاریخی ترتیب سے لکھا بلکہ غزواتِ نبویؐ اور ان غزوات میں شریک ہونے والے صحابہ کرامؓ کی فہارس بھی مرتب کیں۔ جوزف ہوروِوِتس لکھتے ہیں: ''عبداللہ نے غزواتِ نبویؐ کی فہرست تاریخی ترتیب کے ساتھ تیار کی تھی۔ جو ابنِ اسحاق نے اپنی کتاب میں درج کی ہے۔(۷۶)

ابنِ سعد نے طبقات کی تیسری اور چوتھی جلد میں موسیٰ کی کتاب سے وہ اقتباسات نقل کیے ہیں جن میں ہجرتِ حبشہ کے شرکاء، عقبہ کی دونوں بیعتوں کے شرکاء اور جنگِ بدر کے مسلمان شرکاء کی فہرستیں تھیں۔(۷۷)

---

۷۱۔ ابنِ قتیبہ نے عاصم بن عمرو کے لیے ''صاحب السیر والمغازی'' کا لقب استعمال کیا ہے۔ (المعارف ۲۰۵)، ابن الندیم نے ابن اسحاق کو ''صاحب السیرۃ'' کہا ہے۔ (الفہرست، ۱۴۸)، علامہ ذہبی نے ابومعشر السندی کے بارے میں لکھا ہے: ''الفقیہ صاحب المغازی'' (تذکرۃ الحفاظ، ۲۳۵/۱)

۷۲۔ المغازی الاولیٰ، ۴۳

۷۳۔ الطبقات الکبریٰ، ۱/ ۱۳۳؛ فتوح البلدان، ۸۲، ۹۵؛ تاریخ الامم والملوک، ۳۰۰/۲

۷۴۔ تاریخ الامم والملوک، ۵۸۲/۲؛ المنتظم، ۳۴۴/۲

۷۵۔ الطبقات الکبریٰ، ۱۲۹/۱؛ تاریخ الامم والملوک، ۶/۳، ۷؛ فتوح البلدان، ۸۳

۷۶۔ المغازی الاولیٰ، ۴۳

۷۷۔ الطبقات الکبریٰ ۳۰۱/۲، ۳۰۲

**خلاصہ بحث:**

پہلی اور دوسری صدی ہجری کے تاریخی جائزہ سے یہ حقیقت عیاں ہوتی ہے کہ فنِ سیرت نگاری کا آغاز عہدِ نبوی ﷺ اور عہدِ صحابہؓ سے ہو چکا تھا لیکن اس دور میں فنِ سیرت نگاری کا دارومدار زیادہ تر زبانی روایت پر تھا گو کہ کچھ صحابہ کرامؓ کے پاس نبی اکرم ﷺ کے اقوال وارشادات تحریری صورت میں بھی موجود تھے۔ صحابہ کرامؓ کے بعد جلیل القدر تابعین اور تبع تابعین نے نبی اکرم ﷺ کی حیاتِ مبارکہ کے حوالے سے احادیث وروایات اکٹھی کیں۔ ان ابتدائی سیرت نگاروں کا زیادہ رجحان مغازی رسول اللہ ﷺ کی جانب تھا۔ ابان بن عثمان، عروہ بن زبیر، وہب بن منبہ، عاصم بن عمر بن قتادہ، شرحبیل بن سعد، ابنِ شہاب زہری، عبداللہ بن ابوبکر، موسیٰ بن عقبہ، محمد بن اسحاق، معمر بن راشد، ابُومعشر السندی، معتمر سلیمان بن طرخان اور دیگر متعدد سیرت نگاروں نے نہ صرف سیرت ومغازی پر کتابیں لکھیں بلکہ اس علم کے فروغ کے لیے باقاعدہ حلقہ ہائے درس قائم کیے ان سیرت نگاروں کی اپنی مساعی کی بناء پر انہیں صاحب المغازی والسیر کے القابات سے نوازا گیا۔ اس دور میں محمد بن اسحاق اور موسیٰ بن عقبہ نے ایسی شاندار کتب تحریر فرمائیں جن کو ذخیرہ کتب سیرت میں بنیاد کی حیثیت حاصل ہے۔ سرکاری سطح پر حضرت عمر بن عبدالعزیز نے علم مغازی کے فروغ کے لیے کوششیں کیں۔ الغرض سیرت نگاری کا یہ پہلا دور بعد میں آنے والے ادوار کے لیے ایک سنگِ میل کی حیثیت رکھتا ہے۔

# فصل دوئم
## سیرت نگاری تیسری تا چوتھی صدی ہجری

دوسری صدی ہجری میں ابنِ اسحاق کی سیرت النبی ﷺ پر کتاب فنِ سیرت نگاری میں نہ صرف بنیاد کی حیثیت رکھتی ہے۔ بلکہ بعد کے سیرت نگاروں کے لیے فنِ سیرت کا ایک منہج فراہم کرتی ہے۔ فنِ سیرت نگاری کا یہ سلسلہ تیسری صدی ہجری میں اپنے عروج تک پہنچ گیا۔ اس دور میں سیرتِ رسول اللہ ﷺ کے چار سیرت نگاروں کو بہت شہرت اور اہمیت حاصل ہوئی۔ ان میں واقدی (م ۲۰۷ھ)، ابن ھشام (م ۲۱۸ھ)، ابنِ سعد (م ۲۳۰ھ) اور علامہ طبری (م ۳۱۰ھ) شامل ہیں۔ انہوں نے سیرتِ نبویہ ﷺ پر جو کتابیں لکھیں وہ بعد کے تمام سیرت نگاروں کے لیے امہات کتب قرار پائیں۔ بعد کی صدیوں میں لکھی جانے والی تمام سیرت کی کتابوں کا بنیادی مآخذ یہی چار کتابیں ہیں۔

ان چار مشہور سیرت نگاروں کے علاوہ تیسری صدی ہجری میں بلاذری کی دو تصانیف فتوح البلدان اور انساب الاشراف میں بھی سیرت النبی ﷺ سے متعلق مواد موجود ہے۔ انساب الاشراف کی پہلی جلد سیرت النبی ﷺ پر مشتمل ہے۔ چوتھی صدی ہجری میں ابوالحسن علی بن الحسین بن علی المسعودی (م ۳۴۶ھ) کی تین سو صفحات پر مشتمل تاریخ ''التنبیہ والاشراف'' کا ایک تہائی سے کچھ زائد حصہ سیرت النبی ﷺ سے متعلق ہے۔

ذیل میں تیسری اور چوتھی صدی ہجری میں لکھی جانے والی سیرت کی تمام کتابوں اور ان کے مؤلفین کا مختصر تعارف حسبِ ذیل ہے۔

### محمد بن عمر الواقدی

ابوعبداللہ محمد بن عمر الواقدی (م ۲۰۷ھ)(۱) اپنے دادا واقد کی نسبت سے واقدی اور قبیلہ بنی اسلم کے عبداللہ بن بریدہ سے نسبتِ ولایت کی وجہ سے الاسلمی کہلاتے ہیں۔ انہوں نے مدینہ کے مشہور محدثین مالک بن انس، معمر بن راشد، ابومعشر السندی اور ابنِ جریج وغیرہ سے استفادہ کیا تھا۔ (۲) انہیں حدیث کے علاوہ فقہ، سیرت، مغازی اور تاریخ سے دلچسپی تھی۔

ابن الندیم ان کے بارے میں لکھتے ہیں:

''واقدی مغازی، سیر اور فتوح کے عالم تھے لیکن فقہ، حدیث اور احکام میں لوگوں نے ان سے اختلاف کیا ہے۔'' (۳)

واقدی کے سیرت اور مغازی میں تبحر عالم ہونے کے باوجود محدثین نے ان کی ثقاہت سے انکار کیا ہے۔

امام بخاری کے مطابق وہ اس قابل نہیں کہ اس کی روایت قبول کی جائے۔ امام احمد بن حنبل کے نزدیک وہ کذاب ہے جو حدیث کو پلٹ دیتا ہے۔ (۴) ابن المدائنی کہتے ہیں کہ واقدی نے تیس ہزار غریب احادیث بیان کی ہیں۔ (۵) امام شافعی کے نزدیک واقدی کی تمام روایات جھوٹی ہیں کیونکہ وہ اسناد گھڑ کر بیان کرنے کا عادی تھا۔ (۶)

یاقوت حموی کہتے ہیں محدثین کی ایک جماعت ابن معین، ابن ابی حاتم، نسائی، ابن عدی، ابن راھویہ اور دارقطنی نے اگرچہ انہیں ضعیف قرار دیا ہے تاھم اخبار الناس، سیر، فقہ اور باقی تمام فنون میں وہ ثقہ ہیں۔ (۷)

---

۱۔ الطبقات الکبریٰ، ۳۰۱/۵؛ وفیات الأعیان، ۳۴۸/۴؛ سیر أعلام النبلاء، ۴۵۴/۹ (۷۳)؛ الاعلام، ۳۱۱/۶

۲۔ تہذیب التہذیب، ۳۱۴/۹

۳۔ الفہرست، ۱۵۷؛ الطبقات الکبریٰ، ۳۰۱/۵، ۱۶۳/۷

۴۔ الجرح والتعدیل، ۲۱/۸؛ تہذیب التہذیب، ۳۱۵/۹، ۳۱۶

۵۔ تہذیب التہذیب، ۳۱۷/۹

۶۔ الجرح والتعدیل، ۲۱/۸؛ تہذیب التہذیب، ۳۱۷/۹

۷۔ معجم الادباء، ۳۹۲/۵، ۳۹۳

بعض مؤرخین ومحدثین نے واقدی کی تعریف وتوثیق بھی کی ہے۔

ابن العماد انہیں امام عالم اور کثیر التصانیف بزرگ قرار دیتے ہیں۔(۸)ابن سعد کی رائے میں واقدی مغازی، سیرت، فتوحات، احکام اور احادیث سب کے متبحر عالم تھے۔(۹)

یوں تو واقدی کی بہت ساری تصانیف ہیں۔لیکن ان کی اصل شہرت کتاب المغازی کی وجہ سے ہے۔یہی کتاب اپنی مکمل شکل میں ہم تک پہنچی ہے۔ڈاکٹر مارسڈن جونس نے ۱۹۶۶ء میں کتاب المغازی کا ایک اچھا عربی نسخہ آکسفورڈ یونیورسٹی پریس لندن سے شائع کیا ہے۔

واقدی کی کتاب المغازی میں اگر چہ غزوات نبوی ﷺ کا بیان ہے لیکن آنحضرت ﷺ کی وفات اور حضرت ابوبکرؓ کی بیعت کا بیان بھی اس میں آ گیا ہے۔

واقدی کی کتاب المغازی کا منہج درج ذیل ہے:

۱۔ کتاب کے شروع میں واقدی نے اپنے گیارہ راویوں کی فہرست دی ہے۔اس کے بعد تمام غزوات اور سریوں کے نام اور ان کی تاریخیں بیان کی ہیں۔اس کے بعد نبی اکرم ﷺ غزوات میں جانے کے بعد جن لوگوں کو مدینہ پر نائب مقرر کر کے جاتے تھے ان کے نام درج کیے ہیں نیز ہر ایک غزوہ میں مسلمانوں کے شعار کے بارے میں لکھا ہے۔

۲۔ ان تمام تفصیلات کے بعد واقدی نے ہر غزوہ کی علیحدہ تفصیل بیان کی ہے جس میں غزوہ کے نام کی وجہ تسمیہ، فوجوں کی روانگی اور واپسی کی تاریخیں شروع ہی میں دی ہیں۔اس کے بعد پورا واقعہ ازسرِنو بیان کرتے ہیں۔واقعہ کی تفصیل کے بعد ہر غزوہ میں شریک ہونے والے صحابہؓ کے نام، جو صحابہ کرامؓ شہید ہوئے ان کے نام اور جو کافر قتل ہوئے ان کے ناموں کی فہرستیں دی ہیں۔

ہر غزوہ کے سلسلہ میں نازل ہونے والی تمام آیاتِ قرآنیہ اور ان کی مختصر تفسیر بھی پیش کی ہے۔الغرض کتاب المغازی کا شمار سیرت النبی ﷺ کے اہم ترین ماخذوں میں ہوتا ہے۔

## عبدالملک بن هشام

عبدالملک بن هشام (م ۲۱۸ھ)(۱۰) نہایت ثقہ اور نامور محدث تھے۔حمیر کے قبیلہ سے تھے اور غالباً اسی تعلق سے سلاطینِ حمیر کی تاریخ لکھی۔ابن خلکان نے اس کتاب کا تذکرہ کیا ہے۔(۱۱)

ابنِ هشام نے ابنِ اسحاق کی سیرت کو زیادہ منقح اور اضافہ کر کے مرتب کیا ہے۔محدثین نے ابنِ هشام کو ثقہ راوی قرار دیا ہے۔(۱۲)ابن هشام نے سیرۃ ابن اسحاق کو زیاد بکائی کی روایت سے بیان کیا ہے۔زیاد بن عبداللہ بکائی کا شمار صاحب اتقان حفاظِ حدیث میں ہوتا ہے۔

امام بخاری نے اپنی تاریخ میں بکائی کے بارے میں وکیع بن الجراح کا قول نقل کیا ہے کہ ''زیاد کا مرتبہ اس سے بلند و برتر ہے کہ وہ

---

۸۔ شذرات الذهب،۲/۱۸

۹۔ الطبقات الکبریٰ،۵/۳۰۱،۷/۱۶۳

۱۰۔ وفیات الاعیان،۲/۳۳۸؛ البدایۃ والنہایۃ،۹/۲۷۵؛ سیر أعلام النبلاء،۱۰/۴۲۸(۱۳۱)؛ العبر،۱/۲۹۵

۱۱۔ وفیات الأعیان،۳/۱۷۷؛ بغیۃ الوعاۃ،۲/۱۱۵

۱۲۔ وفیات الأعیان،۲/۳۳۸

حدیث میں غلط بیانی سے کام لیں۔''(۱۳)

امام سہیلی، بکائی کی توثیق کے بارے میں لکھتے ہیں:

''بکائی کی توثیق وتزکیہ کے لیے یہ بات کافی ہے کہ امام بخاری نے کتاب الجہاد اور امام مسلم نے متعدد مقامات پر ان کی روایتیں نقل کی ہیں۔''(۱۴) علامہ سخاوی نے اپنی کتاب ''الاعلان بالتوبیخ'' میں سیرت ابن اسحاق کے راویوں میں بکائی اور یونس بن بکیر کا خصوصیت سے ذکر کیا ہے اور لکھا ہے کہ دونوں میں بکائی زیادہ ثقہ ہیں۔(۱۵)

ابنِ ھشام نے ''السیرۃ النبویہ'' میں اپنے کام کے بعض پہلوؤں کی وضاحت کی ہے۔

''میں انشاءاللہ اس کتاب کو اسماعیلؑ بن ابرھیمؑ کے ذکر سے شروع کروں گا اور اسماعیلؑ سے آنحضرتﷺ تک اسماعیلؑ کی اولاد میں سے یکے بعد دیگرے ان لوگوں کا ذکر ہوگا جو آپؐ کے آباؤاجداد میں شامل ہیں۔۔۔اختصار کی وجہ سے ان کے سوا حضرت اسماعیلؑ کی اولاد میں سے دوسرے لوگوں کا ذکر نہیں کروں گا۔ اختصار کے پیشِ نظر بعض ایسی روایات کو بھی خارج کروں گا جن کا ذکر ابنِ اسحاق نے اس کتاب میں کیا ہے۔ لیکن نہ ان میں رسول اللہﷺ کا ذکر ہے نہ ان کے بارے میں قرآن کریم کی کوئی آیات نازل ہوئیں۔۔۔ان اشعار کو بھی شامل نہیں کروں گا جن کے بارے میں ان ماہرینِ شعر کو جن سے میری ملاقات ہوئی کوئی واقفیت نہیں ہے۔ اسی طرح بعض وہ باتیں بھی نظر انداز کر دی ہیں جن کے بیان کرنے سے زبان آلودہ ہوتی ہے یا بکائی نے ان کی روایت پر اطمینان ظاہر نہیں کیا۔''(۱۶)

اپنے اس طریقہ کار کی پیروی کرتے ہوئے ابنِ ھشام نے ابنِ اسحاق کی ضعیف روایات کو حذف کر دیا تھا۔ مثلاً واقعہ غرانیق کی روایت۔(۱۷) بہت سارے اشعار بھی ابنِ ھشام نے حذف کر دیئے تھے۔ مثلاً ابنِ اسحاق نے ایک قصیدہ حضرت علی بن ابی طالب کی جانب منسوب کیا ہے۔ اس پر نقد کرتے ہوئے ابن ھشام نے لکھا ہے کہ ''یہ قصیدہ حضرت علیؓ کی بجائے کسی اور کا ہے۔ جیسا کہ بعض علمائے شعر نے مجھ سے اس کا ذکر کیا ہے۔ ماہرینِ شعر میں سے کسی شخص کو میں نے نہیں دیکھا جو اسے حضرت علیؓ کا قرار دیتا ہو۔''(۱۸)

حضرت حسان بن ثابتؓ کے جواب میں ابوسفیان بن الحارث بن عبدالمطلب کا ایک کافیہ قصیدہ ہے جس کے دس اشعار ابنِ ھشام نے نقل کیے ہیں۔ اس کے بعد لکھتے ہیں:

''اس قصیدہ میں کچھ شعر باقی رہ گئے ہیں جنہیں ہم نے اس لئے چھوڑ دیا ہے کہ ان کے قوافی میں قبیح اختلاف پایا جاتا ہے۔''(۱۹)

ابنِ ھشام نے ابنِ اسحاق کی بعض دیگر غلطیوں کی بھی تصحیح کی ہے۔ مثلاً ابنِ اسحاق نے قطبہ بن عامر کا نسب اس طرح بیان کیا ہے:

''قطبہ بن عامر بن حدیدۃ بن عمرو بن غنم بن سواد''(۲۰)

---

۱۳۔ وفیات الاعیان، ۳۳۹/۲

۱۴۔ الروض الانف، ۲۱/۱

۱۵۔ الاعلان بالتوبیخ، ۸۸

۱۶۔ السیرۃ النبویۃ، ۳۶/۱

۱۷۔ ایضاً، ۴۰۲/۱

۱۸۔ ایضاً، ۱۱۱/۲

۱۹۔ ایضاً، ۲۳۴/۳

۲۰۔ ایضاً، ۵۱/۱

ابنِ ھشام نے حاشیہ لکھا ہے:

''عمر و بن سواد و لیس لسواد ابن یقال له غنم۔''(۲۱)

ابنِ ھشام نے واقعاتِ سیرت کے ضمن میں قرآنی آیات بھی پیش کی ہیں اور آیات میں موجود مشکل الفاظ کی تشریح وتوضیح بھی کی۔ ابنِ ھشام نے اپنی سیرت میں نبی اکرم ﷺ کے نسب نامہ، آپؐ کی ولادت باسعادت، رضاعت، طفولیت کے حالات، عفوانِ شباب، حضرت خدیجہؓ سے نکاح، نبوّت، مشرکین مکہ کی مخالفت اور ان کا طرزِ عمل، ہجرتِ مدینہ، یہودیوں سے عہد نامہ، موٗاخات، غزوات، حضور ﷺ کی علالت و وفات، آنحضور ﷺ کی ازواجِ مطہرات کے سوانح الغرض سیرتِ نبویہ ﷺ کے تمام پہلوؤں کا احاطہ کیا ہے۔

**محمد بن سعد:**

محمد بن سعد بن منیع الزہری (۱۶۸ھ۔۲۳۰ھ)(۲۲) کی الطبقات الکبریٰ کا شمار سیرتِ نبویہ ﷺ کے بنیادی مآخذوں میں ہوتا ہے۔ ابنِ سعد کو محدّثین و موٗرخین نے ثقہ قرار دیا ہے۔ خطیب بغدادی کا قول ہے:

''محمد بن سعد ہمارے نزدیک عادل راویوں میں سے ایک ہیں۔ ان کی روایت ہی ان کی سچائی کو ظاہر کر دیتی ہے۔ کیونکہ وہ اکثر روایات میں حقیقت کو دریافت کرنے کی کوشش کرتے ہیں۔''(۲۳)

ابنِ خلکان نے بھی انہیں صدوق و ثقہ بتایا ہے۔(۲۴)

ابنِ حجر عسقلانی کے مطابق ''احد الحفاظ الکبار الثقات المتبحرّین۔''(۲۵)

الطبقات الکبری کے پہلے دو اجزاء نبی اکرم ﷺ کے حالاتِ زندگی سے متعلق ہیں۔ پہلے جزء میں سابقہ انبیاء کی تاریخ، رسول اللہ ﷺ کے آباؤ اجداد اور آپؐ کے ایامِ طفولیت سے زمانہ بعثت تک کا حال بیان کیا گیا ہے۔ وحی اوّل سے پہلے اور بعد کی علاماتِ نبوّت بیان ہوئی ہیں۔ پھر آپؐ کی طرف سے اولین دعوت وتبلیغ سے لے کر ہجرتِ مدینہ تک کے واقعات تحریر کیے گئے ہیں۔ اسی جزء میں آنحضرت ﷺ کی مدنی زندگی کے واقعات ہیں جن میں ابنِ سعد نے رسول اللہ ﷺ کے فرامین، عرب قبائل کے وفود، آپ کے شمائل، طرزِ زندگی اور اثاث البیت کا ذکر کیا گیا ہے۔

دوسرا اجزء غزواتِ نبوی ﷺ، مرض الموت، انتقال، تدفین اور میراث کے ذکر پر مشتمل ہے۔ آخر میں ابنِ سعد نے وہ تمام مرثیے بھی نقل کیے ہیں جو مختلف اصحاب نے آپؐ کی وفات پر رقم کیے۔

ابنِ سعد نے زیادہ تر روایات واقدی سے نقل کی ہیں۔ واقدی کے علاوہ ابنِ اسحاق، ابومعشر اور موسیٰ بن عقبہ کی روایات بھی نقل کی ہیں۔

جس طرح ابنِ ھشام نے ابنِ اسحاق کی سیرت کی تہذیب وتنقیح کی اسی طرح ابنِ سعد نے واقدی کی روایات میں سے ان روایات کو لیا جو ابنِ سعد کے نزدیک صحیح تھیں۔ ابنِ سعد نے اپنی سیرت میں جزئیات، توسّع اور تنوّع کی طرف توجہ دی ہے: ابنِ سعد نے بہت

---

۲۱۔ السیرۃ النبویۃ ۱/۵۱

۲۲۔ الفہرست، ۱۵۸؛ سیر أعلام النبلاء، ۶۶۴/۱۰ (۲۴۲)؛ الاعلام، ۱۳۶/۶

۲۳۔ تہذیب التہذیب، ۱۵۶/۹

۲۴۔ وفیات الاعیان، ۳۵۱/۴، ۳۵۲

۲۵۔ تھذیب التہذیب، ۱۵۶/۹

سے ایسے موضوعات بھی درج کیے ہیں جن کی طرف واقدی نے توجہ نہیں دی۔ مثلاً واقدی نے عہدِ جاہلیت کی تاریخ کی طرف بہت کم توجہ دی ہے۔اسی لیے قدیم انساب اور تاریخ انبیاء کے ابواب میں ابنِ سعد نے ھشام بن محمد بن السائب الکلبی کی روایات نقل کی ہیں۔

ابنِ سعد کے تمام راویوں میں تین راوی ایسے ہیں جنہیں محدثین نے ضعیف قرار دیا ہے یعنی ھشام بن محمد بن السائب الکلبی۔(۲۶)واقدی(۲۷)اور ابومعشر السندی۔(۲۸)

ابنِ سعد نے الطبقات میں زیادہ تر روایات نقل کی ہیں اپنی رائے کا اظہار کہیں کہیں کیا ہے۔کچھ مقامات پر غلط روایت کی نشاندہی کرتے ہوئے صحیح قول بیان کیا ہے۔مثلاً

معد بن عدنان کے نسب میں علماء کے درمیان اختلاف پایا جاتا ہے۔اس پر ابنِ سعد نے حاشیہ دیا ہے۔''ولم اربینھم اختلافاً۔''(۲۹)

ایک روایت کے مطابق رسول اللہ ﷺ کے والد کا جب انتقال ہوا تو اس وقت حضور ﷺ حمل میں تھے جبکہ بعض نے آپ ﷺ کی عمر ۲۸ ماہ بیان کی ہے۔بعض نے سات ماہ بیان کی ہے۔مگر ابنِ سعد لکھتا ہے:''والاول اثبت انه توفی و رسول الله ﷺ حمل۔''(۳۰)

اسی طرح ایک روایت میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ فتح مکہ کے موقع پر اپنی والدہ ماجدہ کی قبر پر تشریف لے گئے اور وہاں روئے۔ ابنِ سعد کہتا ہے کہ یہ غلط ہے۔''لیس قبرھا بمکة و قبرھا بالابواء''(۳۱)

الطبقات الکبریٰ کی اہمیت کے پیشِ نظر بعد کے تمام مؤلفین نے ابنِ سعد کی خوشہ چینی کی ہے اور جس طرح ابنِ سعد نے سیرت کے مواد کو ابواب میں تقسیم کیا ہے بعد میں آنے والے کئی سیرت نگاروں نے اسی انداز پر اپنی کتابیں مرتّب کی ہیں۔

### محمد بن جریر طبری

علاّمہ محمد بن جریر طبری (م ۳۱۰ھ)(۳۲) بہت بڑے محدّث، مفسّر، فقیہ اور مؤرخ تھے۔

ابنِ خلکان ان کے بارے میں لکھتے ہیں:''ابن جریر تفسیر، حدیث، فقہ، تاریخ اور دیگر کئی فنون میں امام تھے۔''(۳۳) خطیب بغدادی کے مطابق:''ابنِ جریر امام العلماء تھے۔آپ کی فضیلت ومعرفتِ علم کی وجہ سے آپ کی رائے کی طرف رجوع کیا جاتا تھا'' بہت زیادہ علوم وفنون میں کمال رکھتے تھے۔آپ کے عہد کا کوئی شخص اس میں آپ کی برابری نہیں کرسکا۔''(۳۴)

علامہ طبری کی ''تاریخ الامم والملوک'' تاریخی سلسلہ کی سب سے جامع اور مفصل کتاب ہے۔تاریخ الامم کا آغاز تخلیق کائنات اور

---

۲۶۔ معجم الادباء، ۵/۵۹۵؛ کتاب الضعفاء والمتروکین ۱۷۳ (۵۶۳)

۲۷۔ تہذیب التھذیب، ۹/۳۱۵ تا ۳۱۷

۲۸۔ تذکرة الحفاظ، ۱/۲۳۵؛ المدخل (حاکم)، ۲۲۰

۲۹۔ الطبقات الکبریٰ، ۱/۲۵

۳۰۔ ایضاً، ۱/۴۶

۳۱۔ ایضاً، ۱/۵۵

۳۲۔ معجم الادباء، ۵/۲۴۲؛ تھذیب الاسماء، ۱/۷۸؛ سیر أعلام النبلاء، ۱۴/۲۶۷ (۱۷۵)؛ لسان المیزان، ۵/۷۵۷؛ میزان الاعتدال، ۹۰/۶؛ الاعلام، ۶۹/۶

۳۳۔ وفیات الاعیان، ۴/۱۹۱

۳۴۔ لسان المیزان، ۵/۷۶۰

تخلیقِ آدم سے ہوتا ہے۔اس کے بعد تاریخ الانبیاء،قدیم بادشاہوں اور قوموں کے حالات ہیں۔بعدازاں فارس،یونان اور روم کے حالات کا تذکرہ ہے۔تاریخ الامم کی دوسری جلد مکمل جبکہ تیسری جلد کا کچھ حصہ سیرت النبی ﷺ کے اخبار و واقعات پر مشتمل ہے۔علامہ طبری نے نہایت تفصیل سے آنحضرت ﷺ کے نسب سے لے کر وفات تک چھوٹے بڑے تمام واقعات کا احاطہ کیا ہے۔

سیرت النبی ﷺ کی تفصیلات کے لیے مصنّف نے اوّلین سیرت نگاروں مثلاً عروہ بن زبیر، عاصم بن عمر، ابنِ شہاب زہری، معمر بن راشد، موسیٰ بن عقبہ اور محمد بن اسحاق کی روایات کو اپنا ماخذ بنایا ہے۔

اس کے علاوہ واقدی اور ابنِ سعد کی کتابوں کے کثیر اقتباسات نقل کیے ہیں۔

واقدی، ابنِ ھشام، ابنِ سعد اور علامہ طبری نے سیرت نگاری کے فن کو عروج تک پہنچا دیا۔ان تمام سیرت نگاروں کی کتابیں امہات کتب قرار پائیں۔بعد کی صدیوں کے تمام سیرت نگاروں نے ان بنیادی کتب سے استفادہ کیا۔

ان ائمہ فنِ سیرت کے علاوہ اس دور میں کچھ اور لوگوں نے بھی سیرت کے موضوع پر کتابیں لکھیں۔ان میں احمد بن یحییٰ بلاذری، علامہ یعقوبی، ابن حبیب اور مسعودی کی کتابیں قابلِ ذکر ہیں۔شمائلِ نبویہ ﷺ پر علامہ ترمذی کی کتاب بھی سیرتِ نبوی ﷺ کا ایک اہم ماخذ ہے۔

### احمد بن یحییٰ بن جابر البلاذری

احمد بن یحییٰ بن جابر البلاذری (م ۸۹۲ھ) (۳۵) کا تعلق بغداد سے تھا۔ابنِ سعد کے معاصر تھے۔

یاقوت حموی کے مطابق: ''احمد بن یحییٰ بن جابر عالم و فاضل، شاعر اور علم الانساب کے ماہر تھے۔'' (۳۶)

علامہ بلاذری کی دو تصانیف کو بہت مقبولیت حاصل ہوئی۔ایک کا تعلق انساب سے ہے جس کا نام انساب الاشراف ہے۔دوسری کتاب فتوح البلدان ہے۔انساب الاشراف کی پہلی جلد سیرت نبویہ ﷺ کے واقعات پر مشتمل ہے۔اس کتاب میں مصنّف نے حضرت آدمؑ، نبی اکرم ﷺ کے آباؤ اجداد، خاندانِ قریش اور ان کی ذمہ داریاں، نبی اکرم ﷺ کی ابتدائی زندگی، بعثتِ نبوی، مخالفتِ قریش، قبائلِ عرب کو دعوت، بیعت عقبہ اولیٰ و ثانیہ، ہجرت اور غزوات کو مختصر بیان کیا ہے۔دوسری جلد شمائلِ نبویہ ﷺ، صفاتِ نبویہ ﷺ، نبی اکرم ﷺ کی ازواج و اولاد، آپؐ کے لباس اور وفات وغیرہ کے بیان پر مشتمل ہے۔

بلاذری نے سیرت النبی ﷺ کا مواد ابنِ اسحاق، واقدی اور ابنِ سعد سے لیا ہے۔اس کے علاوہ ابتدائی سیرت نگاروں عروہ بن زبیر، موسیٰ بن عقبہ، عاصم بن عمر بن قتادہ، معمر بن راشد، زہری اور ابو معشر کی بہت سی روایات بیان کی ہیں۔

علامہ بلاذری نے اسناد کی پابندی کی ہے اور بہت سی روایات خود اپنی اسناد سے بیان کی ہیں۔

### احمد بن اسحاق بن ابی یعقوب (الیعقوبی)

احمد بن اسحاق بن ابی یعقوب بن جعفر بن وہب بن واضح الیعقوبی (م ۲۸۴ھ) (۳۷) کی تاریخ پر مشہور کتاب کا نام یاقوت حموی نے ''کتاب التاریخ الکبیر'' بتایا ہے۔یعقوبی نے اپنی تاریخ عالمی رنگ میں لکھی ہے۔چنانچہ حضرت آدمؑ سے آغاز کیا ہے اور دوسرے انبیائے کرامؑ کے تذکرہ سے گزرتے ہوئے ایران و عرب کی ماقبل اسلام تاریخ بتائی ہے۔جزو ثانی کا آغاز آنحضرت ﷺ کی پیدائش سے

---

۳۵۔ معجم الادباء،۴۸/۲؛ فوات الوفیات،۱۵۵/۱؛ البدایۃ والنہایۃ،۷۷/۱۱؛ الاعلام،۲۶۷/۱

۳۶۔ معجم الأدباء،۴۸/۲

۳۷۔ معجم الأدباء،۸۲/۲؛ الاعلام،۹۵/۱

ہوتا ہے۔اور آپ ؐ کی حیات کے چیدہ چیدہ واقعات کا ذکر کرتے ہوئے خلفائے راشدین، بنوامیہ اور بنوعباس کی عہد بہ عہد تاریخ بیان کرتے ہوئے بالآخر عباسی خلیفہ احمد المعتمد کے زمانہ پر اختتام پذیر ہوتا ہے۔

## علی بن حسین المسعودی

ابوالحسن علی بن الحسین بن علی المسعودی (م ۳۴۶ھ)(۳۸) کی تقریباً تین سو صفحات پر مشتمل تاریخ ''التنبیہ والاشراف'' کا ایک تہائی سے کچھ زائد حصّہ سیرت نبویہ ﷺ پر مشتمل ہے۔ یہ کتاب چار حصوں پر مشتمل ہے۔ پہلا حصہ سیرۃ النبی ﷺ، دوسرا حصہ خلفائے راشدین، تیسرا حصّہ بنوامیہ اور چوتھا حصّہ بنوعباس کے خلیفہ المطیع تک کے حالات پر مشتمل ہے۔

سیرت النبی ﷺ کے واقعات میں نبی اکرم ﷺ کا سلسلہءنسب، حضور ﷺ کی ولادت، رضاعت، مدینہ میں آغازِ طفولیت، بعثت، ہجرت اور بعداز ہجرت تا وفات شامل ہیں۔غزوات اور اشاعتِ اسلام کے سلسلہ میں نبی اکرم ﷺ کی کوششوں کا ذکر کیا گیا ہے۔ اس حصے کا اختتام آپ ؐ کی وفات اور کاتبانِ وحی پر ہوتا ہے۔

## محمد بن حبیب

ابوجعفر محمد بن حبیب (م ۲۴۵ھ)(۳۹) کی کتاب المحبّر میں سیرت النّبی ﷺ کے مختلف پہلوؤں کا ذکر کیا گیا ہے۔جن میں غزواتِ نبی ﷺ کی فہرست، سرایا رسول اللہ ﷺ کی فہرست، امراء رسول ﷺ، موالی رسول ﷺ، اصحاب الایلاف، اشراف قریش، قبائلِ حلف الفضول، قبائل عرب، ائمۃ العرب، ان لوگوں کے نام جنہیں ابوبکرؓ نے خرید کر آزاد کیا، رسول اللہ ﷺ کے نقباء کے نام، بدر میں شامل صحابہ کے نام جیسے موضوعات شامل ہیں۔

یہ کتاب نہایت مختصر ہے۔مصنّف نے اسناد کا ذکر بھی نہیں کیا۔ یہ کتاب سیرت نبویہ ﷺ کے واقعات کی تفصیل کی بجائے سیرتِ رسول ﷺ کے کچھ اہم پہلوؤں کے بارے میں معلومات پر مشتمل ہے۔

## محمد بن عیسیٰ الترمذی

محمد بن عیسیٰ الترمذی (م ۲۷۵ھ)(۴۰) کی شمائل ترمذی کو کتبِ شمائل میں اوّلیت کا درجہ حاصل ہے۔اس کا اصل نام ''الشمائل النبویۃ والخصائل المصطفویۃ'' ہے۔ الشمائل النبویہ میں چار سو احادیث اور ۵۶ ابواب ہیں۔اس کتاب میں نبی اکرم ﷺ کے حلیہ مبارک، لباس، آلاتِ حرب، نشست و برخاست، خورد و نوش، عادات و خصائل، معمولات و عبادات وغیرہ کا ذکر ہے۔امام ترمذی نے تمام احادیث اسناد کے ساتھ بیان کی ہیں۔ضعیف اور غریب احادیث کی نشاندہی کی ہے۔اسناد میں موجود کئی راویوں کے ناموں کی وضاحت بھی کی ہے۔

## تیسری اور چوتھی صدی ہجری کی سیرت نگاری کی خصوصیات

اس دور کے سیرت نگاروں کی کتبِ سیرت کا جائزہ لینے کے بعد اس عہد کے فنِ سیرت نگاری کی درج ذیل خصوصیات معلوم ہوتی ہیں۔

۱۔ یہ دور فنِ سیرت نگاری کا دورِ عروج کہلاتا ہے۔اس عہد میں چار سیرت نگاروں یعنی واقدی، ابنِ ھشام، ابنِ سعد اور ابنِ جریر طبری کو بطورِ خاص شہرت حاصل ہوئی۔ان کی کتبِ سیرت، سلسلہ سیرت نگاری میں امہاتِ کتب کہلانے کی حقدار ہیں۔بعد کے تمام سیرت

---

۳۸۔ معجم الادباء، ۴/ ۴۸؛ فوات الوفیات، ۳/ ۱۲؛ الاعلام، ۴/ ۲۷۷

۳۹۔ معجم الأدباء، ۵/ ۲۸۶؛ بغیۃ الوعاۃ، ۱/ ۷۴؛ الاعلام، ۶/ ۷۸

۴۰۔ وفیات الاعیان، ۴/ ۲۷۸؛ الاعلام، ۶/ ۳۲۲

نگاروں کا بنیادی ماخذ یہی کتب ہیں۔ یہ کتابیں صحیح اور درست شکل میں ہم تک پہنچنے والی اوّلین سیرت کی کتابیں ہیں۔

۲۔ اس دور کے سیرت نگاروں نے سلسلہ اسناد کا خاص طور پر التزام کیا ہے۔ اسناد کی موجودگی کی وجہ سے ثقہ اور ضعیف رواۃ اور اسی طرح صحیح اور ضعیف روایتوں کے درمیان بآسانی امتیاز کیا جاسکتا ہے۔

۳۔ تاریخی واقعات ربط وترتیب کے متقاضی ہوتے ہیں۔ اس دور کے سیرت نگاروں کی ایک خصوصیت یہ بھی ہے کہ انہوں نے واقعات درج کرتے ہوئے نہ صرف تاریخی تسلسل کا خیال رکھا ہے۔ بلکہ ایک ہی موضوع کی متعدد روایات کو یکجا کر کے ایک نئی روایت بنادیا۔ اوران تمام روایتوں کے سلسلہ اسناد کو ایک ساتھ ذکر کردیا ہے۔ اس لئے کہ کچھ عبارتیں اور واقعات تمام روایتوں میں مشترک ہوتے ہیں۔ ان کا بار بار دہرانا لاحاصل ہوتا ہے۔ کچھ جزئیات ایک روایت میں ہوتی ہیں دوسری میں نہیں ہوتیں۔ ایجاز واختصار کی غرض سے سیرت نگاری میں یہ طریقہ کارموزوں ہے۔

۴۔ اس دور میں روایاتِ سیرت کی تہذیب وتنقیح بھی ہوئی ہے۔ ابنِ ھشام کا اصل کارنامہ ہی یہی ہے کہ اس نے سیرت ابنِ اسحاق کی روایات کی کانٹ چھانٹ کرکے درست اور صحیح روایات کا انتخاب کیا۔ چنانچہ ابنِ ہشام نے واقعہ غرانیق کو حذف کردیا ہے۔ اسی طرح ابنِ سعد نے ''الطبقات الکبریٰ'' کی بہت سی روایات واقدی کے حوالے سے لکھی ہیں۔ لیکن واقدی کی ''کتاب المغازی'' کی بہت سی روایات ابنِ سعد نے نہیں لکھیں۔ کیونکہ ان روایات میں مبالغہ آرائی اور تصنع بہت زیادہ تھا۔

۵۔ تیسری صدی ہجری کے اواخر تک سیرتِ نبویؐ عالمی تاریخ کا ایک جزو بن گئی۔ اس دور کے نامور مؤرخین نے تاریخ عالم کا آغاز آدمؑ سے لے کر اپنے عہد تک کے تمام واقعات کو اپنی کتبِ تواریخ میں جگہ دی۔ ان تمام کتبِ تاریخ میں سیرت نبویہ ﷺ تاریخ کے ایک درخشاں باب کی حیثیت رکھتی ہے۔ ان مؤرخین میں بلاذری (م ۲۷۹ھ)، یعقوبی (م ۲۹۲ھ) اور طبری (م ۳۱۰ھ) نے تاریخ عالم لکھتے ہوئے عہدِ نبوی کا تذکرہ بھی کیا ہے۔ علامہ طبری کی ''تاریخ الامم والملوک'' میں سیرت نبویہؐ کا بہت زیادہ مواد موجود ہے۔

۶۔ اس دور میں سیرت نبویہؐ کے دو اہم موضوعات پر علیحدہ کتب تحریر کی گئیں۔ یعنی نبی اکرمؐ کے اخلاق وعادات اور آپؐ کے معجزات کو بعض مصنّفین نے اپنی کتب کا موضوع بنایا۔ چنانچہ شمائلِ نبویؐ کے موضوع پر امام ترمذی کی کتاب ''الشمائل النبویہ والخصائل المصطفویہ'' کو اوّلیت کا شرف حاصل ہے۔

**خلاصہ بحث:**

تیسری اور چوتھی صدی ہجری کے سیرت نگاروں اور ان کی کتابوں کے مختصر جائزہ سے معلوم ہوتا ہے کہ اس دور میں علمِ سیرت اور فنِ سیرت نے اتنی ترقی کرلی تھی کہ یہ دور فنِ سیرت نگاری کا دورِ عروج بن گیا۔ علامہ واقدی، ابن سعد، ابن ہشام اور ابن جریر طبری نے سیرت نبویہ ﷺ کے واقعات کو تاریخی تسلسل اور مربوط طریقے سے مدوّن کیا۔ ان سیرت نگاروں میں سے علامہ واقدی کو اگرچہ بہت سے محدثین نے تنقید کا نشانہ بنایا لیکن علم مغازی میں ان کے تبحر اور مہارت کی بناء پر ان سے صرفِ نظر بھی نہ کرسکے۔

واقدی کے بعد ان کے شاگرد ابن سعد نے ان کی روایات کو تہذیب وتنقیح کے بعد اپنی کتاب کا حصہ بنایا۔ ابن ہشام کی السیرۃ النبویۃ دراصل سیرت ابن اسحاق کی تہذیب وتنقیح ہے۔ ابن ھشام نے حذف واضافہ اور حواشی کے التزام سے سیرت ابن اسحاق کو نہایت مفید اور گرانقدر بنادیا۔ یہی وجہ ہے کہ ابن اسحاق کی سیرت کے بجائے ابن ھشام کی السیرۃ النبویۃ کو مقبولیت حاصل ہوئی۔

اسی دور کے چوتھے اہم سیرت نگار علامہ ابن جریر طبری ہیں۔ علامہ ابن جریر طبری نے تاریخ عالم لکھتے ہوئے سیرت نبویہ ﷺ کے دور کو نہایت مفصل اور مربوط طریقے سے بیان کیا ہے۔

ان سیرت نگاروں کے علاوہ بلاذری کی فتوح البلدان، انساب الاشراف اور مسعودی کی التنبیہ والاشراف میں بھی سیرت النبی

ﷺ سے متعلق اچھا خاصا مواد موجود ہے۔

الغرض روایات سیرت کی تہذیب و تنقیح، واقعاتِ سیرت میں زمانی ترتیب والتزام اور اسناد کی پابندی جیسی خصوصیات نے اس دور میں فنِ سیرت کو عروج تک پہنچا دیا۔ واقدی، ابن سعد، ابن ھشام اور ابن جریر طبری کی کتبِ سیرت بعد میں آنے والے تمام سیرت نگاروں کے لیے مشعل راہ بن گئیں۔

# فصل سوم
## سیرت نگاری پانچویں تا چھٹی صدی ہجری

تیسری اور چوتھی صدی ہجری میں لکھی جانے والی کتبِ سیرت، سیرتِ نبویہ کے تمام پہلوؤں کا احاطہ کرتی ہیں۔ ان کتابوں کو سیرت النبی ﷺ کے بنیادی ماخذ کی حیثیت حاصل ہے۔ بعد کے سیرت نگاروں نے جو کچھ لکھا وہ انہی کتابوں سے اخذ و انتخاب کر کے لکھا۔ پانچویں اور چھٹی صدی ہجری کی کچھ کتبِ سیرت نبی اکرم ﷺ کے معجزات و خصائص پر تفصیلی مواد پیش کرتی ہیں۔ لیکن غزواتِ نبوی کو اختصار سے پیش کیا ہے۔ سوائے امام سہیلی کی ''الروض الانف'' اور ابن الجوزی کی ''المنتظم'' کے، کہ ان میں غزوات بھی تفصیلاً پیش کیے گئے ہیں۔ نبی اکرم ﷺ کے معجزات و دلائل پر امام بیہقی اور ابو نعیم کی کتابیں قابلِ ذکر ہیں۔ ابو نعیم کی بہ نسبت امام بیہقی کی کتاب نہایت ضخیم ہے۔ اس کے علاوہ قاضی عیاض کی ''الشفا'' اور عبدالملک بن عثمان الخرکوشی کی شرف المصطفیٰ ﷺ میں نبی اکرمؐ کے خصائص و معجزات کا ذکر ہے۔ علامہ ابن حزم اور ابن عبدالبر کی کتبِ سیرت میں جامعیت اور اختصار کا پہلو نمایاں نظر آتا ہے۔ اس دور کی اہم کتبِ سیرت کا تعارف درج ذیل ہے۔

## عبدالملک اُبوسعید النیسابوری

عبدالملک بن اُبی عثمان محمد بن ابراھیم اُبوسعید الخرکوشی النیسابوری (م ۴۰۶ھ)(۱) کا شمار پانچویں صدی ہجری کے اہم سیرت نگاروں میں ہوتا ہے۔ سیرتِ نبویہ ﷺ پر ان کی کتاب کا نام شرف المصطفیٰ ﷺ ہے۔ شرف المصطفیٰ ﷺ کل ۱۲ ابواب پر مشتمل ہے۔ ہر باب مزید متعدد ذیلی ابواب میں منقسم ہے۔

مؤلف نے سب سے پہلے نمرود، سطیح بن ربیع، سیف بن ذی یزن کے قصے بیان کرنے کے بعد آپ ﷺ کی ولادت سے لے کر وفات تک کے تمام واقعات کو مختلف ابواب کے تحت اور تاریخی تسلسل سے بیان کیا ہے۔ مکی اور مدنی زندگی کے واقعات بیان کرنے کے علاوہ مؤلف نے نبی اکرم ﷺ کی نبوت کی نشانیاں، اسماء گرامی، صفات و اخلاق، قبر مبارک کی فضیلت اور زیارت نیز شھداء کے فضائل بیان کیے ہیں۔

آپ کی ازواجِ مطہرات، اموال، موالی، تلواروں، زرہوں، جانوروں کو الگ الگ باب کے تحت ذکر کیا ہے۔ نبی اکرم ﷺ کے معجزات و دلائل، فضائل و خصائص، دعائیں اور اذکار، آپ ﷺ پر درود و سلام بھیجنا وغیرہ اس کتاب کے اہم موضوعات ہیں۔ نبی اکرم ﷺ کے فضائل و خصائص بیان کرنے کے علاوہ عرب کی فضیلت، مہاجرین و انصار، اہلِ بیت اور صحابہ کرامؓ کے فضائل و مناقب بیان کرنے کے بعد آخر میں امت محمدیہ کی تمام امتوں پر فضیلت، لواء الحمد اور شفاعتِ نبوی ﷺ کا تذکرہ کیا ہے۔

شرفِ المصطفیٰ میں مؤلف نے بعض روایات کی مکمل اسناد درج کی ہیں اور بعض کی نہیں کیں۔ اس میں بعض احادیث شدید ضعیف ہیں۔ علامہ شبلی نعمانی کے مطابق:

''حافظ اُبوسعید عبدالملک نیشاپوری کی تصنیف ہے۔ آٹھ جلدوں میں ہے۔ حافظ ابن حجر اصابہ میں اکثر اس کا حوالہ دیتے ہیں۔ لیکن جو روائتیں حافظ موصوف نے نقل کی ہیں ان میں بعض نہایت مہمل اور لغو روایتیں ہیں۔ جس سے قیاس ہوتا ہے کہ مصنف نے رطب و یابس کی کوئی تمیز نہیں رکھی۔''(۲)

---

۱۔ سیر اعلام النبلاء، ۱۷/۲۵۶؛ طبقات الشافعیہ، ۵/۲۲۲؛ ہدیۃ العارفین، ۵/۶۲۵؛ الاعلام، ۴/۱۶۳

۲۔ سیرۃ النبی، ۱/۵۱

## ابنِ حزم ظاہری

ابُومحمد علی بن احمد بن سعید بن حزم الظاہری (م ۴۵۶ھ)(۳) کی جوامع السیرۃ، سیرت نبویہؐ کی ایک جامع اور مختصر کتاب ہے اس کتاب میں مصنّف نے نبی اکرمؐ کی ولادت، بعثت اور آپؐ کی وفات کا مختصر ذکر کرنے کے بعد آپؐ کے اعلام، حج، عمرہ، غزوات کی تعداد اور نام، آپؐ کی صفات واسماء، آپؐ کے امراء کے نام، زمانہ جاہلیت کے دوستوں کے نام، آپؐ کے موٴذنین، خدّام، شعراء، خطباء، سفراء، ازواج واولاد، پہلی وحی کا نزول، اوّلین مسلمان، ھجرتِ حبشہ، اسراء ومعراج، بیعتِ عقبہ اولیٰ وثانیہ، ھجرتِ مدینہ، موٴاخات، غزوات، وفودِ العرب، حجۃ الوداع اور آپؐ کی وفات کے بارے میں مختصراً لکھا ہے۔

ابنِ حزم نے اپنی سیرت کے دو مآخذ کا ذکر کیا ہے۔ ایک ابوحسان زیادی کی تاریخ ہے اور دوسرے خلیفہ بن خیاط کی تاریخ۔(۴) ان کے علاوہ ابنِ اسحاق، موسیٰ بن عقبہ، سعید بن یحیٰ اموی، ابوداوٴد السجستانی اور ابنِ قتیبہ کی اعلام النبوۃ سے بھی مواد لیا ہے۔

ابنِ حزم نے اپنے شیخ اور معاصر ابن عبدالبر کی الدرر فی اختصار المغازی والسّیر سے بھی استفادہ کیا ہے۔(۵)

واقعات کی تاریخ کے سلسلہ میں ابنِ حزم کی اپنی مستقل رائے ہے۔ وہ ماہِ ربیع الاوّل کو جس میں آنحضرت ﷺ نے ہجرت فرمائی تھی ہجری تقویم کا پہلا مہینہ قرار دیتے ہیں۔(۶) اور اسی سے واقعاتِ سیرت لکھتے ہیں۔ ابنِ حزم متفرق مواد کو ایک عنوان کے تحت جمع کر دیتے ہیں۔ مثلاً ایک فصل میں آنحضرت ﷺ کے امراء کے نام لکھتے ہیں۔(۷) دوسری میں سراپا درج کرتے ہیں۔(۸) اور تیسری میں آپؐ کی ازواج واولاد کا تذکرہ کرتے ہیں۔(۹)

ابنِ حزم اپنی رائے فیصلہ کن قطعیت کے ساتھ پیش کرتے ہیں اور اس ضمن میں ''لاشک'' اور ''لابدّ''(۱۰) کے الفاظ بارہا استعمال کرتے ہیں۔ مثلاً بعض لوگوں کا خیال ہے کہ صلح حدیبیہ میں مسلمانوں کی تعداد سات سو تھی۔ مگر ابنِ حزم کہتے ہیں کہ یہ قطعی طور پر شدید وہم ہے۔ ان کی صحیح تعداد جس میں کوئی شک نہیں تیرہ سو سے پندرہ سو تک تھی۔(۱۱)

دیگر کئی واقعات میں بھی ابنِ حزم کی اپنی ایک مستقل رائے ہے۔

ابنِ حزم نے سیرت النّبی ﷺ کا وہ بنیادی مواد پیش کیا ہے جس سے سیرت کا کوئی طالب علم بے نیاز نہیں رہ سکتا۔

## ابنِ عبدالبر قرطبی

یوسف بن عبداللہ بن محمد بن عبدالبر قرطبی (م ۴۶۳ھ)(۱۲) اس دور کے ایک اور نامور سیرت نگار ہیں۔ الدرر فی اختصار

---

۳۔ وفیات الاعیان، ۳/۳۲۵؛ البدایۃ والنہایۃ، ۳/۵۵۳؛ شذرات الذهب، ۳/۲۹۹؛ الاعلام، ۴/۲۵۴

۴۔ جوامع السیرۃ، ۳۳، ۳۵، ۳۶، ۳۹

۵۔ جوامع السیرۃ کے محققین ڈاکٹر احسان عباس اور ڈاکٹر ناصر الدین الاسد نے جوامع السیرۃ کے مقدمہ میں اس کا ذکر کیا ہے۔ (جوامع السیرۃ، ۸)

۶۔ ایضاً، ۱۰۰

۷۔ ایضاً، ۲۳

۸۔ ایضاً، ۱۷

۹۔ ایضاً، ۳۱، ۳۸

۱۰۔ ایضاً، ۲۰۶، ۲۰۷

۱۱۔ ایضاً، ۲۰۷

۱۲۔ العبر ۲/۳۱۶؛ شذرات الذهب، ۳/۳۱۴؛ الاعلام، ۸/۲۴۰؛ شجرۃ النور، ۱۱۹ (۳۳۷)

المغازی والسّیر ،سیرت پران کی ایک مشہور کتاب ہے۔انہوں نے یہ کتاب نبی اکرم ﷺ کی بعثت اوراس کے بعد کے حالات وواقعات پر لکھی ہے۔مصنّف نے مقدمہ میں موسیٰ بن عقبہ اورابنِ اسحاق کی کتاب کواپنا مآخذ بتایا ہے۔(۱۳)ابن عبدالبر نے سیرت ابنِ اسحاق کے سلسلہ میں صرف ابن ھشام کی روایت پر قناعت نہیں کی بلکہ اس کے ساتھ ساتھ یونس بن بکیراورابراھیم بن سعد کی روایات کوبھی پیشِ نظر رکھا ہے۔بعض واقعات کے ذکر میں سعید بن یحییٰ اموی کا نام بھی آیا ہے۔گویا کہ اموی کی کتاب السّیر بھی ابن عبدالبر کا ایک مآخذ تھی۔

اسناد کے سلسلہ میں ابنِ عبدالبر کا طریقہ کار یہ ہے کہ کبھی تو پوری سند ذکر کرتے ہیں اور کبھی سند مختصر کر دیتے ہیں اوراس کے راویوں کا مکمل سلسلہ درج نہیں کرتے بلکہ اس طرح کی عبارتوں پر اکتفا کرتے ہیں۔روی عن عبادۃ بن الصامت،قال ابن شھاب الزہری،قال معمر وغیرہ

ابنِ عبدالبر کا بیان ہے کہ انہوں نے اپنی کتاب کی بنیادابنِ اسحاق کے نہج پر رکھی ہے۔(۱۴)

بعد کے سیرت نگاروں میں ابنِ حزم اور بالخصوص ابنِ سیدالنّاس نے الدّرر سے بالخصوص استفادہ کیا ہے۔ابن سیدالنّاس نے اپنی طویل سیرت النّبی ﷺ میں ابنِ عبدالبر کوایک مستقل مآخذ کے طور پر پیشِ نظر رکھا ہے۔

## قاضی عیاض

قاضی عیاض بن موسیٰ بن عیاض الیحصبی السبتی ابوالفضل (م ۵۴۴ھ)(۱۵) کا شمار بھی اس دور کے سیرت نگاروں میں ہوتا ہے۔''الشفاء بتعریف حقوقِ مصطفیٰ''سیرتِ رسول ﷺ کے موضوع پران کی مشہور کتاب ہے۔''الشفاء'' کا موضوع شمائلِ نبویہؐ ہیں۔قاضی عیاض نے شمائل النبی کوموضوعات کے تحت بیان کیا ہے۔ہرموضوع کے لیے ایک باب مقرّر کیا ہے۔پھراس باب کے تحت دیگر فصول قائم کی ہیں۔ہر فصل کی ابتداءقرآنی آیات واحادیث سے کرتے ہیں۔اس کے بعداقوالِ صحابہ وتابعین لاتے ہیں۔بعض مباحث جوفقہی نوعیت کے ہیں وہاں فقہاء کی آراء بھی بیان کی ہیں۔

''الشفاء''چاراجزاء پر مشتمل ہے۔پہلے جزو میں آپؐ کی پیدائش،سراپا،اخلاق،مناقب،فضائل،معجزات اورنشانیوں کا ذکر ہے۔دوسرے جزو میں آپؐ پرایمان لانا،آپؐ کی اطاعت واتّباع اورآپؐ کی محبت کےعلاوہ آپؐ پردرودوسلام بھیجنا جیسے موضوعات شامل ہیں۔تیسرے جزو میں ان امورِدینی کا ذکر ہےجن سے عصمتِ رسول اللہ ﷺ ثابت ہوتی ہے اورآپؐ کے وہ دنیوی حالات جو بشریت کی وجہ سے آپؐ پرواقع ہوتے رہے۔چوتھے جزو میں آپؐ کے شاتم،موذی اورتنقیص کرنے والے کی سزا کا حکم ہے۔

''الشفاء''سیرتِ نبویہؐ کی ایک مفید کتاب ہے۔لیکن قاضی عیاض نے اس میں کچھ ضعیف وموضوع احادیث بھی نقل کردی ہیں۔مثلاً یہ کہ نبی اکرمؐ نے فرمایا:''جب مجھے آسمان پر لے جایا گیاتواس وقت عرش پردرج ذیل کلمات لکھے ہوئے تھے۔لاالـــــہ الاالــــــہ محمد رسول الله ایدته بعلی۔''(۱۶)

محدّثین نے اس حدیث کوموضوع قراردیا ہے۔(۱۷)ضعیف اورموضوع احادیث سے قطع نظر الشفاء نبی اکرم ﷺ کے

---

۱۳۔ الدرر،۲۹

۱۴۔ ایضاً

۱۵۔ وفیات الاعیان۳/۴۸۳؛تھذیب الاسماء۲/۴۳؛شذرات الذھب۴/۱۳۸؛الاعلام۵/۹۹؛التاج المکلل ۸۶

۱۶۔ الشفاء،۱/۲۲۸

۱۷۔ تنزیہ الشریعۃ،۱/۴۰۱؛تذکرۃ الموضوعات،۹۷؛الفوائد المجموعۃ،۳۸۳

سراپائے اقدس، اخلاق وعادات اور منصب نبوّت جیسے اہم مضامین پر مشتمل ایک گرانقدر کتاب ہے۔

## عبدالرحمٰن بن عبداللہ السھیلی (م ۵۸۱ھ)

ابوالقاسم عبدالرحمٰن بن عبداللہ بن احمد بن ابی الحسن السھیلی (م ۵۸۱ھ)(۱۸) کی سیرت پر کتاب ''الروض الانف'' دراصل سیرت ابنِ ھشام کی شرح ہے۔الروض الانف میں سیرت ابنِ ھشام کے الفاظ، ناموں، اشعار اور بعض واقعات کی وضاحت شامل ہے۔ مثلاً سیلِ عرم سے کیا مراد ہے؟(۱۹)اس کی وضاحت میں مختلف اقوال نقل کیے ہیں۔اسی طرح یثرب کا نام یثرب کیوں تھا۔علامہ سھیلی نے لکھا ہے کہ عمالقہ میں سے یثرب نام کا شخص جو پہلی مرتبہ اس شہر میں آیا تھا۔اس کے نام کی نسبت سے یثرب نام رکھا گیا۔(۲۰)

مشہور شاعر لبید کے مشہور شعر ''الا کل شئی ماخلا اللہ باطل'' کی وضاحت نہایت تفصیل سے کی ہے۔(۲۱)اسی طرح کئی مقامات پر کعب بن مالک اور حسان بن ثابت کے اشعار کی وضاحت کی ہے۔(۲۲)

سورۃ الکوثر کا سببِ نزول بیان کرتے ہوئے علاّمہ سھیلی نے سورۃ الکوثر کی جامع تفسیر بیان کی ہے۔(۲۳)

ابن ھشام نے سورۃ النجم کے نزول پر کفارِ قریش کا سجدہ کرنا اور اس پر مہاجرین حبشہ کے واپس آنے کا ذکر کیا ہے۔لیکن واقعہ غرانیق کو حذف کر دیا تھا۔لیکن علاّمہ سھیلی نے اس موقع پر واقعہ غرانیق کا بھی ذکر کیا ہے۔(۲۴)

ابنِ ھشام نے ابنِ اسحاق کی روایات زیاد بکائی کے واسطے سے نقل کی ہیں۔علامہ سھیلی نے زیاد بکائی کے علاوہ ابنِ اسحاق کے دیگر شاگردوں مثلاً یونس بن بکیر وغیرہ سے بھی نقل کی ہیں۔(۲۵)

بعض مقامات پر ضعیف راویوں کی نشاندھی بھی کی ہے۔(۲۶)

الروض الانف میں ابنِ اسحاق کے علاوہ ابوجعفر ابنِ جریر طبری، ابنِ حبیب کی کتاب المحبر، ابن ماکولا، مسعودی، ابواسحاق الزجاج، ابن درید کی کتاب الاشتقاق۔واقدی کی کتاب المغازی اور کتاب الردّۃ کے حوالے بھی ملتے ہیں۔

علامہ سھیلی نے بعض مقامات پر فقہی بحثیں بھی کی ہیں۔مثلاً آیتِ غنیمت کے تحت فقہی آراء بیان کی ہیں۔(۲۷)عمرہ کے واجب ہونے یا نہ ہونے سے متعلق فقہی بحث بھی موجود ہے۔(۲۸)

---

۱۸۔ وفیات الاعیان، ۳/ ۱۴۳؛ شذرات الذھب، ۴/ ۲۷۱؛ الاعلام، ۳/ ۳۱۳؛ نفح الطیب، ۴/ ۳۵۸؛ شجرۃ النور، ۱۵۶(۴۷۶)

۱۹۔ الروض الانف، ۱/ ۵۰

۲۰۔ ایضاً، ۲/ ۳۴۷

۲۱۔ ایضاً، ۱/ ۱۵۶، ۱۵۷

۲۲۔ ایضاً، ۲/ ۱۵۶، ۳۳۱؛ ۳/ ۸۶، ۸۷، ۳۵۰

۲۳۔ ایضاً، ۲/ ۱۸۱تا۱۸۴

۲۴۔ ایضاً، ۲/ ۱۵۳

۲۵۔ ایضاً، ۲/ ۳۳۹؛ ۳/ ۲۵۶

۲۶۔ ایضاً، ۲/ ۲۸۳

۲۷۔ ایضاً، ۴/ ۹۶

۲۸۔ ایضاً، ۴/ ۱۱۶

## عبدالرحمٰن بن علی ابن الجوزی

سیرت نبویہ ﷺ کے حوالے سے عبدالرحمٰن بن علی بن محمد الجوزی ابوالفرج (م ۵۹۷ھ)(۲۹) کی دو کتابیں اہم ہیں۔ اوّل ''المنتظم'' اور دوم ''الوفا باحوال المصطفیٰ ﷺ''۔

## المنتظم فی تواریخ الملوک والامم

مصنف نے اس کتاب میں ابتدائے آفرینش سے چھٹی صدی ہجری تک کے واقعات درج کیے ہیں۔ کتاب کا ایک حصہ سیرت النبی ﷺ کے واقعات پر مشتمل ہے۔ علّامہ ابن جوزی نے واقعاتِ سیرت کو نہایت تفصیل سے اور سن وار مرتّب کیا ہے۔ سیرت نبویہ ﷺ کے واقعات میں نبی اکرم ﷺ کے آباؤاجداد، آپؐ کے نسب اور ولادت کا تذکرہ کرنے کے بعد مکّی اور مدنی زندگی کے واقعات کو سالوں کے اعتبار سے لکھا ہے۔ مثلاً ولادت کے پہلے، دوسرے، تیسرے اور اسی طرح چالیس سال تک کے واقعات کو بیان کیا ہے۔ نبی اکرم ﷺ کی بعثت کے بعد، بعثت کے پہلے، دوسرے اور اسی طرح ہجرتِ مدینہ تک کے واقعات کو سن وار لکھا ہے بعد از ھجرت کے واقعات کو بھی سن وار مرتّب کیا ہے۔

ابنِ جوزی نے بعض روایات کے سلسلہ میں مکمل اسناد درج کی ہیں اور واقعات کو اپنی اسناد سے بیان کیا ہے۔ بہت سے واقعات کو ماقبل کتبِ سیرت کا حوالہ دے کر شروع کیا ہے۔ مثلاً قال ابن اسحاق، قال واقدی، قال ابن سعد وغیرہ۔

ابن جوزی نے اپنی کتاب میں ترتیب کا خاص خیال رکھا ہے۔ واقعات کو سالوں کے اعتبار سے مرتّب کرنے کے علاوہ بیعت عقبہ اولیٰ وثانیہ، ہجرتِ حبشہ اور غزوات میں شریک ہونے والے افراد کے ناموں کو حروفِ تہجّی کے اعتبار سے مرتّب کیا ہے۔

مصنّف نے ہر سال میں پیش آنے والے واقعات کا ذکر کرنے کے بعد اس سال میں فوت ہونے والے مشاہیر کے حالات کے بارے میں بھی لکھا ہے ان میں مشہور صحابہ کرامؓ بھی شامل ہیں اور بڑے بڑے مشرکین بھی شامل ہیں۔

کہیں کہیں مصنف نے روایات واحادیث میں پائے جانے والے ضعف کی طرف بھی اشارہ کیا ہے۔ الغرض ''المنتظم'' سیرت النبی ﷺ کی معلومات کے سلسلہ میں ایک اہم کتاب ہے۔

## الوفاء باحوالِ المصطفیٰؐ

سیرتِ نبویہ پر ابنِ جوزی کی یہ کتاب سیرت النبی ﷺ کے مختلف موضوعات کا احاطہ کرتی ہے۔ المنتظم میں مصنّف نے سیرتِ نبویہؐ کو سنین کے اعتبار سے مرتّب کیا تھا لیکن اس کتاب میں مصنف نے سیرت النبی ﷺ کو مختلف موضوعات کے تحت مرتّب کیا ہے۔ ہر موضوع کے لیے ایک باب باندھا ہے اور پھر اس باب کے تحت دیگر ابواب بیان کیے ہیں۔

ان موضوعات میں نبی اکرم ﷺ کی نبوّت کی ابتداء، تورات وانجیل میں آپؐ کا تذکرہ، نسب وولادت کا ذکر کرنے کے بعد مکی زندگی کے واقعات کو موضوعات کے تحت بیان کیا ہے۔

نبی اکرم ﷺ کے معجزات وخصائص پر علیحدہ ابواب موجود ہیں۔ اس کے علاوہ آپؐ کے زھد، عبادات، لباس، سواری، خدّام، غزوات وسرایا، ملوک کے نام آپؐ کے خطوط ووفود، حجۃ الوداع اور وفات وغیرہ کا بیان شامل ہے۔

ابن الجوزی نے احادیث کا سلسلہ اسناد نہیں لکھا اور نہ ہی واقعاتِ سیرت میں ماقبل کتبِ سیرت کا حوالہ دیا ہے۔ ''الوفا'' میں بہت سی ضعیف اور موضوع احادیث بھی شامل ہیں۔ ابنِ جوزی نے ان موضوع احادیث پر کوئی تنقید وتبصرہ نہیں کیا اور نہ ہی کسی مآخذ کا حوالہ دیا

---

۲۹۔ وفیات الاعیان، ۱۴۰/۳؛ مرآۃ الجنان، ۴۷۰/۳؛ شذرات الذھب، ۳۲۹/۴؛ الاعلام، ۳۱۶/۳؛ التاج المکلل، ۵۴

ہے۔

بہت کم احادیث ایسی ہیں جن کے ضعف کی طرف ابنِ جوزی نے اشارہ کیا ہے۔

## امام ابونعیم احمد بن عبداللہ الاصفہانی

امام ابونعیم احمد بن عبداللہ الاصفہانی (م ۴۳۰ھ)(۳۰) کی دلائل النبوۃ سیرت نبویﷺ کی ایک مختصر کتاب ہے۔مؤلف نے اس میں نبی اکرم ﷺ کے معجزات ودلائل اور خصائص بیان کیے ہیں۔

سب سے پہلے مؤلف نے نبی اکرمﷺ کے فضائل کتاب اللہ کے حوالے سے بیان کیے ہیں نیز دیگر انبیاء علیہم السلام پر آپ ﷺ کی فضیلت اور آپ ﷺ کی نبوت کی اوّلیت سے متعلق قرآنی آیات واحادیث سے استدلال کرنے کے بعد یمن، روم اور فارس میں آپﷺ کی آمد سے متعلق جو اخبار مشہور تھیں ان کا تذکرہ کیا ہے۔معجزات کا ذکر کرتے ہوئے اوّلاً ان معجزات کا ذکر کیا ہے جو آپ ﷺ کے نسب، حمل، ولادت اور رضاعت سے متعلق ہیں۔دیگر معجزات میں حنین الجذع، انگلیوں سے پانی کا جاری ہونا، کنکریوں کا تسبیح کرنا اور غزوات وسرایا کے دوران پیش آنے والے معجزات بیان کیے ہیں۔صحابہ کرامؓ کے ہاتھوں وقوع پذیر ہونے والی کرامات اور دیگر انبیاء علیہم السلام کے ساتھ آپ ﷺ کے فضائل کا موازنہ کیا ہے۔

امام ابونعیم نے دلائل النبوۃ میں بہت سی ضعیف احادیث نقل کی ہیں لیکن اسناد کا التزام کرنے کی وجہ سے صحیح وضعیف میں بآسانی امتیاز کیا جاسکتا ہے۔

بعد کے سیرت نگاروں نے امام ابونعیم کی دلائل النبوۃ سے استفادہ کیا ہے۔

## امام احمد بن حسین البیہقی

علامہ احمد بن الحسین البیہقی (م ۴۵۸ھ)(۳۱) کی دلائل النبوّۃ سیرت نبویہؐ پر ایک ضخیم کتاب ''دلائل النبوّۃ ومعرفۃ احوال صاحب الشریعۃ'' ہے۔نبی اکرم ﷺ کے معجزات کے علاوہ بھی اس میں سیرت کے بہت سے واقعات بیان کیے گئے ہیں۔

علاّمہ بیہقی نے اوّلاً انبیائے سابقین کے معجزات بیان کیے ہیں۔نبی اکرم ﷺ کے معجزات کے تذکرہ میں علاّمہ بیہقی کا منہج یہ ہے کہ وہ پہلے واقعاتِ سیرت لکھتے ہیں پھر ہر واقعہ کے دوران وقوع پذیر ہونے والے معجزات کے متعلق لکھتے ہیں۔

دلائل النبوّۃ کے اہم مضامین میں نبی اکرم ﷺ کی ولادت اور ولادت کے وقت ظہور پذیر ہونے والے واقعات، رضاعت، اسماء، شرف ونسب، آپؐ کے زہد وفقر، بعثت، ہجرتِ حبشہ، معراج واسراء، بیعت عقبہ اولی وثانیہ، ہجرتِ مدینہ، غزوات وسرایا، خطوط، نزول وحی کی کیفیت اور آپؐ کی وفات کے علاوہ دیگر کئی مضامین شامل ہیں۔

علاّمہ بیہقی نے ہر حدیث کی مکمل سند بیان کی ہے۔بعض احادیث اور ان کے رواۃ پر تنقید بھی کی ہے۔علاّمہ بیہقی کے مآخذ میں کتب صحاح ستہ کے علاوہ دیگر احادیث کی کتابیں شامل ہیں۔اس کے علاوہ مصنّف نے سیرت کی کتابوں سے بھی بکثرت روایات لی ہیں۔

دلائل النبوّۃ میں بعض احادیث بہت کمزور درجہ کی ہیں لیکن سلسلہ اسناد کی موجودگی کی وجہ سے صحیح اور ضعیف احادیث میں فرق کیا جاسکتا ہے۔

---

۳۰۔ وفیات الاعیان، ۹۱/۱؛ مرآۃ الجنان، ۴۱/۳؛ العبر، ۲۶۲/۲؛ البدایۃ والنہایۃ، ۴۹۲/۱۲؛ التاج المکلل، ۲۰

۳۱۔ وفیات الأعیان، ۷۵/۱؛ مرآۃ الجنان، ۶۳/۳؛ العبر، ۳۰۸/۲؛ البدایۃ والنہایۃ، ۵۵۶/۱۲؛ التاج المکلل، ۱۸

## پانچویں اور چھٹی صدی ہجری کی سیرت نگاری کی خصوصیات

ا۔ تیسری اور چوتھی صدی ہجری میں لکھی جانے والی کتب سیرت میں غزوات کا پہلو نمایاں رہا۔لیکن اس دور کی کتب سیرت کے جائزے کے بعد یہ بات سامنے آتی ہے کہ اس دور میں اکثر سیرت نگاروں نے غزواتِ نبویؐ کو اختصار سے لکھا۔اس کے برعکس سیرت کے دوسرے موضوعات مثلاً معجزات و دلائل یا نبی اکرم ﷺ کے خصائص و اوصاف نمایاں رہے۔ابونعیم اور علامہ بیہقی کی کتب کا موضوع ہی دلائل النبوۃ ہے۔اسی طرح قاضی عیاض کی الشفاء میں شمائل نبویہؐ پر زور ہے۔ابن حزم کی ''جوامع السیرۃ'' اور ابن عبدالبر کی ''الدرر'' سیرت و مغازی پر اختصار سے مواد پیش کرتی ہیں۔اس دور میں تاریخی اور واقعاتی انداز میں جو کتاب لکھی گئی وہ علامہ ابن جوزی کی المنتظم ہے جس میں غزوات کا بیان قدرے مفصّل ہے جبکہ ابوسعید عبدالملک النیسابوری کی شرف المصطفی ﷺ، سیرت نبویہ ﷺ پر ایک جامع تألیف ہے۔جس میں مؤلف نے تمام مضامینِ سیرت کا احاطہ کرنے کی کوشش کی ہے۔

۲۔ اس دور میں کتبِ سیرت کی شروح لکھنے کا بھی آغاز ہوا چنانچہ علّامہ سھیلی نے ''الروض الانف'' کے عنوان سے عبدالملک بن ھشام کی ''السیرۃ النبویۃ'' کی شرح لکھی۔''الروض الانف'' کا شمار سیرت کی مستندترین کتابوں میں ہوتا ہے۔

۳۔ تیسری اور چوتھی صدی ہجری میں اسناد کی پابندی نظر آتی ہے۔لیکن اسناد کی یہ پابندی اس دور کی کتبِ سیرت میں مفقود نظر آتی ہے۔چنانچہ ابنِ حزم، ابنِ عبدالبر اور قاضی عیاض نے روایاتِ سیرت لکھتے ہوئے اسناد کی پابندی نہیں کی بلکہ قال ابنِ اسحاق، قال الواقدی اور قال ابن سعد وغیرہ کے الفاظ سے روایات کا آغاز کیا ہے۔علامہ ابنِ جوزی نے وہ روایات جو ابن اسحاق یا ابن جریر وغیرہ سے نقل کی ہیں ان کی اسناد بیان نہیں کیں بلکہ محض قال الواقدی یا قال ابن جریر سے روایات کو شروع کیا ہے۔البتہ وہ روایات جو انہوں نے اپنے شیوخ کے حوالے سے نقل کی ہیں ان کا مکمل سلسلہ سند درج کیا ہے۔عبدالملک اَبوسعید نیسابوری اور ابن عبدالبر کبھی پوری سند ذکر کرتے ہیں اور کبھی سند مختصر کر دیتے ہیں۔البتہ علاّمہ بیہقی اور ابونعیم نے اسناد کی پابندی کی ہے۔

۴۔ قاضی عیاض کی الشفاء، ابن جوزی کی ''الوفا باحوال المصطفیٰ ؐ'' اور اسی طرح بیہقی اور ابونعیم کی دلائل النبوۃ میں ضعیف اور موضوع احادیث کی کثرت ہے۔علاّمہ بیہقی اور ابونعیم کی دلائل النبوۃ میں غلط اور موضوع روایات کا سلسلہ اسناد موجود ہونے کی وجہ سے ان کو صحیح احادیث سے الگ کیا جاسکتا ہے لیکن قاضی عیاض کی ''الشفا'' اور ابنِ جوزی کی ''الوفا'' میں سلسلہ اسناد موجود نہ ہونے کی وجہ سے ضعیف اور موضوع احادیث کے مآخذ کا پتہ چلانا مشکل ہے۔

### خلاصہ بحث:

پانچویں اور چھٹی ہجری کی سیرت نگاری کا تاریخی جائزہ اس بات کی عکاسی کرتا ہے کہ یہ دور پچھلے ادوار سے قدرے مختلف ہے۔اس دور میں سیرت نبویہ ﷺ کے دوسرے موضوعات مثلاً معجزات و دلائل اور خصائص النبی ﷺ نمایاں رہے۔معجزات و دلائل کے حوالے سے علامہ بیہقی اور اَبونعیم کی ''دلائل النبوۃ'' قابلِ ذکر ہیں۔ان دونوں مؤلفین نے (خصوصاً علامہ بیہقی) نبی اکرم ﷺ کے معجزات وخصائص پر تفصیلاً لکھا ہے۔مابعد کتبِ سیرت اور کتبِ دلائل پر ان دونوں کتابوں کے اثرات نمایاں نظر آتے ہیں۔ان دونوں مؤلفین کی خامی یہ ہے کہ انہوں نے کثرت سے ضعیف احادیث نقل کی ہیں۔اسی طرح قاضی عیاض کی ''الشفاء'' اگرچہ سیرت نبویہ ﷺ کی ایک گرانقدر کتاب ہے مگر اس میں بھی ضعیف اور موضوع احادیث بکثرت ہیں۔

ابن حزم کی جوامع السیرۃ اور ابن عبدالبر کی الدرر فی اختصار المغازی والسیر سیرت نبویہ ﷺ کی مختصر مگر جامع کتب ہیں۔ان دونوں سیرت نگاروں نے موسیٰ بن عقبہ اور ابن اسحاق کی روایات نقل کی ہیں۔علامہ سھیلی نے سیرت ابن ھشام کی شرح ''الروض الانف'' تحریر فرما کر علمِ سیرت کی ایک گرانقدر خدمت سرانجام دی ہے۔بعد کے ادوار کے سیرت نگاروں نے الروض الانف سے خاطر خواہ استفادہ کیا

ہے۔

ابن حزم اور ابن عبد البر نے غزواتِ نبی ﷺ کو اختصار سے پیش کیا ہے لیکن ابن الجوزی نے ''المنتظم'' میں غزواتِ نبی ﷺ کو تفصیلاً بیان کیا ہے۔

اس دور کے بعض سیرت نگاروں نے مکمل اسناد کا التزام کیا ہے اور بعض نے نہیں۔ چنانچہ ابن حزم، ابن عبد البر اور قاضی عیاض نے قال الواقدی یا قال ابن اسحاق کے الفاظ سے روایات کا آغاز کیا ہے۔ لیکن اُبو نعیم اور علامہ بیہقی نے اسناد کا التزام کیا ہے۔

الغرض سیرت نگاری کا یہ دور بھی نہایت اہم ہے کیونکہ اس دور میں لکھی جانے والی تمام کتب سیرت و دلائل کو بعد کے سیرت نگاروں نے اپنی کتب کے لیے مصادر و مآخذ کے طور پر اپنایا۔

# فصل چہارم

## سیرت نگاری ساتویں تا آٹھویں صدی ہجری

ساتویں اور آٹھویں صدی ہجری میں بھی سیرت نگاری کا سلسلہ جاری رہا۔اس دور میں نہ صرف خاص سیرت کے موضوع پر کتب تحریر کی گئیں بلکہ مؤرخین نے بھی اپنی کتبِ تاریخ میں عہدِ نبویؐ کو تفصیل سے بیان کیا۔مثلاً ابن الاثیر، ذھبی اور ابنِ کثیر وغیرہ۔بعض نے غزواتِ نبویؐ کو موضوع بنایا۔مثلاً ابوالربیع موسیٰ الکلاعی۔

اس دور میں لکھی جانے والی کتبِ سیرت کا مختصر تعارف حسبِ ذیل ہے:۔

### ابن الأثیر علی بن محمد الجزری

عزالدین علی بن محمد الجزری (م ۶۳۰ھ)(۱) جو ابن الاثیر کے نام سے معروف ہیں۔آپ کی کتاب ''الکامل فی التاریخ'' میں تخلیقِ کائنات سے لے کر ۶۲۸ھ تک کے واقعات بیان کئے گئے ہیں۔ابن الاثیر نے پہلی تین صدیوں کے حالات زیادہ تر طبری سے نقل کیے ہیں ابن الاثیر نے سیرت نبویہؐ کے واقعات کو سن وار مرتب کیا ہے۔ہر سال میں پیش آنے والے اہم واقعات اور غزوات کو مفصّل بیان کیا ہے۔اس کے علاوہ نبی اکرمؐ کے غزوات کی تعداد، حج وعمرہ، آپؐ کے اسماء، مہرِ نبوّت، شجاعت وسخاوت، ازواج واولاد، خدّام، گھوڑوں، اونٹ اور آپؐ کے گدھے اور خچر کے علاوہ ہتھیاروں کا بھی ذکر کیا ہے۔ابن الاثیر نے سیرت نبویہؐ کے واقعات کو نبی اکرم ﷺ کی وفات پر ختم کیا ہے۔

ابن الاثیر نے زیادہ تر واقعات ابنِ اسحاق سے نقل کیے ہیں۔لیکن انہوں نے واقعات وروایات کی اسناد بالکل بیان نہیں کیں اور نہ ہی یہ لکھتے ہیں کہ کون سا واقعہ کس کتاب سے لیا ہے۔

بعد کے سیرت نگاروں مثلاً ابوالفدا، علامہ سیوطی اور ابن خلدون کی تصانیف کا ایک مآخذ ابن الاثیر کی کتاب بھی ہے۔

### سلیمان بن موسیٰ الکلاعی

ابوالربیع سلیمان بن موسیٰ الکلاعی (م ۶۳۴ھ)(۲) کی کتاب ''الاکتفاء فی مغازی المصطفی ﷺ'' کا بنیادی موضوع غزواتِ رسول ﷺ ہے۔غزواتِ نبویؐ پر مصنّف نے مفصّل لکھا ہے۔اس کے علاوہ نبی اکرم ﷺ کے نسب، ولادت، صفات، بعثت، آپؐ کے خصائص واعلام پر بھی مختصراً لکھا ہے۔

مصنّف نے مقدمہ میں لکھا ہے کہ انہوں نے زیادہ تر مواد ابنِ اسحاق اور موسیٰ بن عقبہ سے لیا ہے۔(۳)

انسابِ قریش کے بارے میں زبیر بن بکار کی کتاب اور تاریخ ابنِ ابی خیثمہ سے استفادہ کیا ہے۔(۴) واقدی کی کتاب المبعث بھی مصنّف کے پیشِ نظر رہی۔

کہیں کہیں ابوجعفر ابن جریر طبری کے حوالے بھی ملتے ہیں۔غزوات کے سلسلہ میں کچھ احادیث صحیح بخاری اور صحیح مسلم سے بھی نقل کی ہیں۔مصنّف نے مکمل اسناد درج نہیں کیں بلکہ صرف قال ابن سعد یا قال ابن ھشام وغیرہ کے الفاظ سے روایات کو شروع کیا ہے۔

---

۱۔ وفیات الاعیان، ۳/۳۴۸؛ مرآۃ الجنان، ۴/۵۶؛ شذرات الذھب، ۵/۱۳۷؛ الاعلام، ۴/۳۳۱؛ التاج المکلل، ۸۳

۲۔ وفیات الأعیان، ۲/۸۰؛ شذرات الذھب، ۵/۱۶۴؛ الاعلام، ۳/۱۳۶؛ نفح الطیب، ۶/۲۳۱؛ شجرۃ النور، ۱۸۱(۵۸۸)

۳۔ الاکتفاء، ۱/۴

۴۔ ایضاً، ۱/۵

## ابن سید الناس

ابوالفتح محمد بن محمد ابن سیّد الناس (م ۷۳۴ھ)(۵) کی کتاب ''عیون الاثر فی فنون المغازی والشمائل والسیر'' سیرت کی ایک جامع اور معتبر کتاب ہے۔ ''عیون الاثر'' بہت مستند کتاب خیال کی جاتی ہے۔ کیونکہ مصنّف نے کتبِ صحاح ستہ سے بہت زیادہ استفادہ کیا ہے۔ اس کے علاوہ سیرت کی کتب میں ابنِ اسحاق اور موسیٰ بن عقبہ کی کتابوں کو مقدّم رکھا ہے۔ اس کے علاوہ واقدی، ابن سعد، ابن جریر طبری، ابن حبیب، علامہ بلاذری، ابوالحسن الماوردی کی کتابوں سے بھی مواد لیا ہے۔ ابن سید الناس نے اپنے پیشرو ابوعمر ابن عبدالبر کی کتاب ''الدرر'' سے بالخصوص استفادہ کیا ہے۔

ابنِ سید الناس نے غزوات میں شریک ہونے والے صحابہ کرامؓ کے ناموں کی جو فہرست پیش کی ہے اس میں بہت زیادہ تحقیق وتفحص سے کام لیا ہے کہ کون سے صحابہ شریک ہوئے تھے اور کون سے نہیں۔ مثلاً عقبہ بن عمر ابو مسعود البدری کے بارے میں لکھتے ہیں کہ انہیں امام بخاری نے بدریین میں شمار کیا ہے لیکن یہ بدریین میں شامل نہیں۔(۶)

اسی طرح سعد بن عبادۃ کے بارے میں امام مسلم نے لکھا ہے کہ وہ غزوہ بدر میں شریک تھے لیکن ابن سید الناس نے امام مسلم کی تردید کرتے ہوئے لکھا ہے کہ غزوہ بدر میں ان کی شرکت کی روایت درست نہیں۔(۷)

کتاب کے آخر میں ابن سید الناس نے جن کتابوں سے استفادہ کیا ان کے نام اور جن سے ان کتابوں کی سماعت کی اجازت لی ان شیوخ کے نام بتائے ہیں۔

## علامہ شمس الدین ذھبی

شمس الدین ابوعبداللہ محمد بن احمد المعروف بہ علامہ ذھبی (م ۷۴۸ھ)(۸) کی ''تاریخ الاسلام ووفیات المشاھیر والاعلام'' تاریخ کی ایک ضخیم کتاب ہے جو آنحضرت ﷺ کے نسب نامے سے شروع ہو کر ۷۰۰ھ تک کے واقعات پر اختتام پذیر ہوتی ہے۔ اس کا انداز ابنِ جوزی کی ''المنتظم فی تاریخ الامم'' سے ملتا جلتا ہے یعنی اس میں مختلف تاریخی ادوار قائم کر کے واقعات کے ساتھ ساتھ ان لوگوں کی وفات کا بھی ذکر ہے جنہوں نے زیرِ بحث سالوں میں وفات پائی۔ ساتھ ہی مختصر سوانح بھی دیے گئے ہیں۔

تاریخ الاسلام کی پہلی دو جلدوں کو علاّمہ ذھبی نے سیرت نبویہؐ کے لیے مختص کیا ہے۔ پہلی جلد کتاب المغازی پر مشتمل ہے جس میں مصنّف نے نبی اکرم ﷺ کے غزوات کی تفصیلات بیان کی ہیں۔ جبکہ دوسری جلد میں مصنّف نے نبی اکرم ﷺ کے نسب، ولادت اور مکی زندگی کی دیگر تفصیلات بیان کرنے کے علاوہ ہجرتِ نبویہؐ کے بارے میں بھی مفصّل لکھا ہے۔ نیز ایک فصل آپؐ کے معجزات ودلائل کے بارے میں ہے۔ مزید برآں آپؐ کی مہرِ نبوّت، آپؐ کی صفات وخصائص، شجاعت، اخلاق وعادات، لباس، عبادات، ہتھیاروں وغیرہ سے متعلق معلومات فراہم کی ہیں۔ آخری ابواب آپؐ کے مرض ووفات، ترکہ اور ازواج واولاد پر مشتمل ہیں۔

علاّمہ ذھبی نے اگرچہ روایات کی مکمل اسناد بیان نہیں کیں۔ لیکن جن کتبِ سیرت سے مواد لیا ہے ان کا حوالہ ضرور دیا ہے۔ مثلاً قال ابن اسحاق، وفی مغازی موسیٰ بن عقبہ، وقال شیخنا الدمیاطی فی السیرۃ کے الفاظ سے واقعات کو بیان کیا ہے۔

---

۵۔ فوات الوفیات، ۲۸۷/۳؛ الدرر الکامنۃ، ۲۰۸/۴؛ شذرات الذھب، ۱۰۸/۶؛ الاعلام، ۳۴/۷

۶۔ عیون الاثر، ۳۲۶/۱

۷۔ ایضاً، ۳۲۷/۱

۸۔ فوات الوفیات، ۳۱۵/۳؛ شذرات الذھب، ۱۵۳/۶؛ الاعلام، ۳۲۶/۵؛ نکت الھمیان، ۲۴۱ تا ۲۴۳

علاّمہ ذہبی نے نہ صرف سیرت کی قدیم وجدید کتابوں سے استفادہ کیا ہے بلکہ کتبِ احادیث کے حوالے بھی دیئے ہیں۔ علاّمہ ذہبی علمِ اسماء الرجال کے ماہر تھے۔ یہی وجہ ہے کہ انہوں نے روایاتِ سیرت کی محدّ ثانہ حیثیت سے جانچ پرکھ کی ہے۔ بہت سی روایات کو ضعیف قرار دیا اور بہت سے مقامات پر راویوں کی جرح وتعدیل بھی کی ہے۔

## ابن قیم الجوزیہ

شمس الدین أبوعبداللہ محمد بن ابی بکر ابن قیم الجوزیہ (م ۷۵۱ھ) (۹) کی سیرت پر کتاب کا پورا نام ''زادالمعاد فی ھدی خیرالعباد'' ہے۔ زادالمعاد سیرت نبویہؐ پر ایک محققانہ کتاب ہے۔ ابن قیم نے سیرت نبویہؐ کے ان تمام پہلوؤں کا احاطہ کیا ہے جو پہلے سیرت نگاروں نے بیان کیے ہیں۔ اس کے علاوہ کچھ نئے موضوعات پر بھی لکھا ہے۔ مثلاً طبِّ نبوی وغیرہ

غزواتِ نبویؐ پر مصنّف نے تفصیلاً لکھا ہے اور ہر غزوہ سے مستنبط ہونے والے فوائد اور حکمتوں پر بھی روشنی ڈالی ہے۔ زادالمعاد میں فقہی مباحث بھی موجود ہیں۔ زکوٰۃ، صدقہ، صیام، حج، عمرہ، عقیقہ، اذان، سلام، استئذان، وضو، چھینک اور نکاح وغیرہ موضوعات پر فقیہانہ مباحث موجود ہیں۔

ابنِ قیم نے جن مآخذ سے استفادہ کیا ہے ان میں کتبِ احادیث وسیرت کے علاوہ راویوں کی جرح وتعدیل کے سلسلہ میں کتب اسماء الرجال سے بھی بھرپور استفادہ کیا ہے۔

زادالمعاد میں سیرت نبویہؐ کے ابتدائی مؤلفین مثلاً ابوالاسود، معتمر بن سلیمان، موسیٰ بن عقبہ اور سعید بن یحییٰ الاموی کی کتاب المغازی کے حوالے بھی ملتے ہیں۔ اس کے علاوہ ابن اسحاق، واقدی، ابن سعد اور ابن جریر کی کتب سے بھی مصنّف نے استفادہ کیا ہے۔ کہیں کہیں ابن سیدالناس کی عیون الاثر، ابوالربیع سلیمان بن موسیٰ الکلاعی کی الاکتفاء اور عبدالمؤمن بن خلف کی سیرت سے بھی مصنّف نے مواد لیا ہے۔

ابن قیم نے اکثر مسائل میں اپنے استاد ابن تیمیہ کا مسلک بیان کیا ہے۔ اور اسے قولِ فیصل قرار دیا ہے۔ ابن قیم نے بہت سے مقامات پر ابنِ حزم کے ظاہری مسلک پر تنقید کی ہے۔

علامہ ابنِ قیم نے بہت سی ضعیف اور موضوع احادیث کی نشاندہی کرتے ہوئے ان پر کڑی تنقید بھی کی ہے۔ نیز ضعیف احادیث کے سلسلہء اسناد میں موجود رواۃ کی تجریح وتعدیل کے ضمن میں بڑی محققانہ بحث کی ہے۔ زادالمعاد میں مصنف نے رسول اللہ ﷺ کے حالات بیان کرنے پر اکتفا نہیں کیا بلکہ اس بات کی وضاحت بھی کی ہے کہ رسول اللہ ﷺ کے فلاں قول یا فعل سے کیا حکم مستنبط ہوتا ہے اور ان کے معمولاتِ زندگی میں ہمارے لیے کیا کچھ سامانِ موعظت موجود ہے۔

## علامہ ابن کثیرؒ

اسماعیل بن عمر عمادالدین ابوالفداء ابن کثیر (م ۷۷۴ھ) (۱۰) کی تاریخ کی ضخیم کتاب ''البدایۃ والنہایۃ'' میں ابتدائے آفرینش سے ۷۶۸ھ تک کے واقعات بیان کیے گئے ہیں علامہ ابنِ کثیر نے سیرتِ نبویہؐ کے واقعات کو نہایت محققانہ انداز میں لکھا ہے۔ بقول صاحبِ کشف الظّنون'' یہ کتاب صحیح اور غلط روایات میں امتیاز کرنے میں اپنی مثال آپ ہے۔ (۱۱) علاّمہ ابنِ کثیر نے روایاتِ سیرت کی تنقیح

---

۹۔ البدایۃ والنہایۃ، ۱۴/۶۵۹؛ الذیل علی طبقات الحنابلہ، ۴/۳۶۸؛ الدررالکامنہ، ۳/۴۰۰؛ شذرات الذھب، ۶/۱۶۸

۱۰۔ الاعلام، ۱/۳۲۰؛ شذرات الذھب، ۶/۲۳۱

۱۱۔ کشف الظنون، ۱/۲۲۸

وتہذیب میں نہایت محنت اور دیانت سے کام لیا ہے۔

علاّمہ ابنِ کثیر نے سیرت نبویہؐ کو سات حصّوں میں منقسم کیا ہے۔ جن میں سے ہر حصّے کو کتاب کا نام دیا ہے۔ یعنی کتاب المبعث ، کتاب المغازی، کتاب الوفود، کتاب حجۃ الوداع، کتاب الشمائل، کتاب الدلائل اور پھر ہر مذکور کتاب کو متعدد ابواب، متنوع ذیلی فصول میں اور لاتعداد ذیلی عنوانات کے تحت ترتیب دیا ہے۔

علاّمہ ابن کثیر نے اکثر روایات میں اسناد کی شدّت سے پابندی کی ہے اور سیرتِ نبویہؐ کے واقعات کو قلمبند کرتے ہوئے محض سیر و مغازی کی کتب پر اکتفا نہیں کیا بلکہ احادیث و تفاسیر اور اسماء الرجال کی کتابوں سے بھی وسیع پیمانے پر استفادہ کیا ہے۔

ان کے علاوہ سیرت دمیاطی، سیرت خلاطی، سیرت گازرونی، سیرت ابن ابی طے اور سیرت مغلطائی بھی اس دور کی مشہور کتب سیرت ہیں۔ بعد کے مؤلفین مثلاً علامہ قسطلانی، علامہ شامی، علامہ دیار بکری نے ان کتابوں سے خاطر خواہ استفادہ کیا ہے۔

## ساتویں اور آٹھویں صدی ہجری کی سیرت نگاری کی خصوصیات

ا۔ ساتویں اور آٹھویں صدی ہجری میں ایسے سیرت نگار سامنے آئے جنہوں نے فنِ درایت کو سیرت نگاری کی بنیاد بنایا۔ چنانچہ علاّمہ ابن قیم، ذھبی اور ابنِ کثیر کا شمار ایسے ہی سیرت نگاروں میں ہوتا ہے اس سے پہلے سیرت نگاری کے جتنے بھی ادوار گزرے ہیں ان میں سیرت نگاری کا انداز تاریخی اور واقعاتی نوعیّت کا ہے۔ لیکن اس دور کے سیرت نگاروں میں علاّمہ ابن قیم، علاّمہ ذھبی اور علاّمہ ابنِ کثیر نے تحقیقی انداز میں سیرت نبویہؐ کے مواد کو قلمبند کیا۔ انہوں نے روایاتِ سیرت کی تہذیب و تنقیح کی۔ ضعیف راویوں اور ضعیف احادیث کی نشاندہی کرتے ہوئے ان پر تنقید کی۔

۲۔ پانچویں اور چھٹی صدی عیسوی میں سیرت کی کتابوں کے ماخذ اوّلین کتبِ سیرت تھیں۔ یعنی موسیٰ بن عقبہ، ابنِ اسحاق، ابومعشر واقدی اور ابنِ سعد کی کتبِ سیرت ان مؤلفین کے پیشِ نظر تھیں لیکن اس دور میں روایاتِ سیرت کے پہلو بہ پہلو کتبِ صحاح اور اسانید و سنن کے مجموعوں سے بھی استفادہ کیا جانے لگا۔ چنانچہ ابن سید الناس نے عیون الاثر کے آخر میں اپنے جن ماخذ کا تعارف دیا ہے ان میں صحاح ستہ کا درجہ سب سے پہلے ہے۔ سیرت کی کتابوں کا تذکرہ انہوں نے بعد میں کیا ہے۔ اسی طرح علاّمہ ابن کثیر اور علاّمہ ابن قیّم نے کتبِ احادیث سے سیرت کی کتابوں کو مرتّب کیا ہے۔ کتبِ احادیث کے علاوہ ''علم اسماء الرجال'' کی کتابیں بھی ان کے پیشِ نظر رہیں۔

۳۔ پانچویں اور چھٹی صدی ہجری کی کتابوں میں غزوات کا ذکر مختصراً ہے لیکن اس دور میں آکر غزواتِ نبویؐ پر تفصیلی مواد پیش کیا گیا۔ چنانچہ تمام سیرت نگاروں ابن الاثیر، ابنِ کثیر، ابنِ جوزی اور علاّمہ ذھبی نے غزوات پر تفصیلاً لکھا اور اس سلسلہ میں مغازی ابنِ اسحاق، موسیٰ بن عقبہ، سعید بن یحییٰ الاموی اور دیگر ابتدائی کتبِ مغازی کے حوالے جابجا ملتے ہیں۔ علاّمہ ابوالربیع موسی الکلاعی نے محض غزواتِ نبویؐ ہی کو موضوع بنایا۔ چنانچہ ان کی ''الاکتفاء'' میں غزوات کا بیان مفصّل طور پر ملتا ہے۔

### خلاصہء بحث

ساتویں اور آٹھویں صدی ہجری میں سیرت نگاری کے تحقیقی اور تاریخی جائزہ سے یہ حقیقت منکشف ہوتی ہے کہ اس دور میں سیرت نگاری ایک نئے موڑ میں داخل ہوگئی۔ اس دور میں ایسے سیرت نگار سامنے آئے جو نہ صرف اعلیٰ پایہ کے محدّث تھے بلکہ علم اسماء الرجال سے گہری واقفیت رکھتے تھے۔ ابن کثیر، ابن القیم اور علامہ ذھبی کا شمار ایسے ہی سیرت نگاروں میں ہوتا ہے۔ ان تمام مؤلفین نے محدّثانہ حیثیت سے روایاتِ سیرت کی جانچ پڑتال کرتے ہوئے ان کی تردید وتضعیف کی نیز ضعیف راویوں کی جرح وتعدیل بھی کی۔ سیرت نگاری کے گزشتہ دور میں (پانچویں اور چھٹی ہجری) نبی اکرم ﷺ کے معجزات وشمائل واخلاق کے پہلو نمایاں رہے۔ اس دور کے تمام مؤلفین سیرت نے غزواتِ نبی ﷺ کو تفصیل سے پیش کیا ہے۔ غزواتِ نبی ﷺ کے ساتھ ساتھ شمائل اور معجزات ودلائل کے موضوعات بھی ان سیرت

نگاروں کے پیش نظر ہے۔ان سیرت نگاروں میں سے ابن الاثیر، ابن کثیر اور علامہ ذھبی نے تاریخ عالم لکھتے ہوئے نبی اکرم ﷺ کی حیات طیبہ کے دور کو نہایت شرح وبسط کے ساتھ بیان کیا ہے

اس دور میں علامہ ابن القیم ایسے سیرت نگار ہیں جنہوں نے واقعاتِ سیرت سے فقہی مسائل کے استنباط اور ان واقعات سے حاصل ہونے والے فوائد اور حکمتوں پر بھی روشنی ڈالی ہے۔

الغرض سیرت نگاری کا یہ دور اس بنا پر نہایت اہم ہے کہ اس دور میں لکھی جانے والی کتبِ سیرت سے نویں اور دسویں صدی ہجری کے مؤلفینِ سیرت نے خاطر خواہ استفادہ کیا ہے۔

# فصل پنجم

## سیرت نگاری نویں اور دسویں صدی ہجری میں

نویں اور دسویں صدی ہجری کا شمار سیرت نگاری کے اہم ادوار میں ہوتا ہے۔اس دور کے مؤلفین سیرت نے سیرت النبی ﷺ پر نہایت ضخیم اور عظیم الشان کتابیں تحریر فرمائیں۔علامہ مقریزی کی ''امتاع الاسماع'' اور علامہ شامی کی ''سبل الھدیٰ والرشاد'' کا شمار سیرت کی ضخیم ترین کتابوں میں ہوتا ہے۔

دیگر مؤلفین سیرت میں سے علامہ ابوبکر العامری کی بھجۃ المحافل میں سیرت نبویہ ﷺ کو اختصار اور جامعیت کے ساتھ پیش کیا گیا ہے۔علامہ دیار بکری کی کتاب ''تاریخ الخمیس'' میں سیرت النبی ﷺ کے واقعات کو زیادہ اہمیت دی گئی۔سیرت کے دیگر موضوعات مثلاً شمائل و دلائل اور خصائص النبی ﷺ کو تفصیل سے پیش کیا گیا ہے۔

اس دور کی تمام کتب سیرت میں سے المواہب اللدنیہ کو سب سے زیادہ مقبولیت حاصل ہوئی۔یہ واحد کتاب ہے جس کی شروح وتعلیقات اور حواشی لکھے گئے۔یہ کتاب نہ تو مختصر ہے اور نہ بہت طویل۔علامہ قسطلانی نے اعتدال اور جامعیت کے پہلو کو مدنظر رکھتے ہوئے یہ کتاب لکھی۔

نویں اور دسویں ہجری کی چند اہم کتب سیرت کا تعارف درج ذیل ہے۔

### علامہ تقی الدین مقریزی

علامہ تقی الدین مقریزی (م ۸۴۵ھ) (۱) کی سیرتِ نبویہ ﷺ پر مشہور کتاب ''امتاع الأسماع بما للنبی ﷺ من الأحوال والأموال والحفدۃ والمتاع'' ہے۔مؤلف نے نبی اکرم ﷺ کی سیرت طیبہ کے واقعات و احوال کے علاوہ آپ ﷺ کے معمولات و افعال اور آپ ﷺ سے متعلق متعدد چیزوں کا ذکر کیا ہے۔مضامین کی کثرت کے اعتبار سے نویں اور دسویں صدی ہجری میں لکھی جانے والی سیرت کی کتابوں میں سب سے مقدم ہے۔

سب سے پہلے مؤلف نے نبی اکرم ﷺ کی ولادت سے لے کر وفات تک پیش آنے والے واقعات زمانی ترتیب کا لحاظ کرتے ہوئے مختصر اور جامع انداز میں بیان کیے ہیں۔یہ تمام واقعات مؤلف نے بغیر کسی مصدر و مآخذ کا حوالہ دے کر تحریر کیے ہیں۔واقعاتِ سیرت کے مختصر تذکرہ کے بعد سیرتِ نبویہ ﷺ سے متعلق باقی معلومات کو موضوعات کے اعتبار سے بیان کیا ہے۔علامہ مقریزی نے سیرت نبویہ ﷺ سے متعلق جن مضامین کو بیان کیا ہے ان میں نبی اکرم ﷺ کے اسماء گرامی، کنیت، جسمانی صفات، اخلاق و عادات، زھد وورع، عبادات میں جہد اور مداومت، آغاز و اقسام وحی، قبل از بعثت نبوت کی علامات، شق صدر، جبرائیلؑ کی نبی اکرم ﷺ کو وضو اور نماز کی تعلیم، آپ ﷺ کے فضائل و خصائص (مثلاً رحمۃ للعالمین، عموم رسالت، طہارت نسب، تقدم نبوت، شفاعت عظمیٰ، مقام محمود، جوامع الکلم وغیرہ)، آپ ﷺ کے زمانہ حمل سے بعثت تک وقوع پذیر ہونے والے أعلام، آپ ﷺ کی بعثت کا ذکر، دیگر انبیاء کرامؑ کے ساتھ نبی اکرم ﷺ کے فضائل کا موازنہ، اعجاز القرآن، سبعہ احرف، مدینہ، مکہ، بصرہ، شام اور کوفہ کے مشہور تابعین قراء کے نام، قرأت مشہورہ، معجزات نبوی ﷺ (مؤلف نے تقریباً ۱۰۶ معجزات کا ذکر کیا ہے)، آپ ﷺ کی اولاد و ازواج کا ذکر، آپ ﷺ کے اسلاف اور سسرالی رشتہ داروں کا ذکر، آپ ﷺ کے موالی، غلاموں اور خادموں کا ذکر، آپ ﷺ کے لباس، انگوٹھی، خضاب، بالوں، سرمہ، خوشبو، چارپائی، لحاف، تکیہ، قبہ اور آپ ﷺ کے آلاتِ حروب میں سے تلواروں، زرہوں، خود اور نیزوں کا ذکر، آپ ﷺ کے سواری کے جانوروں، آپ ﷺ کی خوراک، کھانے کے آداب، طب نبوی ﷺ، سونے جاگنے اور پہننے میں آپ کی سیرت، آپ کے اسفار، اسراء ومعراج، حج و عمرہ، آپ ﷺ کی حدیث روایت کرنے والے صحابہ، آپ ﷺ کے امراء، وزراء، عمال، جنگوں میں آپ ﷺ کا شعار،

---

۱۔ المنھل الصافی، ۱/۳۹۴؛ الضوء اللامع، ۱/۲۱؛ البدر الطالع، ۱/۷۹؛ التاج المکلل، ۳۶۰؛ شذرات الذھب، ۷/۲۵۴

جزیہ، خراج اور صدقہ وغیرہ شامل ہیں۔ ان مضامین سیرت کے علاوہ مؤلف نے آپ ﷺ کے فضائل و کرامات، خصائص، مستجاب دعاؤں اور اخبار غیب کو نہایت تفصیل سے بیان کیا ہے۔

علامہ مقریزی نے صحاح ستہ اور احادیث کے دیگر مجموعوں سے بھرپور استفادہ کیا ہے۔ امتاع الاسماع میں کئی مقامات پر فقہی مباحث بھی موجود ہیں۔ اس کتاب کی ایک نمایاں خصوصیت اسناد کا التزام ہے۔ کتاب کا ابتدائی حصہ جو کہ ولادتِ نبوی ﷺ سے وفاتِ نبی ﷺ تک کا ہے بغیر مصادر و مآخذ اور اسناد کا حوالہ دیئے تحریر کیا ہے۔ بعد کے تمام ابواب میں مؤلف نے بہت حد تک اسناد کے ساتھ احادیث نقل کی ہیں۔

امتاع الاسماع میں ابوعمرو بن عبدالبر کے اقوال و آراء کثرت سے ملتے ہیں۔ ان کے علاوہ مؤلف نے قاضی عیاض، علامہ قرطبی، ابن حزم، امام غزالی اور امام نووی کے اقوال و آراء بھی کہیں کہیں نقل کی ہیں۔

الغرض امتاع الاسماع کا کتبِ سیرت میں نہایت اہم مقام ہے۔

## یحییٰ بن اُبوبکر العامری

''بھجۃ المحافل وبغیۃ الأماثل فی تلخیص المعجزات والسیر والشمائل'' سیرت نبویہ ﷺ پر اُبوزکریا عمادالدین یحییٰ بن ابوبکر العامری الیمنی (م ۸۹۳ھ)(۲) کی ایک اہم کتاب ہے۔ کتاب کا آغاز نبی اکرم ﷺ کی ولادت اور نسب شریف کی پاکیزگی سے ہوتا ہے۔ مؤلف نے نبی اکرم ﷺ کی نبوت کی اولیت، مکہ اور مدینہ کے فضائل، آپ ﷺ کے آباؤاجداد کا ذکر کرنے کے بعد نبی اکرم ﷺ کی ولادت سے لے کر وفات تک کے تمام واقعات کو زمانی ترتیب کے ساتھ مختصراً مگر جامع انداز میں تحریر کیا ہے۔ اس کے علاوہ نبی اکرم ﷺ کی ازواج و اولاد، چچاؤں، پھوپھیوں، رضاعی بھائیوں اور بہنوں، موالی، خداموں، حراست کرنے والوں، مختلف بادشاہوں کے نام لکھے گئے خطوط، کاتبین وحی، عشرہ مبشرہ، آپ ﷺ کے جانوروں میں سے گھوڑوں، خچروں، آلاتِ حرب اور لباس کا ذکر کرنے کے بعد غزوات و سرایا کو تحریر کیا ہے۔

نبی اکرم ﷺ کے اسماء گرامی، جسمانی اور اخلاقی صفات، آپ ﷺ اور آپ ﷺ کی امت کے خصائص، معجزات، خوارقِ عادات، شمائل اور اقوال و افعال اور دیگر معمولات زندگی کا ذکر ہے۔

بھجۃ المحافل کا ایک باب نبی اکرم ﷺ کی عبادات کے بیان پر مشتمل ہے۔ اس باب میں مؤلف نے وضو، تیمم، صلوۃ خمسہ، صلاۃ الیل، صلوۃ الجماعۃ، صلوۃ الوتر، صلوۃ التراویح، صلوۃ الاستخارہ، صلوۃ التسبیح، صلاۃ الضحیٰ، روزوں اور آپ ﷺ کے ادعیہ و اذکار بیان کیے ہیں۔

آخر میں مؤلف نے آپ ﷺ کے اہل بیت اور صحابہ کرامؓ کے فضائل اور آپ ﷺ پر درود بھیجنے کا ذکر کیا ہے۔

علامہ ابوبکر العامری نے سیرت نبویہ ﷺ کے واقعات بغیر کسی مآخذ کا حوالہ دیئے تحریر کیے ہیں البتہ معجزات اور شمائل و اخلاق کے سلسلہ میں جو احادیث نقل کی ہیں وہ زیادہ تر صحاح ستہ سے ہیں۔ ابنِ عساکر، علامہ بیہقی اور اُبونعیم کی روایات بہت کم نقل کی ہیں۔

---

۲۔ التاج المکلل، ۴۷۸

### عبدالرحمٰن بن ابی بکر السیوطی

علامہ جلال الدین سیوطی (م ۹۱۱ھ)(۳) سیرت نبویہ ﷺ کی ایک مشہور کتاب ''الخصائص الکبریٰ'' کے مؤلف ہیں۔ کتاب کا اصل نام ''کفایۃ الطالب اللبیب فی خصائص الحبیب'' ہے۔لیکن ''الخصائص الکبریٰ'' کے نام سے معروف ہے۔الخصائص الکبریٰ نبی اکرم ﷺ کے خصائص وامتیازات اور معجزات ودلائل کے موضوعات پر مشتمل ہے۔مؤلف نے سب سے پہلے نبی اکرم ﷺ کے نبوت اور خلقت کے اعتبار سے مقدم ہونے پر بحث کی ہے۔اس کے بعد آپ ﷺ کی رسالت کے عموم، انبیاءؑ سے اخذِ میثاق کہ وہ آپ ﷺ کا زمانہ پائیں تو آپ ﷺ پر ایمان لائیں گے اور آپ ﷺ کی مدد کریں گے۔اللہ تعالیٰ کا نبی اکرم ﷺ کے نام کو اپنے نام کے ساتھ عرش پر لکھنا، حضرت ابراھیمؑ کی دعا، توراۃ وانجیل میں آپ ﷺ کی علامات وبشارات اور آپ ﷺ کے نسب کی طہارت بیان کرنے کے بعد معجزات ودلائل کو واقعاتِ سیرت کی زمانی ترتیب کے اعتبار سے بیان کیا ہے۔مثلاً آپ ﷺ کی ولادت، ہجرت اور غزوات کے دوران پیش آنے والے معجزات ودلائل بیان کیے ہیں۔ بعد ازاں مؤلف نے وہ معجزات بیان کیے ہیں جو تاریخی اعتبار سے مرتّب نہ ہوسکے۔علامہ سیوطی نے صحاح ستہ سے بھی روایات لی ہیں لیکن زیادہ تر روایات ابنِ عساکر، علامہ بیہقی اور اُبونعیم کے حوالے سے نقل کی ہیں۔ان میں سے کئی روایات موضوع اور شدید ضعف کی حامل ہیں۔

علامہ دیار بکری نے تاریخ الخمیس میں معجزات وخصائص کا باب علامہ سیوطی کی الخصائص الکبریٰ سے نقل کیا ہے۔

### علامہ قسطلانی، احمد بن محمد

نویں اور دسویں صدی ہجری کے دور کی چوتھی اہم کتاب ''المواھب اللدنیہ بالمنح المحمدیہ'' ہے۔اس کے مصنف احمد بن محمد ابوالعباس قسطلانی (م ۹۲۳ھ) ہیں۔یہ کتاب مقالہ ھذا کا موضوعِ بحث ہے۔اس کتاب کے مضامین وخصوصیات کا ذکر مختلف ابواب کے تحت کیا جائیگا۔

### محمد بن یوسف الصالحی الشامی

سبل الھدیٰ والرشاد کے مؤلف علامہ محمد بن یوسف الصالحی الشامی (م ۹۴۲ھ)(۴) ہیں۔علامہ شامی کی یہ کتاب سیرتِ نبویہ ﷺ کا انسائیکلوپیڈیا ہے۔مؤلف نے سیرت نبویہ ﷺ کے ہر موضوع کو خواہ چھوٹا ہو یا بڑا علیحدہ باب کے تحت بیان کیا ہے۔سبل الھدیٰ والرشاد کے موضوعات کا مختصر تعارف درج ذیل ہے۔

سب سے پہلے مؤلف نے نبی اکرم ﷺ کی ولادت سے قبل رونما ہونے والے معجزات ودلائل اور آپ ﷺ کے فضائل کا ذکر کیا ہے۔مثلاً یہ کہ آپ ﷺ خلقت کے اعتبار سے اوّل ہیں۔آپ ﷺ کی وجہ سے آدم اور دیگر مخلوقات کی تخلیق ہوئی۔آپ ﷺ نبوت کے اعتبار سے مقدم ہیں۔انبیاءؑ سے آپ ﷺ کی پیروی کا میثاق، اللہ تعالیٰ کے نام کے ساتھ نبی اکرم ﷺ کے نام کی کتابت عرش پر، حضرت ابراھیمؑ کی دعا، کتب قدیمہ میں آپ ﷺ کے فضائل ومناقب کا ذکر، اُحبار، کاہنوں اور راہبوں کی آپؐ کے مبعوث ہونے سے متعلق اخبار، آپ ﷺ کی بعثت سے قبل دیکھے جانے والے خواب کا تذکرہ ہے۔

مکہ کے فضائل سے متعلق باب میں کعبہ اور اس کی تعمیر، کعبہ کے نام، کعبہ میں داخل ہونے کے آداب وفضائل، حجرِ اسود، زمزم کے

---

۳۔ البدر الطالع، ۳۲۸/۱؛ الضوء اللامع، ۶۵/۲؛ شذرات الذھب، ۵۱/۸؛ التاج المکلل، ۳۵۶؛ الاعلام، ۳۰۱/۳

۴۔ شذرات الذھب، ۲۵۰/۸؛ معجم المولفین، ۱۳۱/۱۲؛ الاعلام، ۱۵۵/۷

فضائل، بیت اللہ شریف کوایک نظر دیکھنے کی فضیلت، مکہ کی حرمت وتعظیم ملائکہ اورانبیاءؑ کے حج، اصحاب الفیل کی ہلاکت کا قصہ شامل ہیں۔

آپ ﷺ کے نسب شریف سے متعلق ابواب میں عرب کے فضائل اوران کی محبت، نبی اکرم ﷺ کے نسب کی طہارت، آپ ﷺ کے آباؤاجداد کے نام آدمؑ تک، حضرت آمنہ کے حاملہ ہونے اوراس دوران وقوع پذیر ہونے والے معجزات، عبداللہ بن عبدالمطلب کی وفات، آپ ﷺ کی ولادت کی تاریخ وجگہ، آپ ﷺ کی ولادت سے متعلق احبار یہود کی خبریں، ولادت کے وقت رونما ہونے والے معجزات، آپ ﷺ کا مختون پیدا ہونا، گہوارے میں کلام کرنا، آپ ﷺ کی ولادت پر ابلیس کا غم، کسریٰ کے محل کے چودہ کنگرے گرنا، فارس کی آگ کا بجھ جانا وغیرہ پر مشتمل موضوعات ہیں۔

میلاد النبی ﷺ کے منانے کے جائز اور ناجائز ہونے کی بحث وغیرہ۔ آپ ﷺ کی رضاعت اور رضاعت کے دوران پیش آنے والے واقعات، آپ ﷺ کے نام اور کنیت اور آپ ﷺ کے جد شریف کی صفات کو علیحدہ علیحدہ ابواب کے تحت تفصیل سے ذکر کیا ہے۔

آپ ﷺ کی ولادت سے لے کر بعثت تک کے حالات کو مؤلف نے مختلف ابواب جیسا کہ احبار ورھبان کی خبریں، شیاطین کا آپ ﷺ کی بعثت سے متعلق آسمانی خبریں سننا، بتوں کا گرنا، بعثت کے وقت آپ ﷺ کی عمر، رؤیائے صادقہ، وحی کا آغاز وکیفیت، وحی کا نزول، وحی کی شدت اوراس کی اقسام، فترۃ الوحی، وحی کے معنی وغیرہ میں بیان کیا ہے۔

بعثت نبوی ﷺ کے بعد وقوع پذیر ہونے والے واقعات میں حضرت جبرائیلؑ کا نبی اکرم ﷺ کو وضو اور نماز کی تعلیم، صحابہؓ کا قبولِ اسلام، اعلانیہ دعوت کا آغاز، قریش کی مخالفت وعداوت، ہجرتِ حبشہ، واقعہ شعبِ ابی طالب، ابوطالب کی وفات، حضرت خدیجہؓ کی وفات، سفرِ طائف، جنوں کا قبولِ اسلام وغیرہ شامل ہیں۔

نبی اکرم ﷺ کے سفرِ معراج کو مؤلف نے علیحدہ باب میں تفصیل کے ساتھ ذکر کیا ہے۔

نبی اکرم ﷺ کی ھجرتِ مدینہ، مدینہ کے فضائل، ھجرت سے پہلے اور دوسرے سال کے واقعات میں مسجد نبوی ﷺ کی تعمیر، اذان کی ابتداء، مؤاخات اور تحویلِ قبلہ کا بیان ہے۔

یہودیوں سے نبی اکرم ﷺ کا تاریخی معاہدہ (میثاقِ مدینہ)، عبداللہ بن سلام کا قبولِ اسلام، یہود کا نبی اکرم ﷺ سے روح کے متعلق سوال کرنا اور یہود مدینہ سے متعلق دیگر واقعات کا بیان ہے۔

مؤلف نے نبی اکرم ﷺ کے مغازی (جن کی تعداد ۲۸ ہے) کا ذکر کرنے کے بعد آپ ﷺ کے سراپا کو تاریخی ترتیب سے علیحدہ بیان کیا ہے۔

آپ ﷺ کی صفاتِ معنویہ مثلاً حسن خلق، حلم وعفو، تواضع، شجاعت اور دیگر متعدد اوصاف کو علیحدہ علیحدہ ابواب کے تحت ذکر کیا ہے۔ نبی اکرم ﷺ کا بات چیت کرنے کا انداز، مصافحہ، معانقہ، سلام واستئذان، جلسہ، قیام، ٹیک لگانا، کھانے پینے میں آپ ﷺ کی سیرت، سونے کے متعلق آپ ﷺ کی سیرت، آپ ﷺ کے رؤیا، آپ ﷺ کا لباس، انگوٹھی، خوشبو لگانا، خضاب اور سرمہ وغیرہ لگانے جیسے متفرق موضوعات کو بھی مؤلف نے علیحدہ علیحدہ عنوانات کے تحت ذکر کیا ہے۔ اسی طرح آپ ﷺ کے آلاتِ بیت، آلاتِ حروب اور سواری کے جانوروں کا ذکر ہے۔ مؤلف نے آپ ﷺ کی سیرت کو بھی علیحدہ باب کے تحت بیان کیا ہے۔

نبی اکرم ﷺ کی عبادات کے تذکرہ میں وضو، مسواک، غسل، تیمم، صلوٰت فریضہ، صلوٰۃ النوافل، صلوٰۃ اللیل، صلوٰۃ الضحیٰ، صلوٰۃ الکسوف اور صلوٰۃ الاستسقاء کا بیان نہایت مفصل ہے۔ مریضوں کی عیادت کرنے، زکوٰۃ صدقہ، روزے اور اعتکاف، حج اور عمرہ، قرأت قران اور اَدعیہ واذکار میں آپ ﷺ کی سیرت بیان کی گئی ہے۔

معاہدات کا ذکر کرتے ہوئے تجارت، مشارکت، وکالت وتوکیل اور رھن کے ضمن میں سیرت النبی ﷺ کو بیان کیا ہے۔ دیگر موضوعات میں ھدایا، عطایا، اقطاعات، نکاح، مہر، طلاق، ۔۔۔، شکار وقربانی، قسم ونذر، جہاد اور اس کے احکام، آپ ﷺ کی مرویات و۔۔۔، فیصلوں اور شعر میں آپ ﷺ کی سیرت شامل ہے۔

علامہ شامی نے آپ ﷺ کے معجزات کو نہایت تفصیل سے بیان کیا ہے۔ اخبارِ غیب اور مستجاب دعاؤں کا ذکر بھی معجزات کے تحت کیا ہے۔ علاوہ ازیں صحابہ کرامؓ کے رؤیا اور صحابہ کرامؓ کے ہاتھوں وقوع پذیر ہونے والی کرامات کا ذکر بھی معجزات کے بیان میں کیا ہے۔ آخر میں مؤلف نے ان معجزات کا ذکر کیا ہے کہ کیسے اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ کو کفار کے شر سے محفوظ رکھا۔

آپ ﷺ کے فضائل کا دیگر انبیاء کرام کے فضائل کے ساتھ موازنہ اور خصائص النبی ﷺ کے طویل تذکرہ کے بعد اہلِ بیت کے فضائل بیان کیے ہیں۔

آپ ﷺ کے چچاؤں، پھوپھیوں، ازواج، عشرہ مبشرہ، قضاۃ، فقہاء، حافظ قرآن صحابہؓ، وزراء، امراء، تابعین، ایلچیوں، خطوط، کاتبین، خطیبوں، شاعروں، حدی خوانوں، حراست کرنے والوں، تلواروں، مسواک، نعلین، اونٹوں کے رکھوالوں، غلاموں، لونڈیوں، خداموں، سواری کے جانوروں مثلاً گھوڑوں، خچروں اور گدھوں کا ذکر علیحدہ علیحدہ عنوانات سے کیا ہے۔

امّت پر آپ ﷺ کے حقوق، نبی، رسول اور فرشتہ کی معصومیت اور شیطان سے حفاظت، آپ ﷺ کے دنیاوی بشری عوارض، آپ ﷺ کو بُرا بھلا کہنے والے، دم اور طب کے حوالے سے آپ ﷺ کی سیرت کا بیان ہے۔

آخر میں مؤلف نے آپ ﷺ کی بیماری، وفات، آپ ﷺ کی قبر کی زیارت، آداب زیارت، آپ ﷺ کی وفات کے بعد آپ ﷺ کے توسل سے مانگنا اور آپ ﷺ پر درود وسلام بھیجنے کا ذکر ہے۔

## حسین بن محمد الدیار بکری

شیخ حسین بن محمد بن الحسن الدیار بکری (م ۹۶۶ھ) (۵) ''تاریخ الخمیس'' کے مؤلف ہیں۔ آپ نے کتاب کے آغاز یعنی مقدمہ میں سب سے پہلے ان مصادر و مآخذ کے نام بتائے ہیں جن سے انہوں نے استفادہ کیا۔ ان میں تفسیر کشاف، معالم التنزیل، اُنوار التنزیل، تفسیر قشیری، بحر العلوم، زاد المسیر، صحاح ستہ، شرح السنۃ والمشکاۃ، شرح الطیبی، موطا امام مالک، فتح الباری، ابن اثیر کی جامع الاصول اور اسد الغابۃ، قاضی عیاض کی الشفاء، علامہ بیہقی کی شعب الایمان اور دلائل النبوۃ، ابن الجوزی کی تلقیح الاذھان، صفۃ الصفوۃ، شرف المصطفیٰ، امام نووی کی المنہاج اور اُلاذکار، محبؒ طبری کی ذخائر العقبیٰ، السمط الثمین، خلاصۃ السیر اور الریاض النضرۃ، علامہ قسطلانی کی المواہب اللدنیہ، الکلاعی کی الاکتفاء، ابن عبدالبر کی الاستیعاب، سیرت دمیاطی، سیرت مغلطائی، اُزرقی کی تاریخ مکہ اور دیگر کئی کتابیں شامل ہیں۔

مؤلف نے تاریخ الخمیس کو تین حصوں میں تقسیم کیا ہے، مقدمہ، تین ارکان اور خاتمہ

مقدمہ:

اس کو تین طلائع میں تقسیم کیا ہے۔ پہلے طلیعۃ میں نبی اکرم ﷺ کی تعریف وتوصیف، بشر اور ملائکہ میں فرق، نور محمدی ﷺ کی اوّلیت اور آپ ﷺ کی تمام انبیاء اور انسانوں سے قبل تخلیق کا ذکر شامل ہے۔ اس کے علاوہ کتب قدیمہ میں آپ ﷺ کی علامات وبشارات کا موضوع بھی شامل ہے۔

دوسرے طلیعۃ میں ملائکہ اور جنوں کی تخلیق، زمین وآسمان کی تخلیق، خلق آدمؑ وحواؑ، حضرت عیسیٰؑ، یحییٰؑ، زکریاؑ اور ابراھیمؑ کا ذکر،

---

۵۔ الاعلام ۲/۲۵۶

ذوالقرنین، یاجوج ماجوج، دجال، حضرت خضر، دابۃ الارض، زمزم کا ظہور، یعقوبؑ ویوسفؑ کا ذکر اور عبدالمطلب کے زمانے میں زمزم کے ظہور کا تذکرہ شامل ہے۔

تیسرے طلیعۃ میں عبداللہ کی ولادت، قصہ ذبح، آمنہ سے تزویج اور حمل کے دوران وقوع پذیر ہونے والے واقعات کا ذکر شامل ہے۔

ارکان ثلاثہ:

تاریخ الخمیس کا دوسرا حصہ تین ارکان پر مشتمل ہے۔

پہلے رکن میں ولادت سے لے کر اعلانِ نبوّت تک پیش آنے والے واقعات شامل ہیں۔ رکن اوّل کو مؤلف نے مزید تین ابواب میں منقسم کیا ہے۔ ولادت کے پہلے سال سے لے کر گیارھویں سال تک کے واقعات میں آپ ﷺ کی ولادت، مختون ہونے کا ذکر، آپ ﷺ کے اسماء والقاب، شمائل واخلاق، مضامین معجزات، رضاعت، استسقاء عبدالمطلب، حدیث سیف بن ذی یزن، ذکر سلیمان وبلقیس، عبدالمطلب کی وفات، ابوطالب کی کفالت، شام کا سفر، حرب الفجار وغیرہ شامل ہیں۔ دوسرے باب میں آپ ﷺ کی ۱۲ سال کی عمر سے لے کر ۲۴ سال تک پیش آنے والے واقعات شامل ہیں۔ تیسرے باب میں پچیس سال کی عمر سے لے کر چالیس سال تک پیش آنے والے واقعات کا ذکر ہے۔

رکن ثانی میں ابتدائے نبوت سے زمانہ ہجرت تک کے واقعات کا بیان ہے۔

رکن ثالث ہجرت سے لے کر وفات تک کے واقعات پر مشتمل ہے۔ مؤلف نے رکن ثالث کو دس موطن میں تقسیم کیا ہے۔ ہجرت کے پہلے سال میں پیش آنے والے واقعات کو موطن اوّل میں بیان کیا ہے۔ دوسرے سال میں پیش آنے والے واقعات کو موطن دوم میں اور اسی طرح باقی سالوں میں پیش آنے والے واقعات کو بیان کیا ہے۔

خاتمہ:

اس میں دو فصول ہیں۔ پہلی فصل میں متفرق موضوعات مثلاً آپ ﷺ کے غلاموں، خادموں، امراء، ایلچیوں، کاتبوں مؤذنوں، خطیبوں، شعراء حدی خوانوں، آپ ﷺ کے جانوروں میں سے گھوڑوں، خچروں، آلاتِ حروب اور لباس وغیرہ کا ذکر شامل ہے۔

دوسری فصل خلفائے راشدین، خلفائے بنی عباس اور بنوامیہ کے تذکرہ پر مشتمل ہے۔

**نویں اور دسویں صدی ہجری کی سیرت نگاری کی خصوصیات**

۱۔ نویں ودسویں صدی ہجری میں کچھ سیرت نگار ایسے ہیں جنہوں نے سیرتِ نبویہ ﷺ پر نہایت مفصل لکھا ہے۔ ان میں علامہ مقریزی اور علامہ شامی شامل ہیں۔ ان کی کتبِ سیرت نہایت ضخیم ہیں۔ ماقبل سیرت نگاروں میں سے کسی نے سیرت نبویہ ﷺ کے اتنے پہلوؤں کا استقصاء نہیں کیا جتنا انہوں نے کیا ہے۔ علامہ شامی نے سیرت النبی ﷺ کے ہر موضوع سے متعلق لاتعداد روایات نقل کی ہیں۔ طب نبوی ﷺ کے موضوع پر بحث علامہ ابن القیم نے زادالمعاد میں کی تھی اس دور کے تقریباً تمام سیرت نگاروں نے طب نبوی ﷺ کے موضوع پر لکھا ہے۔

۲۔ اس دور کے تمام سیرت نگاروں نے ایک موضوع کو بہت اہمیت دی ہے۔ وہ موضوع حقیقتِ محمدی اور نورِ محمدی ﷺ کی اولیت ہے۔ یعنی یہ کہ اللہ تعالیٰ نے تمام مخلوقات سے پہلے نبی اکرم ﷺ کو اپنے نور سے پیدا کیا اور پھر اس نور سے تمام عالم کو پیدا فرمایا۔ لہٰذا آپ ﷺ نبوت اور خلقت کے اعتبار سے تمام انبیاءؑ سے مقدم ہیں۔ علامہ قسطلانی، علامہ شامی، علامہ سیوطی اور علامہ دیار بکری نے اپنی کتبِ سیرت کا آغاز ہی اسی موضوع سے کیا ہے۔ ان تمام مؤلفین نے نورِ محمدی ﷺ کی اولیت کے ضمن میں ایک ہی جیسی احادیث سے استدلال کیا

ہے۔لیکن یہ تمام احادیث استنادی حیثیت سے نہایت درجہ کمزور ہیں اور کچھ احادیث ایسی بھی ہیں جنہیں بعض محدثین نے موضوع قرار دیا ہے۔

۳۔ اس دور کے سیرت نگاروں نے شارحینِ حدیث مثلاً علامہ ابن حجر، امام نووی، علامہ قرطبی، قاضی عیاض، امام خطابی، ابن بطال اور دیگر متعدد شارحینِ حدیث کے اقوال وآراء اور استنباط کثرت سے نقل کیے ہیں۔علامہ مقریزی کی امتاع الاسماع میں علامہ ابن عبدالبر کی آراء کثرت سے نظر آتی ہیں۔

۴۔ ساتویں اور آٹھویں صدی ہجری کے سیرت نگاروں کی طرح اس دور کے سیرت نگاروں نے نہ صرف ضعیف احادیث پر تنقید اور ضعیف راویوں کی تجریح وتعدیل کی بلکہ مختلف فیہ روایات میں جمع وتطبیق پیدا کرنے کی کوشش بھی کی۔

۵۔ اس دور کے سیرت نگاروں میں سے علامہ شامی اور علامہ قسطلانی نے احادیث وروایات میں آنے والے غریب اور مشکل الفاظ کی تشریح وتوضیح بھی کی ہے اس کے لیے انہوں نے لغت ونحو کی کتابوں سے بھرپور استفادہ کیا ہے۔

۶۔ واقعاتِ سیرت سے فقہی مسائل کا استنباط سیرت نگاری کی اہمیت وافادیت میں اضافہ کر دیتا ہے۔اس دور کے تقریباً تمام سیرت نگاروں نے واقعاتِ سیرت سے فقہی مسائل اخذ کر کے بیان کیے ہیں سوائے علامہ سیوطی اور علامہ دیاربکری کے۔کیونکہ علامہ سیوطی کی کتاب معجزات وخصائص کے بیان پر مشتمل ہے اور علامہ دیاربکری کی تاریخ الخمیس میں واقعاتِ سیرت کو تاریخی انداز سے بیان کیا گیا ہے۔علامہ ابوبکر العامری کی بھجۃ المحافل اگرچہ مختصر ہے اس کے باوجود انہوں نے تیمم، اس کے اسباب واحکام، قذف کے احکام، حجاب کی مشروعیت، زنا کی قباحت اور اس سے متعلق دیگر احکام نیز عباداتِ نبوی ﷺ کے بیان میں کہیں کہیں فقہی مسائل بیان کیے ہیں۔علامہ مقریزی کی امتاع الاسماع اگرچہ ایک ضخیم کتاب ہے لیکن اس میں فقہی مباحث ''سبل الھدیٰ والرشاد'' اور ''المواہب اللدنیہ'' کی نسبت کم ہیں المواہب اللدنیہ میں فقہی مسائل وآراء سبل الھدیٰ کی نسبت زیادہ ہیں۔

۷۔ سیرت نگاری کے دوران اشعار سے استشہاد ہر دور کے سیرت نگاروں کا شیوہ رہا ہے۔اس دور کے سیرت نگاروں میں سے علامہ مقریزی، علامہ قسطلانی اور علامہ شامی نے اشعار سے استشہاد کیا ہے۔ان اشعار میں صحابہ کرامؓ کے اشعار اور مرثیوں کے علاوہ بعد کے ادوار کے شعراء اور صوفیہ کے اشعار بھی شامل ہیں۔علامہ قسطلانی نے نقل اشعار میں بھی اعتدال پسندی اور میانہ روی اختیار کی ہے اس کے برعکس علامہ شامی نے بہت زیادہ اشعار نقل کیے ہیں۔علامہ دیاربکری کی تاریخ الخمیس اور علامہ سیوطی کی الخصائص الکبریٰ میں اشعار کی تعداد بہت کم ہے۔

۸۔ اس دور کے سیرت نگاروں نے احادیث وروایات کی اسناد کی پابندی نہیں کی سوائے علامہ مقریزی کے۔علامہ مقریزی نے امتاع الاسماع کے شروع کے ابواب جو آپ ﷺ کی ولادت باسعادت سے لے کر وفات تک کے حالات پر مشتمل ہیں ان میں اسناد کا التزام نہیں کیا لیکن باقی کے تمام ابواب میں تقریباً تمام روایات کی مکمل اسناد انہوں نے درج کی ہیں۔ان کے علاوہ دیگر سیرت نگاروں میں سے علامہ قسطلانی نے کہیں کہیں مکمل اسناد درج کی ہیں۔یہ مکمل اسناد زیادہ تر ان احادیث کی لکھی ہیں جن کی صحت پر علماء ومحدثین نے کلام کیا ہے۔

۹۔ اس دور کے تمام مؤلفینِ سیرت نے صحاح ستہ کے علاوہ احادیث کے دیگر مجموعوں میں سے مسند احمد، مسند الشافعی، سنن دارمی، مسند ابویعلی، سنن دارقطنی، مصنف ابن ابی شیبہ، مصنف عبدالرزاق، مسند ابوداؤد طیالسی کے علاوہ متعدد مصادر احادیث سے استفادہ کیا ہے۔علامہ قسطلانی اور علامہ شامی کے مصادر وماخذ کی تعداد سب سے زیادہ ہے۔

ابونعیم، علامہ بیہقی اور ابن عساکر کی روایات بھی تمام مؤلفین نے اخذ کی ہیں لیکن علامہ سیوطی اور علامہ شامی نے سب سے زیادہ ان علماء کی آراء نقل کی ہیں۔

البتہ علامہ ابوبکر العامری کی بھجۃ المحافل میں ان علماء کی روایات کی تعداد نہ ہونے کے برابر ہیں۔

حدیث کے علاوہ کتب سیرت کے دیگر مجموعوں مثلاً تاریخ، فقہ اور علم لغت ونحو کے حوالے بھی ان مؤلفین سیرت کی کتب میں ملتے ہیں۔علامہ دیار بکری نے جن مصادر سے استفادہ کیا ہے ان کی فہرست تاریخ الخمیس کے شروع میں لکھ دی ہے۔اسی طرح علامہ شامی نے بھی مقدمہء کتاب میں اپنے مصادر وماخذ کا ذکر کیا ہے۔علامہ قسطلانی کے مطابق انہوں نے دو کتابوں فتح الباری اور الشفاء سے بالخصوص استفادہ کیا ہے۔

علامہ قسطلانی نے احادیث کی تشریح وتوضیح کے لیے شارحین کتب حدیث مثلاً ابن حجر، امام نووی، علامہ قرطبی، قاضی عیاض، امام خطابی، امام کرمانی، ابن بطال اور دیگر محدثین کے توضیحی اقوال وآراء کثرت سے نقل کیے ہیں۔علامہ قسطلانی کے علاوہ علامہ شامی نے بھی تقریباً انہی محدثین کی آراء سے استفادہ کیا ہے۔علامہ مقریزی کے ہاں زیادہ تر اقوال ابن عبدالبر کے ملتے ہیں ان کے علاوہ امام نووی اور امام غزالی کی آراء سے بھی انہوں نے استفادہ کیا ہے۔اس طرح کے توضیحی اقوال وآراء دیگر سیرت نگاروں کے ہاں بہت کم ہیں۔

علامہ قسطلانی کو تصوّف سے گہرا شغف تھا۔یہی وجہ ہے کہ انہوں نے ''المواہب اللدنیہ'' میں کئی مقامات پر صوفیانہ حکایات، اقوال اور اشعار نقل کیے ہیں۔انہوں نے المواہب اللدنیہ کے مقدمہ میں بھی اس بات کی صراحت کی ہے کہ انہوں نے تصوّف سے متعلق اقوال وآراء نقل کی ہیں۔صوفیانہ اقوال وحکایات وہ ''فذکروا'' اور ''قال بعض اہل الاشارات'' کے الفاظ سے شروع کرتے ہیں۔

المواہب اللدنیہ کے علاوہ سبل الھدیٰ والرشاد میں بھی کہیں کہیں صوفیانہ حکایات نظر آتی ہیں۔

**خلاصہ بحث**

نویں اور دسویں صدی ہجری کے اہم سیرت نگاروں میں علامہ مقریزی، علامہ عامری، علامہ سیوطی، علامہ قسطلانی، علامہ شامی اور علامہ دیار بکری شامل ہیں۔ان مؤلفین سیرت میں سے علامہ مقریزی اور علامہ شامی کی کتب نہایت ضخیم ہیں۔علامہ عامری کی بھجۃ المحافل سیرت نبویہ ﷺ کی ایک مختصر کتاب ہے۔علامہ قسطلانی کی المواہب اللدنیۃ میں جامعیت اور اعتدال پسندی کی خصوصیت نمایاں نظر آتی ہے۔اس دور کے مؤلفین سیرت میں سے علامہ مقریزی، علامہ شامی اور علامہ سیوطی نے نبی اکرم ﷺ کے معجزات، خصائص، اخبار غیب اور مستجاب دعاؤں پر بہت تفصیل سے لکھا ہے۔علامہ مقریزی نے روایات واحادیث کی اسناد کا التزام کیا ہے۔یہ خصوصیت دیگر سیرت نگاروں میں مفقود ہے۔علامہ قسطلانی نے ان احادیث کی اسناد درج کی ہیں جن کی سند میں ضعف وانقطاع پایا جاتا ہے۔علامہ قسطلانی، علامہ شامی اور علامہ سیوطی کی کتب سیرت میں ضعیف اور اسرائیلی روایات بکثرت ہیں۔اس کے علاوہ کئی موضوع احادیث بھی انہوں نے درج کی ہیں۔

سیرت نگاری کا یہ دور مضامین سیرت کی کثرت اور تنوع کے اعتبار سے دیگر ادوار سے مختلف ہے۔

# باب سوئم

# المواہب اللدنیۃ کے مصادر و مآخذ۔ تحقیقی جائزہ

# فصل اوّل

## المواہب اللدنیۃ کے مصادر و مآخذ

# (۱)۔۔۔قرآن کریم

حضرت محمد ﷺ کی سیرت مقدسہ عالمگیر اور بین الاقوامی خصوصیات کی بناء پر تمام جہانوں کے لیے مکمل دستورِ حیات کی حیثیت رکھتی ہے۔ درحقیقت آپ ﷺ کی سیرت قرآن کریم کی عملی تصویر ہے اور قرآن کریم ہی اب رہتی دنیا تک کے تمام انسانوں کے لیے ایک دستور اور نظریہء حیات کی حیثیت رکھتا ہے۔ اس دستور اور نظریہ حیات پر عمل صرف آپ ﷺ کی سیرت مقدسہ کی اتباع کے ذریعے ہی ہوسکتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ جب حضرت عائشہؓ سے آپ ﷺ کے اخلاق کے متعلق دریافت کیا گیا تو فرمانے لگیں ''کان خلقه القرآن'' (۱) آپ ﷺ کا اخلاق قرآن ہی تو ہے۔ گویا کہ ایک علمی قرآن ہے جو اوراق کی صورت میں محفوظ ہے اور ایک عملی قرآن ہے جو نبی اکرم ﷺ کی ذاتِ بابرکت میں محفوظ ہے اور یہ دونوں لازم وملزوم ہیں۔ آپ ﷺ کی حیات طیبہ کا ایک ایک ورق قرآن کی ترجمانی کرتا ہے اور اس کے احکام کی عملی تصویر پیش کرتا ہے۔ نماز، روزہ، حج، زکوٰۃ اور دیگر عبادات واحکام پر کس طرح عمل کیا جائے اس کا جواب صرف آنحضرت ﷺ کی حیات طیبہ سے ہی مل سکتا ہے۔ قرآن حکیم کے مختلف مضامین درحقیقت سیرت نبویہ ﷺ کے مختلف الانواع پہلو ہیں لہٰذا ایک سیرت نگار کے لیے ضروری ہے کہ وہ سیرتِ نبویہ ﷺ کے واقعات تحریر کرتے ہوئے قرآن کریم سے بالخصوص استفادہ کرے۔ علامہ قسطلانی نے ''المواہب اللدنیۃ'' کی تالیف میں واقعاتِ سیرت کے تذکرہ کے دوران جابجا قرآن کریم کی آیات سے استشہاد کیا ہے۔ گویا کہ المواہب اللدنیۃ کا پہلا ماخذ قرآن کریم ہے۔

اسی باب میں چند امثال کے ذریعے وضاحت کی جائے گی کہ علامہ قسطلانی نے واقعاتِ سیرت تحریر کرتے ہوئے قرآن کریم کی آیات سے کس طرح استشہاد کیا ہے۔

☆المواہب اللدنیۃ کا سب سے پہلا موضوع حقیقتِ محمدی ﷺ کی اولیت ہے۔ اس کے ثبوت کے لیے مؤلف نے جہاں احادیث نقل کی ہیں وہاں انہوں نے درج ذیل آیت سے بھی استشہاد کیا ہے۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے:

واذا اخذ الله ميثاق النبيين لما آتيتكم من كتاب وحكمة ثم جاء كم رسول مصدق لما معكم لتؤمنن به ولتنصرنه۔(۲)

''اور جب اللہ تعالیٰ نے انبیاءؑ سے عہد لیا کہ جب میں تم کو کتاب اور دانائی عطا کروں پھر تمہارے پاس کوئی پیغمبر آئے جو تمہاری کتاب کی تصدیق کرے تو تمہیں ضرور اس پر ایمان لانا ہوگا اور ضرور اس کی مدد کرنی ہوگی۔''

☆آپ ﷺ کے دادا عبدالمطلب کا ذکر کرتے ہوئے مؤلف نے اُبرھہ کے بیت اللہ کو ڈھانے کے غرض سے مکہ آنے اور اللہ تعالیٰ کے اس لشکر کو تباہ وبرباد کرنے کا واقعہ مختصراً بیان کیا ہے۔ اس واقعہ کے تذکرہ کے بعد مؤلف لکھتے ہیں:

والى هذه القصه أشار سبحانه وتعالى بقوله لنبيه ﷺ: " الم تر كيف فعل ربك بأصحاب الفيل " السورة الى آخرها۔(۳)

''اور اس قصہ کے بارے میں اللہ تعالیٰ نے اپنے اس قول کے ذریعے نبی اکرم ﷺ کو خبر دی ہے۔ کیا تم نے نہیں دیکھا کہ

---

۱۔ صحیح مسلم، کتاب المساجد، باب جامع صلوٰۃ اللیل

۲۔ ال عمران: ۳/ ۸۱

۳۔ الفیل: ۱۰۵/ ۱تا۵

تمہارے رب نے ہاتھی والوں کے ساتھ کیا کیا۔۔۔آخر تک''

☆ آپ ﷺ کی ہجرت کے موقع پر کفار قریش کا دارالندوہ میں اکٹھے ہونا اور آپ ﷺ کے نعوذ باللہ قتل کرنے کی منصوبہ بندی کرنا۔اس واقعہ کا ذکر کرتے ہوئے مؤلف نے درج ذیل آیت نقل کی ہے۔

واذیمکربك الذین کفروا لیثبتو ك أو یقتلوك أویخرجوك ۔(۴)

''اور(اے محمد اس وقت کو یاد کرو) جب کافر لوگ تمہارے بارے میں چال چل رہے تھے کہ تم کو قید کردیں یا جان سے مار ڈالیں یا وطن سے نکال دیں۔''

☆غزوات نبوی ﷺ کے بیان کی ابتداء میں وہ آیت نقل کی ہے جس کی رو سے مسلمانوں کو کفار سے قتال کی اجازت دی گئی۔

أذن للذین یقاتلون بأنهم ظلموا وان الله علی نصرهم لقدیر۔(۵)

''جن مسلمانوں سے (خواہ مخواہ) لڑائی کی جاتی ہے ان کو اجازت ہے (کہ وہ بھی لڑیں) کیونکہ ان پر ظلم ہو رہا ہے اور اللہ تعالی یقیناً ان کی مدد پر قادر ہے۔''

☆غزوہ بدر کے واقعات کے بیان میں مؤلف نے متعدد آیات نقل کی ہیں ان میں سے چند ایک درج ذیل ہیں۔

ولقد نصرکم الله ببدر وانتم أذلة ۔(۶)

''اور خدا نے جنگ بدر میں بھی تمہاری مدد کی تھی اور اس وقت بھی تم بے سروسامان تھے۔''

وینزل علیکم من السماء ماء لیطهرکم به ۔(۷)

''اور تم پر آسمان سے پانی برسا دیا تاکہ تم کو اس سے (نہلا کر) پاک کردے۔''

ألن یکفیکم أن یمدکم ربکم بثلاثة آلاف من الملائکة منزلین۔(۸)

''کیا یہ کافی نہیں کہ پروردگار تین ہزار فرشتے نازل کر کے تمہیں مدد دے۔''

ومارمیت اذرمیت ولکن الله رمیٰ۔(۹)

''(اور اے محمد) جس وقت تم نے کنکریاں پھینکی تھیں تو وہ تم نے نہیں پھینکی تھیں بلکہ اللہ نے پھینکی تھیں۔''

اسی طرح مؤلف نے باقی غزوات کے تذکرہ میں بھی قرآن کریم کی آیات نقل کی ہیں۔

☆مؤلف نے نبی اکرم ﷺ کے اسمائے گرامی بیان کیے ہیں۔ان میں سے کچھ نام وہ ہیں جن کا تذکرہ سابقہ کتب سماوی میں موجود ہے۔کچھ وہ ہیں جن کا پتہ احادیث سے ملتا ہے اور بہت سے نام ایسے بھی ہیں جن کا ذکر قرآن کریم کرتا ہے۔وہ نام جن کا تذکرہ قرآن نے کیا ہے ان میں سے چند ایک نام مثال کے طور پر درج ذیل ہیں۔نیز وہ آیات بھی درج کردی ہیں جن میں ان ناموں کا ذکر آیا ہے۔

---

۴۔ الانفال : ۳۰/۸

۵۔ الحج : ۵/۲۲

۶۔ آل عمران : ۱۲۳/۳

۷۔ الانفال : ۱۱/۸

۸۔ آل عمران : ۱۲۴/۳

۹۔ الانفال : ۱۷/۸

الرؤف الرحیم:

لقد جاء کم رسول من انفسکم عزیز علیه ماعنتم حریص علیکم بالمؤ منین رؤف و رحیم۔(۱۰)

''(لوگو) تمہارے پاس تم ہی میں سے ایک پیغمبر آئے ہیں ۔تمہاری تکلیف ان کو گراں معلوم ہوتی ہے اور تمہاری بھلائی کے بہت خواہش مند ہیں اور مؤمنوں پر نہایت شفقت کرنے والے مہربان ہیں۔''

الحق المبین:

حتی جاء ھم الحق و رسول مبین۔(۱۱)

''یہاں تک کہ ان کے پاس حق اور صاف صاف بیان کرنے والا پیغمبر آ پہنچا۔''

الخبیر:

الرحمن فسأل به خبیرًا۔(۱۲)

''بڑا مہربان ہے تو اس کا حال کسی باخبر سے دریافت کرلو۔''

العظیم:

و انك لعلی خلق عظیم۔(۱۳)

''اور بے شک آپ اخلاق کے اعلیٰ مرتبہ پر فائز ہیں۔''

☆ نبی اکرم ﷺ کی ازواج مطہرات کا ذکر کرتے ہوئے مؤلف نے درج ذیل آیت نقل کی ہے۔

النبی أولی بالمؤمنین من انفسھم وأزواجه أمھاتھم۔(۱۴)

''پیغمبر مؤمنوں پر ان کی جانوں سے بھی زیادہ حق رکھتے ہیں اور پیغمبر کی بیویاں ان کی مائیں ہیں۔''

☆ آپ ﷺ کے اوصاف مرضیہ اور اخلاق ذکیہ کے بیان میں بھی مؤلف نے آیات قرآنیہ سے استشہاد کیا ہے۔آپ کے اعلیٰ اخلاق کا ذکر کرتے ہوئے درج ذیل آیت نقل کی ہے۔

و انك لعلیٰ خلق عظیم۔(۱۵)

''اور بے شک آپ اخلاق کے اعلیٰ مرتبہ پر فائز ہیں۔''

☆ آپ ﷺ کی سخاوت کے وصف کے تذکرہ میں'' و من یوق شح نفسه فاولئك ھم المفلحون''۔(۱۶) ترجمہ:''اور جو شخص حرص نفس سے بچالیا گیا تو ایسے ہی لوگ مراد پانے والے ہیں۔'' اور'' و مما رزقنھم ینفقون''۔(۱۷) ترجمہ:''اور اس مال سے جو ہم

---

۱۰۔ التوبۃ : ۱۲۸/۹

۱۱۔ الزخرف :۲۹/۴۳

۱۲۔ الفرقان : ۵۹/۲۵

۱۳۔ القلم : ۴/۶۸

۱۴۔ الأحزاب : ۶/۳۳

۱۵۔ القلم : ۴/۶۸

۱۶۔ الحشر : ۹/۵۹

۱۷۔ البقرہ : ۳/۲

نے انہیں عطا کیا ہے خرچ کرتے ہیں۔'' نقل کی ہیں جبکہ آپ ﷺ کی خشیت کے تذکرہ میں ''انما یخشی اللہ من عبادہ العلمٰؤا'' (۱۸) ترجمہ: ''خدا سے تو اس کے بندوں میں سے وہی ڈرتے ہیں جو صاحب علم ہیں۔'' آیت نقل کی ہے۔

☆ قرآن کریم کی وجوہ اعجاز کا ذکر کرتے ہوئے مؤلف نے متعدد آیات نقل کی ہیں۔ ان میں سے ایک درج ذیل ہے:۔

قل لئن اجتمعیت الانس والجن علی أن یأتوا بمثل هذا القرآن لایأتون بمثله ولو کان بعضهم لبعض ظهیرًا۔ (۱۹)

''کہہ دو کہ اگر انسان اور جن اس بات پر مجتمع ہوں کہ اس قرآن جیسا بنالائیں تو اس جیسا نہ لاسکیں اگر چہ ایک دوسرے کے مددگار ہوں۔''

☆ معجزہ شق القمر کا ذکر کرتے ہوئے درج ذیل آیت نقل کی ہے۔

اقتربت الساعة وانشق القمر۔ (۲۰)

''قیامت قریب آپہنچی اور چاند شق ہو گیا۔''

☆ علامہ قسطلانی نے آپ ﷺ کے خصائص واوصاف کے تذکرہ کے دوران بھی آیات سے استشہاد کیا ہے۔ مثلاً آپ ﷺ کا ایک وصف رات کی نماز ہے۔ اس کے تحت درج ذیل آیت کا تذکرہ کیا ہے۔

ومن اللیل فتهجد به نافلة لك۔ (۲۱)

''اور رات کے وقت تہجد پڑھو یہ تمہارے لیے نفل (عبادت) ہے۔''

قربانی کے ذکر میں ''فصل لربك وانحر'' (۲۲)۔ ترجمہ: ''اپنے رب کے لیے نماز پڑھو اور قربانی کرو۔'' اور مشاورت کے ذکر میں ''شاورهم فی الأمر'' (۲۳)۔ ترجمہ: ''اور معاملات میں ان سے مشورہ کرو'' آیات نقل کی ہیں۔

☆ المواہب اللدنیۃ کا چھٹا مقصد ان آیات کے بیان پر مشتمل ہے جن میں اللہ تعالیٰ نے نبی اکرم ﷺ کی عظیم قدر و منزلت، رفعت ذکر، صدق نبوت، تحقیق رسالت، منصب جلیل، وجوب طاعت اور اتباع سنت کا ذکر کیا ہے۔

☆ طب نبوی ﷺ کے باب میں مؤلف نے الٰہی ادویات کے ذریعے علاج کا ذکر کرتے ہوئے آیات الشفاء نقل کی ہیں۔ وہ آیات درج ذیل ہیں۔

ویشف صدور قوم مؤمنین۔ (۲۴)

''اور مؤمن لوگوں کے سینوں کو شفا بخشے گا۔''

---

۱۸۔ فاطر: ۲۸/۳۵

۱۹۔ الاسراء: ۱۹/۱۷

۲۰۔ القمر: ۱/۵۴

۲۱۔ الاسراء: ۷۹/۱۷

۲۲۔ الکوثر: ۲/۱۰۸

۲۳۔ ال عمران: ۱۵۶/۳

۲۴۔ التوبۃ: ۱۴/۹

و شفاء لما فی الصدور۔(۲۵)

''اور دلوں (کی بیماریوں) کے لیے شفا ہے۔''

یخرج من بطونها شراب مختلف ألوانه فیه شفاء للناس۔(۲۶)

''اس کے پیٹ سے پینے کی چیز نکلتی ہے جس کے مختلف رنگ ہوتے ہیں اس میں لوگوں کے لیے شفا ہے۔''

و ننزل من القرآن ماهو شفاء و رحمة للمؤمنین۔(۲۷)

''اور ہم قرآن (کے ذریعے) سے وہ چیز نازل کرتے ہیں جو مؤمنوں کے لیے شفا اور رحمت ہے۔''

و اذا مرضت فهو یشفین۔(۲۸)

''اور جب میں بیمار ہوتا ہوں تو وہ مجھے شفا دیتا ہے۔''

قل هو للذین آمنوا هدیٰ و شفاء۔(۲۹)

''کہہ دیجیئے کہ وہ ایمان والوں کے لیے ہدایت اور شفا ہے۔''

☆ آپ ﷺ کی اخبارِ غیب کے بیان میں سب سے پہلے درج ذیل آیت نقل کی ہے۔

عالم الغیب فلا یظهر علی غیبه أحدًا الا من ارتضی من رسول۔(۳۰)

''وہی غیب کی بات جاننے والا ہے اور کسی پر اپنے غیب کو ظاہر نہیں کرتا ہاں جس پیغمبر کو پسند فرمائے (تو اس کو غیب کی باتیں بتا دیتا ہے)''

آپ ﷺ کی اخبارِ غیب کو مؤلف نے دو اقسام میں تقسیم کیا ہے۔ ایک وہ اخبار جن کی خبر قرآن کریم نے دی ہے۔ دوم وہ اخبار جن کی خبر نبی اکرم ﷺ نے دی ہے۔(۳۱)

☆ المواہب اللدنیۃ کا نواں مقصد عباداتِ نبوی ﷺ کے بیان پر مشتمل ہے۔ اس باب کے آغاز ہی میں مؤلف نے درج ذیل آیت نقل کی ہے۔

ولقد نعلم أنك یضیق صدرك بما یقولون فسبح بحمد ربك و كن من الساجدین و اعبد ربك حتی یأتیك الیقین۔(۳۲)

''اور ہم جانتے ہیں کہ ان کی باتوں سے آپ کا سینہ تنگ ہوتا ہے تو اپنے پروردگار کی تعریف کے ساتھ تسبیح بیان کرو اور سجدہ کرنے والوں میں سے ہو جاؤ اور اپنے رب کی عبادت کرو یہاں تک کہ تمہاری موت کا وقت آ جائے۔''

---

۲۵۔ یونس : ۱۰/۵۷
۲۶۔ النحل : ۱۶/۶۹
۲۷۔ الاسراء : ۱۷/۸۲
۲۸۔ الشعراء : ۲۶/۸۰
۲۹۔ فصلت : ۴۱/۴۴
۳۰۔ الجن : ۷۲/۲۶،۲۷
۳۱۔ المواہب ۳/۹۲
۳۲۔ الحجر: ۱۵/۹۷تا۹۹

☆وضو کی فرضیت سے متعلق درج ذیل آیت بیان کی ہے۔

اذاقمتم الی **الصلوة** فاغسلوا وجوهكم وأيديكم الى المرافق وامسحوا بروؤسكم وأرجلكم الى الكعبين۔(۳۳)

''اور جب تم نماز پڑھنے کا ارادہ کرو تو منہ اور کہنیوں تک ہاتھ دھولیا کرو اور سر کا مسح کرلیا کرو اور ٹخنوں تک پاؤں دھولیا کرو۔''

☆ آپ ﷺ کی دعائے قنوت کے تذکرہ میں درج ذیل آیات نقل کی ہیں۔

وله من فی السمٰوٰت والأرض كل له قانتون۔(۳۴)

''اور آسمانوں اور زمین میں جو مخلوق ہے سب اس کی فرمانبردار ہے۔''

أمن هو قانت آناء اليل ساجدًا وقائماً۔(۳۵)

''(بھلا مشرک اچھا ہے) یا وہ جو رات کے وقتوں میں زمین پر پیشانی رکھ کر اور کھڑے ہو کر عبادت کرتا ہے۔''

☆زکوٰۃ کے وجوب پر استدلال کرتے ہوئے درج ذیل آیت نقل کی ہے۔

خذمن أموالهم صدقة تطهرهم وتزكيهم بها۔(۳۶)

''ان کے مال میں سے زکوٰۃ قبول کرلو کہ اس سے تم ان کو (ظاہر میں بھی) پاک اور (باطن میں بھی) پاکیزہ کرتے ہو۔''

مذکورہ بالا تمام امثال سے واضح ہوتا ہے کہ علامہ قسطلانی نے المواہب اللدنیۃ میں مضامین سیرت بیان کرتے ہوئے قرآن کریم کو ایک بنیادی مآخذ کے طور پر پیش کیا ہے۔ کیونکہ قرآن کریم میں سیرت النبی ﷺ کے مختلف پہلوؤں کو اجاگر کیا گیا ہے۔

---

۳۳۔ المائدۃ : ۶/۵

۳۴۔ الروم : ۲۶/۳۰

۳۵۔ الزمر : ۹/۳۹

۳۶۔ التوبۃ : ۱۰۳/۹

المواہب اللدنیۃ کے تفصیلی مطالعہ کے بعد یہ بات واضح ہوتی ہے کہ مؤلف نے المواہب اللدنیۃ کی تالیف میں قرآن کریم کے علاوہ حدیث،تفسیر، سیرت ،فقہ، تاریخ،علم لغت ونحو، أنساب اور تصوف کی کتابوں کے وسیع ذخیرے سے اخذ واستفادہ کیا ہے۔اس باب میں ''المواہب اللدنیۃ'' کے مصادر و مآخذ کو پیش کیا جائے گا۔اس ضمن میں مصدر کا نام، مصنف کا نام اور علامہ قسطلانی نے ''المواہب اللدنیۃ ''میں جہاں جہاں اس کتاب کا حوالہ دیا ہے وہ صفحہ نمبر درج کر دیا ہے تا کہ قارئین جان سکیں کہ مؤلف نے المواہب اللدنیۃ کی تالیف میں اس مصدر سے کس حد تک اخذ واستفادہ کیا ہے۔ مقالہ نگار نے ان مصادر و مآخذ کو مختلف موضوعات کے تحت پیش کیا ہے۔سب سے پہلے کتب تفسیرِ علوم القرآن کا ذکر کیا جائے گا اور اس کے بعد بالترتیب دیگر مصادر و مآخذ کو پیش کیا جائے گا۔

## کتب تفسیر وعلوم القرآن

أحکام القرآن

قاضی اسماعیل بن اسحاق، ابواسحاق البصری الازدی (م ۲۸۲ھ)

۴/۳۴۸

أحکام القرآن

مکی بن أبی طالب القیروانی، أبومحمد (م ۴۳۷ھ)

۱/۲۷۷،۳۸۲،۲/۲۷۷،۴۶۸،۳/۸۰،۸۴،۹۰

أحکام القرآن

ابن العربی، محمد بن عبداللہ بن محمد المعافری الاشبیلی المالکی، أبوبکر (م ۵۴۳ھ)

۱/۱۳۲،۳۶۶

أسباب النزول

الواحدی، علی بن أحمد بن محمد بن علی بن متویہ، الواحدی النیسابوری، أبوالحسن (م ۴۶۸ھ)

۲/۴۸۲،۳/۲۷۱

الامالی الشارحہ علی مفردات الفاتحہ

الرافعی، عبدالکریم بن محمد بن عبدالکریم بن الفضل بن الحسن القزوینی

۲/۲۶۰

بحر العلوم فی التفسیر

السمرقندی، سید علاؤ الدین علی بن یحیی (م ۸۶۰ھ)

۲/۲۸۶،۴۲۶،۴۲۷،۴۶۲،۴۶۵،۳/۴

البحر المحیط

أبوحیان، محمد بن یوسف بن علی بن یوسف بن حیان الغرناطی الأندلسی الجیانی النفری أثیر الدین (م ۷۴۵ھ)

۱/۶۴،۹۲،۱۷۰،۲/۴۱۰،۴۲۸،۴۴۷،۵۳۲،۳/۴۷۹

التبیان فی اقسام القرآن

حاشیۃ الطیبی علی الکشاف

الطیبی، حسن بن محمد، شرف الدین (م ۷۴۳ھ)

۴۴۷/۳،۱۹۲/۲

الحقائق فی التفسیر

السلمی، محمد بن حسین بن محمد (م ۴۱۲ھ)

۴۶۵،۳۹۶/۲،۳۸۷/۱

الدر النظیم فی التفسیر

تقی الدین السبکی، علی بن عبد الکافی بن علی بن تمام السبکی الأنصاری الخزرجی (م ۷۵۶ھ)

۳۵۱/۳،۴۶۵،۳۱۳،۳۰۴،۲۸۵،۲۸۴/۲

زاد المسیر فی علم التفسیر

ابن الجوزی، عبد الرحمٰن بن علی بن محمد الجوزی القرشی البغدادی، أبو الفرج (م ۵۹۷ھ)

۴۴۷/۳،۳۵۱/۲،۳۷۷/۱

شرح الشاطبیۃ (۳۷)

الجعبری، ابراھیم بن عمر بن ابراھیم بن خلیل بن ابی العباس، برھان الدین (م ۷۳۲ھ)

۲۷۷/۲

شفاء الصدور فی تفسیر القرآن الکریم

النقاش، محمد بن الحسن بن أحمد الموصلی، البغدادی، المقری، أبو بکر (م ۳۵۱ھ)

۵۳۲،۴۴۷،۳۷۸/۲،۳۹/۱

الکشاف عن حقائق التنزیل

الزمخشری، محمود بن عمر بن محمد بن أحمد الخوارزمی جار اللہ أبو القاسم (م ۵۳۸ھ)

۱۱۰/۳،۵۰۷،۵۰۶،۴۴۲،۴۱۰،۴۰۰،۳۳۵،۱۷۹،۵۸،۴۸/۲،۵۵،۴۱/۱

اللباب فی علوم الکتاب

ابن عادل الدمشقی، سراج الدین ابن عادل ابی حفص عمر بن علی بن عادل الحنبلی الدمشقی

۱۱۲/۱

مدارک التنزیل وحقائق التأویل

النسفی، عبد اللہ بن احمد بن محمود البرھان (م ۷۱۰ھ)

۲۸۵/۲

معالم التنزیل

---

۳۷۔ کشف الظنون، ۱/ ۶۴۶؛ مفتاح السعادۃ، ۱/ ۳۹۱

## حدیث

الاحکام

عبدالحق بن عبدالرحمٰن بن عبداللہ الأزدی الاشبیلی، أبومحمد المعروف بابن الخراط (م ۵۸۱ھ)

۳/۴۰۴

احیاء علوم الدین

محمد بن محمد بن محمد الغزالی الطّوسی، أبوحامد (م ۵۰۵ھ)

۳/۵، ۳۶۷، ۳۶۹، ۳۸۷، ۴۰۴

اختلاف الحدیث

الشافعی، محمد بن ادریس بن العباس بن عثمان ابن شافع الهاشمی القریشی المطلبی، ابوعبداللہ (م ۲۰۴ھ)

المواہب اللدنیہ: ۳/۲۸۲، ۳۱۹

أدب المفرد

محمد بن اسماعیل بن ابراهیم بن المغیرۃ البخاری، ابوعبداللہ (م ۲۵۶ھ)

۱/۴۷۰، ۲/۲۶، ۲۹، ۵۴، ۳/۱۰، ۳۵۶

الاستذکار (الشرح الصغیر علی الموطا)

یوسف بن عبداللہ بن محمد بن عبدالبر القربلی، الأندلسی، أبوعمر (م ۴۶۳ھ)

۱/۲۳۶، ۲/۱۱۳، ۳۱۹، ۳۲۰، ۳/۱۷۹، ۱۹۰، ۲۹۸

ألاکلیل فی الحدیث

محمد بن عبداللہ بن حمدویہ بن نعیم الضبی، الطهمانی النیسابوری، ابوعبداللہ الحاکم (م ۴۰۵ھ)

۱/۱۴۱، ۱۵۴، ۲۰۱، ۲۲۹، ۲۹۵، ۲۹۶، ۳۱۰، ۳۱۷، ۳۲۶، ۳۵۴، ۳۵۷

اکمال الاکمال (شرح مسلم)

محمد بن خلف بن عمر، الأبی المالکی، أبوعبداللہ (م ۸۲۷ھ)

۱/۹۳

اکمال المعلم علی مسلم

عیاض بن موسیٰ بن عیاض بن عمرون الیحصبی السبتی، أبوالفضل (م ۵۴۴ھ)

۱/۸۶، ۹۲، ۱۰۵، ۱۳۰، ۱۳۱، ۱۵۸، ۱۸۸، ۳۱۸، ۲/۶۶، ۸۹، ۱۰۶، ۱۰۹، ۱۲۰، ۱۳۴، ۱۳۸، ۱۴۸، ۱۵۱، ۱۵۳، ۲۱۱، ۲۹۰، ۲۹۴، ۲۹۵، ۳۱۵، ۳۵۶،

۲/۳۹۰، ۳۹۱، ۳/۲۲، ۳۲، ۳۵، ۵۵، ۷۶، ۱۰۵، ۱۱۰، ۱۲۸، ۱۵۸، ۱۶۱، ۱۷۸، ۲۲۰، ۲۴۱، ۲۴۲، ۲۷۷،، ۲۹۶، ۳۰۵، ۳۱۴، ۳۲۲، ۳۲۴، ۳۵۹

۳/۴۳۴، ۴۴۴، ۴۵۱، ۴۵۳، ۴۵۵، ۴۵۶، ۳/۴۵۷، ۴۷۳

الأمثال (۳۸)

---

۳۸۔ کتاب کا پورا نام ''الحکم والامثال المرویۃ عن رسول اللہ ﷺ'' ہے۔ دیکھئے کشف الظنون، ۱/۱۶۷

---

۳۹۔ مفتاح السعادۃ، ۲/۱۲

۳/۵۰،۵۱،۵۴،۵۶،۵۸،۶۱،۶۳،۷۲،۷۵،۷۹،۸۰،۸۱،۸۲،۸۳،۸۴،۸۵،۸۶،۸۷،۸۹،۹۰،۹۵،۹۶،۹۸،۱۰۰،۱۰۱،۱۰۳،۱۰۴،

۳/۱۰۵،۱۱۲،۱۱۴،۱۱۵،۱۱۶،۱۱۷،۱۱۹،۱۲۰،۱۲۱،۱۲۲،۱۲۳،۱۲۴،۱۲۵،۱۲۶،۱۲۷،۱۲۸،۱۲۹،۱۳۰،۱۳۱،۱۳۳،۱۳۶،۱۳۷،۱۳۸،۱۳۹،۱۴۰،

۳/۱۴۱،۱۴۲،۱۴۳،۱۴۶،۱۴۸،۱۴۹،۱۵۰،۱۵۱،۱۵۳،۱۵۴،۱۵۵،۱۵۶،۱۵۷،۱۵۹،۱۶۲،۱۶۳،۱۶۵،۱۶۶،۱۶۷،۱۶۹،۱۷۰،۱۷۳،۱۷۴،

۳/۱۷۵،۱۷۶،۱۷۷،۱۷۹،۱۸۰،۱۸۱،۱۸۲،۱۸۳،۱۸۵،۱۸۷،۱۸۸،۱۸۹،۱۹۲،۱۹۳،۱۹۵،۱۹۸،۱۹۹،۲۰۱،۲۰۲،۲۰۳،۲۰۴،۲۰۵،۲۰۸،

۳/۲۱۰،۲۱۱،۲۱۴،۲۱۵،۲۱۷،۲۱۹،۲۲۰،۲۲۳،۲۲۴،۲۲۵،۲۲۶،۲۲۸،۲۲۹،۲۳۰،۲۳۱،۲۳۲،۲۳۳،۲۳۴،۲۳۵،۲۳۷،۲۳۸،۲۳۹،

۳/۲۴۰،۲۴۱،۲۴۲،۲۴۳،۲۴۴،۲۴۵،۲۴۶،۲۴۷،۲۴۹،۲۵۳،۲۵۷،۲۵۸،۲۵۹،۲۶۰،۲۶۱،۲۶۲،۲۶۴،۲۶۶،۲۶۸،۲۶۹،۲۷۲،

۳/۲۷۳،۲۷۴،۲۷۵،۲۷۷،۲۷۹،۲۸۱،۲۸۲،۲۸۳،۲۸۴،۲۸۵،۲۸۶،۲۸۸،۲۸۹،۲۹۰،۲۹۲،۲۹۴،۲۹۵،۲۹۶،۲۹۷،۲۹۸،۳۰۱،

۳/۳۰۶،۳۰۷،۳۰۹،۳۱۲،۳۱۳،۳۱۴،۳۱۵،۳۱۶،۳۱۸،۳۱۹،۳۲۰،۳۲۱،۳۲۳،۳۲۴،۳۲۶،۳۲۷،۳۲۸،۳۳۰،۳۳۲،۳۳۳،

۳/۳۳۵،۳۳۷،۳۳۸،۳۳۹،۳۴۲،۳۴۴،۳۴۵،۳۴۶،۳۴۷،۳۴۸،۳۵۲،۳۵۳،۳۵۴،۳۵۶،۳۵۷،۳۵۹،۳۶۱،۳۶۲،۳۶۳،

۳/۳۶۷،۳۷۱،۳۷۲،۳۷۳،۳۷۴،۳۷۶،۳۷۷،۳۷۹،۳۸۰،۳۸۱،۳۸۵،۳۸۶،۳۸۸،۳۹۰،۳۹۱،۴۰۰،۴۰۱،۴۰۹،۴۲۰،۴۲۵،

۳/۴۲۶،۴۲۸،۴۲۹،۴۳۴،۴۳۸،۴۴۰،۴۴۱،۴۴۲،۴۴۳،۴۴۴،۴۴۷،۴۵۵،۴۵۶،۴۵۷،۴۵۹،۴۶۳،۴۶۶،۴۶۷،۴۶۹،۴۷۲،

۳/۴۷۳،۴۷۵،۴۷۶،۴۷۹

الجامع الصحیح

مسلم بن الحجاج بن مسلم القشیری النیسابوری، أبوالحسین (م ۲۰۴ھ)

۱/۲۸،۳۷،۴۷،۷۳،۷۵،۸۴،۸۷،۹۲،۹۳،۱۰۳،۱۰۶،۱۱۹،۱۳۶،۱۳۷،۱۴۹،۱۵۰،۱۵۶،۱۶۲،۱۶۶،۱۶۸،۱۷۶،۱۸۲،۱۸۳،۱۸۴،۱۸۶،

۱/۱۹۹،۲۰۴،۲۰۹،۲۱۵،۲۲۶،۲۳۶،۲۴۲،۲۴۶،۲۴۹،۲۵۳،۲۶۴،۲۷۱،۲۷۹،۲۸۷،۲۸۸،۲۸۹،۲۹۰،۲۹۳،۲۹۴،۲۹۹،۳۰۴،۳۰۵،

۱/۳۰۶،۳۱۵،۳۱۷،۳۱۸،۳۲۱،۳۲۲،۳۲۴،۳۲۵،۳۳۰،۳۳۲،۳۳۹،۳۴۸،۳۴۹،۳۵۰،۳۵۴،۳۵۶،۳۵۸،۳۵۹،۳۶۴،۳۸۴،

۱/۳۹۵،۴۰۳،۴۰۵،۴۰۶،۴۰۷،۴۱۰،۴۱۳،۴۱۴،۴۱۶،۴۳۷،۴۴۵،۴۶۸،۴۶۹،۴۷۳،۴۷۵،۲/۶،۷،۹،۱۱،۱۴،۱۷،۲۱،۲۳،۲۵،

۲/۲۷،۲۸،۳۰،۳۲،۳۳،۳۵،۳۷،۴۱،۴۴،۵۴،۵۵،۵۹،۶۲،۶۴،۶۵،۶۷،۷۱،۷۴،۸۰،۸۱،۸۳،۸۶،۸۷،۹۳،۹۵،۹۶،۹۷،۱۰۰،

۲/۱۰۱،۱۰۲،۱۰۳،۱۰۸،۱۱۰،۱۱۱،۱۱۴،۱۱۹،۱۲۰،۱۲۲،۱۲۳،۱۳۰،۱۳۱،۱۳۲،۱۳۴،۱۳۵،۱۳۶،۱۴۱،۱۴۴،۱۴۵،۱۴۶،۱۴۸،۱۵۴،۱۵۶،۱۵۷،

۲/۱۵۸،۱۵۹،۱۶۰،۱۶۲،۱۶۳،۱۶۴،۱۶۵،۱۶۶،۱۶۸،۱۶۹،۱۷۱،۱۷۶،۱۹۷،۲۰۶،۲۰۷،۲۱۳،۲۱۴،۲۱۵،۲۱۷،۲۲۱،۲۲۷،۲۲۸،۲۲۹،

۲/۲۳۰،۲۳۲،۲۳۳،۲۳۴،۲۳۵،۲۳۶،۲۳۷،۲۳۸،۲۴۲،۲۴۹،۲۵۰،۲۵۲،۲۵۵،۲۵۶،۲۵۹،۲۶۱،۲۷۰،۲۷۲،۲۷۳،۲۷۹،۲۸۲،

۲/۲۸۳،۲۸۵،۲۸۷،۲۸۸،۲۸۹،۲۹۱،۲۹۳،۳۰۲،۳۰۸،۳۱۰،۳۱۱،۳۱۵،۳۱۷،۳۱۸،۳۲۲،۳۲۳،۳۲۵،۳۳۰،۳۳۴،۳۳۷،۳۴۹،

۲/۳۵۵،۳۶۰،۳۶۱،۳۶۲،۳۶۷،۳۷۰،۳۷۲،۳۷۳،۳۷۴،۳۷۵،۳۸۰،۳۸۹،۳۹۲،۳۹۳،۳۹۴،۳۹۸،۴۰۳،۴۱۳،۴۲۳،۴۲۴،

۲/۴۲۸،۴۷۱،۴۷۴،۴۸۳،۴۸۶،۵۱۴،۵۱۵،۵۲۰،۵۲۴،۵۲۹،۵۳۳،۵۴۲،۵۴۴،۵۴۶،۵۴۷،۵۴۸،۳/۴،۱۰،۱۱،۱۷،۱۹،۲۱،۲۴،

۳/۲۵،۲۹،۳۱،۳۳،۳۶،۴۷،۵۰،۵۱،۵۴،۵۶،۵۸،۶۳،۶۵،۶۹،۷۲،۷۳،۷۴،۷۵،۷۸،۸۰،۸۳،۸۴،۸۵،۹۰،۹۵،۹۶،۹۸،

۳/۹۹،۱۰۳،۱۰۵،۱۱۴،۱۱۵،۱۱۷،۱۱۸،۱۲۰،۱۲۲،۱۲۳،۱۲۴،۱۲۵،۱۲۶،۱۲۷،۱۲۸،۱۳۰،۱۳۳،۱۳۴،۱۳۵،۱۳۶،۱۳۷،۱۳۹،۱۴۰،۱۴۱،۱۴۲،

۳/۱۴۶،۱۴۷،۱۴۸،۱۴۹،۱۵۰،۱۵۱،۱۵۳،۱۵۴،۱۵۵،۱۵۶،۱۵۷،۱۵۸،۱۶۲،۱۶۳،۱۶۴،۱۶۵،۱۶۶،۱۶۸،۱۶۹،۱۷۰،۱۷۴،۱۷۶،۱۷۷،

۳/۱۷۸،۱۷۹،۱۸۰،۱۸۱،۱۸۲،۱۸۳،۱۸۵،۱۸۶،۱۸۷،۱۸۸،۱۹۲،۱۹۳،۱۹۵،۱۹۶،۱۹۷،۱۹۸،۱۹۹،۲۰۱،۲۰۲،۲۰۳،۲۰۴،۲۰۵،۲۰۸،

۳/۲۱۰،۲۱۱،۲۱۴،۲۱۷،۲۱۸،۲۲۰،۲۲۱،۲۲۴،۲۲۵،۲۲۶،۲۲۸،۲۲۹،۲۳۰،۲۳۱،۲۳۲،۲۳۳ ۲۳۴،۲۳۵،۲۳۷،۲۳۸،۲۴۱،۲۴۲،

۲۴۳/۳، ۲۴۵، ۲۴۶، ۲۴۷، ۲۴۹، ۲۵۰، ۲۵۷، ۲۵۸، ۲۵۹، ۲۶۰، ۲۶۱، ۲۶۲، ۲۶۴، ۲۶۶، ۲۶۷، ۲۶۸، ۲۶۹، ۲۷۰، ۲۷۲، ۲۷۳، ۲۷۴،

۲۷۵/۳، ۲۷۶، ۲۷۹، ۲۸۱، ۲۸۳، ۲۸۴، ۲۸۵، ۲۸۶، ۲۸۹، ۲۹۰، ۲۹۲، ۲۹۴، ۲۹۵، ۲۹۶، ۲۹۷، ۲۹۸، ۲۹۹، ۳۰۰، ۳۰۱، ۳۰۳، ۳۰۵،

۳۰۶/۳، ۳۰۷، ۳۰۹، ۳۱۱، ۳۱۲، ۳۱۳، ۳۱۴، ۳۱۵، ۳۱۶، ۳۱۸، ۳۱۹، ۳۲۰، ۳۲۱، ۳۲۲، ۳۲۳، ۳۲۴، ۳۲۵، ۳۲۶، ۳۲۷، ۳۲۸، ۳۲۹،

۳۳۰/۳، ۳۳۲، ۳۳۳، ۳۳۵، ۳۳۷، ۳۳۸، ۳۳۹، ۳۴۱، ۳۴۲، ۳۴۴، ۳۴۵، ۳۴۶، ۳۴۷، ۳۴۸، ۳۵۲، ۳۵۳، ۳۵۴، ۳۵۵، ۳۵۷،

۳۵۹/۳، ۳۶۳، ۳۶۷، ۳۷۱، ۳۷۲، ۳۷۳، ۳۷۶، ۳۸۱، ۳۸۶، ۴۰۱، ۴۰۳، ۴۱۴، ۴۲۱، ۴۲۵، ۴۲۷، ۴۳۱، ۴۳۲، ۴۳۳، ۴۳۶، ۴۴۰،

۴۴۱/۳، ۴۴۳، ۴۴۴، ۴۴۶، ۴۵۵، ۴۵۷، ۴۶۳، ۴۶۴، ۴۶۶، ۴۶۸، ۴۶۹، ۴۷۲، ۴۷۳، ۴۷۵، ۴۷۶، ۴۷۹، ۴۸۰

الجامع الصحیح

الترمذی، محمد بن عیسی بن سورۃ بن موسی السلمی الترمذی، أبو عیسی (م ۲۷۹ھ)

۳۰/۱، ۳۷، ۴۷، ۸۴، ۸۵، ۸۶، ۱۰۰، ۱۰۶، ۱۱۱، ۱۲۲، ۱۳۷، ۱۴۵، ۱۴۷، ۱۵۸، ۱۶۶، ۱۶۷، ۱۷۱، ۲۰۰، ۲۱۰، ۲۴۲، ۲۴۶، ۲۵۲، ۲۵۴، ۳۰۲،

۳۰۳/۱، ۳۰۶، ۳۲۲، ۳۲۶، ۳۳۳، ۳۴۶، ۳۵۷، ۳۹۷، ۴۰۶، ۴۰۸، ۴۱۰، ۴۲۲، ۴۲۳، ۴۳۲، ۴۳۹، ۶/۲، ۸، ۹، ۱۴، ۱۵، ۱۶، ۱۸، ۱۹، ۲۴،

۲۶/۲، ۳۱، ۳۵، ۳۷، ۳۸، ۴۱، ۴۲، ۴۳، ۴۴، ۵۶، ۵۷، ۶۱، ۶۲، ۶۴، ۶۵، ۶۶، ۶۷، ۶۹، ۷۰، ۷۱، ۷۳، ۸۰، ۸۹، ۹۲، ۹۳، ۹۶، ۹۷، ۱۰۰،

۱۰۳/۲، ۱۰۸، ۱۰۹، ۱۱۳، ۱۱۹، ۱۲۲، ۱۲۳، ۱۲۴، ۱۲۵، ۱۲۷، ۱۲۸، ۱۲۹، ۱۳۰، ۱۳۱، ۱۳۲، ۱۳۴، ۱۳۶، ۱۴۰، ۱۴۱، ۱۴۳، ۱۴۵، ۱۴۹، ۱۵۲، ۱۵۳، ۱۵۴،

۱۵۵/۲، ۱۵۶، ۱۵۹، ۱۶۳، ۱۶۴، ۱۶۵، ۱۶۷، ۱۶۸، ۱۶۹، ۱۷۱، ۱۷۳، ۱۷۴، ۱۷۷، ۱۸۶، ۲۰۶، ۲۱۳، ۲۱۴، ۲۱۵، ۲۱۶، ۲۱۷، ۲۱۸، ۲۲۱، ۲۳۹،

۲۵۶/۲، ۲۶۳، ۲۷۱، ۲۷۴، ۲۸۷، ۲۹۱، ۲۹۳، ۳۰۶، ۳۱۷، ۳۴۱، ۳۵۶، ۳۶۲، ۳۷۰، ۳۷۸، ۳۹۰، ۴۰۱، ۴۱۲، ۴۲۷، ۴۲۸، ۴۹۲، ۵۰۶،

۵۰۸/۲، ۵۱۲، ۵۱۴، ۵۲۰، ۵۲۳، ۵۲۵، ۵۳۰، ۵۳۲، ۵۳۳، ۵۳۴، ۵۳۵، ۵۳۶، ۵۴۲، ۵۴۶، ۴/۳، ۵، ۶، ۱۶، ۲۴، ۲۷، ۲۹، ۴۰، ۴۱، ۴۳،

۴۹/۳، ۵۰، ۵۴، ۶۱، ۶۴، ۶۷، ۷۴، ۷۵، ۷۶، ۸۱، ۸۷، ۹۹، ۱۰۲، ۱۱۴، ۱۱۷، ۱۲۰، ۱۲۱، ۱۲۳، ۱۲۴، ۱۲۵، ۱۲۸، ۱۳۳، ۱۳۵، ۱۳۶، ۱۳۷، ۱۴۰،

۱۴۱/۳، ۱۴۲، ۱۴۳، ۱۴۵، ۱۴۶، ۱۴۷، ۱۴۹، ۱۵۰، ۱۵۱، ۱۵۲، ۱۶۴، ۱۶۹، ۱۷۰، ۱۷۱، ۱۷۴، ۱۷۷، ۱۸۱، ۱۸۴، ۱۹۶، ۱۹۷، ۲۰۱، ۲۰۵، ۲۰۶،

۲۰۸/۳، ۲۱۴، ۲۱۵/۳، ۲۱۷، ۲۲۰، ۲۲۴، ۲۲۵، ۲۲۶، ۲۲۷، ۲۲۸، ۲۲۹، ۲۳۲، ۲۳۳، ۲۳۴، ۲۳۵، ۲۳۶، ۲۳۷، ۲۳۹، ۲۴۶، ۲۵۴، ۲۶۰،

۲۶۱/۳، ۲۶۲، ۲۶۳، ۲۶۵، ۲۶۶، ۲۶۷، ۲۶۸، ۲۷۲، ۲۸۱، ۲۸۲، ۲۸۴، ۲۸۹، ۲۹۴، ۲۹۵، ۲۹۸، ۲۹۹، ۳۰۱، ۳۰۲، ۳۰۳، ۳۰۴، ۳۰۵،

۳۰۷/۳، ۳۱۱، ۳۱۲/۳، ۳۱۳، ۳۲۰، ۳۲۱، ۳۳۰، ۳۳۲، ۳۳۵، ۳۳۷، ۳۳۸، ۳۴۵، ۳۴۸، ۳۵۰، ۳۵۱، ۳۵۲، ۳۵۳، ۳۵۴، ۳۵۵،

۳۵۷/۳، ۳۶۳، ۳۷۸، ۳۸۵، ۳۸۹، ۳۹۷، ۴۰۳، ۴۱۸، ۴۲۲، ۴۲۹، ۴۳۱، ۴۳۳، ۴۳۴، ۴۳۷، ۴۳۸، ۴۴۰، ۴۴۳، ۴۴۴، ۴۴۵، ۴۵۹،

۴۶۰/۳، ۴۶۳، ۴۶۶، ۴۶۷، ۴۶۸، ۴۶۹، ۴۷۵، ۴۷۶

جزء۔ بی بی

بنت عبد الصمد بن علی بن محمد الهرثمیہ

۴۱/۲

جزء فی الحدیث

حسن بن عرفۃ بن یزید العبدی أبو علی (م ۲۵۷ھ)

۳۷۲/۱، ۵۱۰/۲

حلیۃ الأبرار وشعار الأخیار فی تلخیص الدعوات والأذکار

النووی، یحیی بن شرف بن مری بن حسن الحزامی الحورانی، النووی، الشافعی، أبو زکریا، محی الدین (م ۶۷۶ھ)

۴۳۰،۲۱۶،۱۷۲،۱۷۱،۱۶۲/۳،۵۲۷/۲

کتاب الخواتیم

ابن فنجویہ، حسین بن محمد بن الحسین بن عبداللہ بن صالح بن شعیب بن فنجویہ الثقفی الدینوری (م ۴۱۴ھ)

۱۶۹/۲

الدراری فی شرح البخاری

الکرمانی، محمد بن یوسف بن علی شمس الدین (م ۷۸۶ھ)

۳۶۱،۲۷۱،۲۴۲/۳،۲۷۷/۲

الدلائل

ابوحفص البغدادی، عمر بن أحمد بن عثمان بن أحمد (م ۳۸۵ھ)

۲۲۹،۲۲۸،۲۲۳/۲

الدلائل فی الحدیث

السرقسطی، قاسم بن ثابت بن حزم، أبومحمد (م ۳۰۲ھ)

۲۰/۲،۴۶۳،۱۴۷،۵۰/۱

رفع الدسیسة بوضع حدیث الهریسة (۴۰)

ابن ناصر الدین، محمد بن أبی بکر عبداللہ بن محمد بن أحمد بن مجاھد بن یوسف بن محمد، أبوعبداللہ القیسی، الحموی الأصل الدمشقی

۶۲/۲

کتاب الرقاق

عبداللہ بن مبارک الحنظلی المروزی (م ۱۸۱ھ)

۴۶۴،۴۴۲،۴۳۷/۳

الریاض النضرة فی فضائل العشرة

محب طبری، احمد بن محمد محب الدین، ابوجعفر الطبری (م ۶۹۴ھ)

۴۳۹،۳۸۹،۳۸۸/۳،۵۴۷،۱۲۷/۲،۴۳۴،۳۴۷،۱۵۸/۱

الزهریات

الذهلی، محمد بن یحیی بن عبداللہ (م ۲۵۸ھ)

۲۱۱،۸/۲

السابق واللاحق

خطیب بغدادی، أحمد بن علی بن ثابت، أبوبکر، المعروف بالخطیب البغدادی (م ۴۶۳ھ)

۲۴۰/۲،۹۰/۱

---

۴۰۔ ایضاح المکنون،۳/۵۷۹

کتاب السنۃ

الخلال، أحمد بن محمد بن ھارون، ابوبکر، الخلّال، مفسّر، محدث، اللغوی (م ۳۱۱ھ)

۲/۳۹۴

السنن

سعید بن منصور (م ۲۲۷ھ)

۱/۱۸۳،۲۷۸،۲/۷۶،۱۲۱،۱۲۲،۱۳۷،۱۶۴،۲۲۴،۳۱۲،۳۳۹،۳/۷۷،۱۲۲،۱۵۰،۲۱۱،۲۸۶

السنن

دارقطنی، علی بن عمر بن أحمد بن مھدی، ابوالحسن الدّارقطنی (م ۲۸۵ھ)

۱/۱۶۶،۱۶۸،۲۸۸،۲۸۹،۲۹۰،۳۱۶،۳۵۲،۲/۳۸،۷۷،۹۲،۲۱۵،۲۵۵،۴۴۵،۴۸۴،۵۱۰،۳/۶۷،۱۲۴،۱۴۲،۱۴۳،۱۴۵،۱۶۰،۱۷۰،

۳/۱۹۸،۲۰۶،۲۲۲،۲۳۵،۲۴۵،۲۴۸،۲۸۲،۳۱۳،۳۴۹،۴۰۴

السنن

دارمی، عبداللہ بن عبدالرحمٰن بن الفضل بن بھرام التیمی الدارمی السمرقندی، أبومحمد (م ۲۵۵ھ)

۱/۳۳۱،۲/۹،۱۷،۳۸،۷۳،۸۰،۱۲۸،۱۳۶،۱۵۹،۲۱۳،۲۱۶،۲۱۸،۲۲۱،۲۳۰،۲۳۹،۲۴۱،۲۸۶،۳۲۰،۴۲۶،۵۱۱،۵۲۵،۳/۷۴،۷۷،

۳/۱۱۴،۱۱۸،۱۵۲،۱۵۷،۱۵۸،۲۳۳،۲۳۹،۳۰۴،۳۷۰،۳۷۲،۴۰۳،۴۱۴،۴۳۷،۴۷۱

سنن ابنِ ماجہ

ابن ماجہ، محمد بن یزید الربعی القزوینی، ابوعبداللہ (م ۲۷۳ھ)

۱/۱۲۶،۳۰۶،۳۴۲،۳۷۸،۳۹۹،۴۰۰،۴۳۰،۲/۱۸،۲۵،۳۵،۴۰،۴۲،۴۳،۵۳،۵۴،۶۹،۷۸،۸۰،۱۱۴،۱۱۶،۱۲۸،۱۳۳،۱۳۴،۱۳۶،

۲/۱۳۷،۱۳۸،۱۴۷،۱۵۲،۱۷۱،۱۷۷،۱۸۳،۱۸۵،۲۱۳،۲۱۸،۲۲۱،۲۵۵،۲۷۴،۲۹۳،۳۱۲،۳۲۴،۳۲۶،۳۳۴،۴۰۱،۵۲۰،۵۲۳،۵۲۵،

۳/۵،۶،۱۵،۱۸،۴۳،۴۴،۴۸،۴۹،۵۳،۵۸،۶۶،۷۶،۹۰،۹۷،۱۱۴،۱۱۵،۱۱۶،۱۱۸،۱۲۲،۱۲۳،۱۲۴،۱۴۸،۱۶۰،۱۷۷،۱۸۸،۱۹۲،۱۹۴،

۳/۱۹۶،۱۹۸،۲۰۶،۲۱۵،۲۱۷،۲۲۵،۲۳۳،۲۳۶،۲۳۸،۲۴۰،۲۴۸،۲۵۴،۲۷۵،۳۰۰،۳۰۴،۳۱۱،۳۱۵،۳۱۶،۳۲۰،۳۳۴،۳۴۰،

۳/۳۵۶،۳۷۵،۳۸۶،۳۹۲،۳۹۶،۳۹۷،۳۹۹،۴۰۲،۴۱۵،۴۲۹،۴۳۱،۴۴۴،۴۵۹،۴۷۴،۴۷۶

سنن ابوداؤد

ابوداؤد، سلیمان بن الأشعث بن اسحاق بن بشیر الأزدی السجستانی (م ۲۷۵ھ)

۱/۶۸،۷۳،۱۵۸،۱۶۵،۱۶۶،۱۸۲،۲۰۰،۲۳۱،۲۶۴،۲۷۶،۲۷۸،۲۸۰،۲۸۹،۲۹۲،۳۰۱،۳۰۶،۳۱۷،۳۲۶،۳۲۹،۳۳۱،۳۵۷،۳۹۸،

۱/۴۰۷،۴۱۲،۴۲۱،۴۳۰،۴۳۷،۴۳۹،۴۵۲،۴۶۷،۲/۲۱،۲۶،۲۸،۳۰،۳۱،۳۸،۴۲،۶۴،۶۸،۷۱،۷۷،۸۰،۸۹،۹۳،۹۵،۹۷،۹۸،

۲/۱۰۰،۱۰۱،۱۰۸،۱۰۹،۱۳۰،۱۳۱،۱۳۲،۱۳۴،۱۳۵،۱۴۴،۱۴۷،۱۴۸،۱۵۰،۱۵۱،۱۵۲،۱۵۵،۱۵۶،۱۵۸،۱۵۹،۱۶۱،۱۶۳،۱۶۵،۱۶۶،۱۶۷،

۲/۱۶۸،۱۷۱،۱۷۴،۱۸۳،۱۸۵،۲۲۳،۲۵۰،۲۵۵،۲۵۹،۲۶۴،۲۷۰،۲۷۸،۲۹۲،۳۰۲،۳۰۶،۳۰۹،۳۱۱،۳۱۲،۳۲۳،۳۳۴،۳۷۹،۴۱۴،

۲/۴۸۴،۵۱۲،۵۱۴،۵۲۰،۵۲۳،۵۲۴،۵۴۲،۵۴۵،۵۴۷،۳/۳،۴،۵،۱۱،۱۶،۱۷،۱۸،۲۷،۲۸،۲۹،۳۶،۴۰،۴۳،۴۸،۵۰،۵۴،۶۴،

۳/۶۸،۶۹،۷۲،۷۵،۷۶،۸۶،۸۷،۹۵،۱۰۲،۱۱۴،۱۱۵،۱۱۶،۱۱۷،۱۱۸،۱۲۰،۱۲۱،۱۲۲،۱۲۳،۱۲۴،۱۲۵،۱۲۶،۱۲۸،۱۳۰،۱۳۳،۱۳۵،۱۳۶،

۳/۱۳۷،۱۳۸،۱۳۹،۱۴۰،۱۴۱،۱۴۲،۱۴۵،۱۴۶،۱۴۷،۱۴۸،۱۴۹،۱۵۰،۱۵۲،۱۵۳،۱۵۵،۱۵۷،۱۵۸،۱۶۱،۱۶۳،۱۶۴،۱۶۵،۱۶۶،۱۶۹،

---

۴۱۔ علامہ زرقانی لکھتے ہیں کہ اس شرح کا نام النصیحۃ ہے۔ دیکھئے شرح زرقانی، ۲/۲۰۲

۴۲۔ علامہ زرقانی کے بقول "وھو واسع جدًا"۔ شرح زرقانی، ۱۰/۲۷۴۔ نیز دیکھئے کشف الظنون، ۱/۵۴۶

---

۴۳۔ اس کتاب کا پورا نام ''الاشارات الی ماوقع فی المنہاج من الاسماء واللغات'' ہے۔

۴۴۔ ایضاح المکنون، ۴/ ۴۹؛ الاعلام، ۳/ ۲۷۶

---

۴۵۔ کشف الظنون، ۲/ ۱۴۳۷؛ سیر اعلام النبلاء، ۲۱/ ۱۹۹

---

۴۶۔ علامہ زرقانی کے مطابق اس میں وہ احادیث ہیں جو صحیحین میں موجود نہیں۔ اور اس کے رجال بھی صحیحین کے رجال ہیں۔ ابن تیمیہ اور علامہ زرکشی نے تصریح کی ہے کہ ضیاء کی تصحیح حاکم کی تصحیح سے بہتر ہے۔ دیکھئے شرح زرقانی، ۶/۳۲۱

۱/۴۲۰، ۲/۵۴۹

المراسیل

ابوداؤد، سلیمان بن الأشعث بن اسحاق بن بشیر الأزدی السجستانی، أبوداؤد (م ۲۷۵ھ)

۱/۱۶۴، ۳/۶۸، ۶۹، ۱۵۶، ۱۹۲، ۱۹۴، ۳۵۸

المستخرج علی الصحیحین

أبونعیم، أحمد بن عبداللہ بن أحمد الأصبہانی (م ۴۳۰ھ)

۱/۲۵۴، ۳/۴۰۰

المستدرک

الحاکم، محمد بن عبداللہ بن حمدویہ بن نعیم الضبی الطھمانی النیسابوری، أبوعبداللہ الحاکم (م ۴۰۵ھ)

۱/۲۸، ۲۹، ۳۵، ۴۳، ۵۶، ۶۷، ۶۸، ۷۰، ۷۶، ۸۴، ۸۸، ۱۰۰، ۱۰۹، ۱۴۳، ۱۴۴، ۱۴۵، ۱۵۴، ۱۵۷، ۱۸۲، ۱۸۳، ۱۸۶، ۱۹۷، ۲۰۱، ۲۰۵، ۲۰۶،

۱/۲۰۷، ۲۳۵، ۲۴۴، ۲۴۸، ۲۷۱، ۲۷۷، ۲۷۸، ۲۸۶، ۲۸۷، ۲۹۹، ۳۰۲، ۳۰۳، ۳۱۶، ۳۳۱، ۳۴۲، ۳۶۵، ۳۸۳، ۴۰۴، ۴۲۲، ۴۲۳، ۲/۲۰،

۲/۳۲، ۳۴، ۳۵، ۳۸، ۳۹، ۴۲، ۵۶، ۵۹، ۷۶، ۷۷، ۷۸، ۷۹، ۸۸، ۹۰، ۱۰۹، ۱۱۶، ۱۶۱، ۱۶۳، ۱۶۴، ۱۷۷، ۱۸۲، ۲۱۳، ۲۱۶، ۲۱۸، ۲۳۹،

۲/۲۴۲، ۲۴۸، ۲۵۴، ۲۵۵، ۲۹۳، ۳۱۱، ۳۱۴، ۳۲۰، ۳۲۶، ۳۶۰، ۳۹۲، ۳۹۷، ۴۰۲، ۴۸۴، ۵۰۶، ۵۰۸، ۵۰۹، ۵۱۲، ۵۱۸، ۵۲۱، ۵۲۵،

۲/۵۳۶، ۳/۵، ۱۰، ۱۵، ۱۸، ۲۶، ۴۳، ۴۸، ۵۴، ۵۹، ۶۰، ۶۸، ۷۰، ۷۱، ۸۰، ۸۴، ۹۹، ۱۰۰، ۱۰۱، ۱۰۲، ۱۰۳، ۱۱۳، ۱۱۶، ۱۲۴، ۱۴۲، ۱۴۴، ۱۴۵،

۳/۱۴۸، ۱۶۰، ۱۷۰، ۱۷۱، ۱۷۷، ۲۱۳، ۲۱۷، ۲۱۸، ۲۲۱، ۲۳۵، ۲۴۰، ۲۴۸، ۲۵۴، ۲۷۵، ۲۸۴، ۳۱۲، ۳۵۰، ۳۵۶، ۳۵۷، ۳۵۸، ۳۷۳،

۳/۳۷۵، ۳۷۶، ۳۷۸، ۳۸۰، ۳۸۷، ۳۸۸، ۳۹۶، ۳۹۷، ۴۰۱، ۴۱۸، ۴۲۴، ۴۳۱، ۴۳۵، ۴۳۷، ۴۴۱، ۴۴۳، ۴۶۰

المسند

ابن حنبل، احمد بن محمد بن حنبل، أبوعبداللہ الشیبانی الوائلی امام المذھب الحنبلی (م ۲۴۱ھ)

۱/۲۸، ۳۷، ۶۷، ۶۸، ۷۲، ۷۵، ۸۷، ۱۲۲، ۱۲۴، ۱۳۷، ۱۴۳، ۱۶۳، ۱۶۶، ۱۷۱، ۱۷۶، ۱۷۷، ۱۸۹، ۱۹۲، ۱۹۹، ۲۰۰، ۲۰۵، ۲۰۶، ۲۰۷، ۲۱۰،

۱/۲۱۵، ۲۱۷، ۲۴۱، ۲۴۳، ۲۴۵، ۲۶۷، ۲۶۸، ۲۷۱، ۲۷۸، ۲۸۰، ۲۸۲، ۲۸۹، ۲۹۶، ۳۰۰، ۳۰۶، ۳۱۰، ۳۱۵، ۳۱۶، ۳۲۶، ۳۳۱، ۳۵۰،

۱/۳۵۳، ۳۵۷، ۳۹۵، ۳۹۶، ۴۰۰، ۴۰۶، ۴۰۸، ۴۲۱، ۴۲۴، ۴۳۰، ۴۳۴، ۴۳۵، ۴۶۷، ۴۸۸، ۲/۶، ۱۸، ۲۵، ۲۶، ۳۰، ۳۲، ۳۳، ۳۶،

۲/۳۸، ۵۷، ۵۸، ۵۹، ۶۰، ۶۲، ۶۳، ۶۸، ۶۹، ۷۱، ۷۳، ۸۰، ۸۱، ۹۳، ۹۶، ۹۸، ۱۰۳، ۱۲۸، ۱۲۹، ۱۳۲، ۱۳۴، ۱۳۶، ۱۳۸، ۱۴۰، ۱۴۲، ۱۴۳،

۲/۱۴۶، ۱۵۸، ۱۶۳، ۱۶۵، ۱۶۷، ۱۷۱، ۱۸۲، ۲۰۶، ۲۰۷، ۲۱۴، ۲۱۵، ۲۱۶، ۲۱۸، ۲۲۱، ۲۲۲، ۲۲۳، ۲۲۴، ۲۲۹، ۲۳۷، ۲۵۲، ۲۵۴، ۲۵۵، ۲۷۲،

۲/۲۸۰، ۲۸۹، ۳۱۴، ۳۲۰، ۳۲۴، ۳۲۵، ۳۲۶، ۳۲۸، ۳۲۹، ۳۳۱، ۳۳۲، ۳۳۳، ۳۳۴، ۳۵۸، ۳۶۱، ۳۶۲، ۳۸۰، ۳۹۳، ۳۹۸، ۴۱۲،

۲/۴۲۴، ۴۲۷، ۴۸۴، ۵۱۴، ۵۲۰، ۵۲۱، ۵۲۲، ۵۲۴، ۵۲۵، ۵۲۸، ۵۲۹، ۵۳۰، ۵۳۲، ۵۳۳، ۵۳۹، ۵۴۱، ۵۴۷، ۳/۵، ۷، ۱۰، ۱۵، ۱۶، ۲۴،

۳/۳۴، ۲۷، ۴۲، ۴۷، ۵۴، ۵۶، ۵۸، ۵۹، ۶۰، ۶۸، ۷۲، ۸۰، ۸۴، ۸۶، ۹۳، ۹۵، ۹۶، ۹۸، ۹۹، ۱۰۱، ۱۱۴، ۱۱۵، ۱۱۷، ۱۱۸، ۱۲۵، ۱۲۶، ۱۲۸،

۳/۱۳۸، ۱۵۲، ۱۶۵، ۱۶۷، ۱۷۰، ۱۷۶، ۱۸۳، ۱۸۸، ۱۹۳، ۱۹۵، ۱۹۸، ۲۰۳، ۲۰۴، ۲۰۶، ۲۰۷، ۲۱۲، ۲۱۴، ۲۱۷، ۲۱۸، ۲۳۹، ۲۴۰، ۲۴۴،

۳/۲۴۸، ۲۵۴، ۲۶۷، ۲۷۵، ۲۷۹، ۲۹۷، ۳۰۳، ۳۰۴، ۳۰۵، ۳۰۹، ۳۲۰، ۳۲۲، ۳۲۴، ۳۳۹، ۳۵۶، ۳۵۸، ۳۷۴، ۳۷۷، ۳۸۳، ۳۸۴،

۳/۳۸۵، ۳۸۹، ۳۹۱، ۳۹۷، ۴۲۲، ۴۳۱، ۴۳۹، ۴۴۱، ۴۴۲، ۴۴۳، ۴۴۴، ۴۵۴، ۴۵۹، ۴۶۴، ۴۶۸، ۴۷۳، ۴۷۵، ۴۷۶، ۴۷۷

المسند

معانی الآثار

الطحاوی، أحمد بن محمد بن سلامۃ بن سلمۃ الأزدی الطحاوی، أبوجعفر (م ۳۲۱ھ)

۱/۲۸۸، ۲/۶۸، ۸۲، ۱۲۷، ۳/۵۴، ۱۳۷، ۱۷۵، ۲۱۳، ۳۱۵، ۳۳۱، ۳۴۲، ۳۴۳

۹۶_المعجم الکبیر

الخرکوشی عبدالملک بن محمد بن ابراھیم النیسابوری الخرکوشی، أبوسعید (م ۴۰۷ھ)

۱/۶۵

۸۶_معرفۃ أصول الحدیث وعلومہ وکتبہ

الحاکم، محمد بن عبداللہ بن حمدویہ بن نعیم الضبی الطھمانی النیسابوری أبوعبداللہ (م ۴۰۵ھ)

۲/۵۴۳

معرفۃ السنن والآثار

البیھقی، أحمد بن الحسین بن علی، ابوبکر (م ۴۵۸ھ)

۲/۱۲۷، ۱۶۰، ۱۶۱، ۲۵۵، ۳/۱۴۵

المعلم بفوائد کتاب مسلم

المازری، محمد بن علی بن عمر التمیمی المازری، أبوعبداللہ، محدث (م ۵۳۶ھ)

۱/۲۵۳، ۲۸۳، ۲/۱۴۶، ۲۹۵، ۳/۱۹، ۲۱، ۲۲، ۳۲، ۳۳، ۳۴، ۳۵، ۵۹، ۷۰، ۷۳، ۱۹۰، ۱۹۹، ۲۸۰، ۲۹۶، ۳۸۰

المفھم لما أشکل من تلخیص کتاب مسلم

القرطبی، احمد بن عمر بن ابراھیم، القرطبی، أبوالعباس (م ۶۵۷ھ)

۱/۸۶، ۱۳۹، ۲۵۶، ۴۷۱، ۲/۵، ۱۰۶، ۲۳۰، ۲۹۴، ۲۹۹، ۳۶۱، ۳۹۰، ۳۹۴، ۴۸۰، ۵۱۵، ۳/۳۳، ۶۳، ۷۴، ۷۵، ۸۳، ۱۱۷، ۱۲۹، ۱۴۸، ۱۶۱،

۳/۲۰۰، ۲۰۳، ۲۲۴، ۲۴۸، ۲۸۴، ۳۰۸، ۳۶۷، ۴۳۰، ۴۳۴، ۴۳۵

المقاصد الحسنۃ

السخاوی، محمد بن عبدالرحمٰن بن محمد، شمس الدین سخاوی (م ۹۰۲ھ)

۱/۲۹، ۳۹۹، ۲/۱۳، ۲۶، ۳۱، ۳۸، ۶۲، ۷۴، ۹۵، ۱۱۴، ۱۲۱، ۱۸۰، ۲۱۰، ۲۲۶، ۳۲۹، ۴۰۲، ۵۲۱، ۳/۳۰، ۶۹، ۲۷۴

مقدمہ ابن الصلاح فی علوم الحدیث

ابن الصلاح، عثمان بن عبدالرحمٰن الشہر زوری، أبوعمرو (م ۶۴۲ھ)

۱/۱۱۴، ۱۱۵، ۱۶۴، ۲۳۰، ۲/۱۱۴، ۲۶۹، ۳۲۷، ۳/۵، ۶۷، ۱۳۱، ۱۷۰

المنھاج فی شرح مسلم بن الحجاج

النووی، یحیی بن شرف بن مری بن حسن الحزامی الحورانی، النووی، الشافعی، أبوزکریا محی الدین (م ۶۷۶ھ)

۱/۸۶، ۸۷، ۹۳، ۱۰۷، ۱۳۹، ۱۴۰، ۱۶۷، ۱۸۶، ۲۱۶، ۲۳۶، ۲۴۶، ۲۵۳، ۲۶۶، ۳۱۵، ۳۲۶۶، ۳۳۳، ۳۳۷، ۳۴۳، ۳۶۴، ۲/۲۳، ۶۶،

۲/۶۸، ۸۹، ۹۱، ۹۶، ۱۰۳، ۱۰۹، ۱۱۹، ۱۳۱، ۱۳۴، ۱۳۵، ۱۴۶، ۱۵۲، ۱۶۰، ۱۶۲، ۱۶۸، ۱۶۹، ۲۱۱، ۲۲۷، ۲۳۰، ۲۵۷، ۲۶۳، ۲۶۴، ۲۶۶، ۲۶۸،

۲/۲۶۹، ۲۷۱، ۲۸۹، ۲۹۰، ۲۹۴، ۳۰۱، ۳۰۴، ۳۱۰، ۳۱۳، ۳۱۶، ۳۱۸، ۳۳۵، ۳۳۶، ۳۴۹، ۳۵۷، ۳۶۱، ۳۷۴، ۳۸۹، ۴۷۹، ۴۸۳، ۵۱۶،

۲/۵۲۵،۳/۱۹،۲۳،۳۲،۳۳،۴۱،۶۳،۶۴،۷۳،۷۵،۷۶،۸۶،۹۶،۱۱۷،۱۱۹،۱۲۰،۱۲۲،۱۲۵،۱۲۹،۱۳۰،۱۳۱،۱۳۷،۱۴۰،۱۴۷،۱۵۱،۱۵۳،

۳/۱۵۵،۱۵۷،۱۵۹،۱۶۰،۳/۱۸۱،۱۹۵،۱۹۶،۲۱۴،۲۱۷،۲۲۰،۲۲۳،۲۲۶،۲۳۰،۲۴۳،۲۶۲،۲۶۵،۲۶۸،۲۶۹،۲۷۱،۲۷۸،۲۸۴،۲۹۰،

۳/۲۹۲،۲۹۳،۲۹۴،۲۹۶،۳۰۰،۳۰۴،۳۱۳،۳۱۴،۳۱۵،۳۱۹،۳۲۱،۳۲۹،۳۳۳،۳۳۶،۳۴۰،۳۷۴،۴۰۵،۴۰۶،۴۲۳،۴۴۰،۴۴۷،

۳/۴۵۵،۴۷۵

موارد الظمآن (فی زوائد صحیح ابن حبان)

الھیثمی، علی بن ابی بکر، نورالدین الھیثمی، المصری الشافعی (م ۸۰۷ھ)

۱/۸۵

الموضوعات

ابن الجوزی، عبدالرحمٰن بن علی بن محمد الجوزی الحنبلی، الواعظ، أبوالفرج (م ۵۹۷ھ)

۲/۲۲،۲۶،۱۲۰،۱۲۱،۱۳۸،۱۴۰،۲۰۹،۲۲۵،۳۰۱،۴۰۷،۳/۲۹۸

الموطأ

مالک بن أنس بن مالک الأصبحی الحمیری، أبوعبداللہ، امام دارالھجرۃ (م ۱۷۹ھ)

۱/۲۴۶،۲/۶۸،۸۴،۹۱،۲۳۰،۲۶۴،۲۹۰،۳۳۴،۵۱۴،۳/۱۹،۱۲۰،۱۴۳،۱۵۰،۱۷۴،۲۰۴،۲۱۱،۲۱۸،۲۳۳،۲۳۴،۲۴۲،۲۴۴،۲۶۰،۲۸۳،

۳/۲۹۴،۳۰۸،۳۳۵،۳۵۳،۴۰۲،۴۰۴

ناسخ الحدیث ومنسوخہ

ابن شاھین، عمر بن أحمد بن عثمان بن أحمد ابوحفص البغدادی (م ۳۸۵ھ)

۱/۸۹،۲/۱۳۸،۱۳۶

الناسخ والمنسوخ

أبوشیخ، عبداللہ بن محمد بن جعفر بن حیان الأصبھانی (م ۳۶۹ھ)

۲/۲۲

نکت علی ابن الصلاح

زین الدین عراقی، عبدالرحمٰن بن الحسین بن عبدالرحمٰن، أبوالفضل زین الدین المعروف بالحافظ العراقی (م ۸۰۶ھ)

۱/۱۱۵

النھایۃ فی غریب الحدیث

ابن الاثیر، المبارک بن محمد بن محمد الجزری، أبوسعادات مجدالدین المعروف بابن الأثیر (م ۶۰۶ھ)

۱/۲۴۰،۳۳۱،۳۸۷،۳۸۸،۴۴۰،۴۶۱،۴۶۲،۲/۱۰،۱۴،۱۶،۲۰،۴۶،۵۰،۵۲،۶۳،۶۶،۷۰،۱۲۰،۱۲۱،۱۳۲،۱۳۵،۱۳۹،۱۶۱،۲۳۵،۲۷۴،

۲/۳۴۷،۵۴۰،۵۳۶،۳/۲۲،۵۵،۱۷۴،۲۷۷،۲۸۳،۳۱۲،۳۳۳،۳۴۰،۳۷۶،۳۸۲،۳۸۴،۳۹۶،۳۹۷،۴۴۵

## سیرت

أخلاق النبی ﷺ

أبوالشیخ ،عبداللہ بن محمد بن جعفر بن حیان الأصبهانی ،أبومحمد ،(م ۳۶۹ھ)

۱۵۴/۲

أسرار الاسراء(۴۷)

ابن المنیر ،احمد بن محمد ابن منیر ناصر الدین الجذامی الاسکندرانی (م ۶۸۳ھ)

۳۹۱،۸۷/۳،۴۰۵،۳۷۱،۳۶۱،۳۵۷،۳۵۶،۳۴۲،۲۴۹،۵/۲

اسماء النبی

ابن فارس ،أحمد بن فارس ،أبوالحسین (م ۳۹۵ھ)

۱۱۳/۲

الاشارہ الی سیرۃ المصطفیٰ

مغلطای بن قلیج بن عبداللہ البکجری المصری الحکری الحنفی ،أبوعبداللہ علاؤالدین (م ۷۶۲ھ)

۷۲/۱، ۸۵، ۱۱۶، ۱۲۱، ۱۴۴، ۱۵۴، ۱۶۴، ۱۹۸، ۲۰۳، ۲۰۵، ۲۱۱، ۲۱۵، ۲۱۷، ۲۵۲، ۲۵۵، ۲۵۶، ۲۶۵، ۲۷۷، ۲۷۸، ۲۸۴، ۲۸۷، ۲۹۴، ۳۰۰،

۳۰۷/۱، ۳۱۴، ۳۳۶، ۳۳۷، ۳۴۱، ۳۴۷، ۳۶۰، ۴۶۴، ۱۱۵/۲، ۹۰/۳، ۲۴۵

اعلام النبوۃ

ابن قتیبہ ،أحمد بن عبداللہ بن مسلم بن قتیبہ الدینوری ،أبوجعفر (م ۳۲۲ھ)

۴۳۱/۲، ۴۳۲، ۴۷۴

الاکتفاء فی مغازی المصطفیٰ

الکلاعی أبوالربیع ،سلیمان بن موسی بن سالم بن حسان (م ۶۳۴ھ)

۴۸۳/۱

بردۃ المدیح

الزرکشی ،محمد بن بہادر بن عبداللہ الزرکشی ،أبوعبداللہ ،بدرالدین (م ۷۹۴ھ)

۶۶/۱، ۷۶، ۱۰۰

تمثال النعل الشریف

أبوالیمن بن عساکر

۹۴/۲، ۱۷۴

التنویر فی مولد البشیر النذیر

---

۴۷۔ علامہ زرقانی کے مطابق ابن المنیر نے اس کا نام المقتفی رکھا ہے۔ یہ ایک نفیس کتاب ہے اس میں فوائد جلیلہ اور استنباطات حسنہ ہیں یہ کتاب دو حصوں میں منقسم ہے۔ پہلا حصہ اسراء و معراج پر اور دوسرا حصہ بعثت نبوی ﷺ سے وفات تک کے بیان پر مشتمل ہے۔ دیکھئے شرح الزرقانی، ۲۴۱/۵

---

۴۸۔ کشف الظنون، ۲/۱۹۲۱

---

۴۹۔ شرح الزرقانی، ۴/۴۸۴، ۶/۶۱، ۹/۳۲۱

## فقہ

کتاب الأموال

أبوعبید الهروی، قاسم بن سلام الهروی الأزدی الخزاعی، بالولاء، الخرسانی البغدادی، (م ۲۲۴ھ)

۴۴۳،۳۸۳،۳۵۰/۱

أحکام الخواتیم لجزء أبی علی الخالدی

ابن رجب، عبدالرحمٰن بن أحمد بن رجب، أبوالفرج، زین الدین الحنبلی (م ۷۹۵ھ)

۱۷۱،۱۷۰،۱۶۹/۲

الاعلام بفوائد عمدۃ الأحکام (۵۰)

ابن الملقن، عمر بن علی بن أحمد الانصاری الشافعی، سراج الدین، ابوحفص ابن النحوی (م ۸۰۴ھ)

۳۰۸/۳

الاقلید لدر التقلید

الفرکاح، عبدالرحمٰن بن ابراهیم، تاج الدین عصری النووی (م ۶۹۰ھ)

۱۷۱/۳

کتاب الأم

محمد بن ادریس بن العباس بن عثمان ابن شافع الهاشمی القرشی المطلبی أبوعبدالله (م ۲۰۴ھ)

۳۳۶،۳۲۱،۱۲۴/۳،۵۳۲،۵۰۸،۵۸/۲

بهجۃ الحاوی، شرح الحاوی الصغیر فی الفروع (۵۱)

زکریا بن محمد بن أحمد بن زکریا الأنصاری السنیکی المصری الشافعی، أبویحیی، شیخ الاسلام، قاضی، مفسّر (م ۹۱۰ھ)

۲۹۴،۲۵۴،۱۷۳/۲،۴۰۴/۱

البیان فی الفروع

العمرانی، یحیی بن سالم، ابوالخیر، الیمنی الشافعی (م ۵۵۸ھ)

۵۱۵/۲

التجرید فی الفروع

المحاملی، احمد بن محمد بن احمد بن القاسم الضبی، ابوالحسن ابن المحاملی الشافعی (م ۴۱۵ھ)

۳۰۸/۱

تحفۃ المودود فی أحکام المولود

---

۵۰۔ تقی الدین عبدالغنی بن عبدالواحد المقدسی الحنبلی کی کتاب عمدۃ الاحکام عن سید الانام کی شرح ہے۔ دیکھئے کشف الظنون ۲/۱۱۶۴،۱۱۶۵؛ الأعلام، ۵/۵۷

۵۱۔ بهجۃ الحاوی، شرح الحاوی الصغیر فی الفروع کی شرح ہے الحاوی کے مصنف کا نام نجم الدین عبدالغفار بن عبدالکریم القزوینی الشافعی (م ۶۶۵ھ) ہے۔

ابن قیم الجوزیۃ، محمد بن ابی بکر بن ایوب الدمشقی ابوعبداللہ (م ۷۵۱ھ)

۴۲/۳

التدریب فی فقہ الشافعیہ

البلقینی، عمر بن رسلان بن نصیر بن صالح الکنانی العسقلانی، سراج الدین أبوحفص (م ۸۰۵ھ)

۲۹۰/۲(۵۲)

تذکرۃ النبیہ فی شرح التنبیہ

ابواسحاق الشیرازی، ابراھیم بن علی، الشافعی (م ۴۷۶ھ)

۲۷۹/۱

التعلیقۃ الکبریٰ فی الفروع

أبوحامد الأسفرائنی، احمد بن محمد بن احمد (م ۴۰۶ھ)

۲۸۲/۱، ۳۸/۲، ۲۵۵، ۲۶۹، ۳۰۴، ۴۷۸، ۱۹۹/۳، ۲۳۶

التعلیقۃ الکبریٰ

قاضی حسین بن محمد بن أحمد، أبوعلی المروذی، العلامۃ، شیخ الشافعیہ بخراسان (م ۴۶۲ھ)

۲۴۷/۱، ۲۸۱/۳

التلخیص فی الفروع

ابن القاص، احمد بن محمد ابن یعقوب ابن القاص الطبری الشافعی، ابوالعباس (م ۳۳۵ھ)

۱۳۹/۲، ۲۶۳، ۳۱۳

التنبیہ فی فروع الشافعیۃ

ابواسحاق الشیرازی، ابراھیم بن علی، الشافعی (م ۴۷۶ھ)

۳۰۸/۳، ۳۱۰، ۳۳۶

التوضیح

خلیل بن اسحاق بن موسیٰ، ضیاء الدین الجندی، فقیہ مالکی (م ۷۷۶ھ)

۱۹۰/۳

الجامع الصغیر

أبوحنیفہ، النعمان بن ثابت، التیمی بالولاء، الکوفی (م ۱۵۰ھ)

۲۸۹/۱

جمع الجوامع فی اصول الفقہ

تاج الدین السبکی، عبدالوھاب بن علی ابن سبکی الشافعی (م ۷۷۱ھ)

---

۵۲۔ علامہ زرقانی نے وضاحت کی ہے کہ بلقینی کی یہ رائے ان کی کتاب التدریب سے ہے۔ دیکھئے شرح الزرقانی ۲۶۷/۷

الشامل (فی الفقہ) (۵۳)

ابن الصباغ، عبدالسید بن محمد بن عبدالواحد بن احمد بن جعفر (م ۴۷۷ھ)

۳/ ۳۷۴، ۴۱۱

شرح التلخیص (۵۴)

ابوعلی السنجی، حسین بن شعیب (م ۴۳۰ھ)

۲/ ۲۹۲، ۳/ ۱۲۹، ۱۳۸

شرح التنقیح فی الأصول والمتن والشرح

الصنہاجی، أحمد بن ادریس بن عبدالرحمٰن، المالکی، شہاب الدین، أبوالعباس (م ۶۸۵ھ)

۱/ ۱۳۵

شرح الحاوی (۵۵)

ابن الملقن، عمر بن علی بن أحمد الأنصاری، الشافعی، سراج الدین، أبوحفص ابن النحوی (م ۸۰۴ھ)

۲/ ۲۵۴

الشرح الصغیر علی الوجیز

الرافعی، عبدالکریم بن محمد بن عبدالکریم بن الفضل بن الحسن القزوینی، الامام الجلیل، أبوالقاسم

۲/ ۲۸۹، ۲۹۰، ۳۱۲، ۳/ ۶۷

شرح عقائد النسفی

تفتازانی، سعدالدین مسعود بن عمر (م ۷۹۱ھ)

۲/ ۳۱۸، ۳۴۰، ۴۰۰، ۴۰۱، ۴۰۵

شرح العمدۃ (۵۶)

ابن دقیق العید، محمد بن علی بن وهب بن مطیع، أبوالفتح تقی الدین القشیری (م ۷۰۲ھ)

۳/ ۱۵۴

شرح العمدۃ (۵۷)

ابن الملقن، عمر بن علی بن أحمد الأنصاری، الشافعی، سراج الدین، أبوحفص ابن النحوی (م ۸۰۴ھ)

۳/ ۳۰۸

---

۵۳۔ مفتاح السعادۃ ۲/ ۱۸۵

۵۴۔ یہ ابوالعباس احمد بن محمد بن یعقوب ابن القاص الطبری (م ۳۳۵ھ) کی کتاب التلخیص فی الفروع کی شرح ہے۔ دیکھئے کشف الظنون، ۱/ ۴۷۹

۵۵۔ عبدالغفار بن عبدالکریم نجم الدین القزوینی (م ۶۶۵ھ) کی کتاب ''الحاوی الصغیر فی الفروع'' کی شرح ہے۔ ابن الملقن نے اس کا نام ''خلاصۃ الفتاوی فی تسہیل اسرار الحاوی'' رکھا ہے۔ دیکھئے کشف الظنون، ۱/ ۶۲۵

۵۶۔ عمدۃ الاحکام کی شرح ہے۔ عمدۃ الاحکام کے مؤلف بھی خود ابن دقیق العید ہیں۔ دیکھئے کشف الظنون ۲/ ۱۱۶۴

۵۷۔ یہ ابوبکر محمد بن احمد الشاشی کی کتاب ''العمدۃ فی فروع الشافعیۃ'' کی شرح ہے۔ دیکھئے کشف الظنون، ۲/ ۱۱۲۹، ۱۱۷۰

---

۵۸۔ یہ ''اللمع فی اصول الفقہ'' کی شرح ہے۔ دیکھئے کشف الظنون، ۲/۱۵۶۲

۵۹۔ علامہ زرقانی لکھتے ہیں: ''وھو شرح حسن''۔ دیکھئے شرح الزرقانی، ۷/۱۳۰

۶۰۔ المھذب فی الفروع کے مؤلف ابواسحاق الشیرازی ابراھیم بن محمد (م ۴۷۶ھ) ہیں۔

---

۶۱۔ تاج الدین السبکی نے طبقات الشافعیہ الکبریٰ میں ان کے ترجمہ میں لکھا ہے کہ وہ صاحب العدۃ ہیں۔ دیکھئے طبقات الشافعیہ، ۷/۱۴۷

۶۲۔ علامہ زرقانی نے اس کتاب کی نشاندہی کی ہے۔ دیکھئے شرح الزرقانی، ۷/۲۷۵،۲۷۶

# تاریخ

۱/۷۰،۸۱،۲/۴۲،۳۳۲،۳/۱۰۳

تاریخ خلیفہ بن خیاط

خلیفہ بن خیاط العصفری

۱/۴۴۱

تاریخ دمشق الکبیر

ابن عساکر، قاسم بن علی بن الحسن بن ھبۃ اللہ، أبومحمد (م ۶۰۰ھ)

۱/۴۴،۴۵،۴۶،۵۹،۶۹،۷۰،۸۱،۸۲،۸۴،۹۷،۱۰۰،۱۵۱،۳۰۴،۳۱۲،۳۷۲،۴۲۳،۲/۱۵،۱۶،۱۷،۱۸،۲۰،۵۳،۵۶،۶۴،۸۶،۲۲۵،

۲/۲۳۴،۲۷۱،۴۰۸،۴۲۳،۴۳۰،۵۲۴،۳/۹۸،۳۵۷،۳۹۵،۴۲۳،۴۶۴

تاریخ عیون المعارف

القضاعی، محمد بن سلفہ بن جعفر بن علی بن حکمون، أبوعبداللہ (م ۴۵۴ھ)

۱/۷۴،۷۵،۸۵

تاریخ الکشاف

ابن حجر، احمد بن علی بن محمد الکنانی العسقلانی، أبوالفضل، شھاب الدین (م ۸۵۲ھ)

۲/۱۸۰

تاریخ نیسابور (۶۳)

محمد بن علی الکعبی، ابوالقاسم

۱/۸۵

تحقیق النصرۃ بتلخیص معالم دار الھجرۃ

المراغی، زین الدین أبی بکر الحسین بن عمر العثمانی (م ۸۱۶ھ)

۱/۱۵۸،۱۶۱،۲/۳۳۷،۳/۳۹۹،۴۰۰،۴۰۲،۴۰۹،۴۱۷

الجوھر المکنون فی ذکر القبائل البطون

الجوانی، حسن بن محمد، ابوالبرکات (م ۵۸۸ھ)

۲/۷۷

الدرۃ الثمینہ فی اخبار المدینہ

ابن النجار، محبّ الدین محمد بن محمود (م ۶۴۳ھ)

۱/۱۶۲،۲/۴۲،۳۱۳،۳۱۶،۳/۳۹۶،۴۰۴،۴۱۰،۴۱۱،۴۱۵،۴۳۱،۴۳۲،۴۳۷

روضات الجنات فی اوصاف مدینۃ الھراۃ

معین الدین، محمد الاسفرائنی

---

۶۳۔ کشف الظنون، ۱/۳۰۸؛ مفتاح السعادۃ، ۱/۲۱۸

۱/۱۵۶، ۲/۲۷۴
المنتظم فی تاریخ الملوک والأمم
ابن الجوزی، عبدالرحمٰن بن علی بن محمد الجوزی، جمال الدین أبوالفرج (م ۵۹۷ھ)
۱/۷۴، ۳۴۳، ۳۸۷، ۳۹۴، ۴۳۳، ۲/۳۹۶، ۴۰۲
وفاء الوفاء بأخبار دار المصطفیٰ
السمہودی، علی بن عبداللہ بن أحمد الحسینی الشافعی، نورالدین، أبوالحسن (م ۹۱۱ھ)
۲/۲۷۴، ۳/۴۲۴، ۴۲۶

## تصوّف

آداب الصحبة
اسلمی، محمد بن حسین بن محمد (م ۴۱۲ھ)
۲۷/۲
ارتقاء الرتبة فی اللباس والصحبة
القسطلانی، محمد بن أحمد بن علی العنبسی الشاطبی ابوبکر قطب الدین التوزری (م ۶۸۶ھ)
۱۱۵/۲
جامع کرامات الأولیاء
الخلال، عبداللہ بن نجم بن شاس بن نزار الجذامی السعدی، أبومحمد، فقیہ مالکی (م ۶۱۶ھ)
۳۳۱/۲
الجلیس الصالح الکافی والانیس الناصح الشافی
المعافی بن زکریا بن یحیی الجریری النہروانی، أبوالفرج ابن طرار، قاض (م ۳۹۰ھ)
۷۵/۲
الرسالة
القشیری، عبدالکریم بن هوازن بن عبدالملک بن طلحه النیسابوری، أبوالقاسم (م ۴۶۵ھ)
۲۲۱/۱، ۳۷۷، ۳۸۶/۲، ۳۹۲، ۴۱۸، ۴۶۵، ۴۷۰، ۴۷۴، ۴۸۲، ۱۴/۳، ۳۵۱

رسالة
صفی الدین بن أبی المنصور
حسین بن علی ابن ابی منصور صفی الدین، الصوفی المالکی (م ۶۸۲ھ)
۲۹۷/۲، ۲۹۸
روض الریاحین فی حکایات الصالحین
الیافعی، عبداللہ بن أسعد الیمنی (م ۷۶۸ھ)
۳۷۳/۱، ۲۹۷/۲
روضة المشتاق
ابن الجوزی، عبدالرحمٰن بن علی بن محمد الجوزی القرشی البغدادی أبوالفرج (م ۵۹۷ھ)
۴۶۴/۳، ۴۶۵
ریحان القلوب
یوسف بن عبداللہ، جمال الدین أبی المحاسن، الکردی، الکورانی (م ۷۶۸ھ)
۱۱۵/۲
سراج المریدین

ابن العربی، محمد بن عبداللہ بن محمد المعافری أبوبکر (م ۴۵۳ھ)

۵۱۱/۲

سلوۃ الأحزان بماروی عن ذوی العرفان

ابن الجوزی، عبدالرحمٰن بن علی

۴۰/۱

شوق العروس وأنس النفوس

الدامغانی، حسین بن محمد (م ۴۷۸ھ)

۳۸۹/۱

عنقاء مغرب فی معرفۃ ختم الأولیاء وشمس المغرب

محمد بن علی، محی الدین (م ۶۳۸ھ)

۳۱۸/۲

عوارف المعارف

السہروردی، عمر بن عبداللہ شہاب الدین أبوحفص (م ۶۳۲ھ)

۳۵/۱، ۸۵/۲، ۸۶، ۱۱۰، ۲۹۹، ۴۹۹، ۲۶۹/۳

القصد والرجوع

حارث بن أسد المحاسبی، أبوعبداللہ (م ۲۴۳ھ)

۴۹۱/۲، ۴۹۲، ۴۹۵، ۱۲/۳

قوت القلوب فی معاملۃ المحبوب ووصف طریق المرید الی مقام التوحید

أبوطالب مکی، محمد بن علی بن عطیۃ العجمی (م ۳۸۶ھ)

۳۶۷/۳

کتاب ختم الأولیاء

الحکیم الترمذی، محمد بن علی، أبوعبداللہ (م ۲۵۵ھ)

۳۱۸/۲

کشف الأسرار

الأقفہسی، شہاب الدین احمد ابن العماد، الشافعی (م ۸۰۸ھ)

۳۷۱/۱

لطائف المنن فی مناقب الشیخ ابی العباس وشیخہ ابی الحسن

تاج الدین بن عطاء اللہ، احمد بن محمد الشاذلی السکندری (م ۷۰۹ھ)

۲۶۱/۲، ۲۹۸، ۴۸۶، ۴۹۳

مدارج السالکین

## انساب واعلام

الاستیعاب فی معرفۃ الأصحاب

ابن عبدالبر، یوسف بن عبداللہ بن محمد بن عبدالبر القربلی، الأندلسی، أبوعمر (م ۴۶۳ھ)

۱/۱۱۳، ۱۱۴، ۱۱۵، ۱۴۰، ۱۹۸، ۲۵۰، ۳۰۲، ۳۱۱، ۳۹۱، ۳۹۴، ۳۹۵، ۳۹۶، ۳۹۹، ۴۰۹، ۴۱۱، ۴۱۴، ۴۱۵، ۴۲۰، ۴۲۱، ۴۲۷، ۲/۵۳۶

أسد الغابۃ فی معرفۃ الصحابۃ

ابن الاثیر، محمد بن محمد بن عبدالکریم عزالدین (م ۶۳۰ھ)

۱/۴۳۰، ۴۳۲، ۲/۵۴۰، ۵۴۱

الاصابہ فی تمییز الصحابہ

ابن حجر، أحمد بن علی بن محمد، ابنِ حجر العسقلانی، أبوالفضل، (م ۸۵۲ھ)

۱/۱۰۰، ۱۰۱، ۳۹۹، ۴۳۲، ۴۳۳، ۴۳۷

الأنساب

زبیر بن بکار بن عبداللہ القریشی الأسدی المکی من أحفاء الزبیر بن العوام أبوعبداللہ (م ۲۵۶ھ)

۱/۳۹۱، ۳۹۲، ۳۹۷، ۳۹۸، ۲/۲۷۵، ۳/۲۵۵

أنساب الأشراف

البلاذری، احمد بن یحیی بن جابر (م ۸۹۲ھ)

۱/۳۱۶

اقتباس الأنوار والتماس الازھار فی أنساب الصحابہ ورواۃ الآثار

الرشاطی، عبداللہ بن علی، ابومحمد (م ۴۶۶ھ)

۳/۳۹۵

تجرید اسماء الصحابۃ

الذھبی، محمد بن أحمد بن عثمان بن قایماز، الذھبی، شمس الدین، أبوعبداللہ (م ۷۴۸ھ)

۱/۹۹، ۱۰۰

تقریب التھذیب

ابن حجر، أحمد بن علی بن محمد الکنانی العسقلانی، أبوالفضل شھاب الدین (م ۸۵۲ھ)

۱/۴۳۰

تھذیب الاسماء والصفات

النووی، یحیی بن شرف محی الدین (م ۶۷۶ھ)

۱/۳۸۸، ۳۹۹، ۲/۱۷۲، ۲۵۳، ۲۵۸، ۳/۵۵، ۶۷، ۱۶۲، ۲۰۶

الحلیۃ الأولیاء

أبونعیم، أحمد بن عبداللہ بن أحمد الأصبھانی (م ۴۳۰ھ)

## علم لغت ونحو

ابن درید،محمد بن الحسن درید الأزدی،أبوبکر(م ۳۲۱ھ)

۱/۲۱۹،۲/۲۲،۲۴،۳۲

المجمل

ابن فارس،أحمد بن فارس بن زکریا،القزوینی الرازی،أبوالحسین (م ۳۹۵ھ)

۱/۳۰۰،۲/۱۶۳

المحکم والمحیط الاعظم (فی اللغۃ)

ابن سیدہ،علی بن اسماعیل بن سیدہ العلامۃ النحوی واللغوی الامام(م ۴۵۸ھ)

۲/۱۳۲،۱۵۳،۱۷۳،۵۴۱،۳/۱۲۷

معجم مقاییس اللغۃ

ابن فارس،أحمد بن فارس بن زکریاالقزوینی الرازی،أبوالحسین(م ۳۹۵ھ)

۲/۱۳۱،۲۲۳

## متفرّق کتب



---

۶۴۔ علامہ زرقانی نے اعذب کی جگہ اعظم الموارد لکھا ہے۔ اور سبتی کی نسبت مغرب کے شہر سبتہ کی طرف کی ہے لیکن مؤلف کے نام کی وضاحت نہیں کی۔ دیکھئے شرح الزرقانی، ۳۰۵/۶

---

۶۵۔ شرح المواقف ''عضد الدین عبدالرحمٰن بن احمد الایجی (م ۷۵۶ھ)'' کی کتاب ''المواقف'' کی شرح ہے۔المواقف کا موضوع علم الکلام ہے۔

۶۶۔ اس کے مؤلف کا نام معلوم نہیں ہوسکا۔

فضائل الاعمال

ابن زنجویہ، حمید بن مخلد، ابو احمد، النسائی الازدی (م ۲۴۸ھ)

۴۳۷/۳

فضائل الاوقات

البیہقی، عبد الجبار بن عبد الجبار بن محمد بن ثابت ابو محمد الشاشی الخرقی الشافعی، (م ۵۵۳ھ)

۳۰۹/۳

فضل العالم العفیف

أبو نعیم، أحمد بن عبد اللہ بن أحمد الأصبھانی (م ۴۳۰ھ)

۴۱۲/۲

القول البدیع فی الصلاۃ علی الحبیب الشفیع

السخاوی، محمد بن عبد الرحمٰن، شمس الدین الشافعی، ابو الخیر (م ۹۰۲ھ)

۳٦٦/۱، ۵۰۹/۲

قیام اللیل

المروزی، محمد بن نصر، أبو عبد اللہ (م ۲۹۴ھ)

۱۷۱/۳، ۱۹۹، ۲۱۴، ۲۱۱، ۲۱۳، ۳۱۷

کتاب الاستسقاء

ابن عساکر، قاسم بن علی بن الحسن بن ھبۃ اللہ (م ٦۰۰ھ)

۲۵۳/۳، ۲۵۵

کتاب الترقیص

محمد بن المعلی بن عبد اللہ الاسدی الازدی البصری، النحوی، اللغوی (م ۵۵۰ھ)

۸۰/۱

کتاب التوبۃ

ابن ابی عاصم، احمد بن عمرو، ابو بکر الشیبانی (م ۲۸۷ھ)

۱۷۱/۳

کتاب الحیوان

الجاحظ، عمرو بن بحر، أبو عثمان (م ۲۵۵ھ)

٦۸/۳

کتاب السعادۃ والبشری (٦۷)

---

٦۷۔ اس کے مؤلف کا نام معلوم نہیں ہوسکا۔

---

٦٨۔ علامہ زرقانی کے مطابق اس کی چھ جلدیں ہیں۔ شرح زرقانی، ٦/٥٠٢، ١٢/١٨٨

# فصل دوم

# مصادر و ماخذ سے استفادہ میں علامہ قسطلانی کا منہج

علامہ قسطلانی نے المواہب اللدنیۃ کی تالیف میں متعدد ومتنوع مصادر وماخذ سے استفادہ کیا ہے۔المواہب اللدنیۃ میں علامہ قسطلانی کے مصادر وماخذ کا جائزہ لینے کے بعد پتا چلتا ہے کہ آپ نے اپنے علمی مزاج اور شخصیت کے مطابق سیرت نبویﷺ کی تالیف میں نہ صرف سیرت النبی ﷺ کی کتابوں کو پیش نظر رکھا ہے بلکہ حدیث،تفسیر،فقہ،تاریخ،لغت،علم الجرح والتعدیل،تصوف اور دیگر کئی کتابوں کو پیش نظر رکھا ہے۔مصادر سے استفادہ میں علامہ قسطلانی کا اسلوب تحقیقی نوعیت کا ہے۔لہٰذا وہ تمام خوبیاں جو ایک علمی اسلوب کا طرہ امتیاز ہوسکتی ہیں علامہ قسطلانی کے ہاں موجود ہیں۔

المواہب اللدنیہ کے مطالعہ کے بعد علامہ قسطلانی کے منہج تحقیق اور ان کے مصادر وماخذ سے استفادہ کے ضمن میں کچھ خصوصیات نمایاں ہوکر سامنے آتی ہیں۔ان کی تفصیل درج ذیل ہے:۔

**ا۔مصادر وماخذ پر غیر جانبدارانہ تنقید**

علامہ قسطلانی نے اپنے مذکورہ ماخذِ سیرت کو آنکھ بند کر کے قبول یا رد نہیں کیا۔ بلکہ اپنی فہم وبصیرت سے بوقتِ ضرورت ان پر تنقید وتبصرہ بھی کیا ہے۔اخبار واحادیث کے درمیان موازنہ،صحیح نتیجہ تک رسائی،موزوں رائے کا انتخاب،ضعیف اور قوی احادیث کے مابین امتیاز کو ملحوظ رکھا ہے۔لیکن بعض مضامین مثلاً حقیقتِ محمدیہ ﷺ اور نبی اکرم ﷺ کی ولادت کے ضمن میں انہوں نے بہت سی موضوع اور ضعیف احادیث بھی نقل کردی ہیں۔کچھ احادیث پر انہوں نے کلام کیا ہے۔لیکن بہت سی احادیث بغیر نقد وتمیز کے نقل کردی ہیں۔جس کو بعد کے علماء نے شدید تنقید کا نشانہ بنایا ہے۔(۱)

المواہب اللدنیۃ کے مصادر کے تحقیقی جائزہ سے پتہ چلتا ہے کہ علامہ قسطلانی نے کتبِ احادیث کو دیگر کتابوں پر ترجیح دی ہے اور کتبِ احادیث میں سے بھی صحیحین کو دیگر صحاح واسانید وسنن کے مجموعوں پر ترجیح دی ہے۔چنانچہ جہاں کہیں احادیث میں تعارض پایا جاتا ہے تو وہ صحیحین کی روایت کو دیگر کتبِ احادیث کی روایات پر ترجیح دیتے ہیں۔بعض مواقع پر وہ خود ترجیح دیتے ہیں اور بعض دفعہ وہ ابن حجر کے حوالہ سے بھی ترجیح دیتے ہیں۔

مثلاً امام مالک کی المدونہ میں مروی ہے کہ:

اوّل شخص جس نے لوگوں سے عیدگاہ میں منبر پر خطاب کیا وہ عثمان بن عفان تھے۔آپ ﷺ نے ان سے مٹی کے بنے ہوئے منبر پر کلام کیا۔(۲)

لیکن مسلم اور بخاری کی روایت کے مطابق یہ منبر کثیر بن الصلت نے بنوایا تھا اور اول شخص جس نے منبر پر کلام کیا وہ مروان تھا۔(۳)

علامہ قسطلانی نے بحوالہ ابن حجر لکھا ہے کہ صحیحین کی روایت زیادہ صحیح ہے۔(۴)

علامہ قسطلانی اہل سیر پر اہل حدیث کی روایت کو ترجیح دیتے ہیں۔

مثلاً غزوہ ذات الرقاع اور غزوہ ذی قرد کی تاریخ کے تعین میں اہلِ سیر پر بخاری کی روایت کو ترجیح دی ہے۔ابن اسحاق کے

---

ا۔ علامہ شبلی نعمانی نے سیرت النبی ﷺ کے حصہ سوم میں معجزات سے متعلق موضوع اور ضعیف روایات پر تنقید کی ہے۔

۲۔ المدوّنۃ،۱/۲۴۶

۳۔ صحیح بخاری،کتاب العیدین،باب الخروج الی المصلی بغیر منبر،۱/۲/۴

۴۔ المواہب اللدنیۃ ۳/۲۳۵؛فتح الباری،کتاب العیدین،باب الخروج الی المصلی بغیر منبر،۳/۱۲۵

نزدیک غزوہ ذات الرقاع ۴ ہجری ربیع الاول میں ہوا۔(۵)ابن سعد اور ابن حبان نے محرم پانچ ہجری کی تاریخ بتائی ہے(۶)اور ابومعشر کے نزدیک ذی القعدہ ۵ ہجری میں وقوع پذیر ہوا۔(۷)امام بخاری کے مطابق غزوہ ذات الرقاع خیبر کے بعد ہوا۔(۸)علامہ قسطلانی نے اس تضاد کے حل کے لیے ابنِ حجر کی فتح الباری سے استفادہ کیا ہے۔

علامہ ابنِ حجر نے لکھا ہے:۔

''یہ تردّد لا حاصل ہے اصل بات یہ ہے کہ یہ غزوہ، غزوہ بنی قریظہ کے بعد ہوا ہے۔کیونکہ صلاۃ الخوف غزوہ خندق کے وقت مشروع نہیں ہوئی تھی اور یہ بات ثابت ہے کہ صلوۃ الخوف غزوہ ذات الرقاع میں مشروع ہوئی تھی۔صلاۃ الخوف کا غزوہ خندق میں مشروع نہ ہونا اور غزوہ ذات الرقاع میں مشروع ہونا اس بات پر دلالت کرتا ہے کہ غزوہ ذات الرقاع غزوہ خندق کے بعد ہوا تھا۔

نیز امام بخاری کا یہ قول کہ ''وھی بعد خیبر'' کے بارے میں ابن حجر لکھتے ہیں:ابوموسیٰ اشعری غزوہ خیبر کے بعد آئے تھے۔اور یہ بھی ثابت ہے کہ وہ غزوہ ذات الرقاع میں شریک تھے تو اس سے یہ بات لازم آتی ہے کہ یہ غزوہ، غزوہ خیبر کے بعد وقوع پذیر ہوا ہے۔(۹)

مزید لکھتے ہیں:

دمیاطی نے حدیثِ صحیح کے غلط ہونے کا دعویٰ کیا ہے اور تمام اہل سیر اس حدیث صحیح کے مخالف ہیں اور غزوہ ذات الرقاع کی تاریخ کے بارے میں اہل سیر میں باہم اختلاف بھی ہے تو اس صورت میں حدیثِ صحیح پر اعتماد کرنا اولیٰ ہے۔(۱۰)

فتح مکہ کے بارے میں واقدی کی روایت ہے کہ نبی اکرم ﷺ ۸ ہجری، رمضان کی دس راتیں گزرنے کے بعد بدھ کے روز عصر کے بعد نکلے۔(۱۱)جب کہ امام احمد کی روایت کے مطابق آپ ﷺ رمضان کی دو راتیں گزرنے کے بعد نکلے تھے۔(۱۲)علامہ قسطلانی کے مطابق:واقدی کی روایت قوی نہیں ہے اس لیے کہ اس کی مخالف روایت زیادہ صحیح ہے۔(۱۳)

ابن اسحاق نے وفود کا ذکر کرتے ہوئے لکھا ہے کہ جب بنی حنیفہ کا وفد نبی اکرم ﷺ کے پاس آیا تو انہوں نے مسیلمہ کو اپنے سامان کی حفاظت کے لیے چھوڑ دیا اور خود نبی اکرم ﷺ کے پاس آئے۔(۱۴)اس روایت سے معلوم ہوتا ہے کہ مسیلمہ نبی اکرم ﷺ سے نہیں ملا تھا جبکہ صحیحین کی روایت ہے کہ:مسیلمہ نبی اکرم ﷺ کے پاس آیا اور کہنے لگا کہ اگر آپ اپنے بعد میرے لیے امرِ نبوّت کو ٹھہرا دیں تو میں آپ ﷺ کی اتباع کروں گا اور مسیلمہ کے ساتھ اس کے قبیلے کے بہت سے لوگ آئے۔نبی اکرم ﷺ کے پاس اس وقت ثابت بن قیس بن شماس تھے اور آپ ﷺ کے پاس کھجور کی شاخ کا ایک ٹکڑا تھا یہاں تک کہ آپ ﷺ مسیلمہ کے پاس اس کی قوم

---

۵۔ السیرۃ النبویۃ ۳/۲۲۵؛ جوامع السیرۃ ۱۸۲

۶۔ الطبقات الکبریٰ ۱/۲۰۸؛ کتاب الثقات ۱/۹۶؛ کتاب السیرۃ النبویۃ (ابن حبان)، ۳۴۹؛ تاریخ الامم والملوک ۲/۴۱۰؛ الکامل فی التاریخ ۲/۶۲؛ المنتظم ۲/۳۰۶

۷۔ المواہب اللدنیۃ ۱/۲۳۰

۸۔ صحیح بخاری، کتاب المغازی، باب غزوۃ ذات الرقاع ۳/۵/۵۱

۹۔ المواہب اللدنیۃ ۱/۲۳۰؛ فتح الباری، کتاب المغازی، باب غزوۃ ذات الرقاع، ۸/۱۷۹، ۱۸۰

۱۰۔ المواہب اللدنیۃ ۱/۲۳۰

۱۱۔ کتاب المغازی ۲/۸۰۱

۱۲۔ مسند احمد ۱۰/۲۵۷ (۱۱۷۶۴، ۱۱۷۶۵)

۱۳۔ المواہب اللدنیۃ ۱/۴۴۲

۱۴۔ السیرۃ النبویۃ ۴/۲۳۲

میں کھڑے ہوئے اور فرمایا اگر تو مجھ سے یہ کھجور کی شاخ کا ٹکڑا طلب کرتا تو میں یہ تجھ کو نہ دیتا اور تجھ میں اللہ تعالی کا حکم تجاوز نہ کرے گا اور اگر تو امرِ حق کی مخالفت کرے گا تو اللہ تعالی تجھے ہلاک کردے گا۔ (۱۵)

اس روایت سے معلوم ہوتا ہے کہ مسیلمہ نبی اکرم ﷺ سے ملا تھا اس اختلاف کے موقع پر علامہ قسطلانی نے حدیث صحیح کو ترجیح دی ہے اور اولیٰ قرار دیا ہے۔

''اگر تم اعتراض کرو کہ ابنِ اسحاق کی خبر میں ہے کہ مسیلمہ آپ ﷺ سے نہیں ملا تھا اور اپنی قوم کے کجاووں کی حفاظت میں رہا یہ روایت اس حدیثِ صحیح سے کیونکر متعارض ہوگئی کہ نبی اکرم ﷺ مسیلمہ سے ملے تھے اور آپ ﷺ نے اس سے خطاب کیا تھا۔ تو اس کا جواب یہ ہے کہ حدیثِ صحیح کو اختیار کرنا اولی ہے۔'' (۱۶)

علامہ قسطلانی گو کہ کتبِ احادیث کو کتبِ سیرت پر ترجیح دیتے ہیں لیکن بعض مواقع پر انہوں نے کتبِ سیرت کی روایات کو ترجیح دی ہے جس سے ثابت ہوتا ہے کہ مصادر پر تنقید کرنے میں ان کا رویہ منصفانہ اور غیر جانبدارانہ ہے۔

جمیع اہلِ سیر کے مطابق غزوہ بدر کے موقع پر تقریر سعد بن معاذ نے کی تھی (۱۷) جبکہ صحیح مسلم کی روایت میں ہے کہ یہ تقریر سعد بن عبادہ نے کی تھی۔ (۱۸) علامہ قسطلانی نے ابنِ اسحاق کی روایت کو درست قرار دیا ہے۔ (۱۹)

غزوہ تبوک کا ذکر امام بخاری نے حجۃ الوداع کے بعد کیا ہے۔ (۲۰) حالانکہ یہ غزوہ بلا اختلاف ہجرت کے نویں سال رجب کے مہینے میں وقوع پذیر ہوا۔ علامہ قسطلانی کے مطابق شاید یہ نساخ کی خطا ہے۔ (۲۱)

امام حاکم کے مطابق بنی قینقاع اور بنی نضیر کی جلاوطنی ایک ہی زمانے میں ہوئی تھی۔ (۲۲) علامہ قسطلانی کے مطابق امام حاکم کے اس قول سے اتفاق نہیں ہوسکتا ہے اس لیے کہ عروہ کے قول کے مطابق بنی نضیر کی جلاوطنی چھ ماہ بعد ہوئی تھی اور ابن اسحاق کے قول کے مطابق طویل مدت کے بعد ہوئی تھی۔ (۲۳)

اسی طرح قصہ غرانیق کے بطلان کے بارے میں قاضی عیاض کے دلائل کی تردید کی ہے۔ (۲۴)

ابوداؤد طیالسی نے اپنی سنن میں ایک حدیث نقل کی ہے۔

لاتسبوا قریشا فان عالمها یملاء طباق الأرض علما۔ (۲۵)

---

۱۵۔ صحیح بخاری، کتاب المغازی، باب وفد بنی حنیفہ، ۳/۵/۱۱۸

۱۶۔ المواہب اللدنیۃ، ۱/۴۷۴

۱۷۔ السیرۃ النبویۃ، ۲/۲۲۷؛ جوامع السیرۃ، ۱۰۹

۱۸۔ صحیح مسلم، کتاب الجہاد والسیر، باب غزوۃ بدر، ۱۲/۱۲۴

۱۹۔ المواہب اللدنیۃ، ۱/۱۸۰

۲۰۔ صحیح بخاری، کتاب المغازی، باب غزوہ تبوک وھی غزوۃ العسرۃ، ۳/۵/۱۲۸

۲۱۔ المواہب اللدنیۃ، ۱/۳۴۶

۲۲۔ ابن حجر نے فتح الباری میں امام حاکم کا یہ قول نقل کیا ہے۔ دیکھئے فتح الباری، کتاب المغازی، باب غزوۃ بنی النضیر، ۸/۱۷

۲۳۔ المواہب اللدنیۃ، ۱/۱۹۷

۲۴۔ ایضاً ا/۱۳۱

۲۵۔ مسند ابوداؤد طیالسی ۱۲، ۱۳؛ کشف الخفاء، ۲/۵۳؛ الأسرار المرفوعۃ، ۲۴۴؛ المقاصد الحسنۃ، ۳۳۴، ۳۳۵؛ ظفر الأمانی، ۵۶۲؛ أسنی المطالب، ۱۹۷؛ تاریخ دمشق، ۲۷/۵۴/۲۶۳

''تم قریش کو برا بھلامت کہو اس کا ایک عالم زمین کے طباق کو علم سے بھر دے گا۔''

علامہ قسطلانی نے لکھا ہے کہ امام احمدؒ نے کہا ہے کہ عالم سے مراد امام شافعیؒ ہیں لیکن یہ نہیں ہوسکتا کہ امام احمدؒ اپنے شیخ شافعی کے معاملے میں کسی موضوع حدیث سے احتجاج کریں اور آپ کا قول صیغہ تمریض کے ساتھ ہے۔ یعنی او روی عن النبی ﷺ أنه قال عالم قریش ۔ نیز اس حدیث کی اسناد میں بھی ضعف موجود ہے۔''(۲۶)

علامہ قسطلانی نے حدیث، سیرت اور تاریخ کی کتابوں میں موجود بہت سی ان ضعیف احادیث کی نشاندہی کی ہے جو انہوں نے نقل کی ہیں۔ وہ مصادر جن میں موجود ضعیف احادیث کی نشاندہی کی ہے ان میں سنن ترمذی، سنن ابن ماجہ، سنن ابوداؤد، سنن نسائی، مسند احمد بن حنبل، امام حاکم کی المستدرک، طبرانی کی المعجم الکبیر، المعجم الصغیر، المعجم الاوسط، دارقطنی کی الافراد و سنن، علامہ بیہقی کی دلائل النبوۃ و سنن الکبریٰ، مسند بزار، مسند ابویعلی، مسند ابوداؤد طیالسی، مسند الشہاب، مصنف ابن ابی شیبہ، مصنف عبدالرزاق، دیلمی کی مسند الفردوس، سنن دارمی، ابن عدی کی الکامل نیز ابن ابی حاتم اور ابن حبان کی احادیث شامل ہیں۔

سیرت کے مجموعوں میں سے سیرۃ ابن اسحاق، واقدی کی مغازی، الطبقات الکبری، ابن القیم کی زاد المعاد، قاضی عیاض کی الشفاء، ابن حزم کی جوامع السیرۃ اور سیرت مغلطائی نیز دیگر کتب مثلاً ابوعبدالرحمٰن السلمی کی ''آداب الصحبۃ''، ابن سبع کی ''شفاء الصدور''، امام طحاوی کی ''معانی الآثار''، رافعی کی ''الشرح الکبیر علی الوجیز''، ابن عساکر کی ''تاریخ دمشق''، ابن جریر طبری کی ''تاریخ الامم والملوک'' اور تہذیب الآثار، ابن الاثیر کی ''الکامل فی التاریخ'' اور محمد بن نصر کی ''قیام اللیل'' شامل ہیں۔

### ۲۔ مصادر اور مآخذ میں اختلاف کی صورت میں تطبیق

علامہ قسطلانی نے مصادر میں اختلاف کی صورت میں جہاں ترجیح و تردید کی ہے وہاں اختلافی روایات میں تطبیق پیدا کرنے کی کوشش بھی کی ہے اور مصادر کے درمیان موجود تضاد کو احسن طریقے سے رفع کیا ہے۔ مثلاً بخاری و مسلم کی روایات میں موجود تضاد کو اس طرح حل کیا ہے:۔

روایت ہے کہ غزوہ بنی قریظہ کے لیے روانگی کے وقت نبی اکرم ﷺ نے صحابہ کرامؓ کو ہدایت کی کہ وہ عصر کی نماز بنی قریظہ پہنچ کر پڑھیں گے لیکن راستے میں عصر کا وقت ہوگیا تو بعض صحابہ کرامؓ نے عصر کی نماز راستے میں پڑھ لی اور بعض نے نبی اکرم ﷺ کے فرمان کو پیش نظر رکھتے ہوئے نہیں پڑھی کہ بنی قریظہ پہنچ کر پڑھیں گے۔ امام بخاری اور اہل مغازی کے نزدیک یہ نماز عصر تھی۔(۲۷) لیکن مسلم کی روایت کے مطابق یہ نمازِ ظہر تھی۔(۲۸) علامہ قسطلانی نے دونوں روایتوں میں اس طرح تطبیق پیدا کی ہے۔ ہوسکتا ہے بعض صحابہؓ نے نمازِ ظہر پڑھ لی ہو اور بعض نے نہ پڑھی ہو۔ پس جن صحابہؓ نے ابھی ظہر کی نماز نہیں پڑھی تھی ان سے یہ کہا کہ ظہر کی نماز نہ پڑھیں اور جنہوں نے ظہر کی نماز پڑھ لی تھی ان سے عصر کی نماز نہ پڑھنے کو کہا ہو۔''(۲۹)

اسی طرح صحیح بخاری اور مسند حارث بن اسامہ کی احادیث میں تعارض دور کیا ہے۔

---

۲۶۔ المواہب اللدنیۃ، ۳/۱۰۳

۲۷۔ صحیح بخاری، کتاب المغازی، باب مرجع النبی ﷺ من الأحزاب ومخرجہ الی بنی قریظہ، ۳/۵/۵۰؛ السیرۃ النبویۃ، ۳/۲۵۹؛ الطبقات الکبری، ۱/۲۸۵؛ تاریخ الامم والملوک، ۲/۴۲۹

۲۸۔ صحیح مسلم، کتاب الجہاد والسیر، باب غزوۃ بنی قریظہ، ۶/۱۲/۹۷

۲۹۔ المواہب اللدنیۃ، ۱/۲۴۸، ۲۴۹

امام بخاری نے ابن عباسؓ کے حوالے سے ایک حدیث نقل کی ہے

"تحشرون حفاة عراة غرلاً (کما بدأنا أول خلق نعیده) وان أول الخلائق یکسی یوم القیامة ابراهیم"(۳۰)

''تم ننگے سر، برہنہ بدن اور غیر مختون اٹھائے جاؤ گے۔(جیسا کہ ہم نے تمہیں پہلی مرتبہ پیدا کیا۔ پھر تمہیں اسی حالت میں لوٹا ئیں گے)اور قیامت کے دن مخلوق میں سے سب سے پہلے ابراھیمؑ کولباس پہنایا جائے گا۔''

جبکہ حارث بن اسامہ کی حدیث کے الفاظ ہیں۔

"فانهم یبعثون فی أکفانهم ویتزاورون فی أکفانهم"(۳۱)

''بیشک وہ اپنے کفنوں میں اٹھائے جائیں گے اور کفنوں ہی میں ملاقات کریں گے۔''

علامہ قسطلانی نے ان متعارض احادیث کے درمیان اس طرح سے تطبیق پیدا کی ہے۔

''اس حدیث اور بخاری کی حدیث کو اس طور پر جمع کیا جا سکتا ہے کہ ان میں سے بعض کو برھنہ اٹھایا جائے گا اور بعض کو لباس کے ساتھ یا سب کو برھنہ اٹھایا جائے گا۔ پھر انبیاءؑ کو لباس پہنایا جائے گا اور سب سے پہلے ابراھیمؑ کو لباس پہنایا جائے گا پھر وہ قبروں سے ان کپڑوں کے ساتھ اٹھائے جائیں گے جن میں انہوں نے وفات پائی پھر حشر کی ابتداء میں وہ ان کپڑوں سے جدا ہو جائیں گے اور برھنہ اٹھائے جائیں گے اور پھر سب سے پہلے ابراھیم کو لباس پہنایا جائے گا۔

بعض نے حدیث ابی سعید یعنی حارث بن اسامہ کی روایت کو شہداء پر محمول کیا ہے یعنی ابوسعید نے یہ الفاظ شہداء کے حوالہ سے سنے ہوں گے پس انہوں نے اسے عام لوگوں کے لیے بھی سمجھ لیا۔''(۳۲)

ابن اسحاق کے مطابق غزوہ ودّان پہلا غزوہ ہے۔(۳۳) جبکہ امام بخاریؒ نے پہلا غزوہ، غزوہ ابواء کو قرار دیا ہے۔(۳۴) اس اختلاف کو دور کرتے ہوئے علامہ قسطلانی لکھتے ہیں:۔

''سیرت ابن اسحاق اور بخاری کے درمیان کوئی اختلاف نہیں کیونکہ ابواء اور ودّان دونوں جگہیں قریب قریب ہیں ان کے درمیان تقریباً آٹھ یا چھ میل کا فاصلہ ہے۔''(۳۵)

کہیں کہیں پر علامہ قسطلانی نے روایات میں تعارض کو بیان تو کیا ہے لیکن ترجیح، تردید یا تطبیق نہیں کی۔

سنن ابوداؤد کی حدیث ہے:

"یصبغ بالورس والزعفران ثیابه حتی عمامة"(۳۶)

---

۳۰۔ صحیح بخاری، کتاب احادیث الأنبیاء، ۵۸۰(۳۳۴۷)؛ سنن نسائی، کتاب الجنائز، باب أرواح المؤمنین، ۲۹۲(۲۰۸۴،۲۰۸۹)

۳۱۔ علامہ ابن الجوزی نے یہ حدیث ''کتاب الموضوعات'' میں نقل کی ہے اور لکھا ہے کہ یہ حدیث صحیح نہیں ہے۔ دیکھئے کتاب الموضوعات ۲/۴۱۴۔ نیز امام ابوداؤد نے السنن میں اس حدیث کے مفہوم سے ملتی جلتی ایک اور حدیث نقل کی ہے وہ یہ ہے کہ ''ان المیت یبعث فی ثیابه التی یموت فیها''۔ کتاب الجنائز، باب ما یستحب من تطهیر ثیاب المیت عند الموت، ۳/۱۸۶(۳۱۱۴)

۳۲۔ المواهب اللدنیة، ۳/۴۳۹

۳۳۔ السیرة النبویة، ۲/۲۰۳

۳۴۔ صحیح بخاری، کتاب المغازی، باب غزوة العشیرة أو العسیرة، ۳/۳/۲

۳۵۔ المواهب اللدنیة، ۱/۱۷۳

۳۶۔ سنن ابوداؤد، کتاب اللباس، باب فی المصبوغ بالصفرة، ۴/۵۱(۴۰۶۴)

''آپ اپنے کپڑوں اور عمامہ کو بھی زعفران اور ورس (ایک قسم کی گھاس جو رنگائی کے کام آتی ہے) سے رنگتے تھے۔''

علامہ قسطلانی کے مطابق: یہ حدیث صحیحین کی حدیث کے متعارض ہے کہ ''أنہ نھی عن التزعفر'' (۳۷)۔ ترجمہ: ''آپ ﷺ نے زعفران سے رنگنے سے منع کیا ہے۔'' اس موقع پر علامہ قسطلانی نے ان روایات کے درمیان موجود تعارض کو دور نہیں کیا۔ (۳۸)

**۳۔ حوالہ جات جن میں مؤلف کا نام ہے مگر کتاب کا نہیں**

علامہ قسطلانی نے سیرتِ نبویہ ﷺ کی تالیف میں جن مصادر و مآخذ سے مواد اخذ کیا ہے ان میں سے بیشتر کی نشاندہی بھی کر دی ہے کہ یہ اقوال و آراء فلاں مصنف کی فلاں کتاب سے ہیں۔ لیکن بہت سے اقوال و آراء انہوں نے مؤلف کی کتاب کا تذکرہ کیے بغیر محض مؤلف کے نام کے حوالے سے نقل کیے ہیں۔ مثلاً

مؤلف نے ابن قتیبہ کے کئی اقوال نکل کیے ہیں مگر وضاحت نہیں کی کہ ان کے یہ اقوال کس کتاب سے ہیں مثلاً آیت 'وانا کنا نقعد منها مقاعد للسمع''۔ (۳۹) کی تشریح میں ابن قتیبہ کا یہ قول نقل کیا ہے:۔

''یہ رجم بعثت سے قبل تھا لیکن اس کی حراست میں اتنی شدت نہ تھی جتنی کہ بعثت کے بعد ہوگئی۔'' (۴۰)

تحقیق و تلاش پر معلوم ہوا کہ ابن قتیبہ کا یہ قول ان کی کتاب تأویل مشکل القرآن سے لیا گیا ہے۔ (۴۱)

قرآن کریم میں لفظ ''المھیمن'' آیا ہے۔ علامہ قسطلانی نے اس کی لغوی وضاحت میں ابن قتیبہ کا درج ذیل قول نقل کیا ہے:۔

"المهيمن انه مصغر من" مؤمن" والأصل "مؤتمن "فابدلت الهمزة ها قيل له هذا يقرب من الكفر فليتق الله قائله (۴۲)۔

''المھیمن، مؤمن سے تصغیر ہے اور اصل میں مؤتمن ہے۔ پس ھمزہ، ھا میں بدل گیا۔ اس کے بارے میں کہا جاتا ہے کہ لفظ کفر سے قریب ہے پس چاہیے کہ اس کا کہنے والا اللہ سے ڈرے۔''

ابن قتیبہ کے اس قول کے بارے میں بھی علامہ قسطلانی نے نشاندہی نہیں کی کہ یہ ان کی کس کتاب سے ہے۔ تحقیق و تلاش پر معلوم ہوا کہ ابن قتیبہ کا یہ قول ان کی کتاب تفسیر غریب القرآن سے لیا گیا ہے۔ (۴۳)

علامہ قسطلانی نے حدیث ابن زمل نقل کی ہے اس میں ابن زمل کا نبی اکرم ﷺ کے سامنے خواب بیان کرنا اور آپ ﷺ کا اس خواب کی تعبیر بیان کرنا نقل ہوا ہے۔ یہ حدیث مؤلف نے ابن قتیبہ کی کتاب کا حوالہ دیئے بغیر نقل کی ہے۔ تحقیق و تفتیش پر معلوم ہوا کہ مؤلف نے یہ حدیث ابن قتیبہ کی کتاب غریب الحدیث سے نقل کی ہے۔ (۴۴)

نبی اکرم ﷺ نے بنی نھد کو ایک خط لکھا تھا۔ اس خط کا ایک فقرہ درج ذیل ہے:۔

---

۳۷۔ صحیح بخاری، کتاب اللباس، باب التزعفر للرجال، ۴/۷/۴۸؛ جامع ترمذی، کتاب الأدب، باب ماجاء فی کراھیۃ التزعفر، ۶۳۴ (۳۸۱۵)

۳۸۔ المواھب اللدنیۃ، ۲/۱۶۱

۳۹۔ الجن: ۹

۴۰۔ المواھب اللدنیۃ، ۲/۲۷۵

۴۱۔ تاویل مشکل القرآن، ۳۳۳

۴۲۔ المواھب اللدنیۃ، ۲/۴۴۷

۴۳۔ تفسیر غریب القرآن، ۱۱، ۱۲

۴۴۔ المواھب اللدنیۃ، ۳/۸۷

ولا يحبس درکم مالم تضمر والأماق ۔(۴۵)

مؤلف کے مطابق علامہ زمخشری نے الاماق کی توضیح میں لکھا ہے:''المراد اضمار الکفر والعمل علی ترك الاستبصار فی دین اللہ''۔(۴۶)

زمخشری کا یہ قول ان کی کس کتاب سے ہے مؤلف نے وضاحت نہیں کی۔تحقیق وتلاش پر علامہ زمخشری کا یہ قول ان کی کتاب ''الفائق فی غریب الحدیث'' سے ملا۔(۴۷)

علامہ قسطلانیؒ نے ابن حجر کی فتح الباری سے بہت زیادہ استفادہ کیا ہے اور بہت سے مقامات پر وضاحت بھی کی ہے کہ ابن حجر کی یہ رائے ان کی کتاب فتح الباری سے ہے لیکن بہت سے اقوال وآراء ''قال ابن حجر'' کے الفاظ سے نقل کیے ہیں ان کی کتاب فتح الباری کا ذکر نہیں کیا۔یہ اقوال وآراء ان کی کتاب ''فتح الباری'' سے تلاش کیے گئے۔

اسی طرح امام نووی کی کتاب ''المنہاج شرح مسلم بن الحجاج''، الروضۃ اور تھذیب الاسماء والصفات'' سے مواد لیا ہے اور اکثر مقامات پر کتابوں کا تذکرہ کر دیا ہے۔لیکن بہت سے اقوال وآراء محض ''قال النووی'' کے الفاظ سے نقل کیے ہیں کتاب کا تذکرہ نہیں کیا۔۔

تحقیق وتفحص کے بعد یہ اقوال وآراء ان کی کتاب ''المنہاج شرح مسلم بن الحجاج'' سے ملے۔

علامہ ابن عبدالبر کے بہت سے اقوال وآراء نقل کیے ہیں کچھ مقامات پر انہوں نے کتابوں کا تعین بھی کیا ہے لیکن بہت سے حوالے بغیر کتاب کے نام نقل کیے ہیں۔تحقیق وتفتیش کے بعد وہ حوالے ان کی کتاب ''التمہید''،''الاستیعاب'' اور ''الاستذکار'' سے تلاش کیے گئے۔

ابن حزم کی فقہی آراء کئی مقامات پر نقل کی ہیں لیکن کتاب کا نام کہیں موجود نہیں۔ابن حزم کی فقہی آراء ان کی کتاب ''المحلی'' سے تلاش کی گئیں۔

علامہ ماوردی کے بہت سے اقوال نقل کرتے ہوئے صرف ایک جگہ ان کی کتاب ''الحاوی'' کا ذکر کیا ہے۔تحقیق وتفتیش کے بعد ان کے کچھ اقوال ان کی تفسیر کی کتاب ''النکت والعیون'' میں موجود پائے گئے۔

ابن مندہ کا نام تقریباً ۱۵ مقامات پر آیا ہے لیکن کسی جگہ بھی ان کی کتاب کا نام نہیں آیا۔علامہ زرقانی کی شرح سے معلوم ہوا کہ یہ حوالے ان کی کتاب ''معرفۃ الصحابہ'' سے ہیں۔

بہت سے علماء کے اقوال وارشادات کے بارے میں معلوم نہیں ہو سکا کہ یہ ان کی کون سی کتابوں سے ہیں ان میں ابن المنذر (م ۲۲۸ھ)، ابن ابی الدنیا (م ۲۸۱ھ)، الدولابی (م ۳۱۰ھ)، ابن مردویہ (م ۴۱۰ھ)، ابن العربی (م ۵۴۳ھ)، ابن بزیزہ (م ۶۶۲ھ)، ابن دقیق العید (م ۷۰۲ھ) اور الولی بن العراقی (م ۸۶۶ھ) شامل ہیں۔

**۴۔وہ حوالے جن میں کتاب کا نام ہے لیکن مؤلف کا نہیں**

المواہب اللدنیہ میں جہاں بہت سا مواد محض مؤلفین کے حوالے سے ملتا ہے۔ان کی کتابوں کے نام کا ذکر نہیں ملتا وہاں بہت سے مقامات پر علامہ قسطلانی نے کتاب کے حوالے سے مواد نقل کیا ہے مگر کتاب کے مؤلف کا نام ذکر نہیں کیا۔

---

۴۵۔ غریب الحدیث،۱/۴۷۹

۴۶۔ المواہب اللدنیۃ،۲/۴۸

۴۷۔ الفائق،۲/۲۳۳

مثلاً ''کتاب السعادۃ والبشریٰ'' (۴۸) اور ''فتح المنۃ بشرح الاخبار المحیی السنۃ'' (۴۹)۔ان کتابوں کے مؤلفین کے نام تحقیق وتلاش کے باوجود نہیں مل سکے۔

بعض مواقع پر مؤلف کی نسبت کتاب کی طرف ''صاحب'' کے لفظ سے کی ہے۔مثلاً ''صاحب التلخیص'' (۵۰)، ''صاحب الصفوۃ'' (۵۱)، ''صاحب الروح'' (۵۲)، ''صاحب السمط الثمین'' (۵۳)، ''صاحب ذخائر العقبی'' (۵۴) اور ''صاحب تحفۃ المودود'' ۔(۵۵) تحقیق کے بعد معلوم ہوا کہ صاحب التلخیص سے مراد احمد بن محمد ابن القاص الطبری ہے۔ان کی کتاب کا نام ''التلخیص فی الفروع'' ہے۔صاحب الصفوۃ سے مراد ابن الجوزی ہیں۔ان کی کتاب کا نام صفۃ الصفوۃ ہے۔صاحب الروح سے مراد ابن القیم الجوزیہ ہے ان کی کتاب کا پورا نام ''کتاب الروح علی کلام ارواح الاموات'' ہے۔''صاحب السمط الثمین'' سے مراد محب طبری ہیں۔ان کی کتاب کا نام السمط الثمین فی أزواج الأمین'' ہے۔صاحب ذخائر العقبی سے مراد احمد بن عبداللہ، محب الدین طبری (م ۶۹۴ھ) ہیں ان کی کتاب کا پورا نام ''ذخائر العقبی فی مناقب ذوی القربیٰ'' ہے۔صاحب تحفۃ المودود بأحکام المولود سے ابن قیم الجوزیہ مراد ہیں۔''

**۵۔ایک ہی نام کی دو کتابوں کے تعین میں ابہام واشکال**

اکثر اوقات علامہ قسطلانی کتاب کا مختصر نام لکھ دیتے ہیں اور اس مختصر نام سے کئی کتابیں معروف ہوتی ہیں۔اس صورت میں یہ تعین کرنا مشکل ہو جاتا ہے کہ یہاں پر اس کتاب سے کون سی کتاب مراد ہے۔مثلاً ''صفوۃ''، ''تحریر'' اور ''الروح'' ان مختصر ناموں کی دو دو تین تین کتابیں ہیں۔صفوۃ نام سے صفوۃ الاعتبار اور صفۃ الصفوۃ (۵۶) کتابیں معروف ہیں۔تحقیق کرنے سے پتا چلا کہ ''صفوۃ'' کتاب اصل میں صفۃ الصفوۃ ہے۔

اسی طرح ''کتاب الروح'' ابن قیم کی بھی ہے اور ابن عربی کی بھی ہے۔علامہ آلوسی کی ''روح المعانی'' بھی ہے۔کتاب الروح سے لیا گیا حوالہ چونکہ فقہی نوعیت کا تھا اس لیے ابن القیم کی ''کتاب الروح''، جس کا پورا نام ''کتاب الروح علی کلام ارواح الاموات'' ہے، کی طرف رجوع کیا گیا۔تلاش کرنے پر وہ حوالہ اس کتاب سے مل گیا۔چنانچہ معلوم ہو گیا کہ صاحب الروح سے مراد ابن قیم الجوزیہ ہیں۔اسی طرح لغت کی کتاب ''المحکم'' کا حوالہ چار بار آیا ہے اور ''المحکم'' نام کی دو کتابیں ہیں ایک ''المحکم والمحیط الاعظم'' ہے جس کے مصنف کا نام ابن سیّدہ (م ۴۵۸ھ) ہے۔دوسری کتاب ''المحکم فی النقط'' ہے۔جس کے مصنف کا نام ابوعمرو سعید بن عثمان الدانی (م ۴۴۴ھ) ہے۔(۵۷)

---

۴۸۔ المواہب اللدنیۃ، ۱/۶۵، ۶۶

۴۹۔ ایضاً، ۲/۴۳

۵۰۔ ایضاً، ۲/۲۶۳، ۳۱۴

۵۱۔ ایضاً، ۱/۳۹۱، ۴۰۹، ۴۲۰

۵۲۔ ایضاً، ۲/۳۳۷

۵۳۔ ایضاً، ۱/۴۰۸

۵۴۔ ایضاً، ۱/۴۱۹

۵۵۔ ایضاً، ۳/۴۲

۵۶۔ کشف الظنون، ۲/۱۰۷۹، ۱۰۸۰

۵۷۔ ایضاً، ۲/۱۶۱۶، ۱۶۱۷

تحقیق کے بعد معلوم ہوا کہ ''المحکم'' سے مراد ''المحکم والمحیط الاعظم'' کتاب ہے۔

اسی طرح علامہ قسطلانی نے ''صاحب التحریر'' نام سے دو حوالے نقل کیے ہیں اور ''التحریر'' نام سے دو کتابیں معروف ہیں ''التحریر فی اصول الفقہ''() اس کے مصنف ابن ہمام الحنفی (م ۸۶۱ھ) ہیں اور دوسری کتاب کا نام ''التحریر فی الفروع'' ہے۔(۵۸) جس کے مصنف ابو العباس احمد بن محمد الجرجانی (م ۴۸۲ھ) ہیں۔ یہ معلوم نہیں ہوسکا کہ ''صاحب التحریر'' سے مراد کون سے مصنف ہیں اور حوالہ جات کس کتاب سے لیے گئے ہیں۔

**۶۔ایک ہی نام کے مؤلفین کے تعین میں اشکال**

عام طور پر علماء، مفسرین، محدثین اور دیگر مصنفین اپنے کسی خاص نام سے مشہور ومعروف ہوتے ہیں۔اس نام کی نسبت اس شہر یا علاقے کی طرف ہوتی ہے جس کی طرف وہ منسوب ہوتے ہیں۔وہی نام ان کی پہچان بن جاتا ہے۔مثلاً ابن حجر، امام نووی، قرطبی، طبری وغیرہ۔بعض اوقات ایک مشہور نام سے کئی مؤلفین معروف ہوتے ہیں اس صورت میں یہ تعین کرنا مشکل ہوجاتا ہے کہ یہ رائے یا قول کس مصنف کا ہے۔کتاب کا نام موجود ہونے کی صورت میں یہ اشکال رفع ہوجاتا ہے لیکن اگر کتاب کا نام موجود نہ ہو تو یہ تعین کرنا مشکل ہوجاتا ہے کہ یہاں پر کون سا مؤلف مراد ہے۔مثلاً ''طبری'' نام سے دو مؤلفین معروف ہیں۔ایک ابن جریر طبری (م ۳۱۰ھ)(۵۹) اور دوسرے محبّ الدین طبری (م ۶۹۴ھ)(۶۰)۔علامہ قسطلانی نے ان دونوں مؤلفین کی زیادہ تر آراء ''قال الطبری'' سے لکھی ہیں۔کتابوں کا ذکر نہیں کیا۔لہٰذا یہ امتیاز کرنا مشکل تھا کہ کون سا قول یا رائے کون سے طبری کی ہے گو کہ بہت سے مقامات پر علامہ زرقانی نے اپنی شرح میں تصریح کردی ہے کہ یہ قول محبّ طبری کا ہے یا ابن جریر طبری کا۔

اسی طرح ''بغوی'' نام کے بھی دو مؤلفین ہیں۔ایک ابو القاسم بغوی (م ۳۱۷ھ)(۶۱) اور دوسرے حسین بن مسعود الفراء بغوی (م ۶۱۰ھ یا ۶۱۶ھ)(۶۲)۔علامہ قسطلانی نے ابو القاسم بغوی کی معجم الصحابۃ سے اور حسین بن مسعود الفراء بغوی کی تفسیر، شرح السنۃ، مصابیح السنۃ وغیرہ سے استفادہ کیا ہے۔کئی مقامات پر انہوں نے محض ''بغوی'' نام سے اقوال وآراء نقل کیے ہیں۔اس صورت میں یہ تعین کرنا مشکل ہوگیا کہ کون سی رائے کس مصنف کی اور کس کتاب سے ہے۔

اسی طرح قرطبی نام سے دو مؤلفین مشہور ومعروف ہیں۔ایک ابو العباس قرطبی (م ۶۵۶ھ)(۶۳) شارح مسلم اور دوسرے ابو عبداللہ قرطبی (م ۶۷۱ھ)(۶۴) مفسّرِ قرآن۔علامہ قسطلانی نے دونوں مؤلفین کی کتابوں سے مواد لیا ہے۔کہیں ان کے نام کے ساتھ کتاب کا بھی ذکر کیا ہے اور کہیں نہیں کیا۔کتاب کا نام نہ ہونے کی صورت میں ابہام پیدا ہوجاتا ہے کہ کون سا حوالہ کون سے قرطبی کا ہے۔

**۷۔کتاب کا مشہور نام**

علامہ قسطلانی مصادر وماٰخذ کے پورے نام نہیں لکھتے بلکہ صرف مشہور نام ذکر کرتے ہیں۔مثلاً امام نووی کی ''الروضۃ الطالبین وعمدۃ

---

۵۸۔ کشف الظنون، ۳۵۶ تا ۳۵۹

۵۹۔ معجم الأدباء، ۵/۲۴۲؛ لسان المیزان، ۵/۵۷؛ میزان الاعتدال، ۶/۹۰؛ سیر اعلام النبلاء، ۱۴/۲۶۷ (۱۷۵)؛ تھذیب الاسماء، ۱/۷۸

۶۰۔ المنھل الصافی، ۱/۳۲۰؛ شذرات الذھب، ۵/۴۱۵؛ الاعلام، ۱/۱۵۹

۶۱۔ سیر اعلام النبلاء، ۱۴/۴۴۰ (۲۴۷)؛ الاعلام، ۴/۱۱۹

۶۲۔ سیر اعلام النبلاء، ۱۹/۴۳۹ (۲۵۸)؛ الاعلام، ۲/۲۵۸

۶۳۔ سیر اعلام النبلاء، ۲۳/۳۲۳؛ الأعلام، ۱/۱۸۶

۶۴۔ نفح الطیب، ۲/۴۲۰؛ الأعلام، ۵/۳۲۲

المتقین'' کے لیے صرف ''الروضۃ''، عبدالحق الأشبیلی کی ''الاحکام الوسطی والصغریٰ'' کے لیے صرف ''الاحکام'' ابنِ رجب کی لطائف المعارف کے لیے ''اللطائف'' حسین بن مسعود الفراء بغوی کی ''معالم التنزیل'' کے لیے صرف ''معالم'' زمخشری کی الفائق فی غریب الحدیث کے لیے ''الفائق'' مختصر نام لکھتے ہیں۔

دیگر مصادر و مآخذ کا تذکرہ بھی مختصر اور مشہور نام سے کرتے ہیں۔ البتہ کہیں کہیں انہوں نے کتاب کا پورا نام بھی لکھا ہے۔ مثلاً درج ذیل کتابوں کے پورے نام لکھے ہیں:۔

علامہ ابن حجر کی ''لذۃ العیش فی طرق حدیث الائمۃ من قریش'' (۶۵)، عیسیٰ بن مسعود الزواوی کی ''المنہج السالک الی معرفۃ قدر الامام مالک'' (۶۶)، قطب الدین قسطلانی کی ''جمل الایجاز فی الاعجاز بنار الحجاز'' (۶۷)، أبو محمد عبداللہ بن علی الرشاطی کی ''اقتباس الأنوار والتماس الأزھار'' (۶۸) ابوالخطاب بن دحیہ کی ''التنویر فی مولد البشیر النذیر'' (۶۹)، ابوالحسن الشاذلی کی ''المنح الالھیۃ فی مناقب السادۃ الوفائیۃ'' (۷۰) علامہ قسطلانی کی اپنی کتاب ''لوامع الأنوار فی الأدعیۃ والأذکار'' (۷۱) اور ''تحفۃ السامع والقاری بختم صحیح البخاری'' (۷۲)

## ۸۔ مؤلف کا مشہور نام

علامہ قسطلانی نے مصادر و مآخذ کے مؤلفین کے نام بھی مختصر لکھے ہیں۔ وہ نام جن سے عام طور پر وہ مؤلفین مشہور و معروف ہوتے ہیں۔ مثلاً قرطبی، بغوی، رازی، ابن حجر، امام نووی وغیرہ۔

لیکن کچھ مؤلفین کے انہوں نے مکمل نام بھی لکھے ہیں مثلاً أبو محمد عبداللہ بن حامد الفقیہ (۷۳)، علامہ شہاب الدین أحمد بن یوسف بن محمد بن مسعود الحلبی الشافعی المشہور بالسمین (۷۴)، أبو محمد عبداللہ بن محمد المالکی الافریقی (۷۵)، نصر بن یعقوب الدینوری (۷۶)، عیسی ابن مسعود الزواوی (۷۷) اور زین الدین بن الحسین المراغی (۷۸) وغیرہ

## ۹۔ مؤلفِ کتاب کا تعارف

المواھب اللدنیۃ میں بعض مواقع پر علامہ قسطلانی نے مؤلفین و مصنفین کا مختصر تعارف بھی دیا ہے۔ مثلاً حرالی کا ذکر کرتے ہوئے

---

۶۵۔ المواھب اللدنیۃ، ۳/۱۰۳
۶۶۔ ایضاً، ۳/۱۰۳
۶۷۔ ایضاً، ۳/۱۰۶
۶۸۔ ایضاً، ۳/۳۹۵
۶۹۔ ایضاً، ۲/۷
۷۰۔ ایضاً، ۲/۲۹۸
۷۱۔ ایضاً، ۲/۳۲۵
۷۲۔ ایضاً، ۲/۵۰۳
۷۳۔ ایضاً، ۲/۲۲۳
۷۴۔ ایضاً، ۲/۴۴۶
۷۵۔ ایضاً، ۳/۴۰
۷۶۔ ایضاً، ۳/۷۹
۷۷۔ ایضاً، ۳/۱۰۳
۷۸۔ ایضاً، ۳/۳۹۹

اولاً ''حرالی'' کے تلفظ کی وضاحت لغت کی کتاب سے کی ہے بعدازاں نام کی نسبت اور مکمل نام بتایا ہے۔

علامہ قسطلانی لکھتے ہیں:

" الحرالي: وهو كمافي القاموس بتشديد اللام ، نسبة الى قبيلة بالبربر واسمه على بن أحمد بن الحسين ، ذو التصانيف المشهورة۔"(۷۹)

''حرالی نام جیسا کہ قاموس میں لکھا ہے لام کی تشدید کے ساتھ ہے۔ان کی نسبت قبیلہ بربر کی طرف ہے۔اور نام علی بن احمد الحسین ہے۔مشہور تصانیف والے ہیں۔''

ابن الحاج کا ذکر کرتے ہوئے لکھا ہے:

"أبو اسحاق ابراهيم بن محمد بن خلف السلمي المشهور بابن الحاج من اهل المرية بالأندلس و كذا غيرهما۔"(۸۰)

''ابواسحاق ابراھیم بن محمد بن خلف السلمی ،ابن الحاج کے نام سے مشہور ہیں۔اندلس میں اہل مریۃ سے تعلق رکھتے ہیں۔''

یحیی بن حکیم الغزالی کے بارے میں لکھتے ہیں:

يحيى بن حكيم الغزالي بتخفيف الزاى وقيل تشديد ، و كان بليغ الأندلس فى زمانه(۸۱)

''یحیی بن حکیم الغزالی ''ز'' کی تخفیف کے ساتھ ہے۔اور یہ بھی کہا گیا کہ تشدید کے ساتھ ہے۔اپنے زمانے میں ان کا شمار اندلس کے بلیغ علماء میں ہوتا تھا۔''

**خلاصہ بحث**

المواہب اللدنیۃ کی تالیف میں علامہ قسطلانی کے مصادر و مآخذ کا تفصیلی جائزہ یہ بات واضح ہوتی ہے کہ مؤلف نے سیرت نبویہ ﷺ کی تالیف میں کثیر تعداد میں متعدد و متنوع مصادر سے استفادہ کیا ہے۔ان مصادر و مآخذ میں سب سے زیادہ تعداد کتب احادیث کی ہے۔احادیث کے علاوہ تفسیر ،سیرت ،فقہ ،تاریخ ،تصوّف ،علم لغت ونحو اور علم الأنساب کی کتابوں سے بھر پور انداز میں استفادہ کیا ہے۔علاوہ ازیں مؤلف نے محض اخذ و استفادہ پر ہی اکتفا نہیں کیا بلکہ اپنی ذکاوتِ فہم اور بصیرت سے ان مصادر و مآخذ پر عالمانہ انداز میں تنقید و تبصرہ بھی کیا ہے۔کتبِ صحاح ستہ کی روایات کو دیگر احادیث کے مجموعوں کی روایات پر ترجیح دینا، صحیحین کی روایات کو باقی کتبِ احادیث کی روایات پر ترجیح مختلف فیہ روایات میں جمع وتطبیق ان کے منہج و تحقیق کے بنیادی اصول ہیں۔مؤلف نے روایات کتاب کا حوالہ دیئے بغیر محض مؤلف کے نام سے نقل کی ہیں اور اسی طرح کئی روایات ایسی ہیں جس کے لیے انہوں نے کتاب کا حوالہ تو دیا ہے مگر مؤلف کا ذکر نہیں کیا۔اس کے علاوہ مؤلفین اور کتابوں کے مختصر نام لکھے ہیں جس کی وجہ سے بعض مواقع پر مؤلف اور کتاب کے تعین میں ابہام و اشکال پیدا ہو گیا۔بعض مقامات پر مؤلف نے کتاب اور مؤلف کا پورا نام بھی تحریر کیا ہے۔الغرض علامہ قسطلانی کی محققانہ سیرت نگاری اور متعدد و متنوع مصادر و مآخذ سے استفادہ کی بناء پر المواہب اللدنیۃ کو کتبِ سیرت میں نمایاں مقام حاصل ہے۔

☆☆☆☆☆☆

---

۷۹۔ المواہب اللدنیۃ ،۲/ ۸۵

۸۰۔ ایضاً ،۲/ ۱۷۴

۸۱۔ ایضاً ،۲/ ۲۰۰

# باب چہارم

# المواہب اللدنیہ کے مضامین کا اجمالی جائزہ

# فصل اوّل

## المواہب اللدنیۃ کے مقصد اوّل اور دوم کا اجمالی جائزہ

علامہ قسطلانی کا شمار دسویں صدی ہجری کے جیّد علماء میں ہوتا ہے۔آپ کو قرآن، حدیث، فقہ اور سیرت کے علوم میں کامل دسترس حاصل تھی۔ ان کی چھوٹی، بڑی متعدد تصانیف اس پر گواہ ہیں۔علم سیرت میں آپ کی دلچسپی اور مہارت کا اندازہ آپ کی کتاب ''المواہب اللدنیہ بالمنح المحمدیہ'' سے ہوتا ہے۔آپ نے نہایت دقتِ نظر اور عرق ریزی سے مختلف مصادر و ماخذ سے استفادہ کرتے ہوئے آپ ﷺ کی ذات کے مختلف پہلوؤں کا استقصاء کیا ہے۔متعدد اور متنوع مضامین کی بناء پر ''المواہب اللدنیہ'' کو مقبولیت عامہ اور شہرت دوام حاصل ہوئی۔المواہب اللدنیہ کی شہرت کا اندازہ علامہ زرقانی کے اس قول سے ہوتا ہے:

''ولـه عدة مؤلفات أعظمها هذه المواهب اللدنيه التي أشرقت من سطورها أنوار الأبهة والجلالة ، وقطرت من أديمها الفاظ النبوة والرسالة ، احسن فيها ترتيباً وصنعاً، وأحكمها ترصيعاً ووضعاً وكساه الله فيها رداء القبول ، ففاقت على كثير مما سواها عند ذوي العقول۔''(۱)

علامہ قسطلانی نے المواہب اللدنیہ کے مضامین کو دس مقاصد میں تقسیم کیا ہے۔ ہر مقصد مزید کئی فصول اور ذیلی عنوانات پر مشتمل ہے۔سہولت کے لیے مقالہ نگار نے ان مقاصد کو چار فصول میں تقسیم کیا ہے۔پہلی فصل میں مقصد اوّل اور دوئم کا مختصر تعارف حسبِ ذیل ہے۔

**مقصد اوّل**

قدیم مؤرخین اور سیرت نگاروں کا طریقہ کار یہ تھا کہ وہ نبی اکرم ﷺ کی سیرت کے بیان سے قبل، آفرینش عالم، آدمؑ و حواؑ کی تخلیق، جنت میں ان کا مقام اور وہاں سے ہبوط کا واقعہ بیان کرنے کے بعد دیگر انبیاء کا تذکرہ کرتے تھے۔اس کے بعد سیرت النبی ﷺ کا آغاز کرتے تھے۔علامہ قسطلانی نے قدیم سیرت نگاروں کے برعکس اپنی کتاب المواہب اللدنیہ کا آغاز حقیقتِ محمدیہ ﷺ کی بحث سے کیا ہے۔

حقیقتِ محمدیہ ﷺ کی بحث کے بعد نبی اکرم ﷺ کی ولادت باسعادت سے لے کر فتح مکہ تک کے واقعات کو زمانی ترتیب کے ساتھ پیش کیا ہے۔مؤلف، نبی اکرم ﷺ کی مکی زندگی کی تفصیلات مثلاً آپ ﷺ کی ولادت، رضاعت، جوانی، نزولِ وحی اور دعوت و تبلیغ کے بیان پر ہی اکتفاء نہیں کرتے بلکہ دیگر ضمنی موضوعات مثلاً عبدالمطلب کا عبداللہ کو ذبح کرنا، اس واقعہ کے تحت حضرت اسماعیلؑ یا حضرت اسحاقؑ کے ذبیح ہونے کے بارے میں اختلافی بحث، آپ ﷺ کے ختنہ کا ذکر کرتے ہوئے ختنہ کے واجب اور غیر واجب ہونے، آپ ﷺ کی والدہ ماجدہ کی وفات کا ذکر کرتے ہوئے آپ ﷺ کے والدین کے نجات پانے یا نہ پانے، کفار کے آپ ﷺ سے روح کے متعلق سوال کرنے پر روح کی ماہیت اور اسی طرح واقعہ غرانیق کی اصلیت پر بحث و تحقیق میں اسقدر دور نکل جاتے ہیں کہ سیرت کے واقعات ان کے مقابلے میں اوجھل ہو کے رہ جاتے ہیں۔

مقصدِ اوّل کے مضامین کا تحقیقی جائزہ حسبِ ذیل ہے:۔

ا۔المواہب اللدنیہ کا پہلا موضوع حقیقتِ محمدیہ ﷺ ہے۔آغاز کتاب ہی میں مؤلف لکھتے ہیں: ''اللہ تعالیٰ نے جب اس عالم کو پیدا کرنے کا ارادہ کیا تو سب سے پہلے انوارِ صمدیہ سے حقیقتِ محمدیہ ﷺ کو ظاہر کیا۔''(۲)

حقیقتِ محمدیہ ﷺ کا یہ تصور سب سے پہلے ابنِ عربی کے ہاں ملتا ہے۔ابنِ عربی اور دیگر صوفیہ کرام نے حقیقتِ محمدی ﷺ کی

---

ا۔ شرح زرقانی، ۱/۱۰

۲۔ المواہب اللدنیہ، ۱/۲۷

اولیت کے ثبوت کے لیے جن احادیث کو بنیاد بنایا ہے ان میں ایک ''اوّل ما خلق الله نوری ''(۳) اور دوسری حدیث ''کنت نبیاً و آدم بین السماء و الطین ''(۴)۔ان احادیث کی روشنی میں وہ استدلال کرتے ہیں کہ تمام مخلوقات کی پیدائش سے قبل اللہ تعالی نے اپنے نور سے نبی اکرم ﷺ کے نور کو پیدا کیا اور پھر اس نور سے تمام عالم کو پیدا کیا۔ یہ نور نسل در نسل تمام انبیائے کرام میں منتقل ہوتا چلا آیا ہے۔ پھر آخر میں اللہ تعالی نے نبی اکرم ﷺ کو خاتم النبیین کی صورت میں ظاہر کیا۔

علامہ قسطلانی نے بھی حقیقت محمد یہ ﷺ پر بحث کرتے ہوئے یہ واضح کرنے کی کوشش کی ہے کہ نبی اکرم ﷺ حضرت آدمؑ کی تخلیق سے قبل موجود کیے گئے۔ لہذا آپ خلقت کے اعتبار سے بھی اوّل ہیں اور نبوت کے اعتبار سے بھی۔ نیز یہ کہ اللہ تعالی نے اپنے نور سے نبی اکرم ﷺ کے نور کو پیدا کیا۔ لہذا نور محمدی ﷺ کو تمام مخلوقات میں اولیت حاصل ہے۔ حقیقتِ محمد یہ ﷺ کے اثبات کے لیے علامہ قسطلانی نے جن احادیث سے استدلال کیا ہے ان میں پہلی حدیث وہ ہے جسے امام مسلم نے عرباض بن ساریہؓ سے روایت کیا ہے۔ آپ نے فرمایا۔

انی عندالله لخاتم النبیین و ان آدم لمنجدل فی طینة۔(۵)

''میں اس وقت سے اللہ کے ہاں خاتم النبیین ہوں جس وقت آدمؑ مٹی میں پڑے ہوئے تھے۔''

نیز میسرۃ الضبیؓ سے روایت ہے فرماتے ہیں میں نے نبی اکرم ﷺ سے پوچھا اے اللہ کے رسول آپ کب سے نبی ہیں۔ آپ ﷺ نے فرمایا اس وقت سے جبکہ آدم روح اور جسد کے درمیان تھے۔(۶)

ان احادیث مبارکہ سے یہ ثابت نہیں ہوتا کہ آپ ﷺ کی تخلیق سب سے پہلے ہوئی بلکہ یہ اس بات پر دلالت کرتی ہیں کہ آپ ﷺ ملائکہ کے درمیان نبوّت کے وصف سے اس وقت موصوف تھے جبکہ آدمؑ کی تخلیق ابھی مکمل نہیں ہوئی تھی۔ ''کنت نبیا'' کے الفاظ سے یہی ثابت ہوتا ہے۔

ارشادِ نبوی ﷺ ہے:۔ کنت اول الانبیاء خلقا و آخرھم بعثاً (۷)

''میں خلقت کے اعتبار سے انبیاء میں اوّل ہوں اور بعثت کے اعتبار سے آخر ہوں''

علامہ قسطلانی نے اس حدیث کی وضاحت میں امام غزالی کی رائے پیش کی ہے۔ امام غزالی کے مطابق یہاں خلق سے مراد ایجاد نہیں بلکہ تقدیر ہے یعنی آپ ﷺ اپنی ولادت سے قبل مخلوق کے طور پر موجود نہیں تھے بلکہ آپ ﷺ کے کمالات اور غایات موجود تھے۔(۸)

---

۳۔ تاریخ الخمیس، ۱۹/۱؛ السیرۃ الحلبیۃ، ۲۴۰/۱؛ مولانا شبلی نعمانی اور علامہ لکھنوی نے اس حدیث کو موضوع قرار دیا ہے۔ دیکھئے سیرت النبی ﷺ ۴۱۴/۳؛ الآثار المرفوعۃ، ۳۵

۴۔ اس حدیث کو علماء محدثین نے موضوع قرار دیا ہے۔ دیکھئے عرش الرحمٰن ۶۳، تنزیہ الشریعۃ، ۳۴۱/۱؛ تذکرۃ الموضوعات، ۸۶؛ الأسرار المرفوعۃ، ۱۷۹؛ المصنوع، ۱۱۵، ۱۱۶؛ کشف الخفاء، ۱۳۲/۲؛ اللآلی ءالمنثورۃ، ۱۷۲؛ أسنی المطالب، ۲۴۳؛ سلسلۃ الاحادیث الضعیفۃ، ۳۱۶/۱؛ فتنۃ وضع حدیث، ۱۴۲

۵۔ مسند أحمد، ۱۱۵/۵(۱۶۷۵۵)؛ المستدرک، ۶۵۶/۲؛ حلیۃ الأولیاء، ۹۳/۶؛ مصابیح السنۃ، ۳۹۳/۲(۴۴۱۱)؛ دلائل النبوۃ، ۸۰/۶

۶۔ جامع ترمذی، کتاب المناقب، ماجاء فی فضل النبی ﷺ، ۸۲۳(۳۶۰۹)؛ مسند أحمد، ۵۰/۶؛ التاریخ الکبیر، ۲۵۱/۷؛ حلیۃ الأولیاء، ۱۳۶/۷(۹۹۲۳)؛ المستدرک، ۶۶۵/۲

۷۔ الجامع الصغیر، ۴۰۰؛ کشف الخفاء، ۱۲۹/۲؛ سلسلۃ الأحادیث الضعیفہ، ۱۱۵/۲

۸۔ المواہب اللدنیۃ، ۳۰/۱، ۳۱

علامہ قسطلانی نے امام غزالی کی اس رائے کی تردید شیخ تقی الدین السبکی کے قول سے کی ہے۔ان کی رائے میں آپ خلقت کے اعتبار سے بھی اوّل ہیں۔(۹)

۲۔حقیقتِ محمدیہ ﷺ کی بحث کے آخر میں ھبوطِ آدمؑ کا واقعہ بیان کیا ہے۔

حقیقتِ محمدیہ ﷺ اور نورِ محمدی ﷺ کی اولیت پر مؤلف نے جن دیگر احادیث مبارکہ سے استدلال کیا ہے وہ یا تو موضوع ہیں یا شدید درجے کے ضعف کی حامل ہیں۔ان احادیث اوران کے راویوں کی جرح وتنقیح کا تفصیلی بیان باب پنجم میں موجود ہے۔

۳۔حقیقتِ محمدیہ کے بعد آپ ﷺ کے حسب ونسب پر تفصیلی گفتگو کرتے ہوئے اوّلاً آپ کے نسب کی پاکیزگی کو ''ماولدنی من سفاح اھل الجاھلیة شیء ماولدنی الا نکاح الاسلام''(۱۰) ترجمہ:''سفاحِ جاہلیت کے جوامور تھے ان میں سے کسی امر نے مجھ کو نہیں جنا مگر نکاح اسلام نے۔'' جیسی متعدد دیگر احادیث سے ثابت کیا ہے۔آپ ﷺ کا نسب نامہ معد بن عدنان تک بیان کیا ہے اور اس پر علماء کا اجماع نقل کیا ہے۔(۱۱)

۴۔یمن کے بادشاہ ابرھہ کے بیت اللہ پر حملہ کی غرض سے مکہ آنے اور اللہ تعالیٰ کا ابرھہ اور اس کے لشکر کو کنکریوں سے تباہ کرنے کے واقعہ سے استدلال کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

وقد كانت هذه القصة دالة على شرف سيدنا محمد ﷺ و تأسيساً اللنبوة و ارها ما لها اعزاز القومه بما ظهر عليهم من الاعتناء حتى دانت لهم العرب ، واعتقدت شرفهم وفضلهم على سائر الناس بحماية الله عزوجل لهم، ودفعه عنهم مكر ابرهة ، الذى لم يكن لسائر العرب بقتاله قدرة ، و كان ذالك كله ارها صاً لنبوته عليه الصلاة و السلام(۱۲)

''یہ قصہ نبی اکرم ﷺ کے شرف پر دلالت کرتا ہے اور آپ ﷺ کی نبوت کے لیے بنیاد اور ارھاص اور آپ کی قوم کے لئے اعزاز کی حیثیت رکھتا ہے۔اس بناء پر کہ اللہ نے اس قوم پر جو انعام کیا،جس کی وجہ سے تمام اہلِ عرب ان کے مطیع ہو گئے اور انہیں اس بات کا اعتقاد ہو گیا کہ آپ ﷺ کی قوم کو باقی تمام لوگوں پر شرف وفضیلت حاصل ہے۔اللہ تعالیٰ نے اس قوم کی حمایت کرتے ہوئے ان سے ابرہہ کے مکر کو دور کیا جس سے قتال کرنے کی عرب کو قوت نہ تھی،غرض یہ کل امور نبی اکرم ﷺ کی نبوت کے ارھاص سے تھے۔''

۵۔آپؐ کے دادا عبدالمطلب نے نذر مانی تھی کہ اگر ان کے دس بیٹے ہوئے تو ان میں سے ایک کو اللہ تعالیٰ کی راہ میں قربان کردیں گے۔قرعہ حضرت عبداللہ کے نام نکل آیا۔ذبحِ عبداللہ کے واقعہ کا ذکر کرتے ہوئے آپ ﷺ کی یہ حدیث نقل کی ہے:۔ ''انــا ابــن الذبيحين''(۱۳)۔ذبیحین سے مراد عبداللہ اور اسماعیل بن ابراھیم علیہما السلام ہیں۔

درج بالا حدیث کی بنیاد پر مؤلف نے ایک اختلافی مسئلہ نقل کیا ہے۔

علماء کے مابین اس امر میں اختلاف ہے کہ آیا ذبیح حضرت اسماعیلؑ ہیں یا حضرت اسحاقؑ۔علماء کی ایک جماعت حضرت اسحاقؑ

---

۹۔ ایضاً،۱/۳۰،۳۱،نیز دیکھئے اتحاف السادۃ المتقین،۸/۲۸۰،۲۸۱

۱۰۔ تاریخ دمشق،۲/۳/۲۹،۳۰

۱۱۔ المواھب اللدنیۃ،۱/۵۰

۱۲۔ ایضاً،۱/۵۳

۱۳۔ تاریخ دمشق،۳/۲/۲۰۵

کے ذبیح ہونے کی قائل ہے۔لیکن اکثریت کے نزدیک حضرت اسماعیلؑ ذبیح ہیں۔علامہ زرقانی نے حضرت اسحاقؑ کو ذبیح قرار دیتے ہوئے علامہ قسطلانی کے پیش کردہ دلائل کی تردید کی ہے۔(۱۴)

علامہ قسطلانی نے حضرت اسماعیلؑ کے ذبیح ہونے پر استدلال کرتے ہوئے درج ذیل احادیث نقل کی ہیں۔

☆ آپ ﷺ نے فرمایا۔ ''انا ابن الذبیحین''(۱۵)

☆ معاویہ بن سفیانؓ کی روایت کے مطابق ایک اعرابی نے نبی اکرم ﷺ کو'' یاابن الذبیحین'' کہہ کر بلایا۔(۱۶)

حدیث مذکور کے بارے میں ابن السید درویش لکھتے ہیں''یہ نبی اکرم ﷺ کا قول نہیں بلکہ اعرابی کا قول ہے۔''(۱۷)

گو کہ یہ اعرابی کا قول ہے لیکن نبی اکرم ﷺ نے اعرابی کے قول کی تردید نہیں کی۔

ایک روایت معافی بن زکریا کے حوالے سے نقل کی ہے۔عمر بن عبدالعزیز نے علمائے یہود کے ایک شخص سے (جو مسلمان ہو گیا تھا) سوال کیا کہ ابراھیمؑ کو اللہ تعالی نے اپنے کس بیٹے کو ذبح کرنے کا حکم دیا تھا؟ اس نے کہا:''خدا کی قسم امیر المؤمنین یہود جانتے ہیں کہ وہ اسماعیلؑ ہیں لیکن وہ حسد کی بناء پر انکار کرتے ہیں اور گمان کرتے ہیں کہ وہ اسحاقؑ ہیں۔''(۱۸)

علامہ ابن کثیرؒ نے اپنی تفسیر میں بہت سی احادیثِ صحیحہ سے حضرت اسماعیلؑ کے ذبیح ہونے پر استدلال کیا ہے۔(۱۹)

وہ احادیث جن میں حضرت اسحاقؑ کے ذبیح ہونے کی طرف اشارہ ہے ان کی اسناد میں شدید قسم کا ضعف پایا جاتا ہے۔علامہ ھیثمی نے مجمع الزوائد میں ذبحِ اسحاق سے متعلق بہت سی روایات بیان کی ہیں اور ان کے سلسلہ اسناد میں موجود ضعف کو نمایاں کیا ہے۔(۲۰)

ابنِ ابی حاتم نے ذبحِ اسحاق سے متعلق دو روایات نقل کی ہیں اور انہیں منکر قرار دیا ہے۔(۲۱) ابن الجوزی نے''المنتظم'' میں بحوالہ سدّی ذبح اسحاق کا قصہ بیان کیا ہے۔(۲۲) لیکن سدّی کو علماء نے ضعیف قرار دیا ہے۔(۲۳)

علامہ ابن کثیرؒ اپنی تفسیر میں لکھتے ہیں۔علماء کی ایک جماعت حضرت اسحاقؑ کے ذبیح ہونے کی قائل ہے۔حتی کہ بعض صحابہؓ سے بھی یہی منقول ہے۔یہ بات نہ تو قرآن کریم میں ہے اور نہ سنت میں۔میرا گمان ہے کہ یہ رائے اھلِ کتاب کے علماء سے لی گئی ہے۔اور مسلمانوں نے اسے بغیر دلیل کے قبول کر لیا ہے۔''(۲۴)

۶۔حضرت عبداللہ کی حضرت آمنہ سے تزویج، حضرت آمنہ کا حاملہ ہونا اور دورانِ حمل پیش آنے والے محیّر العقول واقعات اور ظہور پذیر ہونے

---

۱۴۔ شرح الزرقانی،۱/ ۱۸۱،۱۸۲،۱۸۳

۱۵۔ تاریخ دمشق،۳/ ۲/ ۲۰۵؛ کتاب الضعفاء ۳/ ۹۴

۱۶۔ کشف الخفاء،۱/ ۱۹۹

۱۷۔ أسنی المطالب،۲۵

۱۸۔ المواہب اللدنیۃ،۱/ ۵۷

۱۹۔ تفسیر القرآن العظیم،۴/ ۲۵

۲۰۔ مجمع الزوائد، کتاب فیہ ذکر الأنبیاء، باب ذکر اسحاق علیہ السلام ۸/ ۲۷۰ تا ۲۷۳؛ أسنی المطالب ۱۵۴؛ احمد بن صدیق الغماری''الذبیح'' حدیث کے متعلق لکھتے ہیں کہ یہ ساری کی ساری حدیثیں باطل اور جھوٹ ہیں۔دیکھئے المداوی ۴/ ۶۰

۲۱۔ علل الحدیث،۲/ ۲۱۹

۲۲۔ المنتظم،۱/ ۱۶۷

۲۳۔ أحوال الرجال،۵۰

۲۴۔ تفسیر القرآن العظیم،۴/ ۲۵

والے عجائبات کے ضمن میں روایات نقل کی ہیں۔ یہ روایات پایہء استناد میں نہایت درجہ کمزور ہیں۔ علامہ شبلی نعمانی نے ان روایات پر سخت نکیر فرمائی ہے۔ کئی روایات کو انہوں نے من گھڑت قرار دیا ہے۔(۲۵) ان روایات پر تنقیدی تبصرہ باب پنجم میں موجود ہے۔

۷۔ دورانِ حمل آپ ﷺ کے والد حضرت عبداللہ فوت ہوگئے۔ ان کی وفات پر حضرت آمنہ نے مرثیہ کہا۔ مؤلف نے وہ اشعار نقل کرنے کے بعد ایک روایت صیغہء تمریض کے ساتھ بیان کی ہے۔

حضرت عباسؓ سے ذکر کیا گیا ہے کہ جب عبداللہ فوت ہوئے تو فرشتوں نے کہا اے ہمارے معبود اور ہمارے آقا تیرا نبی یتیم ہوگیا ہے اس پر اللہ تعالیٰ نے فرمایا۔ میں اس کا حافظ اور مددگار ہوں۔(۲۶)

۸۔ آپ ﷺ کی ولادت پر ظہور پذیر ہونے والے خوارق عادت واقعات کا ذکر کرتے ہوئے مؤلف نے بہت سی موضوع اور ضعیف احادیث نقل کی ہیں۔ مثلاً آپ ﷺ کی ولادت کا وقت قریب آیا تو فرشتوں سے اللہ تعالیٰ نے کہا کہ تمام آسمانوں کے دروازے کھول دو اور تمام جنّتوں کے دروازے کھول دو۔۔۔ آخر تک(۲۷)

یہ اور اسی طرح کی دیگر تمام روایات کے تنقیدی جائزہ کے لیے باب پنجم کی طرف رجوع کریں۔

۹۔ ابونعیم، امام طبرانی، ابن عساکر اور خطیب بغدادی کی روایات کے مطابق آپ ﷺ مختون پیدا ہوئے تھے۔(۲۸)

علامہ قسطلانی نے علامہ ذھبی، حافظ زین الدین عراقی اور ابن قیم کے حوالے سے روایات کی تضعیف کی ہے۔(۲۹)

آپ ﷺ کے مختون ہونے کے بارے میں تین اقوال نقل کیے ہیں۔

(۱) آپ ﷺ مختون پیدا ہوئے تھے۔(۳۰)

(۲) آپ ﷺ کا ختنہ آپ ﷺ کے دادا عبدالمطلب نے ساتویں دن کیا تھا۔ دعوت کی تھی اور آپ ﷺ کا نام محمد رکھا۔(۳۱)

(۳) آپ ﷺ کا ختنہ حضرت حلیمہ کے پاس ہوا۔(۳۲)

ان اقوال کے تذکرہ کے بعد مؤلف نے ختنہ کے واجب اور غیر واجب ہونے پر فقہی بحث کی ہے۔

۱۰۔ آپ ﷺ کس سال پیدا ہوئے؟ مختلف اقوال نقل کرنے کے بعد مشہور قول لکھتے ہیں کہ

واقعہ فیل کے پچاس دن بعد پیدا ہوئے یہ رائے امام سھیلی اور ایک جماعت کی ہے۔(۳۳)

۱۱۔ آپ ﷺ کس مہینہ میں پیدا ہوئے؟ مختلف اقوال نقل کرنے کے بعد لکھتے ہیں:

---

۲۵۔ سیرت النبی، ۳/ ۴۱۴ تا ۴۲۲

۲۶۔ المواہب اللدنیۃ، ۱/ ۶۴

۲۷۔ ایضاً، ۱/ ۶۵

۲۸۔ دلائل النبوۃ (أبونعیم)، ۴۶؛ تاریخ دمشق، ۲/ ۳/ ۴۶؛ تھذیب الاسماء، ۱/ ۲۳؛ الوفا بأحوال المصطفیٰ، ۱/ ۹۷

۲۹۔ المواہب اللدنیۃ، ۱/ ۷۰، ۷۱

۳۰۔ دلائل النبوۃ (أبونعیم)، ۴۶؛ اخبار اصبہان، ۱/ ۱۵۶؛ تاریخ دمشق، ۲/ ۳/ ۲۳۴

۳۱۔ الاستیعاب، ۱/ ۱۰۱

۳۲۔ دلائل النبوۃ (أبونعیم)، ۴۶؛ تحفۃ المودود، ۱۲۰ تا ۱۲۲

۳۳۔ المواہب اللدنیۃ، ۱/ ۷۳؛ الروض الانف، ۱/ ۲۸۳؛ تھذیب الاسماء والصفات، ۱/ ۲۲؛ الاستیعاب، ۱/ ۱۳۷

مشہور قول یہی ہے کہ ربیع الاوّل کے مہینے میں پیدا ہوئے۔ ابن الجوزی نے اس پر اتفاق نقل کیا ہے۔(۳۴)

۱۲۔ اسی طرح اس میں بھی اختلاف ہے کہ آپ ﷺ مہینے کے کون سے دن پیدا ہوئے۔ مختلف اقوال نقل کرنے کے بعد ترجیح ابن اسحاق کے قول کو دی ہے۔ ابنِ اسحاق کے مطابق آپ ﷺ ۱۲ ربیع الاول کو پیدا ہوئے۔(۳۵)

۱۳۔ آپ کی ولادت دن کو ہوئی یا رات کے وقت۔ ابوقتادہ انصاریؓ سے روایت ہے آپ ﷺ سے منگل کے روزہ سے متعلق پوچھا گیا تو آپ ﷺ نے فرمایا اس دن میں پیدا ہوا اور اسی دن مجھ پر نبوّت اتاری گئی۔(۳۶)

مؤلف کے مطابق یہ حدیث اس پر دلالت کرتی ہے کہ آپ ﷺ دن کو پیدا ہوئے۔

مؤلف نے ابونعیم کی دلائل النبوۃ (۳۷) اور امام حاکم کی المستدرک (۳۸) سے وہ احادیث بھی نقل کی ہیں جن کے مطابق آپ ﷺ کی ولادت رات کے وقت ہوئی۔ یہ روایات نہایت درجہ کی ضعیف ہیں۔ ابونعیم کی روایت کو مؤلف نے خود ضعیف کہا ہے۔(۳۹)

۱۴۔ اگر آپ کی ولادت رات کے وقت ہوئی تھی تو کون سی رات افضل ہے۔ لیلۃ القدر کی یا لیلۃ المولد کی؟ علامہ قسطلانی نے لیلۃ المولد کی رات کو افضل قرار دیا ہے۔(۴۰)

۱۵۔ آپ ﷺ کی رضاعت کا ذکر کرتے ہوئے لکھا ہے کہ آپ ﷺ کو ابولہب کی لونڈی ثوبیہ نے دودھ پلایا۔ ابولہب نے اس کو آپ ﷺ کی ولادت کی خوشخبری سنانے پر آزاد کر دیا تھا۔ اس ضمن میں امام بخاری کی وہ روایت نقل کی ہے جس کے مطابق ابولہب کے عذاب میں ہر ماہ کی بارہ تاریخ کو تخفیف اس وجہ سے کی جاتی ہے کہ ابولہب نے حضرت ثوبیہ کو آپ ﷺ کی کی ولادت کی خوشخبری سنانے کی بناء پر آزاد کر دیا تھا۔(۴۱)

اس حدیث سے مؤلف نے لیلۃ المولد النبی ﷺ کے منانے کو جائز قرار دیا ہے البتہ اس موقع پر غنا اور دیگر بدعات کی تردید کی ہے۔ دلیل کے طور پر ابن الحاج کی المدخل کا حوالہ دیا ہے۔(۴۲)

آپ ﷺ کی رضاعت کے تذکرہ میں ایک روایت ''وقد ذکروا'' کے صیغے سے شروع کی ہے۔ روایت کے الفاظ کچھ اس طرح سے ہیں کہ جب آپ ﷺ پیدا ہوئے تو پوچھا گیا کہ کون اس یتیم کی کفالت کرے گا۔ پرندوں نے کہا ہم اس کی کفالت کریں گے۔ جانوروں نے کہا کہ ہم اس کی کفالت کے زیادہ حقدار ہیں۔(۴۳)

یہ روایت ان روایات میں سے ایک ہے جو میلاد کی محفلوں کی رونق بڑھانے کی غرض سے واعظ بیان کرتے تھے۔ ان کے مواعظ

---

۳۴۔ المواہب اللدنیۃ، ۷۴/۱؛ صفۃ الصفوۃ، ۵۲/۱؛ تلقیح فہوم الاثر، ۴

۳۵۔ السیرۃ النبویۃ، ۱۹۵/۱

۳۶۔ صحیح مسلم، کتاب الصیام، باب استحباب صیام ثلاثۃ أیام من کل شھر، ۴۷۸/۸ (۲۷۵۰)

۳۷۔ دلائل النبوۃ (أبونعیم)، ۱۶؛ المواہب اللدنیۃ، ۷۶/۱

۳۸۔ المستدرک، کتاب تواریخ المتقدمین من الانبیاء والمرسلین، ۶۵۷/۲ (۴۱۷۷)

۳۹۔ المواہب اللدنیۃ، ۷۶/۱

۴۰۔ ایضاً، ۷۷/۱

۴۱۔ صحیح بخاری، کتاب نکاح، باب وأمھاتکم التی أرضعنکم، ۱۲۵/۶/۳

۴۲۔ المدخل، ۲۲۹/۲/۱ تا ۲۳۵

۴۳۔ المواہب اللدنیۃ، ۷۸/۱

کو بعد میں روایات کا درجہ دے دیا گیا۔ جیسا کہ علامہ شبلی نعمانی نے اس کی تصریح کی ہے۔(۴۴)

حضرت حلیمہؓ کا آپ ﷺ کو دودھ پلانا اور آپ ﷺ کی کفالت کرنا۔ مؤلف نے اس حدیث کو ابنِ اسحاق، ابویعلی، امام طبرانی، علامہ بیہقی اور ابونعیم کے حوالہ سے مفصّل ذکر کیا ہے۔(۴۵)

مؤلف نے امام بیہقی، خطیب بغدادی اور ابنِ عساکر کے حوالہ سے وہ روایات نقل کی ہیں جن کے مطابق آپ ﷺ نے شیر خوارگی میں کلام کیا۔(۴۶)

علامہ شبلیؒ نے ان روایات پر خوب تنقید کی ہے۔(۴۷)

۱۶۔ واقعہ شق صدر کا ذکر مسند ابویعلی، ابونعیم کی دلائل النبوۃ اور ابنِ عساکر کی روایت سے کیا ہے۔(۴۸) ان روایات میں آپ ﷺ کے قلب مبارک پر مہر لگانے کا ذکر بھی ہے۔ اس کی کیا حکمت ہے؟ علامہ قسطلانی اس کا جواب دیتے ہوئے لکھتے ہیں: ''یہ اس بات کی طرف اشارہ ہے کہ آپ ﷺ پر رسالت ختم ہوگئی۔''(۴۹)

۱۷۔ نبی اکرم ﷺ کے دونوں کندھوں کے درمیان مہر نبوّت تھی۔ یہ مہر کس قسم کی تھی؟ مؤلف نے امام مغلطائی کے حوالہ سے ۱۹ اقوال نقل کیے ہیں(۵۰) بعض روایات کے مطابق اس مہر نبوّت پر ''محمد رسول الله'' یا ''سرفانك المنصور'' کے الفاظ کندہ تھے۔ علامہ قسطلانی کے مطابق ابن حجر نے کہا ہے کہ ان اقوال میں سے کچھ بھی ثابت نہیں ہے۔(۵۱)

۱۸۔ جب آپ ﷺ چار سال کی عمر کو پہنچے تو آپ ﷺ کی والدہ ماجدہ ابواء کے مقام پر وفات پا گئیں۔ آپ ﷺ کی والدہ ماجدہ کی وفات کا ذکر کرتے ہوئے ایک روایت نقل کی ہے: حضرت عائشہؓ سے روایت ہے۔ آپ ﷺ حجون کے مقام پر غمزدہ اترے۔ کچھ دیر وہاں ٹھہرے رہے۔ جتنا کہ اللہ نے چاہا پھر آپ ﷺ خوش خوش لوٹے اور فرمایا۔ میں نے اپنے رب سے درخواست کی۔ اس نے میرے لیے میری ماں کو زندہ کیا۔ پس وہ مجھ پر ایمان لائی پھر وہ واپس لوٹا دی گئی۔(۵۲)

اسی سے ملتی جلتی ایک اور روایت ابوحفص بن شاھین کی الناسخ والمنسوخ سے نقل کی ہے۔(۵۳)

ان احادیث سے علماء کی ایک جماعت نے استدلال کیا ہے کہ آپ ﷺ کے والدین اھل نجات میں سے ہیں نہ کہ اھل نار میں سے۔

نجات کے قائلین کی دوسری دلیل حق تعالیٰ کا یہ قول ہے۔

---

۴۴۔ سیرت النبی ﷺ، ۳/۴۱۲

۴۵۔ السیرۃ النبویۃ، ۱/۱۹۹؛ مسند أبویعلی، ۶/ ۳۴۳ (۱۷۲۷)؛ دلائل النبوۃ (بیہقی)، ۱/۱۳۱؛ دلائل النبوۃ (أبونعیم)، ۴۷تا۴۹؛ کتاب الثقات، ۱/۱۷، ۱۸

۴۶۔ دلائل النبوۃ، ۱/۱۳۹؛ تاریخ دمشق، ۲/۳/ ۲۴۳

۴۷۔ سیرت النبی ﷺ، ۳/۴۲۲

۴۸۔ دلائل النبوۃ (بیہقی)، ۱/۱۴۶؛ دلائل النبوۃ (أبونعیم)، ۴۹، تاریخ دمشق ۲/ ۳/ ۵۳، ۲۶۰، ۲۶۱

۴۹۔ المواہب اللدنیۃ، ۱/۸۳

۵۰۔ ایضاً، ۱/۸۴، ۸۵

۵۱۔ ایضاً، ۱/۵۱؛ فتح الباری، کتاب المناقب، باب خاتم النبوۃ، ۷/۲۵۶؛ ألاحسان، کتاب التاریخ، باب صفتہٗ واخبارہ، ۱۴/۲۱۱ (۶۳۰۲)

۵۲۔ اللآلی ءالمصنوعۃ، ۱/۲۳۸؛ الشذرۃ فی الأحادیث المشتہرۃ، ۱/۴۵؛ أسنی المطالب، ۳۴

۵۳۔ المواہب اللدنیۃ، ۱/۸۹؛ ناسخ الحدیث ومنسوخہ، کتاب جامع، باب فی زیارۃ النبی ﷺ قبر أمہ، (۶۴۶)

وما کنا معذبین حتی نبعث رسولا۔(۵۴)

''اور ہم اس وقت تک عذاب نہیں دیتے، جب تک کوئی رسول نہ بھیج دیں۔''

تیسری دلیل امام فخر الدین رازی کی ''اسرار التنزیل'' سے لی گئی ہے۔ کہا گیا ہے کہ آذر حضرت ابراھیمؑ کے والد نہیں بلکہ چچا تھے۔ کیونکہ انبیاءؑ کے آباء کافر نہیں ہوتے۔(۵۵) جیسا کہ ارشاد باری تعالی ہے۔

الذی یراك حین تقوم و تقلبك فی الساجدین۔(۵۶)

''وہ ذات پاک جو تمہیں (تہجد کے وقت) اٹھتے ہوئے دیکھتی ہے، اور سجدہ کرنے والوں میں تمہارے پھرنے کو بھی۔''

اس آیت کا مفہوم یہ نکلتا ہے کہ آپ ﷺ کا نور ایک ساجد سے دوسرے ساجد میں منتقل ہوتا چلا آیا۔ یہ اس بات کی دلیل ہے کہ آپ ﷺ کے تمام آباء واجداد مسلمان تھے۔

مؤلف نے اس گروہ کے بھی دلائل نقل کیے ہیں جو نجات کے قائل نہیں۔ ان میں سے ایک دلیل صحیح مسلم کی روایت ہے: ''میں نے اپنے رب سے اجازت طلب کی کہ میں اپنی ماں کے لیے استغفار طلب کروں تو مجھے اجازت نہیں ملی۔ میں نے ان کی زیارت کی اجازت طلب کی تو اجازت مل گئی۔ پس تم قبروں کی زیارت کرو وہ آخرت کی یاد دلاتی ہیں۔''(۵۷)

دوسری دلیل درج ذیل روایت ہے: ''ایک شخص نے کہا اے اللہ کے رسول ﷺ! میرا باپ کہاں ہے؟ کہا آگ میں۔ پس جب وہ لوٹنے لگا تو آپ ﷺ نے فرمایا کہ میرا باپ اور تمہارا باپ دونوں آگ میں ہیں۔''(۵۸)

امام نووی کے مطابق: ان احادیث سے معلوم ہوتا ہے کہ جو شخص کفر پر مر جائے تو وہ آگ میں ہے۔ اور اسے قرابت داروں کی قرابت نفع نہیں دے گی۔ جو کوئی اس زمانہ فترۃ میں مر جائے کہ جس میں اہلِ عرب بتوں کی عبادت کرتے تھے تو وہ بھی آگ میں ہے۔ کیونکہ ان لوگوں تک حضرت ابراھیمؑ اور دیگر انبیاءؑ کی دعوت پہنچ چکی تھی۔(۵۹)

علامہ قسطلانی نے اہل الفترۃ کو تین اقسام میں تقسیم کیا ہے۔

(۱) وہ جنھوں نے توحید کو اپنی بصیرت سے پہچان لیا۔ ان میں سے ایک وہ لوگ ہیں جو کسی شریعت میں داخل نہ ہوئے۔ مثلاً قس بن ساعدہ اور زید بن عمرو بن نفیل۔ دوسرے وہ لوگ ہیں جنھوں نے کسی شریعت کو اپنا لیا۔ مثلاً ورقہ بن نوفل اور ان کے چچا عثمان بن الحویرث۔

(۲) اھل فترہ میں دوسری قسم کے وہ لوگ ہیں جنھون نے دین میں ردّ و بدل کی۔ شرک کیا اور اپنے نفس کے لیے کچھ چیزوں کو حرام اور کچھ کو حلال ٹھہرا لیا۔ ان کی تعداد کثیر ہے۔ مثلاً عمرو بن لحی وہ پہلا شخص ہے جس نے عرب میں بت پرستی کی ابتداء کی۔

(۳) اھل الفترہ میں تیسری قسم کے وہ لوگ ہیں جنھوں نے نہ شرک کیا اور نہ موحد ہوئے اور نہ کسی نبی کی شریعت میں داخل ہوئے

---

۵۴۔ الأسراء : ۱۷/۱۵

۵۵۔ مفاتیح الغیب، ۱۲/۱۷۵

۵۶۔ الشعراء : ۲۶/۲۱۹

۵۷۔ صحیح مسلم، کتاب الجنائز، باب استئذان النبی ﷺ ربہ عزوجل فی زیارۃ قبر امہ، ۳۹۲(۲۲۵۸، ۲۲۵۹)؛ مسند ابویعلی، ۵/ ۴۴۰(۶۱۶۵)؛ السنن الکبریٰ، کتاب الجنائز، ۵/ ۴۵۴(۲۹۳۷)؛ کنز العمال، (۳۲۲۲۱۔۳۲۲۲۲)

۵۸۔ صحیح مسلم، کتاب الایمان، باب بیان أن من مات علی الکفر فھو فی النار، ۱۰۷(۵۰۰)

۵۹۔ المنھاج، ۳/۷۴

اور نہ ہی انہوں نے اپنے لیے کوئی نئی شریعت ایجاد کی اور نہ کوئی نیا دین اختراع کیا۔ بلکہ ساری عمر اسی غفلت میں گزار دی۔

اھل الفترۃ میں دوسری قسم کے لوگ عذاب کے مستحق ہیں۔ جبکہ تیسری قسم کے لوگ حقیقت میں اھل الفترۃ ہیں اور انہیں عذاب نہیں دیا جائے گا۔

جہاں تک پہلی قسم کا تعلق ہے تو ان کے بارے میں آپ ﷺ نے فرمایا تھا کہ ان میں سے ہر ایک، ایک علیحدہ امت کے طور پر اٹھایا جائے گا۔(۶۰)

۱۹۔آپ کی والدہ کی وفات کے بعد حضرت ام ایمن نے آپ ﷺ کی پرورش کی اور دادا عبدالمطلب نے کفالت کی۔ آٹھ سال کی عمر میں دادا کی وفات کے بعد آپ ﷺ کے چچا ابو طالب نے آپ ﷺ کی کفالت کی۔ یہاں پر مؤلف نے ابن عساکر کی ایک روایت نقل کی ہے جس کے مطابق مکہ میں زمانہ قحط کے دوران لوگوں نے ابو طالب سے استسقاء کی درخواست کی۔ ابو طالب آپ ﷺ کو لے کر کعبہ تشریف لے گئے۔ آپ ﷺ کی پیٹھ کعبہ کے ساتھ لگائی اور آپ ﷺ نے انگلی اٹھائی تو ہر طرف بادل آ گئے اور بارش ہونے لگی۔ اس پر ابو طالب نے اشعار کہے۔ مؤلف نے ان میں سے چند اشعار نقل کیے ہیں۔(۶۱)

۲۰۔آپ ﷺ کا ابو طالب کے ساتھ شام کے سفر پر جانا، اس ضمن میں بحیرہ راہب کا واقعہ بیان کیا ہے۔

۲۱۔آپ ﷺ کا حضرت خدیجہؓ کا مالِ تجارت کی غرض سے سوق بصری لے جانا اور حضرت خدیجہؓ سے تزویج اور خطبہ نکاح کا ذکر کرنے کے بعد خانہ کعبہ کی از سرِ نو تعمیر کے واقعہ کو سرسری ساذکر کیا ہے۔

۲۲۔ جب آپ ﷺ چالیس سال کی عمر کو پہنچے تو اللہ تعالی نے آپ ﷺ کو نبوّت کے منصب پر سرفراز فرمایا۔ بعثتِ نبوی ﷺ کے تذکرہ میں رؤیائے صادقہ اور پہلی وحی کے نزول کے واقعہ کو بخاری، مسلم، ترمذی اور بیہقی کی روایات کے ذریعے مفصلاً بیان کیا ہے۔(۶۲) آپ ﷺ پر پہلی وحی کے نزول کے موقع پر سورۃ العلق کی پہلی پانچ آیات نازل ہوئی تھیں۔(۶۳) علامہ بیہقی کی ایک روایت کے مطابق سورۃ فاتحہ نازل ہوئی تھیں۔(۶۴) جبکہ ایک روایت میں ''یاایھا المدثر'' کو اولین نازل ہونے والی سورۃ کہا گیا ہے۔ مؤلف نے بحوالہ امام نووی ان دونوں روایات کو باطل قرار دیا ہے۔(۶۵)

نزولِ وحی کے تذکرہ میں مؤلف نے آپ ﷺ کے غارِ حرا میں تحنث کرنے اور غارِ حرا کے فضائل ابو محمد المرجانی کے اشعار کے ذریعے پیش کیے ہیں۔(۶۶) پہلی وحی کے نزول کے موقع پر جبرائیلؑ اور میکائیلؑ نے آپ ﷺ کے سینہ مبارک کو شق کیا اور آپ ﷺ

---

۶۰۔ المواھب اللدنیۃ، ۱/ ۹۴، ۹۵

۶۱۔ ایضاً، ۱/ ۹۷

۶۲۔ صحیح بخاری، کتاب تفسیر القرآن، ۳/ ۶/ ۸۷؛ صحیح مسلم، کتاب الایمان، باب بدء الوحی، ۸۰ (۴۰۳)

۶۳۔ صحیح بخاری، کتاب تفسیر القرآن، ۳/ ۶/ ۸۷

۶۴۔ دلائل النبوۃ (بیہقی)، ۱/ ۱۵۸

۶۵۔ المواھب اللدنیۃ، ۱/ ۱۰۷

۶۶۔ المواھب اللدنیۃ، ۱/ ۱۰۷؛ امام نووی کا قول ہے: صواب یہی ہے کہ اولین نازل ہونے والی سورۃ فاتحہ ہے اور فترۃ الوحی کے بعد سب سے پہلے سورۃ مدثر نازل ہوئی اور مفسرین میں سے جس نے یہ کہا ہے کہ سب سے پہلے سورۃ فاتحہ نازل ہوئی تو اس کا بطلان اس کے ذکر کرنے سے زیادہ ظاہر ہے۔ دیکھئے المنہاج، ۲/ ۳۸۲

کے قلب مبارک کو غسل دیا تھا۔اس موقع پر واقعہ شق صدر کا ذکر ابونعیم اور مسند ابوداؤد طیالسی کی روایت سے کیا ہے۔(٦٧)

مؤلف نے ابن القیم کے حوالے سے وحی کے آٹھ مراتب بیان کیے ہیں۔(٦٨) تین مراتب کا اضافہ مؤلف نے خود بھی کیا ہے۔(٦٩) فترۃ وحی کا ذکر کرتے ہوئے وضاحت کی ہے کہ اس کی مدت تین سال تھی۔جیسا کہ ابنِ اسحاق کا قول ہے۔(٧٠)

٢٣۔نبی اکرم ﷺ پر اوّلین ایمان لانے والوں کا ذکر کرتے ہوئے لکھا ہے کہ حضرت خدیجہؓ سب سے پہلے آپ ﷺ پر ایمان لائیں۔اس پر علماء کا اتفاق ہے۔مردوں میں سب سے پہلے کون ایمان لایا اس میں علماء کا اختلاف ہے۔بعض کے نزدیک حضرت ابوبکر صدیقؓ اور بعض کے نزدیک حضرت علی بن ابی طالب سب سے پہلے ایمان لائے۔

ایک رائے یہ بھی ہے کہ سب سے پہلے ایمان لانے والے مرد ورقہ بن نوفل تھے۔ابن مندہ نے انہیں صحابہؓ میں شمار کیا ہے۔(٧١) مؤلف نے ابن الصلاح اور امام طبری کے حوالے سے ان روایات میں مطابقت پیدا کرتے ہوئے لکھا ہے:''حضرت خدیجہؓ مطلقاً سب سے پہلے ایمان لائیں۔بالغ مردوں میں حضرت ابوبکرؓ ،بچوں میں حضرت علی بن ابی طالب،غلاموں میں حضرت بلال اور موالی میں سے حضرت زید بن حارثہ سب سے پہلے ایمان لائے۔''(٧٢)

٢٤۔خفیہ دعوت وتبلیغ کے بعد آپ ﷺ کو اعلانیہ تبلیغ کا حکم ہوا۔جیسا کہ ارشاد باری تعالی ہے: فاصدع بما تؤمر (٧٣)

اس حکم الٰہی کی اطاعت میں آپ ﷺ کا قریش کو دعوتِ توحید دینا،ان کا ردِّعمل اور آپ ﷺ کو اس دعوت وتبلیغ سے باز رکھنے کی کوشش،آپ ﷺ کے چچا ابوطالب سے بے نتیجہ شکایت پر قریش کا مایوسی اور جھنجھلاہٹ میں آپ ﷺ کے دعوٰی نبوّت کا مذاق واستہزاء اور آپ ﷺ اور صحابہ کرامؓ کو پہنچنے والی اذیّت رسانیوں اور تکالیف کے طویل سلسلہ کو سیرت واحادیث اور تاریخ کی کتابوں سے مرتّب کر کے پیش کیا ہے

آپ ﷺ کو ایذا پہنچانے میں اُشرافِ قریش میں پانچ لوگ نمایاں تھے۔

ولید بن مغیرۃ،عاص بن وائل،حارث بن قیس،الأسود بن عبد یغوث،اُسود بن عبدالمطلب۔(٧٤)

ان لوگوں نے آپ ﷺ کو جادوگر،شاعر،کاہن اور مجنوں قرار دیا۔مؤلف نے ان پانچوں اشرافِ قریش کے برے انجام کا ذکر کرنے کے بعد حضرت حمزہؓ کے قبولِ اسلام کا ذکر بھی کیا ہے۔

کفارِ قریش کا احبار یہود کے کہنے پر آپ ﷺ سے تین سوال کرنا،پہلا سوال اصحابِ کہف سے متعلق،دوسرا سوال ذوالقرنین سے متعلق اور تیسرا سوال روح کے متعلق تھا کہ روح سے کیا مراد ہے؟اس واقعہ کا تذکرہ کرتے ہوئے مؤلف نے روح کی ماہیت پر مدلل بحث کی ہے۔

---

٦٧۔ دلائل النبوۃ (ابونعیم)،٦٩

٦٨۔ المواہب اللدنیۃ،١٠٩/١،١١٠؛زاد المعاد ٧٨/١ تا ٨٠

٦٩۔ ایضاً،١١١/١

٧٠۔ ایضاً،١١٣/١

٧١۔ أسد الغابۃ،٢١٦/٥؛الاصابۃ،٣٠٤/١٠؛الانابۃ،٢٣٦/٢

٧٢۔ تاریخ الامم والملوک،٢٣٠/٢ تا ٢٣٢؛الاستیعاب،٩٠/١؛فتح المغیث،١٧٩

٧٣۔ الحجر : ٩٤/١٥

٧٤۔ المواہب اللدنیۃ،١١٨/١

۲۵۔ کفارِ مکہ کا مسلمانوں بالخصوص غلاموں کو ایذائیں دینا، حضرت عمر بن الخطابؓ کے قبولِ اسلام اور قریش کے مقاطعہ بنی ھاشم کا مختصراً ذکر کیا ہے۔

۲۶۔ واقعہ غرانیق کو مؤلف نے تفصیلاً لکھا ہے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ بعض لوگوں نے اس واقعہ کو باطل قرار دیا ہے۔ اور بعض نے درست قرار دیا ہے۔ واقعہ یہ ہے کہ نبی اکرم ﷺ مسلمانوں کو نماز پڑھا رہے تھے اور سورہ نجم کی تلاوت کر رہے تھے۔ جب آپ ﷺ اس آیت پر پہنچے ''أفرأيتم اللات والعزى ومناة الثالثة الاخرى'' تو شیطان نے آپ ﷺ کی تلاوت میں یہ الفاظ شامل کر دیئے ''تلك الغرانيق العلى وان شفاعتهن لترتجى'' جب آپ ﷺ نے سورۃ ختم کر کے سجدہ کیا تو مسلمانوں کے ساتھ تمام مشرکین بھی سجدے میں گر گئے۔ اس گمان میں کہ آپ ﷺ نے ان کے معبودوں کا بھلے انداز میں ذکر کیا ہے۔ (۷۵)

تمام لوگوں کے درمیان یہ بات پھیل گئی حتیٰ کہ مہاجرین حبشہ تک بھی۔ بہت سے مسلمان مکہ واپس آ گئے کہ شاید اہلِ مکہ نے اسلام قبول کر لیا ہے۔

علامہ بیہقی، امام بیضاوی اور قاضی عیاض نے اس واقعہ کا شدّت سے انکار کیا ہے۔ (۷۶) علامہ بیضاوی کے مطابق یہ قصہ موضوع ہے۔ اور زنادقہ کا وضع کردہ ہے۔ (۷۷) کیونکہ امام بخاری نے بھی اس واقعہ کو ذکر کیا ہے مگر اس میں غرانیق کا ذکر نہیں ہے۔ (۷۸)

علامہ قسطلانی کے مطابق ''ایسا نہیں ہے بلکہ اس واقعہ کی کوئی نہ کوئی اصل ضرور ہے۔'' (۷۹) مؤلف نے اس واقعہ کی تمام اسناد کا ذکر کیا ہے اور لکھا ہے کہ جب کسی واقعہ کے طرق کثیر ہوں اور اس کے مخارج واضح ہو جائیں تو یہ اس بات کی دلیل ہے کہ اس واقعہ کی اصل موجود ہے۔'' (۸۰)

مؤلف نے ابنِ عربی کے حوالہ سے اس کی تاویل بیان کرتے ہوئے لکھا ہے کہ شیطان نے آپ ﷺ کے الفاظ کے ساتھ یہ الفاظ شامل کر دیئے تھے۔ نبی اکرم ﷺ نے یہ الفاظ نہیں کہے تھے۔'' (۸۱)

۲۷۔ واقعہ غرانیق کے بعد ہجرتِ حبشہ ثانیہ، نقضِ صحیفہ اور آپ ﷺ کے چچا ابو طالب کی وفات کا ذکر کرتے ہوئے آپ ﷺ کا ابو طالب کو آخری وقت میں دعوتِ اسلام دینا اور ابو طالب کا اپنے آبائی دین پر قائم رہنا، آپ ﷺ کا اپنے چچا کے لیے استغفار طلب کرنا اور اللہ تعالیٰ کا آپ ﷺ کو منع کر دینا۔ ان واقعات کا مختصر ذکر ہے۔ ابو طالب کی وفات کے بعد حضرت خدیجہؓ کی وفات کا ذکر کیا ہے۔

۲۸۔ سفرِ طائف کا حال، بخاری و مسلم، موسیٰ بن عقبہ اور ابنِ سعد کی روایات سے پیش کیا ہے۔ ابن سعد کے مطابق طائف میں

---

۷۵۔ جامع البیان، ۱۰/۱۸۶/۱۷ تا ۱۹۰؛ التفسیر الکبیر، ۸/۲۵۰۰ تا ۲۵۰۳؛ الدر المنثور، ۴/۲۶۲ تا ۲۶۴؛ الکشاف، ۳/۱۹؛ أسباب النزول، ۱۷۸؛ الوسیط، ۳/۲۷۶؛ أحکام القرآن (جصاص) ۶/۸۴؛ تاریخ الامم والملوک ۲/۲۴۷؛ الطبقات الکبریٰ ۱/۹۸۔۹۹؛ الروض الانف ۲/۱۵۴؛ الکامل فی التاریخ، ۱/۶۷۳؛ لباب النقول ۱۵۲

۷۶۔ مفاتیح الغیب، ۱۲/۵۱؛ أنوار التنزیل، ۱/۴۴۷؛ الشفاء، ۲/۷۵۰

۷۷۔ أنوار التنزیل، ۱/۴۴۷

۷۸۔ صحیح بخاری، کتاب تفسیر القرآن، باب فاسجدوا للہ واعبدوا، ۳۱/۶/۵۲؛ السیرۃ النبویۃ، ۱/۴۰۳

۷۹۔ المواہب اللدنیۃ، ۱/۱۳۰

۸۰۔ ایضاً، ۱/۱۳۱

۸۱۔ أحکام القرآن، ۳/۳۰۶، ۳۰۷، نیز دیکھئے معالم التنزیل ۳/۲۴۷؛ مدارک التنزیل، ۲/۱۲۰؛ ارشاد العقل السلیم، ۴/۳۹۰

آپ ﷺ کے قیام کی مدت ۱۰ دن تھی۔(۸۲) طائف سے واپسی پر نخلة کے مقام پر نصیبین کے جنوں کا آپ ﷺ سے قرآن پاک کا سننا، اس واقعہ کو بھی بیان کیا ہے۔

۲۹۔ مقصدِ اوّل میں واقعہ اسراء و معراج کو مختصراً ذکر کیا ہے۔ اس واقعہ کی اہمیت کے پیش نظر مؤلف نے اس کو علیحدہ مقصد میں تفصیلی طور پر بیان کیا ہے۔

۳۰۔ موسمِ حج میں عرب قبیلوں میں دعوت و تبلیغ کا کام، انصار کے وفود کی سال بہ سال آمد اور ان میں اسلام کی دعوت کی مقبولیت، بیعتِ عقبہ اولیٰ و ثانیہ کے واقعات مختصراً مگر جامع انداز میں پیش کیے ہیں۔

۳۱۔ اس مقصد کا اگلا موضوع مسلمانوں کی مکہ سے مدینہ ہجرت کے بیان پر مشتمل ہے۔ مؤلف نے آپ ﷺ کی حضرت ابوبکر صدیقؓ کے ساتھ مدینہ ہجرت کے واقعہ کو سیرت و احادیث کی کتابوں سے اخذ کر کے نہایت مرتّب انداز میں پیش کیا ہے۔

۳۲۔ مدینہ منورۃ پہنچ کر آپ ﷺ کا قبا کے مقام پر مسجد قبا کی تعمیر اور مدینہ میں مسجدِ نبوی ﷺ کی تعمیر کا مختصراً تذکرہ کرنے کے بعد مؤاخاتِ مدینہ کا سرسری انداز میں ذکر کیا ہے۔

۳۳۔ اذان کی ابتدا کب ہوئی؟ ابوداؤد کی روایت کے مطابق عبداللہ بن زید نے خواب میں ایک شخص دیکھا جس نے انہیں اذان اور اقامت سکھائی۔ انہوں نے نبی اکرم ﷺ کو اپنا خواب سنایا۔ آپ ﷺ نے بلالؓ کو اذان دینے کا حکم دیا۔(۸۳) مؤلف نے علامہ سہیلی کے حوالے سے ایک اہم نکتہ کی جانب توجہ دلائی ہے۔ وہ یہ کہ اس میں کیا حکمت تھی کہ اذان ایک شخص کو خواب میں دکھائی گئی۔ باقی عبادات اور احکام شرعیہ کی طرح یہ بذریعہ وحی کیوں نہ سکھائی گئی۔ آپ ﷺ نے فرمایا کہ یہ ایک سچا خواب ہے۔ پھر آپ ﷺ نے اس پر اذان کی بنا رکھی، اور کیا یہ وحی ہے یا نہیں؟

علامہ سھیلی نے ان کا جواب دیتے ہوئے لکھا ہے کہ آپ ﷺ کو لیلۃ الاسراء کے موقع پر اذان دکھائی گئی تھی۔ پھر مدینہ آنے تک اذان کی فرضیت کو مؤخر کر دیا گیا۔ جب آپ ﷺ نے لوگوں میں نماز کے اعلان کا ارادہ کیا تو وحی رکی رہی یہاں تک کہ عبداللہ بن زید نے خواب دیکھا۔ اس پر آپ ﷺ نے اسے رؤیا حق قرار دیتے ہوئے اذان کا حکم دیا۔(۸۴)

طبرانی اور دار قطنی کی بعض احادیث سے معلوم ہوتا ہے کہ اذان ہجرت سے قبل مکہ میں فرض ہوئی۔(۸۵) مؤلف نے بحوالہ ابن حجر اس روایت کی تردید کی ہے۔(۸۶)

کیا آپ ﷺ نے کبھی خود اذان دی تھی؟ سنن ترمذی کی روایت سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ ﷺ نے خود اذان دی تھی۔(۸۷)

---

۸۲۔ الطبقات الکبریٰ، ۱۰۱/۱

۸۳۔ سنن ابوداؤد، کتاب الصلاۃ، باب کیف الأذان، ۱۳۲/۱(۴۹۹)؛ سنن دارمی، کتاب الصلاۃ، باب فی بدء الأذان، ۳۱۴/۱(۱۱۹۰)

۸۴۔ المواہب اللدنیۃ، ۱۶۴/۱؛ الروض الانف، ۳۵۶/۲

۸۵۔ المعجم الأوسط، ۹۲۴۳/۱۰

۸۶۔ المواہب اللدنیۃ، ۱۶۵/۱؛ فتح الباری، کتاب الأذان، باب بدء الأذان، ۲۷۹/۲؛ نصب الرایۃ، ۳۳۵/۱، ۳۳۶، علامہ سیوطی لکھتے ہیں: اس بارے میں احادیث وارد ہوئی ہیں کہ اذان مکہ میں ہجرت سے قبل مشروع ہوئی تھی لیکن یہ احادیث ضعیف ہیں۔ دیکھئے التوشیح، کتاب الأذان، ۶۳۸/۲

۸۷۔ جامع ترمذی، کتاب الصلاۃ، باب ماجاء فی الصلاۃ علی الدابۃ فی الطین والمطر، ۱۱۱(۴۱۱)، امام نووی، علامہ سھیلی اور علامہ سیوطی نے اس قول کو اختیار کیا ہے۔ دیکھئے المجموع، ۱۱۴/۳، ۱۱۵؛ الروض الانف، ۳۶۰/۲؛ التوشیح، ۶۴۲/۲

بعض لوگوں نے اس کا انکار کیا ہے۔امام دارقطنی کی روایت میں اَذَّن کی بجائے اُمر بالأ ذان کے الفاظ ہیں یعنی آپ ﷺ نے خود اذان نہیں دی تھی بلکہ اذان دینے کا حکم دیا تھا۔(۸۸)

کیا آپ نے اپنے صحابہ میں سے کسی کے پیچھے کبھی نماز پڑھی تھی؟ صحیح مسلم کی روایت کے مطابق عبدالرحمٰن بن عوف کے پیچھے پڑھی تھی۔(۸۹) سنن ترمذی کی روایت سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ ﷺ نے حضرت ابوبکرؓ کے پیچھے بھی نماز پڑھی تھی۔(۹۰)

۳۴۔غزواتِ نبوی ﷺ کے بیان سے قبل مؤلف نے مختصراً یہود کی نبی اکرم ﷺ سے عداوت کا ذکر کیا ہے۔مثلاً لبید بن الأعصم یہودی کا آپ ﷺ پر جادو کرنا اور منافقین کا بھی سرسری انداز میں ذکر کیا ہے۔

**المواہب اللدنیہ میں غزوات کا بیان:۔**

علامہ قسطلانی نے غزواتِ نبوی ﷺ کو غیر ضروری تفصیلات سے گریز کرتے ہوئے نہایت جامع انداز میں بیان کیا ہے۔سب سے پہلے مؤلف نے اذنِ قتال کے لیے درج ذیل آیت نقل کی ہے:

أذن للذين يقاتلون بانهم ظلموا وان الله على نصرهم لقدير۔(۹۱)

''اجازت دی گئی ان لوگوں کو جو قتال کرتے ہیں اس وجہ سے کہ ان پر ظلم کیا گیا ہے اور یقیناً اللہ ان کی مدد پر قادر ہے۔''

علامہ قسطلانی کے نزدیک نبی اکرم ﷺ کے غزوات کی کل تعداد ۲۷ ہے۔جن میں بدر، احد، مریسیع، خندق، قریظہ، خیبر، فتح مکہ، حنین اور طائف جیسے اہم غزوات شامل ہیں۔اور آپ ﷺ کے سرایا کی تعداد ۴۷ ہے۔(۹۲)

غزواتِ نبی ﷺ کی تفصیلات رقم کرتے ہوئے مؤلف نے درج ذیل اہم نکات کو پیشِ نظر رکھا ہے۔

۱۔سب سے پہلے غزوہ یا سریہ کا نام بتاتے ہیں اور اس نام کی لغوی وضاحت کرتے ہیں۔مثلاً غزوہ بنی نضیر کے تحت لکھتے ہیں کہ ''نون کی فتح اور ض کی کسرہ کے ساتھ ہے''۔(۹۳) غزوۂ بنی لحیان ''لام کی کسرہ اور فتح دونوں کے ساتھ ہے''۔(۹۴) غزوہ ذی قرد ''قاف'' اور ''ر'' کی زبر کے ساتھ اور دال ساکن ہے۔(۹۵) بعض اوقات علماء لغت کے اقوال بطور استشھاد پیش کرتے ہیں۔مثلاً سریہ مؤتہ کے تحت لکھتے ہیں۔''میم کی ضمہ کے ساتھ اور اکثر راویوں کے قریب واؤ بغیر ھمزہ کے ساکن ہے۔لیکن جوہری اور ابنِ فارس کے نزدیک واؤ پر ھمزہ ہے۔''(۹۶)

۲۔اگر کسی غزوہ کے دو نام ہوں تو معروف نام کے علاوہ دوسرا نام بھی لکھتے ہیں۔مثلاً غزوہ بدر الکبریٰ کے بارے میں لکھتے ہیں کہ

---

۸۸۔ مسند أحمد،۵/۱۸۴(۱۲۳/۱۷)؛ زاد المعاد،۱/۴۷۶؛ المواہب اللدنیۃ،۱/۱۶۶؛ فتح الباری،۲/۲۸۰

۸۹۔ صحیح مسلم، کتاب الصلاۃ، باب تقدیم الجماعۃ من یصلی بھم اذا تاخر الامام،۱۸۱(۹۵۲)

۹۰۔ جامع ترمذی، کتاب الصلاۃ، باب ماجاء اذا صلی الامام قاعدا،۱/۹۷(۳۶۲)؛ صحیح مسلم، کتاب الصلوۃ، باب استخلاف الامام اذا عرض اوعذر من مرض وسفر وغیرھا،۱/۷۶(۹۳۶)

۹۱۔ الحج : ۳۹/۲۲

۹۲۔ المواہب اللدنیۃ،۱/۱۷۰،۱۷۱

۹۳۔ ایضاً،۱/۲۲۶

۹۴۔ ایضاً،۱/۲۵۵

۹۵۔ ایضاً،۱/۲۵۶

۹۶۔ ایضاً،۱/۳۰۰

اس کو بدرالعظمٰی، بدرالثانیہ اور بدرالقتال بھی کہتے ہیں۔(۹۷)غزوۂ غطفان کوغزوۂ ذی امر(۹۸)،غزوۃ المریسیع کوغزوہ بنی مصطلق (۹۹)، غزوۂ خندق کوغزوۂ احزاب(۱۰۰)اورغزوۂ تبوک کوغزوۃ العسرہ(۱۰۱) بھی کہتے ہیں۔

۳۔مؤلف نے غزوات کے ناموں کی وجہ تسمیہ بھی بیان کی ہے۔مثلاً غزوۃ السویق کے متعلق لکھتے ہیں:''اس کوغزوۂ سویق اس لیے کہتے ہیں کہ اس غزوہ میں مشرکین کا زادِراہ سویق (ستّو) تھا۔جو مسلمانوں کو بطور غنیمت ملا''۔(۱۰۲)غزوۂ احد کے بارے میں لکھتے ہیں: ''احد ایک مشہور پہاڑ جو مدینہ سے ایک فرسنگ سے کم فاصلے پر واقع ہے۔اس کا نام اس لیے احد رکھا گیا ہے کہ وہ ایک ہی پہاڑ ہے اور دوسرے پہاڑوں سے اس مقام میں منقطع ہے اور اکیلا ہے۔''(۱۰۳)غزوۂ ذات الرقاع کی وجہ تسمیہ کے بارے میں متعدد اقوال نقل کیے ہیں۔ابنِ ھشام کے مطابق اس کا نام اس درخت کی وجہ سے ذات الرقاع ہے جہاں یہ غزوۂ واقع ہوا تھا وہاں ذات الرقاع نامی درخت تھا۔ان کے دوسرے قول کے مطابق اسے ذات الرقاع اس لیے کہتے ہیں کہ مسلمانوں نے اس غزوہ میں اپنے جھنڈوں میں پیوند لگائے تھے۔(۱۰۴)ایک قول یہ ہے کہ مسلمان جہاں اترے تھے وہاں کچھ زمین سیاہ تھی اور کچھ سفید۔گویا کہ اس زمین میں مختلف پیوند لگائے گئے ہوں اس لیے اس کا نام ذات الرقاع رکھا گیا۔(۱۰۵)ابنِ حبان کا قول ہے ان لوگوں کے گھوڑوں میں سیاہی اور سفیدی تھی اس لیے اس غزوہ کا نام ذات الرقاع ہوا۔(۱۰۶)واقدی کے مطابق اس جگہ ایک پہاڑ ہے اس میں بہت سے مقامات ہیں۔اس لیے ذات الرقاع نام رکھا گیا۔(۱۰۷)

مؤلف علامہ سہیلی کے حوالے سے لکھتے ہیں:''ان اقوال میں سے صحیح قول وہ ہے جس کو بخاری اور مسلم نے ابوموسیٰ اشعری سے روایت کیا ہے۔ہم لوگ رسول اللہ ﷺ کے ساتھ ایک غزوہ میں گئے۔ہم چھ لوگ تھے۔ہمارے درمیان ایک اونٹ تھا۔ایک کے بعد دوسرا اس پر سوار ہوتا تھا۔اور پیادہ پا چلنے کی وجہ سے قدم گھس گئے۔میرے پاؤں کے ناخن چلتے چلتے گر پڑے۔جس کی وجہ سے ہم نے اپنے پیروں پر کپڑے لپیٹ لئے تھے۔اس لیے اس غزوہ کا نام ذات الرقاع رکھا گیا ہے۔(۱۰۸)

غزوۂ خندق کو یہ نام اس لیے دیا گیا کہ اس میں نبی اکرم ﷺ کے حکم سے مدینہ کے اردگرد خندق کھودی گئی۔اور اس کا دوسرا نام

---

۹۷۔ المواہب اللدنیۃ،۱۷۸/۱

۹۸۔ ایضاً،۲۰۱/۱

۹۹۔ ایضاً،۲۳۵/۱

۱۰۰۔ ایضاً،۲۳۸/۱

۱۰۱۔ ایضاً،۳۴۶/۱

۱۰۲۔ ایضاً،۱۹۷/۱

۱۰۳۔ المواہب اللدنیۃ،۲۰۳/۱

۱۰۴۔ السیرۃ النبویۃ،۲۲۶/۳

۱۰۵۔ الطبقات الکبریٰ،۲۸۰/۱

۱۰۶۔ کتاب الثقات،۹۶/۱؛السیرۃ النبویۃ (ابن حبان)،۲۴۹؛الکامل فی التاریخ،۶۲/۲؛تاریخ الامم والملوک،۴۱۰/۲

۱۰۷۔ کتاب المغازی،۳۹۵/۱؛السیرۃ النبویۃ (ابن کثیر)،۱۶۰/۳؛المنتظم،۳۰۵/۲

۱۰۸۔ صحیح مسلم، کتاب الجہاد والسیر ،باب غزوہ ذات الرقاع،۱۹۷/۱۲؛صحیح بخاری، کتاب المغازی، باب غزوۃ ذات الرقاع،۵۱/۵/۳

احزاب اس وجہ سے ہے کہ اس میں مشرکین کے مختلف گروہ مثلاً قریش، غطفان اور یہودی سب لوگ شامل تھے۔(۱۰۹)

۴۔ یہ غزوات جن مقامات پر ہوئے اور جن قبائل واقوام سے ہوئے مؤلف نے ان مقامات اور قبائل واقوام کا جغرافیائی محل وقوع بیان کیا ہے۔ مثلاً سعد بن ابی وقاص کا سریہ خرار کی طرف بھیجا گیا۔ خرار حجاز کی ایک وادی ہے جو بہہ کر جحفہ میں جاتی ہے۔(۱۱۰) محمد بن مسلمہ کا سریہ ذالقصہ کی طرف گیا۔ مؤلف کے مطابق اس جگہ اور مدینہ کے درمیان بیس میل کا فاصلہ ہے۔(۱۱۱) زید بن حارثہ کا سریہ بنی سلیم کی طرف مقامِ جموح میں بھیجا گیا۔ مؤلف کے مطابق جموح بطن نخل کا ایک ناحیہ ہے اور مدینہ سے چار میل کے فاصلہ پر ہے۔(۱۱۲) عاصم بن ثابت کا سریہ رجیع کی طرف بھیجا گیا۔ رجیع قبیلہ ھذیل کے پانی کا نام ہے۔ جو حجاز کے نواح میں مکہ اور عسفان کے درمیان واقع ہے۔(۱۱۳)

۵۔ علامہ قسطلانی نے ہر غزوہ کی تعریف بھی لکھی ہے۔ غزوات کی تاریخوں میں اختلاف کے ضمن میں مختلف اقوال پیش کرتے ہیں۔ کہیں پر وہ محدثین کی رائے کو ترجیح دیتے ہیں اور بعض تاریخوں میں اہل سیر کی رائے کو ترجیح دی ہے۔ مثلاً غزوۂ ذات الرقاع کی بابت اہلِ سیر میں اختلاف ہے کہ یہ غزوہ کب وقوع پذیر ہوا۔ ابن اسحاق کے نزدیک غزوہ بنی نضیر کے بعد ۴ ہجری میں (۱۱۴)، ابن سعد اور ابن حبان کے نزدیک محرم ۵ ہجری میں (۱۱۵)، ابومعشر کے نزدیک غزوۂ بنی قریظہ کے بعد ذوالقعدہ ۵ ہجری میں (۱۱۶) جبکہ امام بخاری کے نزدیک غزوۂ خیبر کے بعد وقوع پذیر ہوا (۱۱۷)۔

علامہ قسطلانی نے ابن حجر کے حوالے سے لکھا ہے: غزوہ ذات الرقاع، غزوۂ بنی قریظہ کے بعد ہوا۔ اس لیے کہ صلوٰۃ الخوف اس وقت تک مشروع نہیں ہوئی تھی اور یہ بات ثابت ہے کہ صلوٰۃ الخوف غزوہ ذات الرقاع میں مشروع ہوئی تھی۔ یہ بات اس غزوۂ کے غزوۂ خندق کے بعد ہونے پر دلالت کرتی ہے۔ ابوموسیٰ اشعریؓ غزوۂ خیبر کے بعد مدینہ آئے تھے اور یہ ثابت ہے کہ وہ غزوۂ ذات الرقاع میں شریک تھے لہٰذا لازم ہوا کہ غزوۂ ذات الرقاع، غزوۂ خیبر کے بعد وقوع پذیر ہو۔(۱۱۸)

غزوۂ خندق کی تاریخ کے بارے میں بھی اختلاف ہے۔ موسیٰ بن عقبہ کے نزدیک شوال ۴ ہجری میں ہوا (۱۱۹)۔ ابنِ اسحاق نے

---

۱۰۹۔ المواہب اللدنیۃ، ۱/۲۳۸

۱۱۰۔ ایضاً، ۱/۱۷۲

۱۱۱۔ ایضاً، ۱/۲۵۸

۱۱۲۔ المواہب اللدنیۃ، ۱/۲۵۸

۱۱۳۔ ایضاً، ۱/۲۱۹

۱۱۴۔ السیرۃ النبویۃ، ۳/۲۲۵؛ جوامع السیر ۱۸۲

۱۱۵۔ الطبقات الکبریٰ، ۱/۲۰۸؛ کتاب الثقات، ۱/۹۶؛ السیرۃ النبویۃ (ابن حبان)، ۲۴۹؛ تاریخ الامم والملوک، ۲/۴۱۰

۱۱۶۔ المواہب اللدنیۃ، ۱/۲۳۰

۱۱۷۔ کتاب المغازی، باب غزوۃ ذات الرقاع، ۳/۵/۵۱

۱۱۸۔ المواہب اللدنیۃ، ۱/۲۳۰؛ فتح الباری، کتاب المغازی، باب غزوۃ ذات الرقاع، ۸/۱۷۹، ۱۸۰؛ تلخیص الحبیر ۲/۴/۸۹، ۹۰

۱۱۹۔ صحیح بخاری، کتاب المغازی، باب غزوۃ الخندق وھی الأحزاب، ۶۹۴

شوال ۵ ہجری کی تاریخ لکھی ہے(۱۲۰)۔باقی تمام اہل المغازی کی بھی یہی رائے ہے۔جبکہ امام بخاری نے موسیٰ بن عقبہ کے قول کو اختیار کیا ہے(۱۲۱)۔اپنے قول کی تقویت کے لیے ابن عمرؓ کی حدیث پیش کی ہے کہ یوم احد کے روز وہ چودہ سال کے تھے۔آپ ﷺ نے ان کو غزوہ میں شرکت کی اجازت نہیں دی۔غزوۂ خندق میں پندرہ سال کے تھے تو اجازت دے دی۔اس طرح غزوۂ احد اور خندق میں ایک سال کا فرق ہوا۔یعنی غزوۂ احد تین ہجری میں اور غزوۂ خندق ۴ ہجری میں ہوا۔(۱۲۲)

علامہ قسطلانی اس استدلال کی تردید کرتے ہوئے لکھتے ہیں:''اس استدلال میں کوئی حجت نہیں جبکہ ثابت ہے کہ غزوۂ خندق ۵ ہجری میں ہوا۔البتہ یہ احتمال ہوسکتا ہے کہ ابن عمرؓ غزوۂ احد کے وقت چودھویں سال کی ابتداء میں ہوں اور غزوۂ احزاب کے وقت پورے پندرہ سال کے ہوگئے ہوں۔''(۱۲۳)

غزوۂ ذی قرد کی تاریخ کے بارے میں بخاری کی رائے یہ ہے کہ وہ خیبر سے تین دن پہلے ہوا۔(۱۲۴)علامہ قسطلانی نے مغلطائی کے حوالے سے لکھا ہے کہ امام بخاری کا یہ قول محل نظر ہے۔اس لیے کہ جمیع اہل سیر کی رائے اس کے خلاف ہے۔(۱۲۵)علامہ قرطبی لکھتے ہیں:''اہلِ سیر کا اس میں کوئی اختلاف نہیں کہ غزوۂ ذی قرد حدیبیہ سے قبل وقوع پذیر ہوا تھا''۔(۱۲۶)علامہ قسطلانی ابنِ حجر کے حوالے سے لکھتے ہیں:''غزوۂ ذی قرد کی جو تاریخ صحیحین میں موجود ہے وہ اہلِ سیر کی تاریخ سے زیادہ صحیح ہے۔''(۱۲۷)

۶۔مؤلف نے ہر غزوۂ اور سریہ کے اسباب و وجوہ بھی بتائے ہیں کہ جن کی بنا پر وہ غزوۂ یا سریہ وقوع پذیر ہوا۔مثلاً غزوۂ غطفان کے متعلق لکھتے ہیں:''اس غزوۂ کا سبب یہ ہے کہ بنو ثعلبہ اور محارب کے لوگ قتل و غارت گری کے ارادے سے اکٹھے ہوئے۔انہیں دعثور بن الحارث المحاربی نے لڑائی کے لیے جمع کیا تھا۔''(۱۲۸)

سریہ زید بن حارثہ جو کہ قردہ کی طرف بھیجا گیا اس کے متعلق لکھتے ہیں:''اس غزوہ کے پیش آنے کا سبب جیسا کہ ابنِ اسحاق نے لکھا ہے کہ قریش غزوہ بدر کے بعد شام کی طرف جانے والے راستوں سے ڈر گئے پس وہ تجارت کے لیے عراق کے راستہ سے چلے اس قافلہ میں بڑے بڑے تاجر شامل تھے جن میں ابوسفیان بن حرب بھی تھا۔ان کے ساتھ بہت زیادہ چاندی تھی۔''(۱۲۹)

۷۔مؤلف نے ہر غزوہ میں مسلمانوں اور مشرکین کے لشکروں کی تعداد بھی بتائی ہے۔مثلاً غزوۂ خندق کے بارے میں لکھتے ہیں کہ ''اس میں مسلمانوں کی تعداد تین ہزار اور کافروں کی تعداد دس ہزار تھی۔''(۱۳۰)غزوۂ تبوک میں کافروں کی تعداد چالیس ہزار اور مسلمانوں کی

---

۱۲۰۔ السیرۃ النبویۃ،۳/۲۳۷؛الطبقات الکبریٰ،۲/۲۸۲

۱۲۱۔ صحیح بخاری، کتاب المغازی،، باب غزوۃ الخندق وھی الاحزاب،۶۹۴

۱۲۲۔ صحیح بخاری، کتاب المغازی، باب غزوۃ الخندق وھی الأحزاب،۶۹۴(۴۰۹۷)

۱۲۳۔ المواہب اللدنیۃ،۱/۲۳۸؛ تلخیص الحبیر،۲/۴/۹۰

۱۲۴۔ صحیح بخاری، کتاب المغازی، باب غزوۃ ذی قرد،۳/۱۵/۱۷؛صحیح مسلم، کتاب الجہاد والسیر،۶/۱۲/۱۸۳

۱۲۵۔ المواہب اللدنیۃ،۱/۲۵۶

۱۲۶۔ المفہم،۳/۶۸۰

۱۲۷۔ المواہب اللدنیۃ،۱/۲۵۶/۱؛فتح الباری، کتاب المغازی، باب غزوۃ ذات القرد،۸/۲۳۴

۱۲۸۔ ایضاً،۱/۲۰۱

۱۲۹۔ ایضاً،۱/۲۰۳

۱۳۰۔ ایضاً،۱/۲۳۹

تعداد تیس ہزار تھی (۱۳۱)۔ اسی طرح ہر غزوہ میں انہوں نے مسلمانوں اور کافروں کے لشکر کی تعداد بھی بتائی ہے۔

۸۔ مؤلف نے لڑائیوں کے واقعات کو مختصر اور جامع انداز میں بیان کرتے ہوئے غیر ضروری تفصیل سے گریز کیا ہے۔

۹۔ غزوات نبوی ﷺ کے بیان میں مؤلف کے مصادر و مآخذ میں سیرت ابن اسحاق، طبقات ابن سعد، واقدی کی کتاب المغازی، تاریخ طبری، عیون الاثر، الروض الانف، سیرت دمیاطی، سیرت مغلطائی، ابن حزم کی جوامع السیرۃ اور قاضی عیاض کی الشفا شامل ہیں۔ احادیث کی کتابوں میں سے مؤلف نے صحیحین کی احادیث بہت زیادہ نقل کی ہیں۔

۱۰۔ غزوات کے بیان میں مؤلف نے قرآن کریم کی آیات سے بھی استدلال کیا ہے۔ مثلاً غزوۂ بدر، احد اور خندق کے واقعات بیان کرتے ہوئے سورۃ آل عمران، سورۃ انفال اور سورۃ احزاب کی آیات پیش کی ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ مؤلف نے غزوات نبی ﷺ کے بیان میں کتب تفاسیر سے بھی استفادہ کیا ہے۔ چنانچہ علامہ ابن کثیر، علامہ بیضاوی، ابن ابی حاتم، ابن مردویہ، مکی بن ابو طالب، ابن ظفر اور ابن النقیب کی تفاسیر کے حوالے جابجا ملتے ہیں۔

۱۱۔ جن سالوں میں غزوات نبی ﷺ پیش آئے ان سالوں میں ہونے والے دیگر اہم واقعات کو بھی مختصراً بیان کیا ہے۔ مثلاً ۴ ہجری میں حمراء الأسد کا ذکر کرنے کے بعد لکھتے ہیں اس سال حسن بن علیؓ پیدا ہوئے (۱۳۲)۔ غزوۂ بدر کا ذکر کرتے ہوئے ہجرت کے دوسرے سال تحویل قبلہ کے واقعہ کو مفصّل بیان کیا ہے۔

۱۲۔ غزوات نبی ﷺ کے واقعات کے تحت مؤلف نے کئی دیگر مسائل بیان کیے ہیں۔ مثلاً عاصم بن ثابت کا سریہ جو کہ اہل الرجیع کی طرف بھیجا گیا تھا اس سریہ میں حضرت خبیبؓ گرفتار ہو گئے قریش نے انہیں قید کر لیا۔ قریش کی ایک عورت کے بقول میں نے بھلائی میں خبیبؓ سے بڑھ کر کوئی قیدی نہیں دیکھا۔ میں نے انہیں آدمی کے سر کے برابر انگور کا گچھا کھاتے ہوئے دیکھا اور یہ پھل اس وقت مکہ میں موجود نہ تھا لیکن یہ رزق تھا جو اللہ انہیں دے رہا تھا۔ (۱۳۳) اس واقعہ سے استدلال کرتے ہوئے مؤلف نے کرامات الاولیاء پر مختصراً بحث کی ہے۔ (۱۳۴)

غزوۂ بدر میں مقتولین کفار کو ایک گڑھے میں پھنکوا دیا گیا۔ آپ ﷺ نے ان سے خطاب کرتے ہوئے فرمایا: اے اہل قلیب! کیا ہی برے رشتہ دار تھے تم۔ کہ تم لوگوں نے مجھے جھٹلایا اور باقی لوگوں نے میری تصدیق کی۔ (۱۳۵) مؤلف نے اس واقعہ کے ضمن میں سماع الموتی پر بحث کی ہے۔ (۱۳۶)

**دوسرا مقصد**

اس مقصد میں نبی اکرم ﷺ کے اسمائے گرامی، ازواج مطہرات، اولاد، خدام، رشتہ داروں، کاتبوں، مؤذنوں، خطیبوں، آلات حروب اور وفود کا بیان شامل ہے۔ مؤلف نے اس مقصد کو دس فصول میں تقسیم کیا ہے۔

---

۱۳۱۔ المواہب اللدنیۃ، ۱/۳۴۹

۱۳۲۔ ایضاً، ۱/۲۱۸

۱۳۳۔ صحیح بخاری، کتاب المغازی، ۳/۶۷۲ (۳۹۸۹)

۱۳۴۔ المواہب اللدنیۃ، ۱/۲۲۱

۱۳۵۔ صحیح بخاری، کتاب الجنائز، باب ماجاء فی عذاب القبر، ۲۲۰ (۱۳۷۰)؛ مسند احمد، ۲/۱۱۳، ۷/۳۹۲

۱۳۶۔ المواہب اللدنیۃ، ۱/۱۸۹، ۱۹۰

**فصلِ اوّل:**

اس فصل میں نبی اکرم ﷺ کے ان اسمائے شریفہ کا ذکر ہے جو آپ ﷺ کے کمال صفاتِ منیفہ پر دلالت کرتے ہیں۔سب سے پہلے لفظِ اسم اور مسمّی کی لغوی تشریح میں آیاتِ قرآنیہ سے استدلال کیا ہے۔مؤلف کے مطابق نبی اکرم ﷺ کا مشہور نام محمد ہے۔ انہوں نے نبی اکرم ﷺ کے اسمائے گرامی کے بیان کے لیے شیخ عبدالرحمٰن السخاوی کی ''القول البدیع'' قاضی عیاض کی ''الشفاء'' ابن العربی کی ''القبس'' اور ''الاحکام'' اور ابن سید الناس کی ''عیون الاثر'' سے استفادہ کیا ہے۔مؤلف نے نبی اکرم ﷺ کے تقریباً چار سو اسمائے گرامی کو حروفِ تہجی کے اعتبار سے لکھا ہے اور ان میں سے ۶۷ ناموں کی توضیح وتشریح اور وجہ تسمیہ بھی بیان کی ہے۔

نبی اکرم ﷺ کے اسمائے شریفہ کے بیان میں علامہ قسطلانی کا اسلوبِ تحریر درج ذیل نکات سے واضح ہوتا ہے۔

۱۔آپ نے نبی اکرم ﷺ کے اسماء کو حروفِ تہجی کے اعتبار سے مرتّب کر کے پیش کیا ہے۔

۲۔آپ نے نبی اکرم ﷺ کے جو نام قرآنِ پاک سے اخذ کیے ہیں ان کے ساتھ متعلقہ آیت بھی لکھی ہے۔اس کی چند مثالیں درج ذیل ہیں:۔

النّور کے لیے آیت ''قد جاء کم من الله نور''۔(۱۳۷)

البرھان کے لیے آیت ''یاایھاالناس قد جاء کم برھان من ربکم'' (۱۳۸)

مذکر کے لیے آیت ''فذکر انما انت مذکر''(۱۳۹)

۳۔مؤلف نے نبی اکرم ﷺ کے ہر نام کی وجہ تسمیہ بھی بیان کی ہے۔مثلاً العاقب کی وجہ تسمیہ بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ آپ ﷺ سب نبیوں کے بعد آئے ہیں اور آپ کے بعد کوئی نبی نہیں ہوگا۔(۱۴۰) الناشر کے تحت لکھتے ہیں۔آپ ﷺ کو اس نام سے اس لیے موسوم کیا گیا کہ آپ ﷺ نے اسلام کی اشاعت کی اور احکامِ شریعت کو ظاہر کیا۔(۱۴۱) آپ ﷺ کو المدنی اس لیے کہتے ہیں کہ مدینہ آپ کا دارِ ہجرت اور اقامت کی جگہ ہے۔(۱۴۲)

۴۔نبی اکرم ﷺ کے کچھ اسمائے گرامی ایسے بھی ہیں جو آپ ﷺ کی احادیث سے معلوم ہوتے ہیں۔ان ناموں کا ذکر کرتے ہوئے مؤلف نے وہ احادیث بھی درج کی ہیں۔مثلاً الأحید کے تحت درج ذیل حدیث نقل کی ہے:

اسمی فی القرآن محمد وفی الانجیل أحمد وفی التوراة أحید وانما سمیت أحید لأنی أحید عن أمتی نار جهنم۔(۱۴۳)

نبی اکرم ﷺ کا ایک نام الشاکر بھی ہے۔آپ ﷺ نے اپنے آپ کو اس وصف سے خود موسوم کیا ہے۔افلا اکون

---

۱۳۷۔ المائدة : ۱۵/۵

۱۳۸۔ النساء : ۱۷۴/۴

۱۳۹۔ الغاشیة : ۲۱/۸۸

۱۴۰۔ المواہب اللدنیة، ۳۷۶/۱

۱۴۱۔ ایضاً، ۳۸۱/۱

۱۴۲۔ ایضاً، ۳۸۹/۱

۱۴۳۔ المواہب اللدنیة، ۳۸۸/۱؛ تھذیب الأسماء، ۲۲/۱؛ تاریخ دمشق، ۲۱/۳/۲

عبدًا شکورًا۔(۱۴۴) ترجمہ: کیا میں شکر گزار بندہ نہ بنوں۔

آپ ﷺ نے فرمایا:''انا ولی کل مومن'' ترجمہ: میں ہر مومن کا ولی ہوں۔(۱۴۵) آپ ﷺ کا ایک نام ولی بھی ہے۔

۵۔نبی اکرم ﷺ کے کچھ ناموں کا ذکر سابقہ کتبِ سماویہ میں موجود ہے۔علامہ قسطلانی نے ان ناموں کے تذکرہ میں سابقہ کتب سماویہ کا حوالہ بھی دیا ہے۔مثلاً صاحب القضیب کے تحت لکھتے ہیں: قضیب کے معنی تلوار کے ہیں جیسا کہ انجیل میں بیان ہوا ہے۔''معہ قضیب من حدید یقاتل بہ''(۱۴۶) ترجمہ: اس کے ساتھ لوہے کی ایک تلوار ہوگی جس کے ذریعے وہ قتال کرے گا۔

آپ ﷺ کا نام ''البارقلیط'' یا ''الفارقلیط'' انجیلِ یوحنا میں مذکور ہے۔(۱۴۷) ''حمطایا'' نام کے تحت ابن الاثیر لکھتے ہیں۔کعبؓ فرماتے ہیں گزشتہ کتب میں نبی اکرم ﷺ کے نام محمد، احمد اور حمطایا تھے۔(۱۴۸)

**فصل دوم:**

اس فصل میں نبی اکرم ﷺ کی اولاد کا ذکر کیا گیا ہے۔علامہ قسطلانی کے مطابق ''اس بات پر اتفاق ہے کہ آپ ﷺ کی جملہ اولاد چھ ہے۔دو بیٹے قاسم اور ابراھیم اور چار بیٹیاں زینبؓ، رقیہؓ، امّ کلثومؓ اور فاطمہؓ۔''ان کے علاوہ بھی نبی اکرم ﷺ کی اولاد تھی یا نہیں اس میں اختلاف پایا جاتا ہے۔ابن اسحاق کے نزدیک طاہر اور طیّب بھی آپ ﷺ کی اولاد میں شامل ہیں۔زبیر بن بکار کے مطابق ابراھیم اور قاسم کے علاوہ عبداللہ بھی شامل ہیں اور انہی کو طیّب اور طاہر کہا جاتا ہے۔جبکہ امام دارقطنی کے نزدیک طیّب اور طاہر عبداللہ کے علاوہ ہیں۔ابنِ جوزی کے مطابق طاہر اور مطہر، طیّب اور مطیّب یہ آپ ﷺ کی اولاد میں شامل ہیں۔ان تمام اقوال کا حاصل یہ ہے کہ آپ ﷺ کے آٹھ لڑکے تھے دو پر اتفاق ہے یعنی قاسم اور ابراھیم۔چھ میں اختلاف ہے۔یعنی عبدمناف، عبداللہ، طیّب، مطیّب، طاہر، مطہر۔(۱۴۹)

آپ ﷺ کی بیٹیوں کے تعارف میں سب سے پہلے ان کا سنِ ولادت، اسلام اور ہجرت مدینہ کا ذکر ہے۔اس کے بعد ان کی تزویج اور اولاد کا ذکر ہے۔سب سے پہلے حضرت زینبؓ، حضرت رقیہؓ، حضرت امّ کلثومؓ اور آخر میں حضرت فاطمہؓ کا تعارف پیش کیا ہے۔نیز حضرت فاطمہؓ کے فضائل میں احادیث پیش کی ہیں۔

نبی اکرم ﷺ کے بیٹوں کے تذکرہ میں حضرت ابراھیمؓ کی ولادت اور رضاعت اور وفات کا ذکر کرنے کے بعد درج ذیل حدیث نقل کی ہے۔:

لوبقی یعنی ابراھیم بن النبی ﷺ لکان نبیا ولکن لم یبق لأ ن نبیکم آخر الأنبیاء۔(۱۵۰)

''اگر ابراھیم زندہ رہتے تو نبی ہوتے۔لیکن وہ زندہ نہ رہے۔اس لیے کہ تمہارے نبی ﷺ آخری نبی ہیں۔''

امام نووی لکھتے ہیں بعض علماء متقدمین سے جو یہ روایت کی گئی ہے کہ ''اگر ابراھیم زندہ ہوتے تو البتہ نبی ہوتے'' باطل ہے اور

---

۱۴۴۔ مسند احمد، ۵/۳۱۳

۱۴۵۔ مسند احمد، ۱۱۹

۱۴۶۔ المواھب اللدنیۃ، ۱/۱/۳۸۶

۱۴۷۔ ایضاً، ۱/۳۸۷

۱۴۸۔ ایضاً، ۱/۳۸۸؛ النھایۃ ۱/۴۴۸

۱۴۹۔ ایضاً، ۱/۳۹۱

۱۵۰۔ الأستیعاب، ۱/۱۵۷

مغیبات پر کلام کرنے کی جسارت ہے۔(۱۵۱)

**فصل سوم:۔**

اس فصل میں آپ ﷺ کی ازواجِ مطہرات اور باندیوں کا ذکر شامل ہے۔مؤلف نے اس فصل کا آغاز حق تعالیٰ کے اس قول سے کیا ہے۔''النبی اولیٰ بالموء منین من انفسھم وازواجہ امھاتھم''(۱۵۲)یعنی آپ ﷺ کی ازواجِ طاہرات مومنوں کی مائیں ہیں۔اس میں وہ تمام ازواج برابر ہیں جو آپ ﷺ کی زندگی میں فوت ہوئیں اور وہ جو آپ ﷺ کے بعد فوت ہوئیں۔اس آیت کی تفصیل میں علامہ قسطلانی امام بغوی اور بیضاوی کا قول نقل کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ ازواجِ مطہرات مومن مردوں کی مائیں ہیں نہ کہ مومن عورتوں کی۔(۱۵۳)

اس بات پر اتفاق ہے کہ آپ ﷺ کی ازواج کی تعداد گیارہ ہے جن میں سے چھ قریش میں سے ہیں یعنی حضرت خدیجہ بنت خویلد، عائشہ بنت ابوبکر، حفصہ بنت عمر، امّ حبیبہ بنت ابوسفیان، امّ سلمہ بنت ابی امیہ اور سودہ بنت زمعہ۔چار ازواج عربیات ہیں یعنی زینب بنت جحش، میمونہ بنت حارث، زینب بنت خزیمہ، جویریہ بنت حارث۔اور ایک زوجہ بنی اسرائیل سے ہیں جن کا نام صفیہ بنت حیی ہے۔جو یہود کے قبیلہ بنونضیر سے تعلق رکھتی تھیں۔(۱۵۴)یہ وہ ازواج ہیں کہ جن میں اہل سیر اور اہل حدیث کے درمیان کوئی اختلاف نہیں۔(۱۵۵)

مؤلف نے آپ ﷺ کی ازواج مطہرات کا ذکر ان سے نکاح کی ترتیب سے کیا ہے۔حضرت میمونہ، زینب بنت خزیمہ اور جویریہ کے علاوہ باقی تمام ازواجِ مطہرات کا سلسلہ نسب بھی بیان کیا ہے۔ازواجِ مطہرات کے بیان میں ان کی ولادت، ان سے تزویج اور وفات کا ذکر کرنے کے علاوہ ان کے فضائل کے سلسلہ میں احادیثِ نبویہ ﷺ پیش کی ہیں۔

ان کے علاوہ بارہ عورتیں ایسی تھیں جن کے بارے میں ذکر کیا گیا ہے کہ آپ ﷺ نے ان سے تزوج کیا اور ان عورتوں کا بھی ذکر کیا ہے جن سے آپ ﷺ نے نکاح کرنا چاہا تھا مگر نہیں کیا۔نبی اکرم ﷺ کی باندیوں کی تعداد چار ہے۔حضرت ماریہ قبطیہ، ریحانہ بنت شمعون، تیسری وہ جو آپ ﷺ کو حضرت زینب بنت جحش نے ہبہ کی تھی اور چوتھی وہ جو آپ ﷺ کو قیدیوں میں سے ملی تھی۔

**فصل چہارم:۔**

اس فصل میں نبی اکرم ﷺ کے چچاؤں، پھوپھیوں، رضاعی بھائیوں اور اجداد کا ذکر ہے۔مؤلف نے ''صاحبِ ذخائر العقبیٰ فی مناقب ذوی القربیٰ'' کے حوالہ سے لکھا ہے نبی اکرم ﷺ کے بارہ چچا تھے۔حارث، ابوطالب، زبیر، حمزہ، ابولہب، غیداق، مقوم، ضرار، عباس، قثم، عبدالکعبہ اور جحل تھے۔(۱۵۶)ان میں سے دو چچا حضرت حمزہؓ اور حضرت عباسؓ دائرہ اسلام میں داخل ہوئے۔مؤلف نے ان دونوں کے فضائل کے سلسلہ میں احادیثِ نبویہ نقل کی ہیں۔حضرت عباسؓ کے فضائل کے سلسلہ میں جو احادیث نقل کی ہیں وہ یا تو بہت ضعیف ہیں یا پھر موضوع ہیں۔ان روایات پر تنقیدی تبصرہ باب پنجم میں ہے۔

آپ ﷺ کی پھوپھیوں میں عاتکہ، امیمہ، ام حکیم، براء، صفیہ اور اَروی شامل ہیں۔حضرت صفیہ کے قبول اسلام پر علماء کا اتفاق

---

۱۵۱۔ تھذیب الاسماء، ۱/۱۱۶

۱۵۲۔ الأحزاب : ۳۳/۶

۱۵۳۔ معالم التنزیل، ۳/۴۳۷؛ انوار التنزیل، ۵۵۳

۱۵۴۔ المواھب اللدنیۃ، ۱/۴۰۲

۱۵۵۔ ایضاً، ۱/۴۱۴

۱۵۶۔ ایضاً، ۱/۴۱۹؛ ذخائر العقبیٰ، ۱۷۱

ہے۔جبکہ عاتکہ اور اروی کے قبولِ اسلام میں اختلاف ہے۔

آپ ﷺ کے رضاعی بھائیوں میں حضرت حمزہؓ، ابوسفیان بن الحارث، ابوسلمہ بن الاسداور رضاعی بہن حضرت شیماء کا ذکر کیا ہے۔اس کے علاوہ مؤلف نے نبی اکرم ﷺ کی تیرہ دادیوں اور پانچ نانیوں کا ذکر کیا ہے۔

پانچویں فصل میں آپ ﷺ کے خادموں، موالی، چوکیداروں اوران اشخاص کا ذکر ہے جو آپ ﷺ کے حکم پر کسی جرم کی وجہ سے کفار کی گردنیں مارتے تھے۔

چھٹی فصل میں نبی اکرم ﷺ کے امراء، ایلچیوں، کاتبوں اوران خطوط کا ذکر کیا گیا ہے جو آپ نے مختلف بادشاہوں اور امراء کے نام لکھے۔

**ساتویں فصل** میں آپ ﷺ کے مؤذنوں، شعراء، خطیبوں اور حدی خوانوں کا ذکر شامل ہے۔

**آٹھویں فصل** میں آپ ﷺ کے آلاتِ حروب میں تلواروں، زرہوں، کمانوں، سپروں، نیزوں اور زرہوں کا بیان شامل ہے۔

**نویں فصل** میں آپ ﷺ کے گھوڑوں، دودھ دینے والی اونٹنیوں، خچروں اور گدھوں کا ذکر شامل ہے۔

**دسویں فصل** ان وفود کے بیان پر مشتمل ہے جو فتح مکہ کے بعد عرب کے مختلف علاقوں سے آپ ﷺ کے پاس آئے اور اسلام قبول کیا۔مؤلف نے کتبِ احادیث وسیرت کے مجموعوں کو پیشِ نظر رکھ کر تفصیلات فراہم کی ہیں اور تقریباً ۳۵ وفود کا ذکر کیا ہے۔

**خلاصہ بحث**

باب چہارم کی پہلی فصل میں المواہب اللدنیۃ کے پہلے دومقاصد کے مضامین کا اجمالی تعارف پیش کیا ہے۔مقصد اول کے مضامین حقیقتِ محمدی ﷺ، آپ ﷺ کے حسب ونسب کی پاکیزگی، حضرت عبداللہ کے ذبح کا واقعہ، دورانِ حمل پیش آنے والے واقعات، ولادتِ نبوی ﷺ کے موقع پر ظہور پذیر ہونے والے خوارقِ عادت واقعات، آپ ﷺ کا مختون پیدا ہونا، ولادت، رضاعت، واقعہ شق صدر، حضرت آمنہ کی وفات کا ذکر کرتے ہوئے احیاء ابوی اور اھل الفترۃ کے موضوع پر تفصیلی بحث کی ہے۔مکی زندگی کے دیگر واقعات میں آپ ﷺ کا ابوطالب کے ساتھ شام کے سفر پر جانا، حضرت خدیجہؓ کا مالِ تجارت لے کر شام جانا، حضرت خدیجہؓ سے شادی، بعثت کی ابتداء، اولین اسلام لانے والے صحابہ کرامؓ، خفیہ دعوت وتبلیغ، اعلانیہ دعوت وتبلیغ، قریش مکہ کا آپ ﷺ اور آپ ﷺ کے اصحاب کو ایذائیں پہنچانا، ہجرتِ حبشہ، واقعہ شعب ابی طالب، واقعہ غرانیق، ہجرتِ حبشہ ثانیہ، سفر طائف، واقعہ اسراء ومعراج، بیعت عقبہ اولیٰ وثانیہ اور ہجرتِ مدینہ کے واقعات کو جامع اور مبسوط انداز میں بیان کیا ہے۔مدنی زندگی کے واقعات میں مسجد نبوی کی تعمیر، اذان کی ابتداء، آپ ﷺ کے مغازی وسرایا کو تفصیل سے ذکر کیا ہے۔

مقصد دوم کے مضامین میں نبی اکرم ﷺ کے اسماء گرامی، اولاد وازواج، آباء واجداد، چچاؤں، پھوپھیوں، خادموں، موالیوں، آلات حروب، جانوروں اور خود وغیرہ کا ذکر شامل ہے۔

# فصل دوئم

# المواہب اللدنیۃ کے مقصد سوئم، چہارم اور پنجم کے مضامین کا اجمالی جائزہ

اس فصل میں المواهب اللدنیۃ کے مقصد سوم، چہارم اور پنجم کے مضامین کا بالترتیب اجمالی جائزہ پیش کیا گیا ہے۔

**مقصد سوم**

یہ مقصد چار فصول میں منقسم ہے۔

**فصل اوّل:**

پہلی فصل میں نبی اکرم ﷺ کی ان صفات کو ذکر کیا گیا ہے جو آپ ﷺ کی کمالِ خلقت اور جمال صورت سے متعلق ہیں۔ مؤلف کے بقول:۔

''تم جان لو کہ نبی اکرم ﷺ پر کامل ایمان رکھنے میں ایک چیز یہ بھی ہے کہ مؤمن اس طور پر ایمان رکھے کہ اللہ تعالیٰ جل شانہ نے آپ ﷺ کے بدن شریف کی تقدیر اس حال اور ھیئت پر کی ہے کہ آپ ﷺ سے پہلے اور بعد میں کسی آدمی کی خلقت آپ ﷺ کی مثل ظاہر نہیں ہوئی۔''(۱)

آپ ﷺ کے حلیہ مبارک کے بیان میں علامہ قسطلانی نے حدیث، سیرت اور شمائل نبی ﷺ کی کتابوں کے وسیع ذخیرے سے استفادہ کیا ہے۔ آپ ﷺ کے اعضاء وجوارح مثلاً ہاتھ پاؤں وغیرہ میں سے ہر ایک کو مؤلف نے متعدد اور بے شمار احادیث کے ذریعہ بیان کیا ہے۔ جہاں کہیں احادیث میں تعارض پایا تو ان کے درمیان جمع وتطبیق بھی پیدا کی ہے۔

المواهب اللدنیہ میں آپ ﷺ کے حلیہ مبارک کو جس طرح بیان کیا گیا ہے اس کا مختصر تعارف حسبِ ذیل ہے۔

☆ آپ ﷺ کے سر مبارک کے متعلق ھند بن أبی ھالۃ کا قول ہے۔ کان رسول اللہ ﷺ عظیم الھامۃ۔(۲)

☆ آپ ﷺ کا چہرہ مبارک روشن، چمکدار اور کسی قدر گول تھا۔(۳) آپ ﷺ کی بصارت کے متعلق ارشاد باری تعالیٰ ہے۔

مازاغ البصر وماطغی '۔(۴) مؤلف کے مطابق صحیح بخاری کی روایت ہے کہ آپ ﷺ رات کے اندھیرے میں بھی اسی طرح دیکھتے تھے جیسے دن کی روشنی میں دیکھتے تھے۔(۵)

اس حدیث سے استدلال کرتے ہوئے مؤلف نے نبی اکرم ﷺ کی رؤیت ادراک پر مدلل بحث کرتے ہوئے مختلف فیہ احادیث میں تطبیق کی صورت پیدا کی ہے۔ صحیح مسلم کی روایت ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا: اے لوگو! میں تمہارا امام ہوں تم لوگ رکوع اور سجود میں مجھ سے سبقت نہ کرو۔ میں تم لوگوں کو اپنے سامنے اور پیچھے سے دیکھتا ہوں۔(۶)

جبکہ ابن الجوزی کی روایت ہے۔ انی لأعلم ماوراء جداری ھذا۔(۷) یہ حدیث آپ ﷺ کے غیب کو نہ جاننے پر

---

۱۔ المواهب اللدنیۃ، ۵/۲

۲۔ کنز العمال، ۱۸۷۲۳،۱۷۸۲۹؛ الأنوار، ۳۴۳/۱

۳۔ صحیح بخاری، کتاب المناقب، باب صفۃ النبی ﷺ، ۵۹۷(۳۵۵۶)؛ سنن ترمذی، کتاب المناقب، باب فی کون وجھہ ﷺ مثل القمر، ۸۲۹(۳۶۳۶)؛ دلائل النبوۃ، (بیہقی) ۱۹۵/۱(۲۱۳)

۴۔ النجم: ۱۷/۵۳

۵۔ علامہ زرقانی کے مطابق: یہ روایت صحیح بخاری میں نہیں بلکہ بیہقی کی دلائل النبوۃ میں ہے۔ دیکھئے دلائل النبوۃ، ۷۵/۶؛ الشفاء، ۹۳/۱

۶۔ صحیح مسلم، کتاب الصلوۃ، باب تحریم سبق الامام برکوع أو سجود ونحوھا، ۱۸۲(۹۶۱)

۷۔ کشف الخفاء، ۱۷۸/۲؛ الفوائد المجموعۃ، ۳۲۷؛ المصنوع، ۱۲۲

دلالت کرتی ہے۔

مؤلف ان متعارض احادیث میں جمع و تطبیق پیدا کرتے ہوئے لکھتے ہیں: ''بخاری و مسلم کی روایات حالتِ نماز میں رؤیت پر منطبق ہوتی ہیں۔ مطلق روایت کو مقید پر محمول کیا جائے گا۔ لہٰذا ادراک بالبصر کی روایت درست ہے۔ اس میں کوئی اشکال نہیں۔ ابن الجوزی کی روایت غیب کے بارے میں نفی علم سے متعلق ہے۔ جبکہ بخاری و مسلم کی روایات مشاہدہ سے متعلق ہیں۔(۸)

☆ آپ ﷺ کی پیشانی مبارک نہایت کشادہ اور ابرو باہم متصل تھے۔(۹)

☆ مسلم کی روایت کے مطابق آپ ﷺ کا دہان مبارک فراخ اور عظیم تھا۔(۱۰)

☆ آپ ﷺ کے لعابِ دہن کی فضیلت بیان کرتے ہوئے وہ حدیث نقل کی ہے جس کے مطابق نبی اکرم ﷺ نے یومِ خیبر میں حضرت علیؓ کی آنکھوں میں لعاب دہن ڈالا تو وہ ٹھیک ہوگئیں۔(۱۱)

☆ نبی اکرم ﷺ کی زبان مبارک کے وصف کو بہت تفصیل سے بیان کیا ہے۔ اس ضمن میں وہ جامع احادیث درج کی ہیں جو آپ ﷺ کی فصاحت و بلاغت پر دال ہیں۔ ان کی تعداد ۸۵ ہے۔ مؤلف نے ان احادیث کی نہ صرف وضاحت کی ہے بلکہ ضعیف اور موضوع روایات کی نشاندہی بھی کی ہے۔ مشت نمونے از خروارے کے طور پر چند احادیث درج ذیل ہیں:

انما الأعمال بالنیات۔(۱۲)

''بے شک اعمال کا دارومدار نیتوں پر ہے۔''

سیدالقوم خادمھم۔(۱۳)

''قوم کا سرداران کا خادم ہے۔''

الدال علی الخیر کفاعله۔(۱۴)

''بھلائی کی طرف رہنمائی کرنے والا ایسا ہی ہے جیسا کہ اس نے خود بھلائی کی۔''

ان جوامع احادیث کے بعد چار ایسی احادیث نقل کی ہیں جن میں تمام شریعت کے احکام اور قواعدِ اسلام سما جاتے ہیں۔

(۱) انماالأعمال بالنیات۔(۱۵) یہ حدیث عبادات کے ربع پر مشتمل ہے۔

(۲) الحلال بین و الحرام بین۔(۱۶) معاملات کے ربع پر مشتمل ہے۔

---

۸۔ المواہب اللدنیۃ، ۲/۱۳

۹۔ دلائل النبوۃ (بیہقی)، ۱/۲۱۴

۱۰۔ صحیح مسلم، کتاب الفضائل، باب فی صفۃ فم النبی ﷺ، ۱۰۲۹ (۶۰۷۰)؛ الاحسان، کتاب التاریخ، باب صفتہ ﷺ واخبارہ، ۱۴/۱۹۹ (۱۶۲۸۸)

۱۱۔ صحیح بخاری، کتاب الجہاد، باب ما قیل فی لواء النبی ﷺ، ۲/۳/۱۲

۱۲۔ صحیح بخاری، کتاب الایمان، باب ماجاء ان الاعمال بالنیۃ، ۱/۱/۱۹۔۲۰

۱۳۔ کشف الخفاء، ۱/۴۶۲، ۴۶۳؛ أسنی المطالب، ۲/۱۷۷؛ الدرر المنتثرۃ، ۸۳

۱۴۔ جامع بیان العلم، ۱/۴۷؛ اللآلی المنثورۃ، ۸۷؛ کشف الخفاء، ۱/۳۹۹؛ الدرر المنتثرۃ، ۸۳؛ أسنی المطالب، ۱۴۹

۱۵۔ صحیح بخاری، کتاب الایمان، کتاب ماجاء أن الأعمال بالنیۃ، ۱/۱/۱۹۔۲۰

۱۶۔ صحیح مسلم، کتاب المساقات، باب أخذ الحلال وترک الشبہات، ۶۹۸ (۴۰۹۴)؛ صحیح بخاری، کتاب الایمان، باب فضل من استبرأ لدینہ، ۱/۱/۱۹

(۳)البينة على المدعى و اليمين على من أنكر۔(۱۷)فیصلوں کے ربع پر مشتمل ہے۔

(۴) لايكمل ايمان المرء حتى يحب لأخيه مايحب لنفسه۔(۱۸) آداب کے ربع پر مشتمل ہے۔

آپ کی کچھ دعائیں اور خطوط بھی نقل کیے ہیں جن کے الفاظ آپ ﷺ کی فصاحت و بلاغت پر دلالت کرتے ہیں۔

☆ آپ ﷺ کی حسنِ آواز سے متعلق بہت سی احادیث نقل کی ہیں۔ان میں سے علامہ بیہقی کی روایت ہے۔حضرت براءؓ فرماتے ہیں:خطبنا رسول الله ﷺ حتى أسمع العواتق خدورهن۔(۱۹)

☆ آپ ﷺ کی ہنسی مبارک سے متعلق صحیح بخاری کی روایت نقل کی ہے۔حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں میں نے کبھی رسول اللہ ﷺ کو مکمل طور پر ہنستے ہوئے اس طرح نہیں دیکھا کہ آپ ﷺ کے لھوات دکھائی دیئے ہوں لیکن آپ ﷺ مسکراتے تھے۔(۲۰)

☆ آپ ﷺ کے ہاتھوں کا وصف بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ آپ ﷺ کی کشادہ اور چوڑی ہتھیلیاں تھیں۔(۲۱)

☆ان کے علاوہ آپ ﷺ کے بغل، پیٹ اور دل کے اوصاف کا تذکرہ بھی کیا ہے۔

☆ مؤلف نے آپ ﷺ کے آداب مباشرت بھی درج کیے ہیں۔

☆ آپ ﷺ کے قدم مبارک ''ششن القدمين''یعنی موٹی انگلیوں کے تھے۔(۲۲)

☆ آپ ﷺ کے قد و قامت کے متعلق حضرت علیؓ کی روایت ہے کہ آپ ﷺ نہ قصیر تھے اور نہ ہی طویل القامت۔(۲۳)

☆ نبی اکرم ﷺ کے بالوں کے متعلق حضرت انسؓ فرماتے ہیں کہ آپ ﷺ کے بال دو قسم کے بالوں کے مابین حالت کے تھے۔نہ بالکل سیدھے اور نہ بالکل گولائی مائل لچھے دار قسم کے۔کاندھوں اور کانوں کے درمیان تک چھٹے ہوئے آپ ﷺ کے بال تھے۔(۲۴)

☆ آپ ﷺ کی چال مبارک کے متعلق حضرت علیؓ فرماتے ہیں: رسول اللہ ﷺ جب چلتے تو پوری رفتار کی قوت سے چلتے گویا کہ آپ ﷺ کسی اونچی سطح سے نیچی سطح کی طرف چلے آرہے ہوں۔(۲۵)

☆ آپ ﷺ کا رنگ مبارک چمکتا ہوا سفید تھا جیسا کہ صحابہ کرامؓ میں سے حضرت ابوبکرؓ ،حضرت علیؓ ،ابو جحیفہؓ ،ابن عمرؓ ،

---

۱۷۔ جامع ترمذی، کتاب الأحکام، باب ماجاء فی أن البيّنة على المدعى واليمين على المدعى عليه، ۳۲۴(۱۳۴۱)

۱۸۔ صحیح بخاری، کتاب الایمان، باب من الایمان ان یحب لاخیہ ما یحب لنفسہ، ۱/۱/۹؛ صحیح مسلم، کتاب الایمان، باب الدلیل علی أن من خصال الایمان أن یحب لأخیہ المسلم ما یحب لنفسہ، ۴۱(۱۷۰)

۱۹۔ دلائل النبوۃ(بیہقی)، ۶/۲۵۶

۲۰۔ صحیح بخاری، کتاب التفسیر، سورۃ الأحقاف، ۸۵۴(۴۸۲۸)

۲۱۔ جامع ترمذی، کتاب المناقب، باب وصف علی للنبی ﷺ، ۸۲۹(۳۶۳۷)؛ الشمائل النبویۃ، ۴۴(۵)

۲۲۔ جامع ترمذی، کتاب المناقب، باب وصف علی للنبی ﷺ، ۸۲۹(۳۶۳۷)؛ الشمائل النبویۃ، ۴۴(۵)

۲۳۔ دلائل النبوۃ(بیہقی)۱/۲۵۰؛ صحیح بخاری، کتاب بدء الخلق، باب صفۃ النبی ﷺ، ۲/۴/۱۶۴؛ صحیح مسلم، کتاب الفضائل، باب صفۃ النبی ﷺ، ۱۰۲۹، (۶۰۶۴، ۶۰۸۵)

۲۴۔ صحیح مسلم، کتاب الفضائل، باب صفۃ شعر النبی ﷺ، ۱۰۲۹(۶۰۶۷)؛ الشمائل النبویۃ ﷺ، ۶۸(۲۹)؛ دلائل النبوۃ(بیہقی)، ۱/۲۱۹

۲۵۔ مسند أحمد، ۱/۱۵۵(۷۴۸)

ابنِ عباسؓ ،ابن ابی ہالہؓ ،حسن بن علی، ابن مسعودؓ اور حضرت انسؓ کا بیان ہے۔(۲۶)

☆مؤلف نے آپ ﷺ کی ذاتِ اقدس سے محسوس ہونے والی خوشبو اور آپ ﷺ کے پسینہ اور فضلہ کے اوصاف بیان کیے ہیں۔اس ضمن میں مروی چند موضوع احادیث کی نشاندہی کرتے ہوئے ان کی تردید کی ہے ان احادیث پر نقد وتبصرہ کے لیے مقالہ کے باب ہشتم فصل اوّل کی طرف رجوع کریں۔

☆فصل کے اختتام پر قضائے حاجت سے متعلق نبی اکرم ﷺ کی سیرت بیان کی ہے۔

**فصل دوم:**

اس فصل میں آپ ﷺ کے ان پاکیزہ اخلاق اور پسندیدہ اوصاف کو بیان کیا گیا ہے جن کی وجہ سے آپ ﷺ کو غیر پر عزت وشرف حاصل ہے۔

☆اخلاق کی لغوی واصطلاحی توضیح کے بعد نبی اکرم ﷺ کی قوتِ علم کے وصف کو' وعلمك مالم تكن تعلم و كان فضل الله عليك عظيما۔''(۲۷)اور قوتِ عملیہ کے وصف کو' انك لعلى خلق عظيم۔''(۲۸) آیات کے ذریعے عظیم قرار دیا ہے۔

☆آپ کے اخلاقِ کریمانہ کا ذکر کرتے ہوئے سب سے پہلے آپ ﷺ کے حلم وعفو اور صبر کا ذکر کیا ہے۔مثلاً آپ ﷺ کا غزوہ احد میں تکلیف پہنچنے کے باوجود اپنی قوم کے لیے''اللھم اغفر لی قومی'' کلمات کے ذریعے دعا کرنا۔(۲۹) مال حاصل کرنے کی خاطر اعرابی کا آپ ﷺ کی چادر کھینچنا اور آپ ﷺ کا کچھ نہ کہنا(۳۰)،منافقین کے معاملے میں عفو درگزر سے کام لینا،عبداللہ بن ابی کو اپنے کرتے میں کفنانا اور اس کی نمازِ جنازہ پڑھنا۔(۳۱) آپ ﷺ کے عفو ودرگزر سے متعلق حضرت عائشہ ؓ کا قول نقل کیا ہے:

''آپ ﷺ نہ فاحش تھے اور نہ ہی متفحش اور برائی کا بدلہ برائی سے نہیں لیتے تھے اور لیکن وہ معاف کر دیتے اور درگزر کرتے تھے۔''(۳۲)

صحیح بخاری کی روایت ہے۔ وما انتقم لنفسه(۳۳)

''آپ ﷺ نے اپنی ذات کی خاطر کبھی انتقام نہیں لیا۔''

☆نبی اکرم ﷺ کی اپنے اہل وعیال، خادموں اور صحابہؓ کے ساتھ حسنِ معاشرت کا ذکر ہے۔حضرت انسؓ کا فرمان ہے کہ میں نے نبی اکرم ﷺ کی دس سال خدمت کی۔آپ ﷺ نے مجھ سے کبھی اُف تک نہیں کہا۔(۳۴) آپ ﷺ اپنے کپڑے خود ہی سی

---

۲۶۔ المواہب اللدنیۃ،۲/۷۱

۲۷۔ النساء : ۱۱۳/۴

۲۸۔ القلم : ۶۸/۴

۲۹۔ المعجم الکبیر،۵۶۹۴

۳۰۔ سنن ابوداؤد، کتاب الأدب، باب فی الحلم واخلاق النبی ﷺ،۴/ ۲۴۷،۲۴۸(۴۷۷۵)

۳۱۔ الأنوار،۱/۱۸۴؛السیرۃ النبویۃ،۴/۲۰۶

۳۲۔ صحیح بخاری، کتاب الطب، باب السحر ،۷/۱۰۱(۵۷۶۳)

۳۳۔ جامع ترمذی، کتاب البر والصلۃ ، باب ماجاء فی الفحش والتفحش ،۴۵۷(۱۹۷۴)

۳۴۔ صحیح بخاری، کتاب بدء الخلق ، باب صفۃ النبی ﷺ،۲/۴/ ۱۶۷؛مسند ابویعلی،۴/۲۵۲(۴۳۶۵)

تھے اور جوتوں کو بھی گانٹھ لیتے تھے۔(۳۵) آپ ﷺ صحابہ کرامؓ کو اپنے ساتھ سواری پر بھی بٹھا لیتے تھے جیسا کہ آپ ﷺ نے قیس بن سعد سے فرمایا: آگے بیٹھ جاؤ اس لیے کہ چوپائے کا مالک آگے بیٹھنے کا زیادہ حقدار ہوتا ہے۔(۳۶) اسی طرح آپ ﷺ بچوں کو بھی اپنے ساتھ سواری پر بٹھا لیتے تھے۔(۳۷) وفدِ نجاشی کی آپ ﷺ نے خود خدمت کی۔(۳۸) آپ ﷺ اپنی ازواج مطہرات کے ساتھ حسنِ سلوک سے پیش آتے تھے۔اس ضمن میں مؤلف نے بہت سی روایات نقل کی ہیں۔آپ ﷺ اپنے اصحاب کے ساتھ مزاح بھی کر لیتے تھے۔مثلاً ایک شخص کا آپ ﷺ سے اونٹ مانگنا۔آپ ﷺ نے فرمایا کہ میں تمہیں اونٹ کا بچہ دوں گا۔اس شخص نے کہا اونٹ کا بچہ میرے کس کام کا؟ آپ ﷺ نے فرمایا اونٹ کا بچہ اونٹ ہی ہوتا ہے۔(۳۹)

☆ نرمی اور تواضع کے ساتھ ساتھ آپ ﷺ کی شخصیت میں بے پناہ رعب تھا۔ایک دفعہ ایک شخص آپ ﷺ کے پاس آیا اور خوف اور رعب کی بناء پر کانپنے لگا۔آپ ﷺ نے اس سے فرمایا سکون سے رہو میں کوئی بادشاہ یا جابر نہیں ہوں۔میں قریش کی اس عورت کا بیٹا ہوں جو مکہ میں قدید کھایا کرتی تھی۔(۴۰)

☆ آپ ﷺ کی عاجزی اور تواضع کو درج ذیل نکات کے تحت واضح کیا ہے۔

آپ ﷺ نے کبھی کھانے میں عیب نہیں نکالا۔(۴۱) آپ ﷺ نے دنیا کی مذمت کی لیکن زمانے کو برا بھلا نہیں کہا۔(۴۲) آپ ﷺ کے دروازے پر کوئی دربان مقرر نہیں تھا۔(۴۳) آپ ﷺ کنواری لڑکی سے بھی زیادہ حیادار تھے۔(۴۴) آپ ﷺ اپنے رب سے بہت زیادہ ڈرنے والے تھے۔(۴۵) آپ ﷺ کی شجاعت اور سخاوت کے اوصاف کو احادیثِ صحیحہ کے ذریعے بیان کیا ہے۔

**فصل سوم:**

اس فصل میں آپ ﷺ کی غذاؤں، لباس، نکاح اور سونے سے متعلق آپ ﷺ کی سیرت کا ذکر ہے۔مؤلف نے اس فصل کو چار انواع میں تقسیم کیا ہے۔

**نوع اول** میں آپ ﷺ کی غذاؤں کا بیان ہے۔

سب سے پہلے مؤلف نے جسم و روح کے لیے کھانے کی اہمیت بیان کرتے ہوئے لکھا ہے کہ کھانا بھی دین ہے اگر اس نیت سے

---

۳۵۔ سنن ابوداود، کتاب الأدب، باب فی الحلم واخلاق النبی ﷺ، ۴/ ۲۴۷ (۴۷۷۴)

۳۶۔ مصابیح السنۃ ۲/ ۳۰۳ (۲۴۶۶)؛ الأنوار، ۱/ ۳۰۰

۳۷۔ سنن ابوداود، کتاب الأدب، باب کم مرۃ یسلم الرجل فی الاستئذان ۴/ ۳۴۷ (۵۱۸۵)

۳۸۔ صحیح بخاری، کتاب العمرۃ، باب استقبال الحاج القادمین والثلاثۃ علی الدابۃ، ۲۸۹ (۱۷۹۸)

۳۹۔ دلائل النبوۃ (بیہقی) ۲/ ۳۰۷

۴۰۔ جامع ترمذی، کتاب البر والصلۃ، ۴۶۰ (۱۹۹۱)؛ سنن ابوداود، کتاب الأدب، باب ماجاء فی المعراج ۴/ ۳۰۱ (۴۹۹۸)

۴۱۔ سنن ابن ماجہ، کتاب الأطعمۃ، باب القدید، ۴۸۰ (۳۳۱۲)

۴۲۔ صحیح مسلم، کتاب الأشربۃ باب لایعیب الطعام، ۹۲۲ (۵۳۸۳)؛ صحیح بخاری، کتاب المناقب، باب صفۃ النبی ﷺ، ۵۹۸ (۳۵۶۳)

۴۳۔ الترغیب والترھیب، ۵/ ۱۳۶ (۴۰۵۲)

۴۴۔ صحیح بخاری، کتاب المناقب، باب صفۃ النبی ﷺ، ۵۹۸ (۳۵۶۲)؛ صحیح مسلم، کتاب الفضائل، باب کثرۃ حیائہ ﷺ، ۱۰۲۴ (۶۰۳۲)

۴۵۔ صحیح بخاری، کتاب الأیمان، باب من لم یواجہ الناس بالعتاب، ۱۰۶۴ (۶۱۰۱)؛ صحیح مسلم، کتاب الفضائل، باب علمہ ﷺ باللہ تعالی وشدۃ خشیتہ، ۱۰۳۵ (۶۱۰۹)

کھایا جائے کہ علم وعمل میں انسان کو قوت حاصل ہو۔ پیٹ بھر کر کھانا بدعت ہے۔ پیٹ بھر کر کھانے والے کی مذمت میں احادیث پیش کرنے کے بعد نبی اکرم ﷺ کی سیرت طیبہ بیان کرتے ہوئے لکھا ہے کہ آپ ﷺ نے کبھی پیٹ بھر کر کھانا نہیں کھایا۔(۴۶)

لیکن صحیح مسلم کی ایک روایت اس کے متضاد ہے اس روایت کے مطابق ایک انصاری نے آپ ﷺ اور آپ ﷺ کے صحابہ کرامؓ کے لیے ایک بکری ذبح کی۔ اس حدیث کے آخر میں الفاظ ہیں :فلما أن شبعوا ورووا۔ (۴۷) اس ضمن میں امام نووی کا قول لکھتے ہیں ''اس حدیث سے شبع کا جواز معلوم ہوتا ہے۔ لیکن اس پر مداومت اختیار کرنا مکروہ ہے۔'' (۴۸)

یہاں پر مؤلف نے دو موضوع احادیث کی نشاندہی کی ہے۔

۱۔ صغروا الخبز وأكثروا عدده يبارك لكم فيه

''روٹی کو چھوٹے چھوٹے ٹکڑوں میں تقسیم کرو، تمہارے لیے اس میں برکت ہے۔''

۲۔ البركة في صغر القرص (۴۹)

''چھوٹے چھوٹے ٹکڑوں میں برکت ہے۔''

غزوہ خندق کے موقع پر صحابہ کرامؓ کے ساتھ ساتھ آپ ﷺ نے بھی بھوک کی وجہ سے پیٹ پر پتھر باندھے۔ اس موضوع سے متعلق وارد ہونے والی احادیث کا ابن حبان نے انکار کیا ہے اور ان احادیث کو باطل قرار دیا ہے۔(۵۰) لیکن علامہ قسطلانی کے مطابق :صواب احادیث کی صحت ہے آپ ﷺ نے ثواب حاصل کرنے کی خاطر ایسا کیا۔'' (۵۱)

آپ ﷺ کی غذاؤں میں حلوی اور عسل (۵۲)، ذراع اور رقبہ (۵۳) ،ثرید (۵۴)، کدو (۵۵)، خزیرہ (۵۶)، سرکہ (۵۷)، پنیر (۵۸)، کھجور (۵۹)، مکھن (۶۰) اور دودھ (۶۱) وغیرہ شامل تھے۔

---

۴۶۔ صحیح بخاری، کتاب الأطعمة، باب قول الله تعالى كلوا من طيب، ۹۶۰(۵۳۷۴)؛ صحیح مسلم، کتاب الزهد، باب الدنيا سجن المؤمن وجنة الكافر ۲۸۷(۷۴۴۳)

۴۷۔ صحیح مسلم، کتاب الأشربة، باب جواز استتباعه غيره الى دار من يثق برضاه بذالک، ۹۱۰(۵۳۱۶)

۴۸۔ المنهاج، ۱۴/۲۱۳؛ المواهب اللدنية، ۲/۱۱۹

۴۹۔ الأسرار المرفوعة ۔۲۳۲؛ کشف الخفاء ۔۲/۲۵؛ أسنى المطالب ۔۱۸۴؛ تذكرة الموضوعات ۔۱۴۳؛ تنزيه الشريعة ۔۲/۲۴۵؛ اللآلی ء المصنوعة ۔۲/۲۱۶؛ المصنوع ۔۸۷

۵۰۔ المواهب اللدنية، ۲/۱۲۴

۵۱۔ ایضاً

۵۲۔ صحیح بخاری، کتاب الأطعمة، باب الحلواء والعسل، ۳/۶/۲۰۸؛ جامع ترمذی، کتاب الأطعمة، باب ماجاء فی حب النبی ﷺ الحلواء والعسل، ۴۳۱(۱۸۳۱)

۵۳۔ مسند أحمد، ۷/۵۰۳(۲۶۴۹۱)

۵۴۔ سنن ابوداؤد، کتاب الأطعمة، باب فی أکل الثرید، ۳/۳۵۰(۳۷۸۳)؛ صحیح بخاری، کتاب الأطعمة، باب الثرید، ۳/۶/۲۰۵؛ مسند أبویعلی، ۶/۳۱(۶۳۳۶)

۵۵۔ صحیح بخاری، کتاب الأطعمة، باب الدبا، ۳/۶/۲۰۸؛ الشمائل النبوية، ۲۰۹(۱۶۲)

۵۶۔ صحیح بخاری، کتاب الأطعمة، باب الخزيرة، ۹۶۴(۵۴۰۱)

۵۷۔ صحیح مسلم، کتاب الأشربة، باب فضیلة الخل، ۹۱۵(۵۳۵۰)؛ جامع ترمذی، کتاب الأطعمة، باب ماجاء فی الخل، ۴۳۳۰(۱۸۳۹)

۵۸۔ سنن ابوداؤد، کتاب الأطعمة، باب فی أکل الجبن، ۳/۳۵۹(۳۸۱۹)

۵۹۔ سنن ابوداؤد، کتاب الأطعمة، باب فی الجمع بین یونین فی الأکل، ۳/۳۶۲(۳۸۳۷)

۶۰۔ کنز العمال، ۱۸۲۰۳

۶۱۔ الشمائل النبوية، ۲۶۵(۲۰۵)؛ کنز العمال، (۱۸۲۰۱)

آپ ﷺ کی غذاؤں کا ذکر کرنے کے بعد آپ ﷺ کے کھانے کا طریقہ بیان کیا ہے۔ آپ ﷺ تین انگلیوں سے کھاتے تھے۔(۶۲) کھانے سے فراغت کے بعد اپنی انگلیاں بھی چاٹتے تھے۔(۶۳) آپ ﷺ ٹیک لگا کر کھانا نہیں کھاتے تھے۔(۶۴) آپ ﷺ کھانے سے پہلے بسم اللہ پڑھتے تھے۔(۶۵) آخر میں آپ ﷺ اللہ کی تعریف بیان کرتے یعنی دعا کرتے تھے۔(۶۶) آپ ﷺ دائیں ہاتھ سے کھانا کھاتے تھے۔(۶۷) آپ ﷺ گرم گرم کھانا نہیں کھاتے تھے۔(۶۸)

جہاں تک آپ ﷺ کے پانی پینے کا تعلق ہے بعض احادیث میں ہے کہ آپ ﷺ نے کھڑے ہوکر پانی پینے سے منع کیا ہے۔(۶۹) جبکہ ابن عباسؓ کی ایک روایت کے مطابق آپ ﷺ نے کھڑے ہوکر پانی پیا۔(۷۰)

علامہ قسطلانی ان احادیث کے درمیان تعارض کو رفع کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

''یہ تمام احادیث صحیح ہیں، ان میں کوئی تعارض و اشکال نہیں۔ جو شخص یہ گمان کرتا ہے کہ ان میں نسخ ہے تو نسخ کو کیسے قبول کیا جا سکتا ہے جبکہ ان احادیث کے مابین جمع و تطبیق ممکن ہے۔ جواب یہ ہے کہ نہی اس لیے ہے کہ مکروہ تنزیہی ہے اور کھڑے ہوکر پینا جواز کے لیے ہے۔''(۷۱)

آپ ﷺ پانی تین سانس میں پیتے تھے۔(۷۲) مؤلف نے تین سانس میں پانی پینے کے فوائد و حکم بتائے ہیں۔

**نوع ثانی** میں لباس اور بستر وغیرہ کے بارے میں آپ ﷺ کی سیرت کو بیان کیا گیا ہے۔

مؤلف کے مطابق: آپ ﷺ کی سیرت آپ ﷺ کے لباس میں ایسی تھی جو بدن کے لیے مکمل، فائدہ مند اور ہلکی ہوتی تھی۔ آپ ﷺ کا عمامہ اتنا بڑا بھی نہیں تھا کہ جس کا اٹھانا تکلیف دیتا ہو اور نہ اتنا چھوٹا تھا کہ سر کو گرمی یا سردی سے نہ بچا سکے بلکہ اس کے درمیان تھا۔(۷۳)

نبی اکرم ﷺ کے لباس کا ذکر کرتے ہوئے سب سے پہلے آپ ﷺ کی تہبند کا تذکرہ کیا ہے۔ اس ضمن میں مؤلف نے وہ احادیث نقل کی ہیں جن میں آپ ﷺ نے ٹخنوں سے نیچے تہبند رکھنے کی مذمت کی ہے۔(۷۴) آپ ﷺ کے عمامہ کا نام سحاب تھا اور آپ ﷺ اسے ٹوپی کے نیچے پہنتے تھے۔ آپ ﷺ عمامہ کس طرح باندھتے تھے؟ مسلم کی روایت کے مطابق اس کے ایک حصے کو دونوں

---

۶۲۔ صحیح مسلم، کتاب الأشربۃ، ۹۰۶ (۵۲۹۶)؛ کنز العمال، ۱۸۱۹۶

۶۳۔ السنن الکبریٰ، کتاب الصداق، ۱۱/۹۹ (۱۴۹۷۹)؛ کنز العمال، (۱۸۱۹۳، ۱۸۱۷۰)

۶۴۔ صحیح بخاری، کتاب الأطعمۃ، باب الأکل متکئا، ۳/۶/۲۰۱؛ سنن ابوداود، کتاب الأطعمۃ، باب ماجاء فی الأکل متکئا، ۳/۳۴۷ (۳۷۶۹)

۶۵۔ الأذکار، ۲۰۵

۶۶۔ جامع ترمذی، کتاب الدعوات، باب مایقول اذا فرغ من الطعام، ۹۷ (۳۴۵۶)؛ سنن ابوداؤد، باب مایقول الرجل اذا طعم، ۳/۳۶۵ (۳۸۴۹، ۳۸۵۰)

۶۷۔ صحیح بخاری، کتاب الأطعمۃ، باب التسمیۃ علی الطعام والأکل بالیمین، ۳/۶/۱۹۶

۶۸۔ السنن الکبریٰ، کتاب الصداق، ۱۱/۱۰۴ (۱۴۹۹۵)

۶۹۔ جامع ترمذی، کتاب الأشربۃ، باب ماجاء فی النھی عن الشرب قائما، ۴۴۰ (۱۸۷۹)

۷۰۔ صحیح بخاری، کتاب الأشربۃ، باب الشرب قائما، ۳/۶/۲۴۸؛ صحیح مسلم، کتاب الأشربۃ، باب فی الشرب قائما، ۹۰۳ (۵۲۷۷۔۵۲۷۸)

۷۱۔ المواھب اللدنیۃ، ۲/۱۴۵، ۱۴۶

۷۲۔ صحیح مسلم، کتاب الأشربۃ، باب کراھۃ التنفس فی نفس الاناء واستحباب التنفس ثلاثا، ۹۰۴ (۵۳۸۵)؛ السنن الکبریٰ، کتاب الصداق، ۱۱/۱۱۲ (۱۵۰۲۲)

۷۳۔ المواھب اللدنیۃ، ۲/۱۴۹

۷۴۔ صحیح بخاری، کتاب اللباس، باب ما أسفل من الکعبین فھو فی النار، ۴/۷/۳۴

شانوں کے درمیان چھوڑ دیتے تھے۔(۷۵)

ان کے علاوہ مؤلف نے آپ ﷺ کی قمیص، چادر، تہبند اور جبہ کا ذکر کیا ہے نیز یہ بھی بتایا ہے کہ آپ ﷺ کی چادروں کے رنگ کیا کیا تھے۔

مال ہونے کے باوجود میلے کچیلے اور بوسیدہ کپڑے پہننے کی آپ ﷺ مذمت کی ہے۔(۷۶)

☆علامہ قسطلانی کے مطابق شکل وصورت اور لباس میں جمال اختیار کرنے کی تین صورتیں ہیں۔ ایک محمود، دوسری مذموم اور تیسری نہ محمود ہے نہ مذموم۔ محمود وہ صورت ہے جو اللہ تعالی کی اطاعت کے تحت اللہ تعالی کے لیے اختیار کی جائے۔ مذموم صورت وہ ہے جو دنیا، ریاست اور فخر کے لیے اختیار کی جائے۔ تیسری صورت نہ محمود ہے نہ مذموم بلکہ ان دونوں صورتوں کے درمیان ہے۔(۷۷)

☆احادیث سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ ﷺ نے سرخ رنگ کا جبہ پہنا تھا۔(۷۸) نبی اکرم ﷺ اکثر چادر سے سر کوڈھانپا کرتے تھے۔ لیکن ابن القیم کا قول ہے کہ آپ ﷺ نے ایسا صرف ضرورت کے وقت کیا تھا۔(۷۹) علامہ قسطلانی نے ابن القیم کے قول کی تردید کرتے ہوئے وہ روایات نقل کی ہیں جن کے مطابق آپ ﷺ اکثر چادر سے سر کوڈھانپا کرتے تھے۔(۸۰)

☆نبی اکرم ﷺ انگوٹھی پہنا کرتے تھے یا نہیں۔ مؤلف نے اس ضمن میں صحیح بخاری و مسلم کی روایت نقل کی ہے۔ عبداللہ بن عمرؓ سے مروی ہے: رسول اللہ ﷺ نے چاندی کی انگوٹھی بنوائی تھی۔ جو آپ ﷺ کے ہاتھ میں ہوتی تھی۔ پھر وہ ابوبکرؓ کے ہاتھ میں۔ پھر عمرؓ کے ہاتھ میں۔ پھر عثمانؓ کے ہاتھ میں تھی۔ یہاں تک کہ وہ بئر اریس میں گر گئی۔(۸۱)

انگوٹھی پہننے کے بارے میں علماء کے مابین اختلاف ہے۔ اکثر کے نزدیک مباح ہے۔ بعض نے اسے اس وجہ سے مکروہ قرار دیا ہے کہ اگر زینت کے ارادہ سے پہنی جائے بعض نے اسے صرف سلطان کے لیے جائز قرار دیا ہے جیسا کہ سنن ابوداؤد اور سنن نسائی کی روایت سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ ﷺ نے انگوٹھی پہننے سے منع کیا تھا سوائے سلطان کے۔(۸۲)

مؤلف کے مطابق پہلا قول درست ہے۔ آپ ﷺ نے انگوٹھی پہنی تھی۔ یہ اصل میں مصلحت کی بناء پر تھی۔ بادشاہوں کے نام ارسال کیے گئے خطوط پر مہر لگانے کے لیے۔ پھر آپ ﷺ نے اسے پہنے رکھا اور آپ ﷺ کے اصحاب نے بھی پہنے رکھا۔ آپ نے ان پر نکیر نہیں فرمائی۔ یہ انگوٹھی کے مباح ہونے کی دلیل ہے۔(۸۳)

مردوں کے لیے سونے کی انگوٹھی پہننا مطلقاً حرام ہے۔ چاندی کی انگوٹھی کو اکثر علماء نے جائز قرار دیا ہے لوہے کی انگوٹھی کو بعض علماء نے مکروہ اور بعض نے جائز قرار دیا ہے۔ مؤلف نے اس سلسلے میں اختلافی بحث پیش کی ہے۔

☆آپ ﷺ کے پائجامہ پہننے کے بارے میں اختلاف ہے بعض کے نزدیک پہنا تھا۔ جیسا کہ امام نووی نے عثمان بن عفان

---

۷۵۔ صحیح مسلم، کتاب الحج، باب جواز دخول مکۃ بغیر احرام، ۳/۵۷۳(۳۳۱۲)؛ الطبقات الکبریٰ، ۲۲۳

۷۶۔ جامع ترمذی، کتاب الأدب، باب ماجاء أن اللہ تعالی یحب ان یری أثر نعمۃ علی عبدہ، ۶۳۵(۲۸۱۹)

۷۷۔ المواہب اللدنیۃ، ۲/۱۵۹

۷۸۔ سنن ابوداؤد، کتاب الرجل، باب ماجاء فی الشعر، ۴/۷۹(۴۱۸۳)؛ جامع ترمذی، کتاب المناقب، باب ماجاء فی صفۃ النبی ﷺ، ۸۲۹(۳۶۳۵)

۷۹۔ زادالمعاد، ۱/۱۴۲

۸۰۔ المواہب اللدنیۃ، ۲/۱۶۴، نیز دیکھئے شعب الأیمان، باب فی الملابس والأوانی، ۵/۲۲۶(۶۴۶۴)، الشمائل النبویۃ ۱۷۹(۱۲۶)

۸۱۔ صحیح بخاری، کتاب اللباس، باب خاتم الفضۃ، ۴/۷/۵۱؛ صحیح مسلم، کتاب اللباس، باب لبس النبی ﷺ خاتما من ورق، ۹۳۶(۵۴۷۶)

۸۲۔ سنن النسائی، کتاب الزینۃ، باب صفۃ خاتم النبی ﷺ، ۷۹(۵۲۰۴)

۸۳۔ المواہب اللدنیۃ، ۲/۱۶۵

کے بارے میں لکھا ہے۔آپ نے زمانہ جاہلیت میں اور نہ ہی اسلام میں کبھی پائجامہ پہنا تھا۔سوائے اس دن کے جس دن آپ کو قتل کیا گیا۔پس وہ آپ ﷺ کی اتباع کرنے میں بہت زیادہ حریص تھے۔(۸۴) جبکہ مسند ابویعلی کی روایت کے مطابق آپ ﷺ نے پائجامہ خریدا تھا۔(۸۵)

☆سنن ابوداؤد کی روایت کے مطابق نجاشی نے نبی اکرم ﷺ کو موزے تحفتاً بھیجے تھے۔آپ ﷺ نے انہیں پہنا، پھر وضو کیا اوران پر مسح کیا۔(۸۶)

☆آپ ﷺ کے بستر کا ذکر کرتے ہوئے درج ذیل حدیث نقل کی ہے۔حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں۔

انما كان فراش رسول الله ﷺ الذی ينام عليه ادماً حشوه الليف۔(۸۷)

''نبی اکرم ﷺ کا بستر جس پر آپ ﷺ سویا کرتے تھے، چمڑے کا تھا، جس میں کھجور کے درخت کے ریشے ٹوٹے ہوئے بھرے تھے۔''

روایات سے معلوم ہوتا ہے آپ ﷺ چٹائی پر سوتے تھے۔جس کی وجہ سے آپ ﷺ کے جسم مبارک پر نشان پڑ جاتے تھے۔(۸۸)

**نوع ثالث میں آپ ﷺ کی سیرت نکاح کے متعلق بیان ہے**

☆مؤلف نے نکاح کے تین بنیادی مقاصد تحریر کیے ہیں۔

(۱) نفس کی حفاظت اور نسلِ انسانی کا دوام

(۲) پانی کا اخراج کہ جس کا رہنا تمام بدن کے لیے مضرت کا باعث بنتا ہے۔

(۳) حاجت کا پورا ہونا اور لذت کا حصول (۸۹)

☆نبی اکرم ﷺ کا فرمان ہے: حبب الی من دنيا كم النساء والطيّب ، وجعلت قرة عينی فی الصلاة۔(۹۰)

''دنیا میں سے تین چیزیں مجھے محبوب ہیں۔عورت، خوشبو اور میری آنکھوں کی ٹھنڈک نماز ہے۔''

اس حدیث کی وضاحت کرتے ہوئے مؤلف نے ابن القیم کے حوالے سے لکھا ہے کہ جس نے یہ روایت کیا کہ حبب الی من دنیا کم ثلاث تو اس نے وہم کیا ہے۔اس لیے کہ تیسری چیز نماز کا تعلق امورِ دنیا سے نہیں ہے۔(۹۱)

آپ ﷺ ہر رات اپنی تمام ازواج کے پاس جایا کرتے تھے جیسا کہ حضرت انسؓ کا قول ہے کہ آپ ﷺ ہر رات کو اپنی

---

۸۴۔ تھذیب الاسماء، ۱/۳۲۵

۸۵۔ مسند ابویعلی، ۴۲۸، ۴۲۹ (۶۱۳۶)

۸۶۔ سنن ابوداؤد، کتاب الطہارۃ، باب المسح علی الخفین، ۱/۳۸ (۱۵۵)

۸۷۔ صحیح مسلم، کتاب اللباس، باب التواضع فی اللباس، ۹۳۱ (۵۴۴۷)؛ جامع ترمذی، کتاب اللباس، باب ماجاء فی فراش النبی ﷺ، ۴۱۹ (۱۷۶۱)

۸۸۔ سنن ابن ماجہ، کتاب الزھد، باب ضجاع آل محمد، ۶۰۵ (۴۱۵۳)؛ اتحاف السادۃ المتقین ۸/۲۱۹؛ الترغیب والترھیب، ۶/۳۵ (۴۷۱۸)

۸۹۔ المواہب اللدنیۃ، ۲/۱۷۸

۹۰۔ سنن نسائی، کتاب عشرۃ النساء، باب حب النساء، ۴۶۹ (۳۳۹۱، ۳۳۹۲)؛ المستدرک، کتاب النکاح، ۲/۱۷۴ (۲۶۷۶)؛ کشف الخفاء، ۱/۳۳۸؛ مسند ابویعلی، ۲/۴۰۳ (۳۴۶۹)؛ اسنی المطالب، ۱۲۵؛ اللآلی ءالمنثورۃ، ۱۸۱

۹۱۔ المواہب اللدنیۃ، ۲/۱۸۰

عورتوں کے پاس جایا کرتے تھے اور ان کی تعداد گیارہ تھی۔(۹۲) جبکہ ایک روایت میں ہے کہ اس وقت آپ ﷺ کی نو بیویاں تھیں۔(۹۳)

علامہ قسطلانی نے ابن حبان کی رائے نقل کرتے ہوئے لکھا ہے:

''اس کو دو حالتوں پر محمول کیا جائے گا۔ پہلی حالت وہ ہے جب آپ ﷺ مدینہ تشریف لائے تو اس وقت آپ ﷺ کی نو بیویاں تھیں۔ دوسری حالت آپ ﷺ کے آخری امر کی ہے جبکہ آپ ﷺ کے تحت گیارہ بیویاں تھیں۔''(۹۴)

علامہ قسطلانی نے ابن حبان کے اس قول کی تردید کی ہے ان کے مطابق: ''ابن حبان کے اس قول میں وہم ہے۔ اس لیے کہ جب آپ ﷺ مدینہ آئے تو اس وقت آپ ﷺ کے تحت صرف سودہؓ تھیں۔ پھر مدینہ پہنچ کر حضرت عائشہؓ آپ کے پاس داخل ہوئیں۔ سن ۴ ہجری میں آپ ﷺ نے ام سلمہؓ، حفصہؓ اور زینب بنت خزیمہؓ سے نکاح کیا۔ ۵ ہجری میں زینب بنت جحش سے۔ ۶ ہجری میں جویریہؓ، صفیہؓ، ام حبیبہؓ اور میمونہؓ سے نکاح کیا۔ یہ تمام کی تمام ہجرت کے بعد آپ ﷺ کے نکاح میں داخل ہوئیں۔''(۹۵)

**نوع رابع** میں مؤلف نے نیند اور سونے کے متعلق نبی اکرم ﷺ کی سیرتِ طیبہ پر روشنی ڈالی ہے۔ ان کے مطابق:

''نبی اکرم ﷺ رات کے اوّل حصہ میں سو جاتے تھے۔ رات کے آخری نصف حصہ میں اٹھ جاتے تھے۔ آپ ﷺ مسواک کرتے، وضو کرتے اور ضرورت سے زائد نیند نہ لیتے تھے۔ نیز بقدرِ ضرورت نیند لینے سے خود کو روکتے بھی نہ تھے۔ آپ ﷺ دائیں جانب سوتے تھے۔ اللہ تعالیٰ کو یاد کرتے ہوئے یہاں تک کہ آپ ﷺ کی آنکھوں پر نیند کا غلبہ طاری ہو جاتا۔ نیز آپ ﷺ بھرے پیٹ نہیں سوتے تھے۔''(۹۶)

دائیں کروٹ پر سونے کے فوائد اور بائیں کروٹ ہر سونے کے نقصانات بتانے کے بعد لکھا ہے کہ آپ ﷺ نے منہ کے بل لیٹنے کی مذمت فرمائی ہے۔(۹۷) مؤلف نے نبی اکرم ﷺ کی سونے سے قبل دعاؤں کا ذکر کیا ہے۔

**مقصد چہارم**

مقصد چہارم نبی اکرم ﷺ کے معجزات اور خصائص پر مشتمل ہے۔ یہ مقصد دو فصول پر مشتمل ہے۔

**فصل اوّل:۔**

معجزات نبوی ﷺ کے تذکرہ سے قبل معجزہ کی تعریف اور شرائط کا ذکر کیا ہے۔ مؤلف کے مطابق ''معجزہ'' ایسا خارقِ عادت امر ہے جو تحدّی کے ساتھ مقرون ہے۔ یہ انبیاءؑ کی سچائی پر دلالت کرتا ہے۔ اسے معجزہ اس لیے کہتے ہیں کہ انسان اس کی مانند لانے سے قاصر ہوتا ہے۔(۹۸)

معجزہ کی چار شرائط ہیں۔

---

۹۲۔ صحیح بخاری، کتاب الغسل، باب اذا جامع ثم عاد ومن دار علی نسائه فی غسل واحد، ۱/۱/۷۱

۹۳۔ ایضاً، ۱/۱/۷۱

۹۴۔ المواهب اللدنیة، ۲/۱۸۱

۹۵۔ ایضاً

۹۶۔ ایضاً، ۲/۱۸۵

۹۷۔ سنن ابن ماجه، کتاب الأدب، باب النهی عن الاضطجاع علی الوجه، ۵۳۳ (۳۷۲۵)

۹۸۔ المواهب اللدنیة، ۲/۱۹۱

۱۔خارقِ عادت امر ہو۔جیسے شق القمر یا آپ ﷺ کی انگلیوں سے پانی کا جاری ہونا۔

۲۔معجزہ تحدّی کے ساتھ مقرون ہو۔تحدّی کا معنی معارضہ اور مقارنہ ہے۔

۳۔متحدّی جس چیز کا دعوٰی کرے اس کی مانند کوئی اور نہ لا سکے۔

۴۔معجزہ متحدی کے دعوٰی کے عین مطابق وقوع پذیر ہو۔(۹۹)

معجزہ کے لیے کون سا لفظ مناسب ہے۔معجزہ،آیۃ یا برھان۔علامہ قسطلانی کے مطابق ائمہ کبار انبیاء کے معجزات کے لیے دلائل النبوّۃ اور آیات النبوّۃ کی اصطلاحات استعمال کرتے ہیں۔قرآن اور سنّت میں کہیں بھی معجزہ کا لفظ وارد نہیں ہوا۔قرآن وسنّت میں آیۃ ، برھان اور بیّنہ کے الفاظ آئے ہیں۔(۱۰۰)

مؤلف نے دیگر معجزات کے بیان سے قبل دو معجزات کا بطورِ خاص ذکر کیا ہے۔اوّل آپ ﷺ کا اُمّی ہونا اور دوّم قرآنِ کریم۔قرآنِ کریم کے وجوہ اعجاز میں سے مؤلف نے چھ وجوہ کا ذکر کیا ہے۔(۱۰۱)

علامہ قسطلانی کے مطابق نبی اکرم ﷺ کے معجزات کو تین اقسام میں تقسیم کیا جاسکتا ہے۔

۱۔پہلی قسم کے معجزات وہ ہیں جو آپ ﷺ کی ولادت سے قبل وقوع پذیر ہوئے۔جیسا کہ قصہ فیل وغیرہ۔ان کو ارہاصاتِ نبوّت کہا جاتا ہے۔

۲۔دوسری قسم کے معجزات وہ ہیں جو آپ ﷺ کی وفات کے بعد وقوع پذیر ہوئے۔ان کا تذکرہ مؤلف نے آخری مقصد میں کیا ہے۔

۳۔تیسری قسم کے معجزات وہ ہیں جو آپ ﷺ کی ولادت سے لے کر وفات تک وقوع پذیر ہوئے۔(۱۰۲)

علامہ قسطلانی نے نبی اکرم ﷺ کے جن معجزات کا ذکر کیا ہے ان کا مختصر تذکرہ حسبِ ذیل ہے:۔

### ۱۔معجزہ شق القمر

ارشادِ باری تعالیٰ ہے: اقتربت الساعة و انشق القمر۔(۱۰۳)

مؤلف لکھتے ہیں ’’جان لو کہ ہمارے نبی کے علاوہ اور کسی نبی کے لیے شقِ قمر کا معجزہ وقوع پذیر نہیں ہوا۔یہ آپ ﷺ کے عظیم معجزات میں سے ہے۔مفسرین اور اہلِ سنّت کا اس معجزہ کے وقوع پذیر ہونے پر اجماع ہے۔‘‘(۱۰۴)

اس معجزہ کی اہمیت کے ضمن میں علامہ خطابی،علامہ ابن عبدالبر اور علامہ ابن السبکی کی آراء پیش کرنے کے بعد حدیث،سیرت اور دلائل کی کتابوں سے معجزہ شق القمر کی روایات پیش کی ہیں۔(۱۰۵)

---

۹۹۔ المواہب اللدنیۃ۲/۱۹۲تا۱۹۴

۱۰۰۔ ایضاً،۲/۱۹۴

۱۰۱۔ ایضاً،۲/۱۹۲تا۱۹۴

۱۰۲۔ ایضاً،۲/۲۰۵

۱۰۳۔ القمر: ۱/۵۴

۱۰۴۔ المواہب اللدنیۃ،۲/۲۰۶

۱۰۵۔ صحیح بخاری، کتاب المناقب، باب سؤال المشرکین ان یریھم النبی آیۃ فأبراھم انشقاق القمر،۶۱۰(۳۶۳۶،۳۶۳۷)؛ صحیح مسلم، کتاب صفات المنافقین ، باب انشقاق القمر۱۲۲۰(۷۰۷۱،۷۰۷۲)؛المستدرک،۲/۵۱۲،۵۱۳

**۲۔معجزہ ردّالشمس**

اسماء بنت عمیس سے مروی ہے نبی اکرم ﷺ پر وحی کا نزول ہو رہا تھا اور آپ ﷺ کا سر حضرت علیؓ کی گود میں تھا۔انہوں نے اس وقت تک عصر کی نماز ادا نہیں کی تھی۔آپ ﷺ نے حضرت علیؓ سے پوچھا:''اے علی کیا تم نے نماز پڑھ لی ہے؟''انہوں نے جواب دیا :''نہیں اے اللہ کے رسول ﷺ''اس پر نبی اکرم ﷺ نے فرمایا:''اے اللہ علی تیری اطاعت اور تیرے رسول کی اطاعت میں ہے۔پس تو سورج کو اس پر لوٹا دے۔''اسماءؓ کہتی ہیں میں نے سورج کو دیکھا وہ غروب ہو گیا اور پھر غروب ہونے کے بعد میں نے اسے پہاڑوں اور زمین پر طلوع ہوتے ہوئے دیکھا۔یہ خیبر میں صہباء کے مقام پر ہوا۔(۱۰۶)

علامہ ابنِ کثیر،ابن الجوزی،ابنِ تیمیہ اور علامہ البانی نے اس حدیث کی سختی سے تردید کی ہے۔(۱۰۷)

**۳۔کھانے اور کنکریوں کا تسبیح بیان کرنا۔**

مؤلف نے تسبیح الطعام کے بارے میں صحیح بخاری کی درج ذیل روایت نقل کی ہے۔حضرت عبداللہ بن مسعود سے مروی ہے ہم نبی اکرم ﷺ کے ساتھ کھانا کھا رہے تھے اور کھانے کی تسبیح سن رہے تھے۔(۱۰۸)

کنکریوں کے آپ ﷺ کے ہاتھوں میں تسبیح بیان کرنے کے بارے میں ابن عساکر کی تاریخ دمشق اور قاضی عیاض کی الشفاء سے ایک طویل روایت نقل کی ہے۔اس روایت میں ہے کہ کنکریوں نے آپ ﷺ کے ہاتھ میں تسبیح کی۔حضرت ابوبکرؓ نے ان کنکریوں کو ہاتھ میں لیا،تو بھی وہ تسبیح کرنے لگیں۔اسی طرح حضرت عمر اور حضرت عثمان کے ہاتھوں میں بھی کنکریوں نے تسبیح کی۔(۱۰۹)

**۴۔پتھروں کا نبی اکرم ﷺ کو سلام کرنا۔**

صحیح مسلم میں جابر بن سمرۃ کی روایت ہے: آپ ﷺ نے فرمایا میں مکہ میں ایک پتھر کو جانتا ہوں جو نبوّت سے قبل مجھ پر سلام بھیجتا تھا۔(۱۱۰)

علامہ قسطلانی نے جامع ترمذی،سنن دارمی،امام حاکم کی المستدرک،امام بیہقی اور ابونعیم کی دلائل النبوۃ سے ایک حدیث نقل کی ہے جس میں پتھروں اور درختوں کا آپ ﷺ کو سلام کرنا نقل ہوا ہے۔(۱۱۱)

**۵۔پہاڑوں سے آپ ﷺ کا اور پہاڑوں کا آپ ﷺ سے کلام کرنا:۔**

صحیح بخاری،جامع ترمذی اور مسند احمد کی حدیث کے مطابق احد پہاڑ کے کانپنے پر آپ ﷺ نے فرمایا:''ٹھہر جا احد۔تیرے اوپر

---

۱۰۶۔ المواہب اللدنیۃ،۲/ ۲۰۹؛مشکل الآثار،۲/ ۷،۴/ ۲۶۸؛الشفاء،۱/ ۴۰۰،۴۰۱؛أعلام النبوۃ،۱۱۲؛میزان الاعتدال،۵/ ۲۰۵؛لسان المیزان ۵/ ۱۲۷، ۱۲۸(۶۰۳۴) ؛ کشف الخفاء،۱/ ۲۲۰؛الأسرار المرفوعۃ،۱۲۱،۲۰۸؛ المصنوع، ۲۱۴؛ الفوائد المجموعۃ،۳۵۰،۳۵۳ ؛ الشذرۃ،۱/ ۳۱۰؛ تذکرۃ الموضوعات،۹۶؛تنزیہ الشریعۃ،۱/ ۳۷۸؛المنار المنیف،۵۷،۵۸؛ظفر الأمانی،۴۶۱؛کتاب الضعفاء،۳/ ۳۲۷،۳۲۸

۱۰۷۔ البدایۃ والنہایۃ،۴/ ۲۶۸؛کتاب الموضوعات،۱/ ۳۶۶؛منہاج السنۃ النبویۃ،۴/ ۱۸۶؛سلسلۃ الأحادیث الضعیفۃ،۲/ ۳۹۵،۳۹۷،۴۰۱

۱۰۸۔ صحیح بخاری،کتاب المناقب،باب علامات النبوۃ فی الاسلام،۶۰۰،۶۰۱(۳۵۷۹)؛دلائل النبوۃ(بیہقی)،۶/ ۶۲

۱۰۹۔ أعلام النبوۃ،۱۲۶

۱۱۰۔ صحیح مسلم،کتاب الفضائل،باب فضل نسب النبی ﷺ وتسلیم الحجر،۱۰۰۸(۵۹۳۹)؛ مصابیح السنۃ،کتاب الفتن،باب علامات النبوۃ فی الاسلام، ۲/ ۴۰۷(۴۴۹۰)؛مسند ابوداؤد طیالسی،۱۰۶

۱۱۱۔ جامع ترمذی،کتاب المناقب،باب ماجاء فی آیات نبوۃ النبی ﷺ،۸۲۷(۳۶۲۶)؛المستدرک،۲/ ۶۷۷(۴۲۳۸)

ایک نبی ایک صدیق اور ایک شہید ہے۔'' اسی طرح کے الفاظ آپ ﷺ نے ثبیر پہاڑ سے بھی کہے تھے۔(۱۱۲)

**۶۔ تنے کا آپ ﷺ کے فراق میں رونا:۔(۱۱۳)**

حنین الجذع کی یہ حدیث خبر متواتر ہے۔جیسا کہ قاضی عیاض نے الشفاء میں لکھا ہے۔(۱۱۴)

**۷۔ حیوانات کا آپ ﷺ سے کلام کرنا اور فرمانبرداری کرنا:۔**

اس کے تحت مؤلف نے اونٹ کا آپ ﷺ کو سجدہ کرنا اور شکایت کرنا(۱۱۵)، بکریوں کا آپ ﷺ کو سجدہ کرنا(۱۱۶)، بھیڑیے کا آپ ﷺ کی رسالت کی تصدیق کرنا(۱۱۷)، گدھے کا آپ ﷺ سے کلام کرنا(۱۱۸)، مردہ گوہ کا آپ ﷺ کی رسالت کی تصدیق کرنا(۱۱۹) اور ہرن کا آپ ﷺ سے کلام کرنا(۱۲۰) اور بکری کا آپ ﷺ کی غیر موجودگی میں بیقرار اور پریشان ہونا(۱۲۱) جیسے معجزات کا ذکر کیا ہے۔

**۸۔ نبی اکرم ﷺ کی انگلیوں سے پانی کا جاری ہونا(۱۲۲):۔**

اس معجزہ کے بارے میں مؤلف علامہ قرطبی کے حوالہ سے لکھتے ہیں:'' آپ ﷺ کی انگلیوں سے پانی کے چشموں کا جاری ہونا ۔یہ معجزہ متعدد مقامات پر اجتماع عظیم کے سامنے رونما ہوا ہے۔اس کی اسناد اس قدر کثیر ہیں کہ جو علمِ قطعی بتواترِ معنوی کا فائدہ دیتی ہیں۔''(۱۲۳)

**۹۔ آپ ﷺ کی دعا، برکت اور چھونے سے پانی کا زیادہ ہوجانا۔**

---

۱۱۲۔ صحیح بخاری، کتاب فضائل اصحاب النبی ﷺ، باب لوکنت متخذ اخلیلا، ۶۱۷/۱(۳۶۷۵)؛ جامع ترمذی، کتاب المناقب، باب فی عدعثمان تسمیة شھیدا، ۸۴۱/۱(۳۶۹۹)؛ مسند ابوداود طیالسی، ۳۲

۱۱۳۔ صحیح بخاری، کتاب المناقب، باب علامات النبوۃ فی الاسلام، ۲۰۱/۱، ۲۰۲(۳۵۸۳، ۳۵۸۴)؛ جامع ترمذی، کتاب المناقب، باب علامات النبوۃ فی الاسلام، ۲۰۲(۳۵۸۴، ۳۵۸۵)؛ دلائل النبوۃ (بیہقی)، ۶/ ۶۶؛ الطبقات الکبریٰ، ۱/ ۹۰

۱۱۴۔ الشفاء، ۱/ ۴۲۷

۱۱۵۔ الطبقات الکبریٰ، ۱/ ۸۹

۱۱۶۔ دلائل النبوۃ (بیہقی)، ۴/ ۲۲۱

۱۱۷۔ ایضاً، ۶/ ۴۱؛ الطبقات الکبریٰ ۱/ ۸۲۔۸۳

۱۱۸۔ الشفاء ۱/ ۴۴۳؛ الخصائص الکبریٰ، ۲/ ۱۰۷؛ تاریخ الخمیس، ۲/ ۱۸۷

۱۱۹۔ دلائل النبوۃ (بیہقی)، ۶/ ۳۴؛ تاریخ دمشق، ۳/ ۲۵۸؛ أعلام النبوۃ، ۱۲۰؛ الخصائص الکبریٰ، ۲/ ۱۰۷؛ کشف الخفاء، ۲/ ۲۶

۱۲۰۔ کشف الخفاء، ۱/ ۳۰۶؛ الأسرار المرفوعة، ۱۶۰؛ المقاصد الحسنة، ۱۸۷؛ المواھب اللدنیة، ۲/ ۲۲۶

۱۲۱۔ دلائل النبوۃ (بیہقی)، ۶/ ۳۱

۱۲۲۔ صحیح بخاری، کتاب المناقب، باب علامات النبوۃ فی الاسلام، ۵۹۹(۳۵۷۳)، نیز دیکھئے کتاب الوضوء، باب التماس الوضوء اذا حانت الصلاۃ ۳۴(۱۶۹)؛ صحیح مسلم، کتاب الفضائل، باب فی معجزات النبی ﷺ ۱۰۰۹(۵۹۴۲)؛ جامع ترمذی، کتاب المناقب، باب علامات النبوۃ فی الاسلام، ۵۹۹(۳۵۷۲)؛ دلائل النبوۃ (بیہقی)، ۵/ ۳۵۶، ۳۵۷

۱۲۳۔ المفہم، کتاب النبوات، باب من شواہد النبوۃ، ۶/ ۵۲

اس معجزہ کی تفصیلات مؤلف نے صحیح بخاری، صحیح مسلم اور طبقات ابن سعد سے نقل کی ہیں۔(۱۲۴)

**۱۰۔آپ ﷺ کی دعا اور برکت سے کھانا زیادہ ہوجانا:۔**

اس معجزہ کے متعلق مؤلف نے صحیح بخاری و مسلم، مسند ابی یعلی اور سنن ترمذی، سنن دارمی، مصنف ابن ابی شیبہ اور علامہ بیہقی اور ابو نعیم کی دلائل النبوۃ سے روایات نقل کی ہیں۔(۱۲۵)

**۱۱۔آپ ﷺ کے ہاتھوں بیماروں کا تندرست ہونا، مردوں کا زندہ ہونا، شیر خوار بچوں کا آپ ﷺ کی رسالت کی شہادت دینا:۔**

اس موضوع کے تحت مؤلف نے درج ذیل معجزات کا تذکرہ کیا ہے۔

آپ ﷺ کی دعا سے آپ ﷺ کی والدہ کا زندہ ہونا اور آپ پر ایمان لانا(۱۲۶) ایک بڑھیا کی درخواست پر اس کے بیٹے کو زندہ کرنا(۱۲۷)، زید بن خارجہ کا وفات کے بعد آپ ﷺ کی رسالت اور ختم نبوّت کی گواہی دینا(۱۲۸)، آپ ﷺ کا بکریوں کی ہڈیوں کو جوڑنا اور زندہ کرنا(۱۲۹)، شیر خوار بچوں کا آپ ﷺ کی رسالت کی گواہی دینا(۱۳۰)، آپ ﷺ کی دعا سے دیوانے بچے کا تندرست ہونا(۱۳۱)، قتادہ بن نعمانؓ کی زخمی آنکھ کو درست کر دینا(۱۳۲)، غزوہ خیبر کے موقع پر حضرت علیؓ کی آشوب چشم آنکھوں میں آپ ﷺ کا اپنا لعابِ دہن ڈالنا اور آنکھوں کا تندرست ہوجانا(۱۳۳)، سلمہ بن الاکوع کی ٹوٹی ہوئی پنڈلی پر تین بار دم فرمانے سے پنڈلی کا ٹھیک ہوجانا(۱۳۴)۔

**فصل دوم:**

اس فصل میں مؤلف نے نبی اکرم ﷺ کے دو قسم کے فضائل وخصائص اور آپ ﷺ کی امت کے خصائص بیان کیے ہیں

نبی اکرم ﷺ کے فضائل وخصائص

۱۔اس میں ان خصائص کا تذکرہ ہے جو آپ ﷺ اور دیگر انبیاء کرام میں مشترک ہیں۔مثلاً

حضرت آدمؑ کو اللہ تعالیٰ نے اپنے دستِ مبارک سے پیدا فرما کر فضیلت عطا کی۔اس کے بالمقابل نبی اکرم ﷺ کو اللہ تعالیٰ

---

۱۲۴۔ صحیح مسلم، کتاب الفضائل، باب فی معجزات النبی ﷺ، ۱۰۰۹(۵۹۴۵)؛ الطبقات الکبریٰ، ۱/۸۵؛ دلائل النبوۃ (بیہقی) ۶/۸۸۔۸۹؛ صحیح بخاری، کتاب المغازی، باب غزوۃ الحدیبیۃ، ۷۰۶(۴۱۵۱)؛ جامع ترمذی، کتاب المناقب، باب علامات النبوۃ فی الاسلام، ۶۰۰ (۳۵۷۸،۳۵۷۵)

۱۲۵۔ صحیح بخاری، کتاب المناقب، باب علامات النبوۃ فی الاسلام، ۶۰۰(۳۵۷۷)؛ صحیح بخاری، کتاب المغازی، باب غزوۃ خندق، ۶۹۵(۴۰۲)

۱۲۶۔ ناسخ الحدیث ومنسوخہ، کتاب جامع، باب فی زیارۃ النبی ﷺ قبر أمہ، (۶۴۶)؛ کتاب الموضوعات، ۱/۲۱۸؛ اللآلی ء المصنوعۃ، ۱/۲۶۶؛ تنزیہ الشریعۃ، ۱/۳۲۲؛ کتاب الأباطیل، ۱/۲۲۴

۱۲۷۔ دلائل النبوۃ (بیہقی)، ۶/۵۰، ۵۱؛ اتحاف السادۃ المتقین، ۱/۳۵۵

۱۲۸۔ دلائل النبوۃ (بیہقی)، ۶/۵۵

۱۲۹۔ السنن الکبریٰ، ۹/۳۰۲؛ اتحاف السادۃ المتقین، ۸/۳۵۶

۱۳۰۔ دلائل النبوۃ (بیہقی)، ۶/۵۹

۱۳۱۔ ایضاً، ۶/۱۸۲

۱۳۲۔ ایضاً، ۶/۱۷۳، ۳/۹۷

۱۳۳۔ صحیح بخاری، کتاب المغازی، باب غزوۃ خیبر، ۱۴۷(۴۲۱۰)؛ صحیح مسلم، کتاب الجہاد، باب غزوۃ ذی قرد، ۸۱۰(۴۶۷۸)

۱۳۴۔ سنن ابوداؤد، کتاب الطب، باب کیف الرقی، ۴/۱۱، ۱۲(۳۸۹۴)؛ دلائل النبوۃ (بیہقی)، ۴/۲۵۱

نے یہ شان عطا فرمائی کہ اللہ تعالیٰ آپ ﷺ کے شرح صدر کے متولی وکارساز بنے۔ حضرت ادریسؑ کے بارے میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ''ورفعناه مکانا علیا'' (۱۳۵) اس کے مقابلے میں ہمارے نبی اکرم ﷺ کو اللہ تعالیٰ نے معراج کی فضیلت عطا کی۔ حضرت داؤدؑ لوہے پر ہاتھ پھیرتے تھے تو وہ نرم ہو جاتا تھا۔ اسی طرح نبی اکرم ﷺ کے دستِ مبارک میں خشک لکڑی سبز ہو جاتی تھی۔ حضرت موسیٰؑ کے پتھر پر عصا مارنے سے پانی کے چشمے جاری ہو گئے۔ ہمارے نبی اکرم ﷺ کی انگلیوں سے پانی کے چشمے جاری ہوتے تھے۔ حضرت عیسیٰؑ کو اندھے اور کوڑھی کو تندرست کرنے اور مردوں کو زندہ کرنے کا معجزہ عطا کیا گیا۔ ہمارے نبی اکرم ﷺ کو بھی ایسے ہی معجزات دیئے گئے جن کی تفصیل گزر چکی ہے۔ ان کے علاوہ دیگر انبیاءؑ کے فضائل وخصائص کے ساتھ نبی اکرم ﷺ کے فضائل وخصائص کا تقابل کیا ہے۔ (۱۳۶)

۲۔ اس میں ان خصائص کا تذکرہ ہے جو صرف آپ ﷺ کے ساتھ مخصوص ہیں۔ ان کی تعداد بہت زیادہ ہے۔ علامہ قسطلانی کے مطابق نبی اکرم ﷺ کے فضائل مختصہ کو علماء نے چار قسموں میں تقسیم کیا ہے۔

**پہلی قسم:** اس میں نبی اکرم ﷺ کے وہ خصائص جو آپ ﷺ کے ساتھ بطریق واجبات مخصوص ہیں۔ مؤلف نے اس طرح کے پندرہ خصائص لکھے ہیں۔ مثلاً آپ ﷺ پر نماز چاشت، نماز وتر، صلوۃ التہجد، مسواک اور قربانی کا واجب ہونا۔ (۱۳۷)

**دوسری قسم:** اس میں ان خصائص کا ذکر ہے جو احکام سے متعلق ہیں۔ یعنی وہ احکام جو نبی اکرم ﷺ پر حرام ہیں مگر دوسروں پر نہیں۔ مثلاً تحریم زکوٰۃ، تحریم صدقہ، تحریم پیاز ولہسن، تحریم کتابت وشعر، جنگ کے وقت ہتھیار باندھنے کے بعد جنگ ختم ہونے سے پہلے بدن سے ہتھیار اتارنے کی حرمت، کتابیہ غیر مسلم عورت سے نکاح کی حرمت اور ان عورتوں سے نکاح کی حرمت جنہوں نے ہجرت نہیں کی۔ (۱۳۸)

**تیسری قسم:** اس میں ان مباح چیزوں کا تذکرہ ہے جو صرف آپ ﷺ کے ساتھ مخصوص ہیں۔ مؤلف نے 23 چیزوں کا تذکرہ کیا ہے۔ مثلاً نیند سے وضو کا نہ ٹوٹنا، بعد از نماز عصر نماز کی اباحت، بحالت جنابت مسجد میں ٹھہرنے کی اجازت، غائب کی نمازِ جنازہ، چار سے زیادہ عورتوں سے نکاح کی اجازت، بغیر ولی اور گواہوں کے نکاح کی اجازت اور مکہ میں قتال کی اجازت وغیرہ شامل ہیں۔ (۱۳۹)

**چوتھی قسم:** اس میں ان فضائل وکرامات کا ذکر ہے جو صرف آپ کے فضائل کے ساتھ مخصوص ہیں۔ مؤلف نے تقریباً 101 کرامات کا ذکر کیا ہے۔ ان سب کا احاطہ دشوار ہے۔ مثال کے طور پر چند ایک درج ذیل ہیں:۔

انبیاء میں سے خلقت کے اعتبار سے اوّل ہیں، سب سے پہلے آپ ﷺ ہی ہیں جنہوں نے یومِ الست میثاق لیا، آدمؑ اور تمام مخلوقات کو آپ ﷺ کی وجہ سے پیدا کیا گیا، آپ ﷺ مختون پیدا ہوئے، آپ ﷺ جس طرح اپنے آگے دیکھتے تھے اسی طرح پیچھے بھی دیکھتے تھے، آپ ﷺ کی آنکھیں سوتی تھیں لیکن دل جاگتا تھا، آپ ﷺ نے اپنے رب کو اپنی آنکھوں سے دیکھا، امّی ہونے کے باوجود آپ ﷺ کو کتاب عزیز دی گئی، آپ ﷺ کو خزانے کی چابیاں اور جوامع الکلم عطا کیے گئے، آپ ﷺ کو دنیا کے تمام لوگوں کی طرف

---

۱۳۵۔ مریم: ۱۹/۵۷

۱۳۶۔ المواہب اللدنیۃ ۲/۲۴۳ تا ۲۵۱

۱۳۷۔ المواہب اللدنیۃ ۲/۲۵۴ تا ۲۶۱

۱۳۸۔ ایضاً، ۲۶۱ تا ۲۶۳

۱۳۹۔ ایضاً، ۲۶۴ تا ۲۷۱

مبعوث کیا گیا، تمام زمین آپ ﷺ اور آپ ﷺ کی امت کے لیے مسجد قرار دی گئی، آپ ﷺ روزِ قیامت سب سے پہلے قبر سے اٹھیں گے۔(۱۴۰)

ان خصائص کے علاوہ مقام محمود، شفاعتِ عظمیٰ، لواء الحمد، حوض کوثر اور وسیلہ جیسے دیگر خصائص بیان کیے ہیں۔

**امّت محمدیہ کے فضائل وخصائص:۔**

امّت محمدیہ کے فضائل وخصائص بے شمار ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے اس امّت کو بہترین امّت قرار دیا ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

کنتم خیرامة اخرجت للناس۔(۱۴۱)

مؤلف نے امّت محمدیہ کے 39 خصائص کا ذکر کیا ہے۔ جن میں زمین کا مسجد اور پاک ہونا، وضو، پانچ فرض نمازیں، اذان واقامت، بسم اللہ، رکوع، نماز میں صف بندی، نماز جمعہ، جمعہ کے روز میں دعا کی قبولیت کی ایک گھڑی، سحری، لیلۃ القدر، خطا اور نسیان پر مواخذہ نہ ہونا، اسلام کے وصف سے متصف کرنا، گمراہی پر اکٹھے نہ ہونا، ساری امتوں سے پہلے جنت میں داخل ہونا اور ستر ہزار لوگوں کا بغیر حساب کے جنت میں داخل ہونا وغیرہ(۱۴۲)

**مقصد پنجم**

یہ مقصد نبی اکرم ﷺ کے عظیم معجزہ اسراء ومعراج کے بیان پر مشتمل ہے۔ واقعہ اسراء ومعراج کی تفصیلات سے پہلے مؤلف نے چند سوالات اٹھائے ہیں اور پھر ان سوالات کے جوابات کی روشنی میں اس معجزہ کو اس کی تمام تفصیلات وجزئیات سے بیان کیا ہے۔ مؤلف کے مطابق اسراء کے بارے میں علماء کے مابین اختلاف ہے کہ

۱۔ کیا اسراء ایک ہی تھا اور ایک ہی رات میں ہوا؟

۲۔ حالت بیداری میں تھا یا حالت نیند میں؟

۳۔ کیا ایک ہی رات میں دو اسراء تھے؟ ایک مرتبہ روح وبدن کے ساتھ حالت بیداری میں اور دوسری مرتبہ نیند کی حالت میں

۴۔ مسجد حرام سے مسجد اقصیٰ تک حالتِ بیداری میں جسم وروح کے ساتھ تھا اور مسجد اقصیٰ سے عرش تک حالتِ نیند میں تھا۔

۵۔ کیا یہ چار اسرائات تھے؟(۱۴۳)

علامہ قسطلانی ان پانچوں اختلافات کے متعلق علماء کے اقوال وآراء اور دلائل نقل کرنے کے بعد لکھتے ہیں:

حق یہ ہے کہ اسراء ایک ہی تھا اور وہ بھی روح اور بدن کے ساتھ۔ یہ رائے جمہور علماء، محدثین، فقہاء اور متکلمین کی ہے۔ اس بارے میں صحیح احادیث وارد ہوئی ہیں۔ ان سے عدول جائز نہیں۔(۱۴۴)

اپنی رائے کی تائید کے لیے علامہ قسطلانی نے علامہ فخر الدین رازی کی رائے نقل کی ہے۔(۱۴۵)

---

۱۴۰۔ المواہب اللدنیۃ، ۱۲۷ تا ۱۳۷

۱۴۱۔ ال عمران : ۳/۱۱۰

۱۴۲۔ المواہب اللدنیۃ، ۲/۳۲۳

۱۴۳۔ ایضاً، ۲/۳۳۹

۱۴۴۔ ایضاً، ۲/۳۴۱

۱۴۵۔ ایضاً، ۲/۳۴۱، ۳۴۲

آپ ﷺ کے روح و بدن کے ساتھ مکہ سے مسجدِ اقصیٰ تک اسراء پر قرآن وسنّت دونوں دلالت کرتے ہیں۔ارشادِ باری تعالی ہے: سبحان الذی اسریٰ بعبده لیلاً من المسجد الحرام الی المسجدالاقصیٰ۔(۱۴۶)

لفظ عبد کا اطلاق جسم اور روح دونوں پر ہوتا ہے۔لہٰذا اسراء بھی جسم اور روح دونوں کے ساتھ تھی۔

آپ ﷺ کی حدیث کے الفاظ ہیں اُسری بی۔لہٰذا افعال کی اصل یہ ہے کہ انہیں حالتِ بیداری پر محمول کیا جائے۔سوائے اس کے کہ اس کے خلاف پر کوئی دلیل ہو۔نیز یہ کہ چوپائیوں پر ارواح سوار نہیں ہوتیں بلکہ اجسام سوار ہوتے ہیں۔اور تواتر کے ساتھ احادیث وارد ہوئی ہیں کہ آپ ﷺ کو براق پر لے جایا گیا۔(۱۴۷)

واقعہ اسراء و معراج کی تفصیلات وتوضیحات کے لیے مؤلف نے صحیح بخاری کی روایت کو بنیاد بنایا ہے۔جن جن صحابہ سے حدیثِ اسراء مروی ہے ان سب کے نام بتائے ہیں اس کے بعد صحیح بخاری کی حدیث کا متن پیش کیا ہے۔حدیث کے مشکل الفاظ کی تشریح وتوضیح کی ہے۔صحیح بخاری کی حدیثِ اسراء کی تشریح وتوضیح بیان کرتے ہوئے مؤلف نے درج ذیل مباحث کو تفصیل سے بیان کیا ہے۔ان مباحث کی تفصیلات کے لیے حدیث وسیرت کے دیگر مصادر اور مآخذ کی روایات کو پیشِ نظر رکھا ہے۔

۱۔اسراء کب اور کہاں سے شروع ہوا؟

۲۔واقعہ شق صدر کی حکمت،شق صدر کتنی مرتبہ ہوا؟اور عہدِ طفولیت،بعثت اور معراج کے وقت شق صدر کی حکمت کو بیان کیا ہے۔

۳۔آپ ﷺ کے براق پر سوار ہونے اور آسمان پر عروج کرنے،براق پر سواری کرنے کی حکمت اور براق کی صفات کو بیان کیا ہے۔

۴۔براق پر سواری کے بعد اسراء کے دوران پیش آنے والے دیگر بہت سے واقعات کو سیرت واحادیث کی کتابوں سے بیان کیا ہے۔

۵۔صحیح بخاری کی روایت میں ہے کہ جبرائیلؑ نے آسمان دنیا کا دروازہ کھٹکھٹایا۔تو پوچھا گیا کہ کون۔جبرائیلؑ نے جواب دیا کہ جبرائیل۔انہوں نے ''أنا'' کے الفاظ نہیں کہے اس لیے کہ لفظ أنا سے عظمت کا اظہار ہوتا ہے اور سب سے پہلے ابلیس نے أنا کہا تھا۔(۱۴۸)

۶۔آپ ﷺ کا سات آسمانوں پر انبیاءؑ میں سے آدمؑ،ابراہیمؑ،موسیٰؑ،عیسیٰؑ،یحییٰؑ،ہارونؑ،یوسفؑ اور ادریسؑ سے ملاقات کرنا بیان کیا ہے۔کون سے آسمان پر کون سے نبی تھے۔اس میں اختلاف ہے۔مؤلف نے ان اختلافی روایات کو ذکر کرنے کے بعد ایک سوال اٹھایا ہے کہ مخصوص آسمانوں پر جو انبیاء موجود تھے وہ خاص انہی آسمانوں پر ہی کیوں موجود تھے؟مثلاً پہلے آسمان آدمؑ،دوسرے پر یحییٰؑ اور عیسیٰؑ اور تیسرے پر یوسفؑ تھے۔علامہ قسطلانی نے ہر نبی کے مخصوص آسمان پر موجود ہونے کی وجہ اختصاص بیان کی ہے۔

۷۔آپ ﷺ کے سدرۃ المنتہیٰ تک پہنچنے،اس سے نہروں کے جاری ہونے اور سدرۃ المنتہیٰ کے خصائص بیان کیے ہیں۔

۸۔آپ ﷺ کا بیت المعمور تک جانا۔اس ضمن میں بیت المعمور کے خصائص بیان کرتے ہوئے فرشتوں کے بیت المعمور کے طواف کرنے،سات آسمانوں پر فرشتوں کی مختلف اقسام اور عرش کو اٹھانے والے آٹھ فرشتوں کا ذکر کیا ہے۔

۹۔بخاری کی کتاب الصلوٰۃ میں ایک حدیث کے الفاظ ہیں۔

---

۱۴۶۔ الاسراء : ۱/۱۷

۱۴۷۔ صحیح مسلم،کتاب الایمان،باب الاسراء برسول اللہ ﷺ،۸۲(۴۱۱)

۱۴۸۔ صحیح بخاری،کتاب الصلاۃ،باب کیف فرضت الصلاۃ فی الاسراء،۶۲(۳۴۹)

ثم عرج بی حتی ظهرت المستوی اسمع فیه صریف الاقلام ۔(۱۴۹)

مؤلف نے یہاں پر ابن قیم کی ''اقسام القرآن'' سے اقلام کی آٹھ قسمیں بیان کی ہیں۔(۱۵۰)

۱۰۔آپ ﷺ کے جنت میں داخل ہونے، نہرِ کوثر، نہرِ رحمہ اور چشمہ سلسبیل کا ذکر کیا ہے۔

۱۱۔صحیح بخاری کی روایت کے الفاظ ہیں:

لما عرج بی جبریل الی سدرة المنتھی و دناالجبار رب العزة جل جلاله فتدلیٰ حتی کان منه قابه قوسین او ادنیٰ، فأوحی الی عبده ماأوحی ۔(۱۵۱)

علامہ قسطلانی لکھتے ہیں دنو اور تدلی جو اس حدیثِ صحیح میں مذکور ہے وہ اس دنو وتدلی کے علاوہ ہے جو سورۃ النجم میں مذکور ہے۔سورۃ النجم میں مذکور دنو وتدلی جبریلؑ کے لیے ہے جبکہ حدیث میں مذکور دنو وتدلی اللہ تعالی کا نبی اکرم ﷺ سے قریب ہونا ہے۔(۱۵۲) سورۃ نجم کی آیت درج ذیل ہے:

ثم دنا فتدلیٰ فکان قاب قوسین أو أدنی (۱۵۳)

مؤلف نے اس آیت میں جبریلؑ کے مراد ہونے پر سات وجوہ سے استدلال کیا ہے۔بعد ازاں دو آیات مازاغ البصر وما طغیٰ (۱۵۴) اور فأوحی الی عبده ماأوحی (۱۵۵) کی تفسیر وتوضیح بیان کی ہے۔

۱۲۔لیلۃ الاسراء میں آپ ﷺ نے اللہ تعالی کا دیدار کیا یا نہیں اس بارے میں اختلاف ہے۔حضرت عائشہؓ کی روایت ہے کہ آپ ﷺ نے اپنے رب کو نہیں دیکھا۔آپؓ نے فرمایا: جس نے یہ کہا کہ محمد نے اپنے رب کو دیکھا تو اس نے جھوٹ بولا۔(۱۵۶) حضرت عائشہؓ کا استدلال درج ذیل آیات سے ہے:

لاتدرکه الابصار وھویدرك الابصاروھو اللطیف الخبیر۔(۱۵۷)

''آنکھیں اسے نہیں دیکھ سکتیں، اور وہ سب کو دیکھ سکتا ہے، اور وہ بارک بیں اور خبیر ہے۔''

ماکان لبشرأن یکلمه الله الا وحیا أو من وراء حجاب ۔(۱۵۸)

''کسی بشر کے لائق نہیں کہ اللہ اس سے ہم کلام ہو، مگر بذریعہ وحی یا پردے کے پیچھے سے۔''

---

۱۴۹۔ صحیح بخاری، کتاب الصلاۃ، باب کیف فرضت الصلاۃ فی الاسراء، ۶۲(۳۴۹)

۱۵۰۔ التبیان، ۲۰۷تا۲۱۳

۱۵۱۔ صحیح بخاری، کتاب التوحید، باب ماجاء فی قوله عزوجل وکلم الله موسی تکلیما، ۱۲۹۴(۷۵۱۷)

۱۵۲۔ المواہب اللدنیۃ، ۲/۳۸۳، ۳۸۴

۱۵۳۔ النجم : ۹۸/۵۳

۱۵۴۔ النجم : ۱۷/۵۳

۱۵۵۔ النجم : ۱۰/۵۳

۱۵۶۔ صحیح بخاری، کتاب التفسیر، سورۃ النجم، ۸۶۰(۴۸۵۵)

۱۵۷۔ الانعام : ۱۰۳/۶

۱۵۸۔ الشوریٰ : ۵۱/۴۲

جبکہ ابن عباس کی روایت ہے کہ آپ ﷺ نے اپنے رب کو دیکھا۔(۱۵۹)

مؤلف نے قاضی عیاض، علامہ قرطبی، ابن ابی حاتم اور علامہ بیضاوی کے حوالے سے لکھا ہے کہ آپ ﷺ نے اپنے رب کو لیلۃ الاسراء میں دیکھا تھا اور یہ بات عقلاً و شرعاً جائز ہے۔(۱۶۰)

۱۳۔ معراج کے موقع پر امّت محمدیہ ﷺ پر پانچ نمازیں فرض کی گئیں۔ مؤلف نے صحیح بخاری کی حدیث سے پانچ نمازوں کی فرضیت کی تفصیل بیان کی ہے۔(۱۶۱)

۱۴۔ آخر میں مؤلف نے آپ ﷺ کے سفرِ معراج سے واپسی کے واقعات کو مختصراً بیان کیا ہے۔

**خلاصہ بحث**

فصل دوم میں المواہب اللدنیۃ کے تین مقاصد یعنی مقصد سوم، چہارم اور پنجم کے مضامین کا تعارف پیش کیا گیا ہے۔ مقصد سوم کے مضامین میں نبی اکرم ﷺ کی ان صفات کو ذکر کیا گیا ہے جو آپ ﷺ کی کمال خلقت اور جمال صورت سے متعلق ہیں۔ آپ ﷺ کے حلیہ مبارک کا تذکرہ کرتے ہوئے آپ ﷺ کے سر مبارک، چہرہ، آنکھ، پیشانی مبارک، زبان، لعاب دہن اور قد و قامت کے اوصاف بیان کیے ہیں۔ مؤلف نے آپ ﷺ کی زبان مبارک کے وصف کو تفصیلاً بیان کرتے ہوئے آپ ﷺ کے جوامع الکلم کو بیان کیا ہے۔ اس ضمن میں مؤلف نے آپ ﷺ کی دعائیں اور خطوط نقل کیے ہیں۔ جن کے الفاظ فصاحت و بلاغت کا اعلیٰ نمونہ ہیں۔ علاوہ ازیں آپ ﷺ کی ہنسی مبارک، ہاتھ، بغل، پیٹ، قدم مبارک، چال، رنگ، پسینہ اور فضلہ کے اوصاف بیان کرنے کے بعد قضائے حاجت سے متعلق آپ ﷺ کی سیرت بیان کی ہے۔

مقصد سوم کی دوسری فصل کے مضامین میں آپ ﷺ کے پاکیزہ اخلاق اور پسندیدہ اوصاف شامل ہیں۔ جن میں آپ ﷺ کی قوت علم، حلم و عفو، حسن معاشرت، مزاح، نرمی، تواضع، شجاعت اور سخاوت کے اوصاف شامل ہیں۔ آپ ﷺ کی غذاؤں کے تذکرہ میں آپ ﷺ کی پسندیدہ غذاؤں کا ذکر کرنے کے علاوہ کھانے میں آپ ﷺ کی سیرت بیان کی ہے۔ غذا کے علاوہ مؤلف نے آپ ﷺ کے لباس، بستر، نکاح اور نیند کے بارے میں آپ ﷺ کی سیرت کو مفصل ذکر کیا ہے۔

المواہب اللدنیۃ کے مقصد چہارم میں مؤلف نے نبی اکرم ﷺ کے معجزات و خصائص تفصیلاً ذکر کیے ہیں۔ معجزہ کی تعریف و شرائط، قرآن کریم کی وجوہِ اعجاز کا تفصیلی ذکر کرنے کے بعد نبی اکرم ﷺ کے مشہور معجزات بیان کیے ہیں۔ جن میں معجزہ معجزہ شق القمر، ردّ شمس، کنکریوں کا آپ ﷺ کے ہاتھوں میں تسبیح بیان کرنا، پہاڑوں کا آپ ﷺ سے کلام کرنا، حنین الجذع، آپ ﷺ کی انگلیوں سے پانی کا چشمہ جاری ہونا، آپ ﷺ کی دعا اور برکت سے کھانے کا زیادہ ہونا اور دیگر متعدد معجزات کا ذکر کیا ہے۔ اسی مقصد میں مؤلف نے نبی اکرم ﷺ کے دو قسم کے فضائل و خصائص بیان کیے ہیں۔ ایک وہ خصائص جو آپ ﷺ اور دیگر انبیاء کرام میں مشترک ہیں، دوسری قسم کے خصائص وہ ہیں جو صرف آپ ﷺ کی ذات کے ساتھ مخصوص ہیں۔ مثلاً تحریم زکوٰۃ و صدقہ، تحریم کتابت و شعر، نیند سے وضو کا نہ ٹوٹنا، نمازِ عصر کی اباحت، آپ ﷺ کا اوّل مخلوق ہونا، مختون پیدا ہونا، جوامع الکلم، مقام محمود، حوضِ کوثر، لواء الحمد اور وسیلہ وغیرہ۔ آپ ﷺ کے خصائص بیان کرنے کے علاوہ مؤلف نے امّت محمدیہ ﷺ کے ۳۹ خصائص جن میں زمین کا مسجد اور پاک ہونا، وضو، پانچ فرض نمازیں، اذان

---

۱۵۹۔ الشریعۃ، ۲/۳۱۴ (۱۰۹۱، ۱۰۹۲)

۱۶۰۔ المواہب اللدنیۃ، ۲/۳۹۰ تا ۳۹۲

۱۶۱۔ صحیح بخاری، کتاب الصلوۃ، باب کیف فرضت الصلاۃ فی الاسراء، ۶۲ (۳۴۹)

واقامت، ستر ہزار لوگوں کا بغیر حساب کے جنت میں داخل ہونا، خطا اور نسیان وغیرہ شامل ہیں۔ مقصد پنجم میں واقعہ اسراء ومعراج کو اس کی تمام حکمتوں کے ساتھ تفصیل سے بیان کیا ہے۔

# فصل سوئم

## المواہب اللدنیۃ کے مقصد ششم اور ہفتم کے مضامین کا اجمالی جائزہ

اس فصل میں المواہب اللدنیۃ کے مقصد ششم اور ہفتم کے مضامین کا اجمالی تعارف پیش کیا جائے گا۔

### مقصد ششم

یہ مقصد نبی اکرم ﷺ کی عظیم القدر، بلند ذکر، جلیل القدر رتبہ اور دیگر انبیاء پر فضیلت جیسے موضوعات پر محیط ہے۔

مؤلف نے اس مقصد کو دس انواع میں تقسیم کیا ہے۔ان انواع پر مشتمل مضامین کا مختصر تعارف حسبِ ذیل ہے۔

**نوع اوّل:**

یہ نوع ان آیات کے ذکر پر مشتمل ہے جن میں نبی اکرم ﷺ کی عظیم شان، رفعتِ ذکر، بلند مرتبہ اور دیگر انبیاء پر آپ ﷺ کی فضیلت کو بیان کیا گیا ہے۔نوع کا آغاز درج ذیل آیت سے کیا ہے۔

تلك الرسل فضلنا بعضهم على بعض منهم من كلم الله ورفع بعضهم درجات۔(۱)

''ان میں سے ہم نے بعض کو بعض پر فضیلت دی ہے، بعض ایسے ہیں جن سے اللہ نے کلام کیا اور ان میں سے بعض کے مرتبے بلند کیے۔''

علامہ قسطلانی نے درج ذیل آیت کی تشریح کرتے ہوئے لکھا ہے:

''اللہ تعالی نے نبی اکرم ﷺ کو تین وجوہ سے رفعت عطا کی ہے۔

(۱) معراج (۲) تمام انسانوں کی سیادت (۳) ان معجزات کی بناء پر جو آپ ﷺ کو عطا کیے گئے۔آپ ﷺ سے پہلے کسی نبی کو عطا نہیں ہوئے۔(۲)

اس موضوع کے تحت درج ذیل احادیث کا ذکر کیا ہے۔

آپ ﷺ نے فرمایا:

أنا سيدولد آدم، وأنا أول من تنشق عنه الأرض يوم القيامة ۔(۳)

''میں اولادِ آدم کا سردار ہوں اور قیامت کے روز سب سے پہلے زمین سے اٹھایا جاؤں گا۔''

صحیح بخاری کی حدیث ہے:

أنا سيد الناس يوم القيامة۔(۴)

''میں قیامت کے روز لوگوں کا سردار ہوں گا۔''

مؤلف کے بقول: ''یہ حدیث اس پر دلالت کرتی ہے کہ آپ ﷺ آدمؑ اور ان کی تمام اولاد سے زیادہ افضل ہیں بلکہ تمام انبیاء سے زیادہ افضل ہیں۔(۵)

اس نوع کی دوسری حدیث اس مسئلہ پر مشتمل ہے کہ کیا بشر ملائکہ سے افضل ہیں؟

---

۱۔ البقرہ : ۲/۲۵۳

۲۔ المواہب اللدنیۃ، ۲/۴۰۰

۳۔ سنن ابوداود، کتاب السنۃ، باب فی التخییر بین الانبیاء علیھم السلام، ۴/ ۲۱۷ (۴۶۷۳)؛ صحیح مسلم، کتاب الفضائل، باب تفضیل نبینا علی جمیع الخلائق ۱۰۰۸ (۵۹۴۰)

۴۔ صحیح بخاری، کتاب احادیث الأنبیاء، ۵۵۴ (۳۳۴۰)؛ صحیح مسلم، کتاب الایمان، باب أدنی اھل الجنۃ منزلۃ فیھا، ۱۰۳ (۴۸۰)

۵۔ المواہب اللدنیۃ، ۲/۴۰۲

مؤلف کے مطابق: جمہور اہلِ سنت والجماعت کا عقیدہ ہے کہ بنی آدم کے خواص یعنی انبیاء کرام اور ملائکہ کے خواص یعنی جبرائیل، میکائیل، اسرافیل، عزرائیل اور حاملینِ عرش سے زیادہ افضل ہیں اور ملائکہ کے خواص بنی آدم کے عوام سے زیادہ افضل ہیں۔(٦)

شیخ تفتازانی کے بقول: بنی آدم کے عوام ملائکہ کے عوام سے زیادہ افضل ہیں۔ بنی آدم کے عوام سے مراد صالح لوگ ہیں نہ کہ فاسق۔(٧)

حضرت ابوذرؓ نے نبی اکرم ﷺ سے پوچھا کہ انبیاء کی تعداد کتنی ہے۔ آپ ﷺ نے فرمایا: ''ایک لاکھ چوبیس ہزار۔۔۔۔۔۔الی آخرہ'' اس حدیث کے آخری الفاظ ہیں: ''وأول النبیین آدم و آخرھم نبیك ''(٨) مؤلف نے ابن الجوزی اور ابن کثیر کے حوالہ سے اس حدیث کو موضوع قرار دیا ہے۔(٩) نبی اکرم ﷺ کی علوشان اور عظیم قدر ومنزلت سے متعلق درج ذیل آیات نقل کی ہیں۔

ورفعنا لك ذكرك۔(١٠)

''اور ہم نے آپ ﷺ کے ذکر کو بلند کیا۔''

طه مآ انزلنا علیك القرآن لتشقیٰ۔(١١)

''طہ، (اے محمد) ہم نے تم پر قرآن اس لیے نازل نہیں کیا کہ تم مشقت میں پڑ جاؤ۔''

انا اعطینك الکوثر۔(١٢)

''بے شک ہم نے آپ کو کوثر عطا کی۔''

**نوع ثانی:**

اس نوع میں مؤلف نے ذکر کیا ہے کہ اللہ تعالی نے انبیاء علیہم السلام سے اس بات پر میثاق لیا تھا کہ اگر وہ نبی اکرم ﷺ کا زمانہ پائیں تو آپ ﷺ پر ایمان لائیں گے اور آپ ﷺ کی نصرت کریں گے۔

ارشاد باری تعالی ہے:

واذا اخذ اللہ میثاق النبیین لما اتیتکم من کتاب وحکمة ثم جاء کم رسول مصدق لما معکم لتومنن به ولتنصرنه۔(١٣)

''اور جب اللہ تعالی نے انبیاءؑ سے میثاق لیا کہ جب میں تمہیں کتاب اور حکمت دوں پھر تمہارے پاس رسول آئے تصدیق کرنے والا اس چیز کی جو تمہارے پاس ہے تو تم اس پر ایمان لانا اور اس کی مدد کرنا۔''

---

٦۔ ایضاً، ٢/٤٠٥

٧۔ شرح العقائد النسفیة، ١٧٧؛ الحدیقة الندیة، ١/٢٩٠

٨۔ الحلیة الأولیاء، ١/٢٢١، ٢٢٢

٩۔ المواھب اللدنیة، ٢/٤٠٧

١٠۔ الم نشرح: ٩٤/٤

١١۔ طہ: ٢٠/١، ٢

١٢۔ الکوثر: ١٠٨/١

١٣۔ آل عمران: ٣/٨١

اس آیت کی تشریح میں علامہ تقی الدین السبکی کا قول نقل کیا ہے۔

''آپ ﷺ کی رسالت اور نبوت تمام خلق کے لیے عام ہے۔حضرت آدمؑ سے لے کر قیامت کے دن تک اور تمام انبیاءؑ اور ان کی امتیں آپ ﷺ کی امت میں شامل ہوں گی۔آپ ﷺ کا قول ''وبعثت الی الناس کافۃ'' صرف آپ ﷺ کے زمانے سے قیامت تک پر مشتمل نہیں بلکہ ان سے پہلی امتوں کے بارے میں بھی ہے۔'' (۱۴)

**نوع ثالث:**

مؤلف نے اس نوع میں نبی اکرم ﷺ کی رسالت کی تصدیق اور آپ ﷺ کے شاہد ہونے کے وصف کے ضمن میں متعدد آیات درج کی ہیں۔سب سے پہلے حضرت ابراھیمؑ اور اسماعیلؑ کی دعا کا ذکر کیا۔

ربنا وابعث فیهم رسولاً منهم یتلوا علیهم ایاتك ---الی آخره۔(۱۵)

''اے ہمارے رب تو ان میں سے ایک رسول بھیج جو انہیں تیری آیات پڑھ کر سنائے۔''

مؤلف نے یہاں پر ایک سوال اٹھایا ہے کہ یہ کیسے معلوم ہوا کہ اس آیت میں محمد ﷺ مراد ہیں؟ اس کے جواب میں تین وجوہ پیش کی ہیں۔ایک یہ کہ اس پر مفسرین کا اجماع ہے۔دوم یہ کہ آپ ﷺ نے خود فرمایا تھا: أنا دعوة أبی ابراهیم و بشارة عیسیٰ۔ (۱۶) سوم یہ کہ حضرت ابراھیمؑ و اسماعیلؑ نے یہ دعا مکہ اور اس کے نواح میں موجود اپنی اولاد کے لیے کی تھی اور مکہ میں ہمارے نبی اکرم ﷺ کے سوا کوئی نبی مبعوث نہیں ہوا۔(۱۷)

آپ ﷺ کے شاہد ہونے کے وصف سے متعلق درج ذیل آیات نقل کی ہیں۔

☆اولم یکفهم انا انزلنا علیك الكتاب یتلی علیهم ان فی ذالك لرحمة وذکری لقوم یومنون ـقل کفی بالله بینی و بینکم شهیدًا یعلم مافی السموات والارض ---الی آخره۔(۱۸)

''کیا ان لوگوں کے لیے یہ کافی نہیں کہ ہم نے تم پر کتاب نازل کی جو ان کو پڑھ کر سنائی جاتی ہے، کچھ شک نہیں کہ مؤمن لوگوں کے لیے اس میں رحمت اور نصیحت ہے، کہہ دو کہ میرے اور تمہارے درمیان خدا ہی گواہ کافی ہے، جو چیز آسمانوں اور زمین میں ہے، وہ سب کو جانتا ہے---آخر تک''

☆انا ارسلناك شاهدا ومبشرا ونذیرا وداعیا الی الله باذنه وسراجا منیرا۔(۱۹)

''ہم نے آپ کو گواہی دینے والا اور خوشخبری دینے والا اور ڈرانے والا بنا کر بھیجا ہے، اور خدا کی طرف اس کے حکم سے بلانے والا اور روشن چراغ (بنا کر بھیجا)۔''

**نوع رابع:**

سابقہ کتب سماویہ یعنی توراۃ وانجیل میں نبی اکرم ﷺ کی آمد اور آپ ﷺ کے نبی برحق ہونے کے بارے میں جو بشارات

---

۱۴۔ المواہب اللدنیۃ، ۲/ ۴۱۵

۱۵۔ البقرہ : ۲/ ۱۲۹

۱۶۔ دلائل النبوۃ (بیہقی)، ۱/ ۸۰

۱۷۔ المواہب اللدنیۃ، ۲/ ۴۱۷

۱۸۔ العنکبوت : ۲۹/ ۵۱، ۵۲

۱۹۔ الاحزاب: ۳۳/ ۴۵، ۴۶

موجود ہیں یہ نوع ان کے ذکر پر مشتمل ہے۔

مؤلف نے اس نوع کا آغاز درج ذیل آیت مبارکہ سے کیا ہے۔

والذین یتبعون الرسول النبی الأمی الذی یجدونہ مکتوبا عندھم فی التوراۃ والانجیل۔(۲۰)

''وہ جو نبی امّی کی پیروی کرتے ہیں، جن (کے اوصاف) کو وہ اپنے ہاں تورات اور انجیل میں لکھا ہوا پاتے ہیں۔''

لیکن اہل کتاب اس حق کو چھپاتے ہیں۔

وان فریقا منھم لیکتمون الحق وھم یعلمون۔(۲۱)

''اور ایک گروہ ان میں سے حق کو چھپاتا ہے حالانکہ وہ جانتے ہیں۔''

یحرفون الکلم عن مواضعہ۔(۲۲)

''وہ کلمہ کو اس کی جگہ سے بدل ڈالتے ہیں۔''

مؤلف کے مطابق: ''ان دونوں کتابوں میں باوجود تحریفات کے ہمارے نبی اکرم ﷺ کی نبوت کے دلائل اور آپ ﷺ کی رسالت اور شریعت کے اعلام اس میں واضح اور روشن ہیں۔ ان سے کیسے انکار کیا جاسکتا ہے۔ نبی اکرم ﷺ کا نام سریانی زبان میں مشفح ہے۔ مشفح کا معنی بغیر کسی شک کے محمد ہے۔(۲۳)

سابقہ کتب میں آپ ﷺ کی آمد کی پیشین گوئیوں اور صفات کے بارے میں امام بخاری، علامہ بیہقی، امام ابونعیم، ابن اسحاق، ابن ظفر کی البشر فی خیر البشر اور ابن قتیبہ کی أعلام النبوۃ سے وہ روایات پیش کی ہیں جن سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ ﷺ کی صفات کا ذکر توراۃ وانجیل میں موجود تھا۔

**نوع خامس:**

یہ نوع ان آیات کے ذکر پر مشتمل ہے جن میں اللہ تعالیٰ نے نبی اکرم ﷺ کی رسالت کے برحق ہونے اور آپ ﷺ کے بلند مقام ومرتبہ کی قسمیں کھائیں ہیں۔ مؤلف نے اس نوع کو ابن القیم کی ''أقسام القرآن'' سے ملخص کر کے پیش کیا ہے۔ یہ نوع پانچ فصول پر مشتمل ہے۔

☆ پہلی فصل میں ان آیات کا ذکر کیا ہے جن میں اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ کے اعلیٰ اخلاق کی قسم کھائی ہے۔ مثلاً

ن ۔ والقلم ومایسطرون۔ ماأنت بنعمۃ ربك بمجنون ۔ وان لك لاجرا غیر ممنون ۔ وانك لعلیٰ خلق عظیم۔(۲۴)

''ن۔ قلم کی اور جو لکھتے ہیں اس کی قسم، کہ تم اپنے پروردگار کے فضل سے دیوانے نہیں ہو، اور تمہارے لیے بے انتہا اجر ہے''

☆ فصل دوم میں ان آیات کا ذکر ہے جن میں اللہ تعالیٰ نے ان چیزوں کی قسم کھائی ہے جن کے ذریعے آپ ﷺ پر انعام

---

۲۰۔ الاعراف : ۱۵۷/۷

۲۱۔ البقرہ : ۱۴۶/۲

۲۲۔ المائدۃ : ۱۳/۵

۲۳۔ المواھب اللدنیۃ، ۴۲۹/۲

۲۴۔ القلم : ۶۸/۱تا۴

واکرام فرمایا۔مثلاً

والضحی واللیل اذا سجی ۔ماودعك ربك وما قلی۔(۲۵)

''آفتاب کی روشنی کی قسم،اوررات کی جب وہ چھا جائے،کہ(اے محمد)تمہارے پروردگار نے نہ تم کو چھوڑااور نہ تم سے ناراض ہوا۔''

☆فصل سوم میں ان آیات کا ذکر ہے جن میں اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ کو جو وحی اور کتاب عطا کی اور آپ ﷺ کو خواہشات سے منزہ قرار دیا۔ان کی صداقت کے لیے مختلف چیزوں کی قسم کھائی ہے۔ارشاد باری تعالیٰ ہے۔

والنجم اذا ھوی ۔ماضل صاحبکم وما غوٰی ۔وما ینطق عن الھوٰ ی ۔(۲۶)

''تارے کی قسم،جب غائب ہونے لگے،کہ تمہارے رفیق(محمد ﷺ)نہ رستہ بھولے ہیں،اور نہ بھٹکے ہیں،اور نہ وہ اپنی خواہش سے کچھ کہتے ہیں''

مؤلف نے النجم کی تفسیر میں بہت سے اقوال نقل کرنے کے بعد ابن القیم کے قول کو راجح قرار دیا ہے۔ابن القیم کے مطابق انھا النجوم التی ترمی بھا الشیاطین۔(۲۷)

فلاأقسم بمواقع النجوم ۔وانه لقسم لو تعلمون عظیم ۔انه لقول رسول کریم۔ فی کتاب مکنون ۔لایمسه الاالمطھرون۔(۲۸)

اس آیت میں کتاب مکنون سے کیا مراد ہے؟ علامہ قسطلانی امام واحدی کے حوالے سے لکھتے ہیں: اکثر اھل تفسیر کی رائے یہ ہے کہ اس سے مراد لوح محفوظ ہے۔(۲۹)

☆فصل رابع میں ان آیات کا ذکر ہے جن میں اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ کی رسالت کی حقانیت میں قسم کھائی ہے۔مثلاً

یٰسین ۔والقرآن الحکیم ۔انك لمن المرسلین۔(۳۰)

مؤلف کے مطابق اس آیت میں کفار کی تردید ہے۔وہ کہتے تھے لست مرسلا۔(۳۱) آپ ﷺ رسول نہیں ہیں۔اللہ تعالیٰ نے اپنے نام اور کتاب کے ساتھ قسم کھائی کہ یقیناً آپ ﷺ مرسلین میں سے ہیں۔(۳۲)

☆فصل خامس میں ان آیات کا ذکر ہے جن میں اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ کی عمر،زمانہ اور شہر کی قسم کھائی ہے۔

آپ ﷺ کی عمر کی قسم کھاتے ہوئے فرمایا: لعمرك انھم لفی سکرتھم یعمھون۔(۳۳)

---

۲۵۔ الضحیٰ : ۹۳/۱تا۴

۲۶۔ النجم : ۵۳/۱تا۴

۲۷۔ التبیان،۲۴۴

۲۸۔ الواقعہ : ۵۶/۷۵تا۷۹

۲۹۔ الوسیط ۴/۲۳۹؛التبیان،۹۹،۲۲۶

۳۰۔ یٰسین : ۳۶/۱تا۳

۳۱۔ الرعد : ۱۳/۴۳

۳۲۔ المواہب اللدنیۃ ۲/۴۴۷

۳۳۔ الحجر : ۱۵/۷۲

آپ ﷺ کے شہر کی قسم کھاتے ہوئے فرمایا: لاأقسم بهذا البلد۔وأنت حل بهذا البلد۔(۳۴)

زمانے کی قسم کھاتے ہوئے فرمایا: والعصر۔ان الانسان لفی خسر۔(۳۵)

لفظ عصر کی تفسیر میں مختلف اقوال وارد ہوئے ہیں۔ایک قول کے مطابق اس سے مراد دھریعنی زمانہ ہے۔دوسرا قول یہ ہے کہ اس سے مراد نبی اکرم ﷺ کا زمانہ ہے۔یہ رائے امام بیضاوی اور امام رازی کی ہے۔(۳۶) علامہ قسطلانی نے بھی یہی رائے اختیار کی ہے۔(۳۷)

**نوع سادس:**

اس نوع میں آپ ﷺ کے دو اوصاف، نور اور سراج منیر کا ذکر کیا گیا ہے۔ان اوصاف کا ذکر درج ذیل آیات میں موجود ہے:

قد جاء کم من الله نورو کتاب مبین۔(۳۸)

''تحقیق تمہارے پاس اللہ کی طرف سے روشنی اور واضح کتاب آچکی۔''

انا ارسلناك شاهدًا ومبشرا ونذيرا ۔وداعيا الى الله باذنه وسراجا منيرا۔(۳۹)

**نوع سابع:**

اس نوع میں آپ ﷺ کی اطاعت اور سنت کے اتباع کے وجوب کا ذکر ہے۔ارشاد ری تعالی ہے:

یاایھاالذین امنوا اطیعوا الله ورسوله۔(۴۰)

''اے ایمان والو، اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت کرو۔''

مؤلف نے ان تمام آیات کا ذکر کیا ہے جن میں آپ ﷺ کی اطاعت کو لازم قرار دیا گیا ہے۔اس کی تفسیر وتوضیح میں مفسرین کی آراء سے استفادہ کیا ہے۔

**نوع ثامن:**

اس نوع میں ان آیات کا ذکر کیا گیا ہے جن میں اللہ تعالی نے آپ ﷺ کا ادب واحترام کرنے کا حکم دیا ہے۔مثلاً

یاایھاالذین امنوا لاتقدموا بین یدی الله ورسوله۔(۴۱)

''اے ایمان والو، اللہ اس کے رسول کے آگے پیشقدمی مت کرو۔''

---

۳۴۔ البلد : ۲۰۱/۹۰

۳۵۔ العصر : ۲،۱/۱۰۳

۳۶۔ أنوار التنزیل، ۸۱۰؛ مفاتیح الغیب، ۸۷/۳۲/۱۶

۳۷۔ المواهب اللدنیة، ۴۵۰/۲

۳۸۔ المائدۃ : ۱۵/۵

۳۹۔ الأحزاب : ۴۶،۴۵/۳۳

۴۰۔ الأنفال : ۲۰/۸

۴۱۔ الحجرات : ۱/۴۹

یاایھاالذین امنوا لاترفعو اصواتکم فوق صوت النبی۔(۴۲)

''اے ایمان والو،تم اپنی آوازوں کو نبی کے آواز سے بلند مت کرو''

النبی أولی بالمؤمنین من انفسھم۔(۴۳)

''نبی مؤمنوں کا ان کی جانوں سے زیادہ حقدار ہے۔''

لاتجعلو ا دعاء الرسول بینکم کدعاء بعضکم بعضا۔(۴۴)

''تم رسول کو اس طرح مت بلاؤ،جیسا کہ تم ایکدوسرے کو بلاتے ہو۔''

**نوع تاسع:**

یہ نوع ان آیات کے بیان پر مشتمل ہے جن میں اللہ تعالی نے آپ ﷺ کی رفعتِ شان کی خاطر آپ ﷺ کے دشمنوں کا رد کیا ہے۔مثلاً کافر آپ ﷺ کو نعوذ باللہ مجنون کہتے تھے۔لیکن اللہ تعالی ان کے اس قول کی تردید فرماتے ہیں۔

ن والقلم ومایسطرون ۔ماانت بنعمة ربك بمجنون ۔(۴۵)

''ن۔قلم کی قسم اور اس کی جس سے وہ لکھتے ہیں،آپ اپنے رب کے فضل سے دیوانے نہیں ہیں۔''

وما صاحبکم بمجنون ۔(۴۶)

''اور تمہارا ساتھی دیوانہ نہیں ہے۔''

کفار نے آپ ﷺ کو ابتر کہا۔اللہ تعالی نے ان کا رد کرتے ہوئے فرمایا:

ان شانئك ھو الابتر۔(۴۷)

''یقیناً تمہارا دشمن ہی بے نام ونشان ہوگا۔''

**نوع عاشر:**

یہ نوع آپ ﷺ کے حق میں نازل ہونے والی متشابہ آیات کے بیان پر مشتمل ہے۔

مؤلف نے ان شبہات کا ازالہ کیا ہے۔

ارشاد باری تعالی ہے: ووجدك ضالا فھدی۔(۴۸)

''اور اس نے آپ کو گمراہ پایا تو ہدایت دی''

مؤلف کے مطابق:علماء کا اتفاق ہے کہ آپ ﷺ کبھی بھی ایک لمحہ کے لیے بھی گمراہ نہیں ہوتے۔(۴۹)

---

۴۲۔ الحجرات : ۴۹/۲

۴۳۔ الأحزاب : ۳۳/۶

۴۴۔ النور : ۲۴/۶۳

۴۵۔ القلم : ۶۸/۱۔۲

۴۶۔ التکویر : ۸۱/۲۲

۴۷۔ الکوثر : ۱۰۸/۳

۴۸۔ الضحی : ۹۳/۷

۴۹۔ المواھب اللدنیۃ،۲/۴۶۱

اسی طرح دیگر متشابہ آیات میں ''ماتدری ماالکتاب ولاالایمان'' ( آپ نہیں جانتے کہ کتاب کیا ہے اور ایمان کیا ہے )(۵۰) اور ''ووضعنا عنك وزرك الذی انقض ظهرك '' (اور ہم نے آپ پر سے وہ بوجھ اتار دیا جس نے آپ کی کمر توڑ دی تھی )۔(۵۱)

ان آیات کے علاوہ دیگر متعدد متشابہ آیات نقل کی ہیں۔

اس نوع کی تفصیلات کے لیے مؤلف نے قاضی عیاض کی الشفاء سے استفادہ کیا ہے۔

**مقصد ہفتم**

یہ مقصد نبی اکرم ﷺ کی محبت کے وجوب، سنت کے اتباع، آپ ﷺ کے طریقے سے راہِ ہدایت حاصل کرنے، آپ ﷺ کے آل و اصحاب اور قرابت داروں سے محبت کرنے کی فرضیت اور آپ ﷺ پر درود و سلام بھیجنے کے حکم پر مشتمل ہے۔ مؤلف نے اس مقصد کو تین فصول میں تقسیم کیا ہے۔

**فصل اوّل:**

پہلی فصل میں نبی اکرم ﷺ سے محبت کرنے، آپ ﷺ کی سنت کی اتباع اور سیرت کی اقتداء کا بیان ہے۔

☆ سب سے پہلے مؤلف نے لفظ ''محبت'' کی توضیح و تشریح کی ہے۔ اس کے بعد محبت کی حدود و قیود پر بحث کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ حبیب کی موجودگی اور غیر موجودگی دونوں صورتوں میں اس سے موافقت کی جائے۔ نیز جس سے محبت کی جائے اس کے لیے سب کچھ ھبہ کر دیا جائے۔ یہاں تک کہ محبّ کے پاس کچھ بھی باقی نہ رہے۔(۵۲)

☆ نبی اکرم ﷺ سے محبت کے وجوب میں مؤلف نے تین احادیث پیش کی ہیں۔

۱۔ ارشاد نبوی ﷺ ہے: لایؤمن أحد کم حتی أکون أحب الیه من والده وولده والناس اجمعین۔(۵۳)

''تم میں سے کوئی شخص اس وقت تک مؤمن نہیں ہوسکتا جب تک میں اسے اس کے والدین، اولاد اور دنیا کے تمام لوگوں سے زیادہ محبوب نہ ہو جاؤں۔''

۲۔ حضرت انسؓ سے مروی ہے۔ آپ ﷺ نے فرمایا: تین باتیں جس شخص میں ہوں گی وہ ایمان کی مٹھاس پالے گا۔ یہ کہ اللہ اور اس کا رسول اس کو سب سے زیادہ محبوب ہوں۔ یہ کہ آدمی اللہ ہی خاطر کسی سے محبت کرے اور وہ کفر کی طرف لوٹنے کو ایسے ہی ناپسند کرتا ہو جیسا کہ وہ آگ میں پھینکے جانے کو ناپسند کرتا ہے۔(۵۴)

مؤلف نے ان دونوں احادیث کی تشریح و توضیح بیان کرتے ہوئے صحابہ کرامؓ کی زندگیوں سے مثالیں دی ہیں کہ وہ لوگ کس طرح نبی اکرم ﷺ سے محبت کرتے تھے۔

۳۔ ارشاد نبوی ﷺ ہے: ذاق طعم الایمان من رضی بالله رباو بالاسلام دینا وبمحمد رسولاً۔(۵۵)

---

۵۰۔ الشوریٰ : ۴۲/۵۲

۵۱۔ الم نشرح : ۹۴/۳۰۲

۵۲۔ المواہب اللدنیۃ، ۲/ ۴۷۷

۵۳۔ صحیح بخاری، کتاب الایمان، باب من الایمان أن یحب لأخیه ما یحب لنفسه، ۱/۱/۹؛ صحیح مسلم، کتاب الایمان، باب وجوب محبة رسول اللہ ﷺ، ۴۱(۱۶۹)

۵۴۔ صحیح مسلم، کتاب الایمان، باب خصال من اتصف بهن وجد حلاوة الایمان، ۴۰(۱۶۵)

۵۵۔ صحیح مسلم، کتاب الایمان، باب الدلیل علی أن من رضی باللہ ربا و بالاسلام دینا وبمحمد ﷺ رسولاً، ۳۸(۱۵۱)

''ایمان کا مزہ اس شخص نے چکھا جو اللہ کے رب، اسلام کے دین اور محمد ﷺ کے رسول ہونے پر راضی ہو گیا۔''

اس حدیث کی وضاحت کرتے ہوئے ابن القیم کے حوالے سے لکھتے ہیں:

ایمان کا بھی ذائقہ ہوتا ہے، قلب اس ذائقے کو ایسے ہی چکھتا ہے جیسے منہ کھانے اور پینے کے ذائقہ کو چکھتا ہے۔ نبی اکرم ﷺ نے ایمان اور احسان کی حقیقت اور قلب کے لیے اس کے حصول کو کھانے اور شراب کے ذائقے کے ساتھ تعبیر کیا ہے۔(۵۶)

اللہ سے محبت کی دو اقسام ہیں:

(۱) فرض (۲) ندب

فرض: یہ محبت اوامر الٰہی کے امتثال اور نواہی سے اجتناب کی صورت میں پیدا ہوتی ہے۔ جو کوئی کسی حرام فعل کو اختیار کرے یا واجب کو ترک کر دے تو یہ اللہ تعالیٰ سے محبت میں کمی کا باعث بنتا ہے۔

ندب: یہ کہ بندہ نوافل کا اہتمام کرے اور مشتبہ چیزوں سے بچے۔(۵۷)

☆ مؤلف نے نبی اکرم ﷺ سے محبت کرنے کی نو علامات بیان کی ہیں۔

۱۔ نبی اکرم ﷺ کی اقتداء، آپ ﷺ کی سنت پر عمل

۲۔ محبت کا مدعی آپ ﷺ کی شریعت پر راضی ہو جائے یہاں تک کہ اپنے نفس میں ذرا سی تنگی بھی محسوس نہ کرے۔

۳۔ قول و فعل کے ذریعے آپ ﷺ کے دین کی نصرت اور شریعت کا دفاع کیا جائے۔

۴۔ مصائب پر صبر کرنا یہاں تک کہ اس کی طبیعت ثانیہ بن جائے۔

۵۔ آپ ﷺ کا ذکر کثرت سے کرنا۔

۶۔ آپ ﷺ کی عظمت و توقیر کا خیال رکھنا اور ذکر کے وقت خشوع و خضوع کا اظہار کرنا۔

۷۔ قرآن کریم سے محبت کرنا۔

۸۔ آپ ﷺ کی سنت سے محبت اور آپ ﷺ کی حدیث کی قرأت

۹۔ آپ ﷺ کے ذکر اور اسم منیف کے سماع سے ایسی لذت حاصل کرے کہ روح وقلب دونوں اس میں مستغرق ہو جائیں۔(۵۸)

☆ علاماتِ محبت کے تذکرہ کے بعد مؤلف نے ''محبت اور خلت میں سے کس کا درجہ بڑا ہے؟'' پر بحث کرتے ہوئے قاضی عیاض اور ابن القیم کے حوالے سے ثابت کیا ہے کہ خلت کا درجہ محبت سے زیادہ ہے۔(۵۹)

**فصل ثانی:**

اس فصل میں نبی اکرم ﷺ پر درود و سلام بھیجنے کے حکم کی فرضیت، فضیلت اور یہ کہ کن مواقع پر درود و سلام پڑھنا چاہئے، جیسے

---

۵۶۔ مدارج السالکین، ۳/۹۱

۵۷۔ المواہب اللدنیۃ، ۲/ ۴۸۷

۵۸۔ ایضاً، ۴۹۱، ۵۰۰

۵۹۔ ایضاً، ۲/ ۵۰۲، ۵۰۳

موضوعات شامل ہیں۔

☆مؤلف نے سب سے پہلے حق تعالی کا یہ قول نقل کیا ہے:

ان الله وملائکته یصلون علی النبی یاایھاالذین آمنوا صلو اعلیه و سلمو ا تسلیما۔(۶۰)

''اللہ تعالی اوراس کے فرشتے نبی ﷺ پر درودوسلام بھیجتے ہیں۔اے ایمان والو!تم بھی آپ ﷺ پر درودوسلام بھیجو۔''

مؤلف کے مطابق:صلوۃ اللہ سے مراداللہ تعالی کا نبی اکرم ﷺ کی توصیف وتعریف بیان کرنا ہےاور صلوۃ الملائکۃ سے مراد فرشتوں کا آپ ﷺ کے لیے دعا کرنا ہے۔(۶۱)

☆نبی اکرم ﷺ پر درود بھیجنے کا حکم کب ہوا؟اس ضمن میں مختلف اقوال مروی ہیں۔ایک قول کے مطابق ہجرت کے دوسرے سال،دوسرے قول کے مطابق :لیلۃ الاسراءکوہوا۔ایک قول یہ بھی ہے کہ شعبان کامہینہ نبی اکرم ﷺ پر درود بھیجنے کا مہینہ ہے۔کیونکہ آیتِ صلوۃ''ان الله وملائکته یصلون علی النبی ''اس ماہ میں نازل ہوئی تھی۔(۶۲)

☆نبی اکرم ﷺ پر درود کب اور کتنی مرتبہ بھیجا جائے؟اس بارے میں علماء کے مابین اختلاف ہے۔مؤلف نے اس ضمن میں دس اقوال نقل کیے ہیں جودرج ذیل ہیں:۔

۱۔بغیر کسی شمار کے واجب ہے۔کم ازکم ایک مرتبہ بھیجنا ضروری ہے۔

۲۔بغیر کسی عدد کی تقیید کے کثرت سے درود بھیجناواجب ہے۔

۳۔جب بھی آپ ﷺ کا ذکر کیا جائے ہر دفعہ درود بھیجناواجب ہے۔مؤلف نے اس رائے کی سختی سے تردید کی ہے۔(۶۳)

۴۔ہر مجلس میں ایک مرتبہ درود بھیجنا کافی ہے اگر چہ آپ ﷺ کا ذکر کثرت سے ہو۔

۵۔ہر دعا کے وقت

۶۔چھٹا قول ابن جریر کا ہے:ان کے مطابق آپ ﷺ پر درود بھیجنا مستحبات میں سے ہے۔

۷۔زندگی میں ایک مرتبہ نماز اوراس کے علاوہ میں واجب ہے جیسا کہ کلمہ توحید

۸۔نماز میں بغیر کسی تعین محل کے واجب ہے۔

۹۔تشہد میں واجب ہے۔

۱۰۔نماز میں قعدہ اخیرہ میں سلام اورتشہد کے درمیان واجب ہے۔یہ قول امام شافعیؒ کا ہے۔(۶۴)مؤلف نے امام شافعی کے دلائل ان کی کتاب الأم سے پیش کیے ہیں۔(۶۵)جن لوگوں نے امام شافعی کی رائے کی مخالفت کی ہے ان کے دلائل بھی نقل کیے ہیں۔بعدازاں امام شافعی کے قول کی تائید میں علماءسلف مثلاً ابن کثیر،ابن القیم،ابن حجر،علامہ سخاوی،ابوامامہ بن النقاش اور قاضی عیاض کے

---

۶۰۔ الأحزاب : ۵۶/۳۳

۶۱۔ المواہب اللدنیۃ،۲/۵۰۴

۶۲۔ ایضاً،۲/۵۰۶

۶۳۔ ایضاً،۲/۵۰۷

۶۴۔ ایضاً،۲/۵۰۶،۵۰۸،نیز دیکھئے الأذکار،۶۳؛الشفاء،۲/۶۲۹

۶۵۔ کتاب الأم،۱۱۷

اقوال وآرا نقل کیے ہیں۔(۶۶)

☆ درود کی صفت اور کیفیت سے متعلق متعدد احادیث نقل کرنے کے بعد ان مواقع کا ذکر کیا ہے جن میں آپ ﷺ پر درود بھیجنا مشروع ہے۔ آخری تشہد میں، خطبہ جمعہ کے وقت، مؤذن کا جواب دینے کے بعد، دعا کے شروع اور آخر میں، دعائے قنوت کے بعد، تکبیراتِ عیدین کے دوران، مسجد میں داخل ہوتے اور نکلتے وقت، نمازِ جنازہ کے وقت، تلبیہ کے وقت، صفا و مروہ کی سعی کے دوران، اجتماع کے وقت اور اجتماع سے اٹھتے وقت، صبح و شام کے وقت، وضو کے وقت، کسی چیز کے بھولنے کے وقت، چھینک کے بعد، آپ ﷺ کی قبر شریف کی زیارت کے وقت، جمعہ کے دن اور رات کے وقت۔(۶۷)

☆ نبی اکرم ﷺ پر درود و سلام بھیجنے کی فضیلت سے متعلق مؤلف نے صحیح مسلم، طبرانی کی معاجم ثلاثہ، سنن ترمذی، سنن دارمی، مسند احمد، صحیح ابن حبان، مستدرک حاکم، سنن نسائی اور سنن ابن ماجہ سے احادیث نقل کی ہیں۔

**فصل ثالث:۔**

یہ فصل آپ ﷺ کے اصحاب، آل، قرابت داروں، اہل بیت اور ان کی اولاد سے محبت کرنے کے بیان پر مشتمل ہے۔

آپ ﷺ کے قرابت دار اور اہل بیت سے کون لوگ مراد ہیں۔ علامہ قسطلانی نے اس ضمن میں دو آیات پیش کی ہیں۔

ارشادِ باری تعالیٰ ہے:قل لاأسألکم علیه أجراً الا المودة فی القربیٰ۔(۶۸)

''کہہ دو کہ میں اس کا تم سے صلہ نہیں مانگتا، مگر (تم کو) قرابت کی محبت (تو چاہئے)''

انما یریدالله لیذهب عنکم الرجس أهل البیت ویطهرکم تطهیرا۔(۶۹)

''بے شک اللہ چاہتا ہے کہ اہلِ بیت تم سے گندگی کو دور کرے اور تمہیں پاکیزہ کرے۔''

اس آیت کے سبب نزول کے بارے میں ابن ابی حاتم نے ابن عباس سے نقل کیا ہے کہ یہ آیت نبی اکرم ﷺ کی ازواج کے بارے میں نازل ہوئی۔(۷۰) حافظ ابن کثیر کی بھی یہی رائے ہے۔(۷۱)

ایک قول کے مطابق یہ آیت عموم پر دلالت کرتی ہے۔ اس کی دلیل درج ذیل حدیث ہے۔

واثلہ بن الأسقع سے روایت ہے کہ آپ ﷺ آئے اور آپ ﷺ کے ساتھ حضرت علیؓ، حضرت حسینؓ اور حضرت حسنؓ بھی تھے۔ آپ ﷺ نے حضرت علیؓ و فاطمہؓ کو اپنے سامنے بٹھایا اور حسن وحسین کو اپنی دونوں رانوں پر بٹھایا۔ پھر آپ ﷺ نے ان پر اپنا کپڑا تان دیا اور یہ آیت تلاوت فرمائی۔ انما یریدالله لیذهب عنکم الرجس اهل البیت ویطهرکم تطهیرا۔ آپ ﷺ نے فرمایا: اے اللہ یہ میرے اہل بیت ہیں اور میرے اہل بیت بہت زیادہ حقدار ہیں اس پر واثلہؓ نے کہا یا رسول اللہ ﷺ میں بھی آپ ﷺ کے اہل سے ہوں تو آپ ﷺ نے فرمایا کہ ہاں تم بھی اہل میں شامل ہو۔(۷۲)

---

۶۶۔ المواهب اللدنیة،۲/۵۰۹

۶۷۔ ایضاً،۲/۵۲۰تا۵۲۳، نیز دیکھئے جلاء الافہام،۲۰۱تا۲۴۵

۶۸۔ الشوریٰ : ۴۲/۲۳

۶۹۔ الأحزاب : ۳۳/۳۳

۷۰۔ تفسیر ابن ابی حاتم،۹/۳۱،۳۲

۷۱۔ التفسیر القرآن العظیم،۳/۵۳۲

۷۲۔ مسند أحمد،۵/۷۹(۱۶۵۴۰)

اسی طرح کی ایک روایت اُم سلمہؓ سے بھی مروی ہے۔ان سے بھی آپ ﷺ نے یہی فرمایا تھا۔(۷۳)

مسلم کی روایت کے مطابق اہل بیت سے وہ لوگ مراد ہیں جن پر صدقہ حرام کیا گیا ہے۔یعنی آلِ علی ،آلِ جعفر، آل عقیل ار آل عباس وغیرہ۔(۷۴)

☆ قرابت داروں سے مراد آپ ﷺ کے جدی قرابت دار مراد ہیں۔حضرت عبدالمطلب کی اولاد سے یعنی حضرت علیؓ ، جعفر بن ابی طالب،عقیل بن ابی طالب ،حمزۃ بن عبدالمطلب ،عباس بن عبدالمطلب ،معتب بن اُبی لہب،عبداللہ بن زبیر،ابوسفیان بن الحارث،نوفل بن الحارث،اُمیمۃ ،عاتکہ،اُروی،صفیہ بنت عبدالمطلب اوران تمام کی اولاد بھی قرابت داروں میں شامل ہے۔

مؤلف نے ان تمام قرابت داروں میں سے حضرت علیؓ،حضرت فاطمہؓ،حضرت حسنؓ،حضرت حسینؓ اور حضرت عباسؓ بن عبدالمطلب کے فضائل بیان کیے ہیں۔

☆ قرابت داروں کے بیان کے بعد اگلا موضوع صحابہ کرامؓ سے محبت کرنے کا بیان ہے۔صحابہ کرامؓ کے بارے میں ارشاد باری تعالی ہے:

محمد رسول الله والذين معه أشداء على الكفار رحماء بينهم۔(۷۵)

''محمد اللہ کے رسول ہیں اور جو لوگ آپ ﷺ کے ساتھ ہیں وہ کفار کے بارے میں سخت اور آپس میں رحمدل ہیں۔''

صحابہ کرامؓ کے فضائل سے متعلق مؤلف نے دیگر آیات بھی نقل کی ہیں۔

صحابی سے کیا مراد ہے؟ صحابی کا اطلاق کس پر ہوگا اس پر مفصل بحث کرنے کے بعد صحابہ کرامؓ کی فضیلت سے متعلق درج ذیل حدیث نقل کی ہے۔

خير الناس قرنی ثم الذين يلونهم ثم الذين يلونهم۔(۷۶)

مؤلف نے ابن حجر کا قول نقل کیا ہے کہ قرن النبی سے مراد صحابہ کرامؓ ہیں۔(۷۷)

صحابہ کرامؓ میں سے آخری فوت ہونے والے صحابی ابوالطفیل عامر بن واثلہ اللیثی تھے۔ان کی وفات ۱۰۰ ہجری میں ہوئی۔(۷۸)

مؤلف نے ''بابا رتن'' کے صحابی ہونے کی تردید کی ہے۔(۷۹)

☆ مؤلف کے بقول صحابہ کرامؓ کی تین اصناف ہیں۔مہاجر صحابہ، انصار صحابہ، فتح مکہ کے موقع پر اسلام لانے والے صحابہ کرامؓ۔(۸۰)

---

۷۳۔ مسند أحمد،۷/۴۱۶(۲۵۹۶۹)؛السنن الکبریٰ،کتاب الصلاۃ،جماع ابواب صفۃ الصلاۃ،۲/۵۱۴(۲۹۲۸)؛مشکل الآثار،۱/۲۷۷؛ذخائر العقبیٰ ۲۲۰؛الأنوار،۲/۵۲۹

۷۴۔ صحیح مسلم،کتاب فضائل الصحابۃ،۱۰۶۱(۶۲۲۵)

۷۵۔ الفتح : ۴۸/۳۹

۷۶۔ صحیح بخاری،کتاب بدء خلق،باب المناقب،۴/۱۸۹

۷۷۔ فتح الباری کتاب فضائل اصحاب النبی ﷺ،۷/۳۵۱

۷۸۔ التجرید،۱/۲۸۹؛الاستیعاب،۱/۹۵؛الباعث الحثیث،۱۷۹

۷۹۔ المواہب اللدنیۃ،۲/۵۴۲

۸۰۔ ایضاً،۲/۵۴۳

☆مؤلف نے امام حاکم کی علوم الحدیث سے صحابہ کرامؓ کے بارہ طبقات لکھے ہیں:

۱۔ بعثت کے اول وقت میں اسلام لانے والے صحابہؓ مثلاً حضرت خدیجہؓ وابوبکرؓ وغیرہ

۲۔ اصحاب دارالندوہ، حضرت عمرؓ کے بعد اسلام لانے والے

۳۔ وہ لوگ جنہوں نے ہجرتِ حبشہ کی۔ ان میں جعفر بن ابی طالب اور أبوسلمۃ بن عبدالأسد وغیرہ شامل ہیں۔

۴۔ أصحاب عقبہ اولیٰ وثانیہ

۵۔ اصحاب عقبہ ثالثہ

۶۔ آپ ﷺ کی ہجرت کے بعد ہجرت کرنے والے صحابہ کرامؓ

۷۔ اہل بدر الکبریٰ

۸۔ بدر اور حدیبیہ کے درمیان ہجرت کرنے والے صحابہ کرامؓ

۹۔ اہل بیعت رضوان

۱۰۔ حدیبیہ کے بعد اور فتح مکہ سے قبل ہجرت کرنے والے صحابہ جیسے خالدؓ بن ولید اور عمروؓ بن العاص

۱۱۔ فتح مکہ کے دن اسلام لانے والے۔ ان کی تعداد بہت زیادہ ہے۔

۱۲۔ بچے جنہوں نے نبی اکرم ﷺ کو فتح مکہ کے سال اور حجۃ الوداع کے موقع پر دیکھا۔ جیسے سائب بن یزید۔(۸۱)

☆صحابہ کرامؓ کی کل تعداد کتنی تھی؟ علامہ قسطلانی کے مطابق: ''صحابہ کرامؓ کی کل تعداد کا تعین مشکل ہے۔ جس نے ان کی تعداد متعین کرنے کا ارادہ کیا تو اس نے ایک امر بعید کا ارادہ کیا۔ ان کی حقیقی تعداد کا علم صرف اللہ کو ہے۔ اس لیے کہ آپ ﷺ کی بعثت سے لے کر وفات تک بہت سے لوگ اسلام لائے اور شہروں اور وادیوں میں پھیل گئے۔''(۸۲)

☆صحابہ کرامؓ میں سے سب سے افضل حضرت ابوبکرؓ، حضرت عمرؓ اور حضرت عثمانؓ ہیں۔ اس پر اہلِ سنت کا اجماع ہے۔(۸۳)

☆آخر میں عشرہ مبشرہ کا ذکر کرنے کے بعد مؤلف لکھتے ہیں:

''آپ ﷺ کے آل اور اصحاب سے محبت درحقیقت نبی اکرم ﷺ سے محبت کی علامت ہے۔ جیسا کہ نبی اکرم ﷺ سے محبت اللہ تعالیٰ سے محبت کی علامت ہے۔ اسی طرح صحابہ کرامؓ سے جو لوگ عداوت رکھتے ہیں ان سے عداوت کرنا اور جو صحابہ کرامؓ سے بغض رکھتے ہیں ان سے بغض رکھنا بھی صحابہ کرامؓ سے محبت کی علامت ہے۔(۸۴)

**خلاصہ بحث**

فصل سوم میں المواہب اللدنیۃ کے دو مقاصد یعنی مقصد ششم اور مقصد ہفتم کے مضامین کو بیان کیا ہے۔ مقصد ششم کے مضامین میں نبی اکرم ﷺ کی عظیم شان، رفعتِ ذکر، بلند مرتبہ، دیگر انبیاء پر آپ ﷺ کی فضیلت، اللہ تعالیٰ کا انبیاءؑ سے آپ ﷺ پر ایمان

---

۸۱۔ المواہب اللدنیۃ، ۲/۵۴۳، ۵۴۴؛ علوم الحدیث، ۲۲ تا ۲۴

۸۲۔ المواہب اللدنیۃ، ۲/۵۴۴

۸۳۔ ایضاً، ۲/۵۴۵، نیز دیکھیے صحیح بخاری، کتاب فضائل اصحاب النبی ﷺ، باب فضل أبی بکر بعد النبی ﷺ، ۶۱۳ (۳۶۵۴)؛ سنن ابوداود، کتاب السنۃ، باب فی التفضیل، ۴/۲۰۵ (۴۶۲۷، ۴۶۲۸)

۸۴۔ المواہب اللدنیۃ، ۲/۵۸۴

لانے کا عہد لینا، نبی اکرم ﷺ کی رسالت کی تصدیق اور شاھد ہونے کا وصف، سابقہ کتب سماویہ میں آپ ﷺ کی آمد اور نبی برحق ہونے کی بشارات، ان آیاتِ قرآنیہ کا ذکر جن میں اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ کے بلند مرتبہ ہونے کی قسمیں کھائی ہیں وغیرہ شامل ہیں۔

مقصد ہفتم کے مضامین میں نبی اکرم ﷺ کی محبت کے وجوب، سنت کے اتباع، آپ ﷺ کے طریقے سے راہِ ہدایت حاصل کرنا، آپ ﷺ کے آل واصحاب اور قرابتداروں سے محبت کی فرضیت اور آپ ﷺ پر درود وسلام بھیجنا، نیز صحابہ کرام ؓ کے فضائل اور عشرہ مبشرہ کے فضائل بیان کیے ہیں۔

# فصل چہارم

## المواہب اللدنیۃ کے مقصد ہشتم، نہم اور دہم کے مضامین کا اجمالی جائزہ

اس فصل میں المواہب اللدنیۃ کے مقصد ہشتم، نہم اور دہم کے مضامین کا اجمالی جائزہ پیش کیا جائے گا۔

## مقصد ہشتم

یہ مقصد طب نبوی ﷺ، تعبیر رؤیا اور اخبارِ غیب کے بیان پر مشتمل ہے۔ مؤلف نے اس مقصد کو تین فصول میں تقسیم کیا ہے۔

### فصل اوّل:

اس میں بیماریوں اور آفات کے علاج کے لیے طب نبوی ﷺ کو بیان کیا گیا ہے۔ سب سے پہلے مؤلف نے مریضوں کی عیادت کے سلسلہ میں نبی اکرم ﷺ کی سیرت کو بیان کیا ہے۔ آپ ﷺ نہ صرف خود مریضوں کی عیادت کرتے بلکہ صحابہ کرامؓ کو بھی مریضوں کی عیادت کی تلقین کرتے۔ احادیث صحیحہ کے مطابق آپ ﷺ نے ایک یہودی لڑکے کی عیادت کی۔ اسے اسلام لانے کی تلقین کی تو وہ اسلام لے آیا۔(۱) اسی طرح آپ ﷺ نے حضرت جابرؓ(۲) اور حضرت زید بن ارقمؓ کی عیادت بھی کی۔(۳)

امام غزالی نے احیاء میں نقل کیا ہے کہ نبی اکرم ﷺ تین دن گزرنے کے بعد مریض کی عیادت فرماتے تھے۔(۴) ان کا ستدلال سنن ابن ماجہ کی درج ذیل حدیث ہے۔

حضرت انسؓ فرماتے ہیں: آپ ﷺ مریض کی تین دن بعد عیادت فرماتے تھے۔(۵)

علامہ قسطلانی کے مطابق یہ حدیث ضعیف ہے۔ اس میں مسلمۃ بن علی منفرد اور متروک ہے۔ اُبوحاتم کے مطابق یہ حدیث باطل ہے۔(۶)

مؤلف کے مطابق مرض کی دو اقسام ہیں: (۱) دلوں کا مرض (۲) اجسام کا مرض

قلوب کے امراض کی دوا اور علاج رب تعالیٰ کی معرفت، اس کے اسماء و صفات، افعال و احکام کی معرفت وغیرہ ہے۔ یہ سب کچھ نبی اکرم ﷺ کی ذاتِ اقدس سے حاصل ہوگا۔ اجسام کے امراض کی طب، دو انواع میں منقسم ہے۔ ایک نوع تو وہ ہے جو فکر و نظر کی محتاج نہیں مثلاً بھوک، پیاس، تھکاوٹ اور سردی کو دور کرنا۔ دوسری نوع وہ ہے جو فکر و نظر کی محتاج ہے۔ مثلاً بدن سے اس چیز کو دور کرنا جو اسے اعتدال سے نکال دیتی ہے۔ خواہ وہ حرارت ہو یا برودت۔(۷)

بیماری کے صورت میں نبی اکرم ﷺ نے علاج کی تاکید فرمائی۔ صحیحین کی حدیث ہے:

مأانزل الله داء الا و أنزل له شفاء۔(۸)

''اللہ نے کوئی بیماری نہیں اتاری مگر یہ کہ اس کے لیے شفا بھی نازل کی ہے۔''

---

۱۔ صحیح بخاری، کتاب المرض، باب عیادۃ المشرک، ۱۰۰۱(۵۶۵۷)؛ سنن ابوداؤد، کتاب الجنائز، باب فی عیادۃ الذمی، ۳/۱۸۱(۳۰۹۵)

۲۔ سنن ابوداؤد، کتاب الفرائض، باب من کان لیس لہ ولد ولہ اخوات، ۳/۱۱۹(۲۸۸۷)

۳۔ سنن ابوداؤد، کتاب الجنائز، باب فی العیادۃ من الرمد، ۳/۱۸۳(۳۱۰۲)

۴۔ احیاء علوم الدین، ۲/۳۰۷

۵۔ شعب الایمان، باب فی عیادۃ المریض، ۶/۵۴۲(۹۲۱۶)

۶۔ المواہب اللدنیۃ، ۳/۵؛ علل الحدیث، ۲/۳۱۵؛ کشف الخفاء، ۲/۷۵؛ کتاب الموضوعات، ۲/۳۸۱؛ تنزیہ الشریعۃ، ۲/۳۵۷؛ اللآلی ء المصنوعۃ، ۲/۴۰۳

۷۔ المواہب اللدنیۃ، ۳/۵؛ الطب النبوی، ۲۰۱

۸۔ صحیح بخاری، کتاب الطب، باب ما انزل اللہ داء الا انزل لہ شفاء، ۱۰۰۵(۵۶۷۸)؛ کنز العمال، ۲۸۰۹۵، ۲۸۰۹

ان الله لم ينزل داء الا و أنزل له شفاء فتداووا۔(۹)

''اللہ تعالیٰ نے کوئی بیماری نہیں اتاری مگر یہ کہ اس کے لیے شفا اتاری ہے۔پس تم علاج کرو۔''

علامہ قسطلانی نے اس فصل کو تین انواع میں تقسیم کیا ہے کیونکہ آپ ﷺ مریضوں کا علاج تین طریقوں سے کرتے تھے۔

۱۔روحانی والٰہی ادویات کے ذریعے (۲)طبعی ادویات کے ذریعے (۳)روحانی وطبعی دونوں طریقوں سے علاج(۱۰)

نوع اوّل میں الٰہی ادویات کے ذریعے طب نبوی ﷺ کو بیان کرتے ہوئے مؤلف نے لکھا ہے کہ:قرآن کریم سے بڑھ کر کوئی چیز شفا دینے والی نہیں۔جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

و ننزل من القرآن ماهو شفاء و رحمة للمؤمنين۔(۱۱)

''اورقرآن کریم سے جو کچھ ہم اتارتے ہیں اس میں مومنوں کے لیے شفاء اور رحمت ہے۔''

روحانی امراض کی دو اقسام ہیں (۱)اعتقادات باطلہ (۲)اخلاقِ مذمومہ

ان دونوں امراض کی شفا قرآن کریم ہے۔اس طرح امراض جسمانیہ کی شفا بھی قرآن کریم میں موجود ہے۔مؤلف نے ابوالقاسم القشیری کے حوالے سے آیات الشفاء کا ذکر کیا ہے۔جن کی تعداد چھ ہے۔(۱۲)قرآن کریم کے علاوہ دعا بھی مکروہات کے رفع اور مقاصد کے حصول کے قوی اسباب میں سے ایک ہے۔اسی طرح اللہ تعالیٰ کے کلام اور ناموں کے ساتھ دم کرنا بھی طب روحانی میں شامل ہے۔جیسا کہ صحیحین کی حدیث سے معلوم ہوتا ہے۔(۱۳)علماء نے دم کو تین شرائط کے ساتھ جائز قرار دیا ہے۔

۱۔اللہ تعالیٰ کے کلام،اس کے نام اور اس کی صفات کے ساتھ ہو

۲۔عربی زبان کے ساتھ ہو۔

۳۔دم میں شرک کی آمیزش نہ ہو۔

بدنظری کے بارے میں نبی اکرم ﷺ کا فرمان ہے۔بدنظری حق ہے۔اگر کوئی چیز تقدیر سے سبقت لے جانے والی ہوتی تو بدنظری ہوتی۔(۱۴)

بدنظری کے علاج کے لیے ابن القیم کے حوالے سے لکھتے ہیں:''بدنظری کا علاج حضور ﷺ کی جانب سے معوذات کے ذریعے تھا۔یعنی وہ آیات وکلمات جن میں شرور سے استعاذہ ہے جیسے معوذتین،سورۃ فاتحہ اور آیت الکرسی وغیرہ۔(۱۵)

بدنظری کے علاج کے ضمن میں مؤلف نے ابن الاثیر کی النہایۃ ،ابن القیم کی زادالمعاد اور قاضی عیاض کی الشفاء سے استفادہ کیا ہے۔

---

۹۔ المستدرک،کتاب الطب،۴/۲۱۸(۷۴۲۴)

۱۰۔ المواہب اللدنیۃ،۳/۱۳،مؤلف نے یہ تقسیم علامہ ابن القیم کی''الطب النبوی''کے حوالے سے کی ہے۔دیکھئے الطب النبوی،۱۷

۱۱۔ الاسراء : ۱۷/۸۲

۱۲۔ المواہب اللدنیۃ،۳/۱۴،۱۵

۱۳۔ ایضاً،۳/۱۶،۱۷

۱۴۔ صحیح مسلم، کتاب السلام، باب الطب والمرض والرقی،۱۷۱۹(۵۷۰۲)؛ جامع ترمذی، کتاب الطب، باب ماجاء أن العین حق،۴/۴۷۴(۲۰۶۲)؛ سنن ابوداود، کتاب الطب، باب ماجاء فی العین،۴/۸(۳۸۷۹)

۱۵۔ زادالمعاد،۴/۱۶۸

نبی اکرم ﷺ تمام امراض جسمانی کے لیے دم اور دعا کیا کرتے تھے۔ ان امراض میں بے خوابی، مصائب و آلام، غم واندوہ، فقر وفاقہ، آگ سے جلنا، مرگی، جادو، سحر، شدت و سختی، بدن میں درد و تکلیف، دردِ دندان، حبس بول، بخار، تپ دق اور ام الصبیان وغیرہ شامل ہیں۔ مؤلف نے ان تمام امراض کے لیے نبی اکرم ﷺ کی دعاؤں کا ذکر کیا ہے۔

نوع ثانی طب نبوی با دویہ طبیہ کے بیان پر مشتمل ہے۔ علامہ قسطلانی نے ان تمام امراض کا ذکر کیا ہے۔ جن کا علاج آپ ﷺ نے طبی دواؤں کے ذریعے کیا۔ ان امراض میں دردِ سر، دردِ شقیقہ، آشوبِ چشم، دردِ حلق، عذرۃ، اسہال، طبیعت کی خشکی، امراض قلب، ذات الجنب، مرض استسقاء، عرق النساء، زخموں کی جراحت، آنتوں کی صفائی، داغ کا لگنا، طاعون، برص، بخار، سوزش اور زہر جیسے امراض شامل ہیں۔

مؤلف نے ان امراض کی نوعیت و کیفیت اور اسباب بیان کرنے کے بعد ان کا علاج بذریعہ احادیث نبویہ ﷺ بتایا ہے۔ مثلاً صداع وشقیقہ کا ذکر کرتے ہوئے لکھتے ہیں: صداع سر کے بعض حصے یا پورے سر میں محسوس ہوتا ہے اور اگر سر کی ایک جانب درد ہو تو وہ دردِ شقیقہ کہلائے گا۔ دردِ شقیقہ کا سبب گرم اور سرد بخارات کا دماغ کی جانب اٹھنا ہے۔ جب یہ بخارات نکلنے کا راستہ نہیں پاتے تو اس سے سر میں درد ہو جاتا ہے۔ اگر یہ دردِ سر کے کسی ایک جانب جھک جائے تو دردِ شقیقہ کہلائے گا۔ صداع کے اسباب بہت زیادہ ہیں۔ ان میں سے کچھ کا ذکر گزر چکا ہے۔ اس کے علاوہ معدے اور آنتوں میں زخم ہو جانا، پیٹ کا بہت زیادہ بھر جانا یا کوئی سخت حرکت مثلاً جماع، قے، استفراغ، کثرتِ کلام، دیگر نفسیاتی عوارض مثلاً غم، بھوک، بخار، سر میں کسی شدید چوٹ کا لگنا اور سر کا ٹھنڈا ہو جانا وغیرہ شامل ہیں۔(۱۶)

صداع اور شقیقہ کا علاج آپ ﷺ نے تین طریقوں سے بتایا ہے۔

۱۔ سر پر پٹی باندھنا۔ جیسا کہ مرض الموت میں آپ ﷺ نے سر پر پٹی باندھی تھی۔(۱۷)

۲۔ حجامت کروانا۔ صحیح بخاری کی روایت کے مطابق آپ ﷺ نے حالتِ احرام میں دردِ شقیقہ کی بناء پر حجامت کروائی۔(۱۸)

۳۔ مہندی لگانا۔ سنن ابن ماجہ کی حدیث کے مطابق آپ ﷺ کو جب سر کا درد ہوتا تو سر پر مہندی لگاتے۔(۱۹)

دیگر امراض کے علاج میں آپ ﷺ نے عذرۃ یعنی دردِ حلق کے لیے عودِ ھندی(۲۰)، قبض واسہال کے لیے شہد(۲۱)، خشکی طبیعت کے لیے سنا(۲۲)، امراضِ قلب کے لیے سات عجوہ کھجوروں کا کھانا(۲۳)، ذات الجنب کے لیے عود ھندی، قسط بحری اور زیت وغیرہ کا ذکر کیا ہے۔(۲۴)

---

۱۶۔ المواہب اللدنیۃ، ۳/۴۲

۱۷۔ صحیح بخاری، کتاب المناقب، باب علامات النبوۃ فی الاسلام، ۶۰۹ (۳۶۲۸)؛ سنن دارمی، باب فی وفاۃ النبی ﷺ، ۱/۳۷ (۷۸)

۱۸۔ صحیح بخاری، کتاب الطب، باب الحجم من الشقیقۃ والصداع، ۱۰۰۸ (۵۷۰۰)

۱۹۔ سنن ابن ماجہ، کتاب الطب، باب الحناء، ۵۰۵ (۳۵۰۲)

۲۰۔ صحیح بخاری، کتاب الطب، باب العذرۃ، ۱۰۱۰ (۵۷۱۵)

۲۱۔ صحیح بخاری، کتاب الطب، باب الدواء بالعسل، ۱۰۰۶ (۵۶۸۴)؛ صحیح مسلم، کتاب السلام، باب التداوی بسقی العسل، ۹۸۱ (۵۷۷۰)

۲۲۔ جامع ترمذی، ماجاء فی السنا، ۴۷۸ (۲۰۸۱)؛ سنن ابن ماجہ، کتاب الطب، باب السنا والسنوت، ۴۹۸ (۳۴۵۷)؛ کنز العمال، ۲۸۱۸۱

۲۳۔ سنن ابوداؤد، کتاب الطب، باب فی تمرۃ العجوۃ، ۴/۷ (۳۸۷۵)؛ کنز العمال، ۲۸۱۹۹

۲۴۔ صحیح بخاری، کتاب الطب، باب ذات الجنب، ۱۰۱۱ (۵۷۱۸)؛ جامع ترمذی، کتاب الطب، باب ماجاء فی السعوط وغیرہ، ۴۷۱ (۲۰۴۷)

نوع ثالث طب نبوی ﷺ بأدویہ مرکبۃ کے بیان پر مشتمل ہے۔بعض امراض کا علاج نبی اکرم ﷺ روحانی وطبعی دونوں طریقوں سے کرتے تھے۔مثلاً بچھو کے کاٹنے کا علاج،عبداللہ بن مسعودؓ سے روایت ہے فرماتے ہیں: نبی اکرم ﷺ نماز پڑھ رہے تھے جب سجدے میں گئے تو انہیں ایک بچھو نے کاٹ لیا۔سلام کے بعد آپ ﷺ نے فرمایا اللہ بچھو پر لعنت کرے یہ نہ کسی نبی کو چھوڑتا ہے اور نہ کسی اور کو۔پھر آپ ﷺ نے ایک برتن منگوایا جس میں پانی اور نمک ملا ہوا تھا۔آپ ﷺ نے وہ انگلی جس پر بچھو نے کاٹا تھا اس پانی اور نمک میں رکھ دی۔آپ ﷺ سورۃ اخلاص اور معوذتین پڑھتے جاتے یہاں تک کہ ٹھہر گئے۔(۲۵)

علامہ قسطلانی کے مطابق: یہ طب الہی وطبعی أدویہ مرکبہ سے ہے۔سورۃ اخلاص میں تین اصول جمع کر دیئے گئے ہیں۔جو کہ توحید کے جوامع ہیں اور معوذتین میں ہر مکروہ چیز سے استعاذہ ہے۔پانی اور نمک طب طبعی ہے۔نمک میں زہر کا علاج ہے۔بچھو کے کاٹے کے لیے نمک میں قوت جاذبہ ہوتی ہے جو زہر کو جذب کر لیتی ہے اور اسے تحلیل کر دیتی ہے۔(۲۶)

اسی طرح چیونٹی کے کاٹنے، پھوڑے اور پھنسی، برص اور بواسیر وغیرہ کا علاج بتایا ہے۔

مکھی کے کسی چیز میں گرنے کے بارے میں ارشاد نبوی ﷺ ہے:

کسی چیز میں مکھی گر جائے تو اس مکھی کو پوری طرح ڈبو کر نکال لینا چاہیے کہ اس کے ایک پر میں شفا اور دوسرے میں بیماری ہے۔(۲۷)

**فصل دوم**

یہ فصل رؤیائے نبوی ﷺ کے بیان پر مشتمل ہے۔

''رؤیا'' کی لغوی توضیح وتشریح بیان کرنے کے بعد اس کے اصطلاحی معنی کے سلسلہ میں ابن العربی کا قول نقل کیا ہے:

''رؤیا یعنی خواب وہ ادراک ہے جسے حق تبارک وتعالیٰ بندے کے دل میں کسی فرشتے یا کسی شیطان کے ہاتھ سے اس کی حقیقتوں کے ساتھ یا اس کی تعبیرات کے ساتھ ظاہر فرماتا ہے۔''(۲۸)

مؤلف نے رؤیا سے متعلق متکلمین وفلاسفہ کے نظریات کی تردید علامہ مازری کے حوالے سے کی ہے۔اس فصل میں مؤلف نے تعبیر رؤیا سے متعلق درج ذیل نکات بیان کیے ہیں:۔

**۱۔ رؤیائے صالحہ نبوت کا جز ہیں**

حضرت انسؓ سے مروی ہے ''مرد صالح کا خواب نبوت کا چھیالیسواں حصہ ہے۔''(۲۹)

اس حدیث سے استنباط کرتے ہوئے مؤلف نے ایک اشکال پیش کیا ہے وہ یہ کہ خواب کو نبوت کا جزو کہا گیا ہے حالانکہ نبوّت کا سلسلہ آپ ﷺ کی وفات کے بعد منقطع ہو چکا ہے۔اس اشکال کا جواب دیتے ہوئے لکھتے ہیں:

---

۲۵۔ المصنف (ابن ابی شیبہ)،۵/۴۳(۲۳۵۴۳)

۲۶۔ المواہب اللدنیۃ،۳/۶۴

۲۷۔ صحیح بخاری، کتاب بدء الخلق، باب اذا وقع الذباب فی اناء احدکم،۳/۴/۱۰۰؛ سنن ابوداؤد، کتاب الأطعمۃ، باب فی الذباب یقع فی الطعام،۳/۳۶۴(۳۸۴۴)

۲۸۔ المواہب اللدنیۃ،۳/۷۰، نیز دیکھئے عارضۃ الأحوذی،۵/۱۰۴

۲۹۔ صحیح بخاری، کتاب التعبیر، باب الرؤیا الصالحۃ جزء من ستۃ واربعین جزءا من النبوۃ،۱۲۰۵(۶۹۸۷۔۶۹۸۸)؛ صحیح مسلم، کتاب الرؤیا، باب فی کون الرؤیا من اللہ وأنھا جزء من النبوۃ،۱۰۰۳(۵۹۰۶،۵۹۰۹)؛ جامع ترمذی، أبواب الرؤیا، باب رؤیا المؤمن جزء من ستۃ وأربعین جزءا من النبوۃ، ۵۲۲(۲۲۷۱)

''اگر خواب یا رؤیا نبی اکرم ﷺ نے دیکھا ہے تو وہ حقیقتاً اجزائے نبوت کا جزء ہے اور اگر غیر نبی نے دیکھا ہے تو بر سبیل مجاز باعتبار تشبیہ رؤیائے نبوت وہ افادۂ علم میں اجزائے نبوت کا جزو ہے اور بعض کہتے ہیں کہ علم نبوت کا جزو ہے کیونکہ نبوت اگرچہ منقطع ہو چکی ہے مگر اس کا علم باقی ہے۔''(۳۰)

نیز ارشادِ نبوی ﷺ ہے:۔

''اے لوگو! مبشرات نبوت باقی نہیں رہیں گی البتہ رؤیائے صالحہ رہیں گے جسے مسلمان دیکھے گا یا اسے دکھایا جائے گا۔''(۳۱)

**۲۔ رؤیائے صادقہ کا وقت**

صحیح مسلم کی روایت ہے آپ ﷺ نے فرمایا:

''جس وقت زمانہ متقارب ہو جائے تو مسلم کے خواب جھوٹ نہیں ہوتے اور جو تم میں راست گو ہے اس کا خواب سب سے سچا ہے۔''(۳۲)

مؤلف اس حدیث کی وضاحت میں علامہ خطابی کا قول نقل کرتے ہیں۔ ان کے مطابق ''اقتراب الزمان'' کے بارے میں دو اقوال ہیں:۔

☆ جب زمانۂ شب اور زمانۂ نہار متقارب ہو جائیں۔ یہ وقت ایام ربیع میں برابر ہوتا ہے کہ دن اور رات برابر ہوتے ہیں اور یہ وقت طبائع اربعہ کے اعتدال کا ہے۔

☆ دوسرا قول یہ ہے کہ اقترابِ زمان سے مراد قرب قیامت اور اس کی مدت کی انتہا ہے۔(۳۳)

علامہ قرطبی لکھتے ہیں:

''اس سے مراد آخر زمانہ ہے یعنی قتلِ دجال کے بعد عیسیٰ کے ساتھ رہنے والی جماعت۔ اس زمانہ کے لوگ صدرِ اول کے لوگوں کی طرح بہترین اور سب سے زیادہ راست گو ہوں گے۔''(۳۴)

**۳۔ رؤیائے صالحہ کے آداب**

مؤلف کے مطابق رؤیائے صالحہ کے آداب میں سے تین چیزوں کی پابندی لازم ہے:۔

☆ اللہ تعالیٰ کی تعریف بیان کرے۔

☆ اس خواب کی بشارت دے۔

☆ اس خواب کو اس شخص کے سامنے بیان کرے جو اس سے محبت کرتا ہے نہ کہ نفرت۔(۳۵)

---

۳۰۔ المواہب اللدنیۃ، ۳/۷۲

۳۱۔ صحیح بخاری، کتاب التفسیر، باب المبشرات، ۲۱۰۶(۶۹۹۰)

۳۲۔ صحیح مسلم، کتاب الرؤیا، باب فی کون الرؤیا من اللہ وأنما جزء من النبوۃ، ۱۰۰۳(۵۹۰۵)

۳۳۔ معالم السنن، کتاب الأدب، من باب الرؤیا، ۴/۱۲۹، ۱۳۰

۳۴۔ المفہم، کتاب الرؤیا، ۶/۱۱

۳۵۔ المواہب اللدنیۃ، ۳/۷۵

**۴۔رؤیائے مکروہہ کے آداب**

ناپسندیدہ خواب دیکھنے کے چار آداب ہیں

☆اللہ کی پناہ طلب کرے اس خواب کے شر سے

☆اللہ کی پناہ طلب کرے شیطان کے شر سے

☆بائیں طرف تھوک پھینکے۔

☆کسی سے اس کا تذکرہ نہ کرے۔(۳۶)

**۵۔رؤیا کی دو اقسام ہیں**

☆اضغاث احلام:۔یعنی وہ خواب جو پراگندہ اور جھوٹے ہوں

☆رؤیائے صادقہ:۔انبیاء علیھم السلام کے رؤیا یا صلحائے امت کے خواب(۳۷)

**۶۔رؤیائے نبوی ﷺ وتعبیراتِ نبوی ﷺ**

نبی اکرم ﷺ کے خوابوں کی تعبیر بیان کرنے کے ضمن میں کئی روایات ملتی ہیں مثلاً

☆ آپ ﷺ کا دودھ دیکھنا اور اس سے علم مراد لینا۔(۳۸)

☆ آپ ﷺ کا خواب میں قمیض دیکھنا اور اس سے دین مراد لینا۔(۳۹)

☆ آپ ﷺ کا اخواب میں اپنے دستِ مبارک میں دو کنگنوں کو پہنتے دیکھنا اور اس کی تعبیر دو کذابوں سے کرنا۔(۴۰)

☆ آپ ﷺ کا خواب میں کالے رنگ کی عورت کو ژولیدہ بالوں کے ساتھ مدینہ منورہ سے نکلتے دیکھنا اور اس کی تعبیر مدینہ طیبہ سے وبا کا جحفہ کی طرف منقل ہونا دی ہے۔(۴۱)

**فصل سوم**

فصل سوم آپ ﷺ کے اخبارغیب کے بیان پر مشتمل ہے۔نبی اکرم ﷺ کے معجزات میں آپ ﷺ کا غیب پر مطلع ہونا اور جو کچھ آئندہ ہونے والا ہے ان علوم غیبیہ کی خبر دینا ہے خواہ وہ بذریعہ وحی ہو یا بذریعہ الہام جیسا کہ حق تعالی کا قول ہے

عالم الغیب فلا یظھر علی غیبه أحدًا الامن ارتضیٰ من رسولِ ۔(۴۲)

''وہ عالم الغیب ہے،اپنے غیب پر کسی کو مطلع نہیں کرتا،سوائے رسولوں میں سے جس کو پسند کرے''

یہ فصل دو اقسام پر مشتمل ہے۔

☆ پہلی قسم میں ان اخبارغیب کا بیان ہے جن کا ناطق وشاھد قرآن کریم ہے۔مثلاً

---

۳۶۔ المواھب اللدنیة،۳/۷۵

۳۷۔ ایضاً،۳/۷۸،۷۹

۳۸۔ صحیح بخاری،کتاب التعبیر،باب اللبن،۱۲۰۸

۳۹۔ صحیح بخاری،کتاب التعبیر،باب القمیص فی المنام۱۲۰۹(۷۰۰۸)؛جامع ترمذی،أبواب الرؤیا،باب فی رؤیا النبی ﷺ اللبن والقمیص،۵۲۴(۲۲۸۵)

۴۰۔ صحیح بخاری،کتاب التعبیر،باب اذا طار التی فی المنام باب النفخ فی المنام،۱۲۱۳؛صحیح مسلم،کتاب الرؤیا،باب الرؤیا النبی ﷺ،۱۰۰۷(۲۲۷۴)

۴۱۔ صحیح بخاری،کتاب التعبیر،باب المرأۃ السوداء،۱۲۱۳(۷۰۳۹)؛جامع ترمذی،أبواب الرؤیا،بلب ماجاء فی رؤیا النبی ﷺ فی المیزان،۵۲۵(۲۲۹۰)

۴۲۔ الجن:۷۲/۲۶،۲۷

و اذ یعد کم اللہ احدی الطائفتین أنہالکم و تو دون ان غیر ذات الشوکۃ تکون لکم ۔(۴۳)

''اور جب اللہ نے تم سے وعدہ کیا تھا کہ ان دو گروہوں میں سے ایک تمھارے لیے ہے اور تم یہ چاہتے تھے کہ تمھیں وہ ملے جس میں کانٹے کا کھٹکا نہ ہو''

ان دو گروہوں سے مراد قریش کے دو قافلے تھے۔ ان میں سے ایک میں مالِ غنیمت زیادہ تھا اور کانٹا یعنی خطرات کم تھے۔ دوسرا قافلہ اس کے برعکس تھا اور مسلمان اس قافلے سے لڑنا چاہتے تھے۔ جس میں غنیمت زیادہ تھی اور خطرات کم تھے۔ اللہ نے ان دونوں جماعتوں میں سے ایک کا وعدہ فرمایا تھا۔ چنانچہ مسلمانوں کا مقابلہ کفار قریش سے بدر کے مقام پر ہوا اور مسلمانوں کو کثیر مالِ غنیمت ملا۔(۴۴)

علامہ قسطلانی نے ایسی دس آیات کا ذکر کیا ہے جن کا تعلق اخبارِ غیب سے ہے۔

☆ دوسری قسم ان اخبارِ غیب کے بیان پر مشتمل ہے جن کا ذکر احادیثِ نبویہ ﷺ میں موجود ہے۔ مثلاً

آپ ﷺ کا نجاشی کی وفات کی خبر دینا اور اس کی غائبانہ نمازِ جنازہ ادا کرنا۔(۴۵)

آپ ﷺ کا قیصر و کسریٰ کی ہلاکت اور ان کے خزانوں کی فی سبیل اللہ تقسیم ہونے کی خبر دینا۔(۴۶)

غزوۂ موتہ میں زید بن حارثہ، جعفر بن ابی طالب اور عبداللہ بن رواحہ کی شہادت کی اطلاع دینا جس وقت کہ وہ شہید ہوئے جبکہ موتہ دمشق کے علاقہ میں تھا۔(۴۷)

حضرت فاطمہؓ سے فرمانا کہ انک اول أھلی لحوقابی۔ تم میرے اھل میں سے سب سے پہلے مجھ سے ملوگی۔(۴۸)

چنانچہ حضرت فاطمہؓ آپ ﷺ کی وفات کے چھ یا آٹھ ماہ بعد فوت ہوگئی تھیں۔

## مقصد نہم

اس مقصد میں حضور ﷺ کی عبادات کا تذکرہ ہے۔ مؤلف نے اس مقصد کو سات انواع میں تقسیم کیا ہے۔ جن میں مؤلف نے بالترتیب طہارت، نماز، زکوٰۃ، صیام رمضان، اعتکاف، حج و عمرہ اور آپ ﷺ کی ادعیہ و اذکار کا ذکر کیا ہے۔

پہلی نوع جس میں طہارت کے بیان کو مزید چھ فصول میں تقسیم کیا ہے۔ جس میں بالترتیب وضو اور مسواک کے مسائل، اعضاء وضو کو کتنی مرتبہ دھونا چاہئے، وضو کا طریقہ، موزوں پر مسح کا بیان، تیمم کا بیان اور غسل کے وجوب کا بیان شامل ہے۔

دوسری نوع کو مؤلف نے مزید پانچ اقسام میں تقسیم کیا ہے۔ جن میں بالترتیب فرض نماز، نفل، سفر کی نماز، نماز خوف اور نماز جنازہ کی وضاحت کی گئی ہے۔

پہلی قسم میں نماز کی تفصیل بیان کرتے ہوئے مؤلف نے اسے مزید پانچ ابواب میں تقسیم کیا ہے۔ جس میں بالترتیب آپ ﷺ کی فرض نمازوں، نماز جمعہ، نمازِ تہجد، نماز وتر اور نمازِ چاشت کا ذکر ہے۔

پہلے باب میں فرض نمازوں کے بیان کے ذیل میں مؤلف نے فرض نمازوں کی وضاحت مزید پانچ فصول میں کی ہے۔ جن میں

---

۴۳۔ الانفال : ۸/۷

۴۴۔ المواہب اللدنیہ، ۳/۹۲

۴۵۔ صحیح بخاری، کتاب الجنائز، باب الرجل ینعی الی أھل البیت بنفسہ، ۲۰۰ (۱۲۴۵)؛ صحیح مسلم، کتاب الجنائز، باب فی التکبیر علی الجنازۃ، ۳۸۳ (۲۲۰۴)

۴۶۔ صحیح بخاری، کتاب المناقب، باب علامات النبوۃ فی الاسلام، ۶۰۷ (۳۶۱۸)؛ جامع ترمذی، کتاب الفتن، باب ماجاء اذا ذھب کسری فلا کسری بعدہ، ۲۲۱۶

۴۷۔ دلائل النبوۃ، ۴/۳۵۸

۴۸۔ سنن ابن ماجہ، کتاب الجنائز، باب ماجاء فی ذکر مرض رسول اللہ ﷺ، ۲۳۱ (۱۶۲۱)

بالترتیب پانچ نمازوں کی فرضیت، نمازوں کے اوقات، آپ ﷺ کی نماز کی کیفیت، سجدہ سہو اور نماز کے بعد آپ ﷺ کے اعمال کا تذکرہ ہے۔

دوسری قسم نفل نمازوں سے متعلق ہے جس کو مؤلف نے مزید دو ابواب میں تقسیم کیا ہے۔

پہلے باب میں ان نفل نمازوں کا ذکر ہے جن کا تعلق اوقات کے ساتھ ہے۔ یہ باب مزید دو فصول پر مشتمل ہے۔ پہلی فصل میں پانچوں نمازوں اور جمعہ کی سنتوں کا بیان ہے جبکہ دوسری فصل نماز عیدین سے متعلق ہے۔ جس کو مؤلف نے سات فروعات میں تقسیم کیا ہے۔ ان میں نماز عید میں رکعتوں کی تعداد، تکبیروں کی تعداد، نماز عید کا وقت اور جگہ، اذان و اقامت، نمازِ عیدین میں آپ ﷺ کی قرأت وغیرہ جیسے مسائل کو ذکر کیا ہے۔

دوسرے باب میں ان نفل نمازوں کا تذکرہ ہے جن کا تعلق اسباب کے ساتھ ہے۔ اس کو مزید چار ابواب میں تقسیم کیا گیا ہے جن میں بالترتیب نمازِ کسوف، نماز استسقاء کا بیان ہے۔ تیسری اور چوتھی فصل میں دورِ صحابہ میں نماز استسقاء سے متعلق صحابہ کی طرز کا ذکر کیا گیا ہے۔

قسم ثالث میں آپ ﷺ کی سفر کی نماز کا بیان ہے۔ جس کو مؤلف نے چار فصول میں تقسیم کیا ہے۔ پہلی فصل میں دن اور مسافت کے لحاظ سے سفر کی مقدار پر بحث کی گئی ہے۔ دوسری فصل میں ظہر و عصر اور مغرب وعشاء کو جمع کر کے پڑھنے اور حج کے موقع پر مزدلفہ کے مقام پر مغرب وعشاء کو جمع کر کے پڑھنے کا بیان ہے۔ تیسری فصل دورانِ سفر آپ کی نفل نمازوں کے متعلق ہے۔

تیسری نوع زکوٰۃ کے متعلق ہے۔ جس میں زکوٰۃ کی لغوی اور نحوی توضیح وتشریح، نمو پانے والے اموال کی اصناف، زکوٰۃ کے مستحقین کی اصناف کا تذکرہ ہے۔ نیز زکوٰۃ کب فرض ہوئی؟ اس پر مختلف حضرات کی رائے بیان کی ہے۔ اس نوع کے اخیر میں مؤلف نے ان احادیث کا تذکرہ کیا ہے جن میں اس بات کو واضح کیا گیا ہے کہ آپ ﷺ ہدیہ قبول فرما لیتے تھے لیکن صدقہ قبول نہیں فرماتے تھے۔

چوتھی نوع میں رمضان کا بیان ہے۔ مؤلف نے اس نوع کو دو اقسام میں تقسیم کیا ہے۔ پہلی قسم میں رمضان کے روزوں کا بیان ہے جبکہ دوسری قسم میں رمضان کے علاوہ روزوں کا بیان ہے۔

پہلی قسم میں رمضان کے روزوں کے متعلق مسائل کو مزید دس فصول میں تقسیم کیا ہے جن میں رمضان کے مہینہ میں آپ ﷺ کی خاص عبادات اور سخاوت وفیاضی، رویت ہلال، رمضان میں آپ ﷺ کے معمولات، افطار کے وقت کے معمولات، صوم وصال، سحری کے وقت آپ ﷺ کا معمول اور رمضان میں دورانِ سفر آپ ﷺ کے معمولات کا تذکرہ کیا ہے۔

دوسری قسم میں رمضان کے علاوہ روزوں کے متعلق بحث کو چھ فصول میں تقسیم کیا ہے۔ جن میں مہینے کے بعض دنوں میں آپ ﷺ کا مسلسل روزے رکھنا اور بعض دنوں میں مسلسل افطار کرنا، یومِ عاشورہ، شعبان، ذی الحج ہفتے کے مختلف دنوں میں اور ایامِ بیض میں آپ ﷺ کے روزہ رکھنے کی ترتیب کا تذکرہ ہے۔

پانچویں نوع میں اعتکاف، رمضان کے عشرہ اخیر میں آپ ﷺ کے معمولات اور لیلۃ القدر کے متعلق وضاحت کی گئی ہے۔

پانچویں نوع میں اعتکاف، رمضان کے عشرہ اخیر میں آپ ﷺ کے معمولات اور لیلۃ القدر کے متعلق وضاحت کی گئی ہے۔

چھٹی نوع میں آپ ﷺ کے حج اور عمرہ کا تذکرہ ہے۔ مؤلف نے آپ ﷺ کے حجۃ الوداع کو نہایت تفصیل کے ساتھ بیان کیا ہے۔ آپ ﷺ کا حج کے لیے مدینہ سے نکلنا، حج کی ادئیگی کے بعد مدینہ واپسی تک کے تمام واقعات کو جامع اور مربوط انداز میں بیان کیا ہے۔ حج کے واقعات کے علاوہ مسائل حج بھی بیان کیے ہیں۔ نیز حج کی مختلف اقسام (افراد، تمتع اور قران) کے متعلق بحث کی گئی ہے۔ مؤلف نے صحیحین کے حوالہ سے لکھا ہے کہ آپ ﷺ کے عمرہ کی تعداد چار ہے۔

ساتویں نوع آپ ﷺ کی عبادات میں سے ذکرواذکار اور دعوات وقرأت کے متعلق ہے۔اس نوع میں مؤلف نے دعا کی اہمیت وفضیلت، نبی اکرم ﷺ کی جامع دعاؤں، نبی اکرم ﷺ کی دعا مانگنے کی کیفیت اور مقبول دعاؤں کا ذکر کیا ہے۔

حضور ﷺ کی عبادات کے تذکرہ میں بھی مؤلف نے قرآن واحادیث کے ساتھ ساتھ علماء کی آراء کا بھی تذکرہ کیا ہے۔مثلاً

☆لفظ وضو کی لغوی اور نحوی تشریح کے بعد وضو کے لیے وجوبِ نیت پر بحث کرتے ہوئے درج ذیل آیت کریمہ نقل کی ہے۔

اذا قمتم الی الصلوۃ فاغسلوا(۴۹)

''جب تم نماز کا ارادہ کرو تو غسل کرلیا کرو''

علامہ ابن القیم کے مطابق الفاظ کے ساتھ نیت نہیں کرنی چاہیے۔(۵۰) نیت کے وجوب کے لیے دوسری دلیل درج ذیل ارشادِ نبوی ﷺ ہے:

انماالاعمال بالنیات۔(۵۱)

امام بخاری نے اس حدیث کے تحت لکھا ہے:

قد حل فیہ الایمان والوضوء والصلوۃ والزکاۃ والصوم والاحکام۔(۵۲)

''اس میں ایمان، وضو، نماز، زکوۃ، روزہ اور دیگر احکام داخل ہیں۔''

مؤلف نے احناف کا مسلک ذکر کرتے ہوئے لکھا ہے کہ ان کے نزدیک وضو کے لیے نیت شرط نہیں کیونکہ وضو بذاتِ خود عبادت نہیں بلکہ عبادت کا وسیلہ ہے۔(۵۳)

☆نمازِ جمعہ کے وقت کا ذکر کرتے ہوئے صحیح بخاری کی روایت نقل کی ہے کہ آپ ﷺ نمازِ جمعہ اس وقت پڑھتے جب سورج ایک طرف ڈھلنے لگتا۔(۵۴) جمعہ کی دو اذانیں ہوتی ہیں۔دوسری اذان کا اضافہ حضرت عثمانؓ نے کیا تھا۔(۵۵) خطبہ انعقاد جمعہ کے لیے شرط ہے۔آپ ﷺ کے پہلے خطبہ جمعہ کا متن تفسیر قرطبی سے نقل کیا ہے۔(۵۶) آپ ﷺ کے دیگر خطبوں کے متن صحیح بخاری، صحیح مسلم، سنن ابن ماجہ، مراسیل ابوداؤد، مسند الشافعی اور الحلیۃ الاولیاء سے نقل کیے ہیں۔(۵۷)

☆مؤلف نے بحوالہ ابنِ حجر ہجرت کے بعد زکوٰۃ کے فرض ہونے پر قیامِ رمضان سے استدلال کیا ہے کیونکہ روزے بعد از ہجرت فرض ہوئے تھے۔قیس بن سعد سے مروی ہے کہ ہمیں رسول اللہ ﷺ نے زکوٰۃ کی فرضیت کے نازل ہونے سے پہلے صدقہ فطر کا حکم دیا

---

۴۹۔ المائدۃ :۶/۵

۵۰۔ زادالمعاد،۱۹۶/۱

۵۱۔ صحیح بخاری، کتاب الایمان، باب ماجاء ان الاعمال بالنیۃ والحسبۃ،۱۳؍(۴۱)

۵۲۔ ایضاً

۵۳۔ المواہب اللدنیۃ،۱۱۲/۳

۵۴۔ صحیح بخاری، کتاب الجمعہ، باب وقت الجمعۃ اذازالت الشمس،۱۴۵؍(۹۰۴)

۵۵۔ صحیح بخاری، کتاب الجمعۃ، باب الاذان یوم الجمعۃ،۱۴۶؍(۹۱۲)

۵۶۔ الجامع لأحکام القرآن،۶۵/۱۲/۹

۵۷۔ المواہب اللدنیۃ،۱۹۴،۱۹۳/۳

تھا۔(۵۸) لہٰذا معلوم ہوا کہ صدقہ فطر فرض زکوٰۃ سے قبل فرض ہوا۔اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ زکوٰۃ رمضان کے بعد فرض ہوئی۔(۵۹)

☆روزے کی حالت میں آپ ﷺ کے معمولات میں سے تین چیزوں کا ذکر کیا ہے۔(۱) پچھنے لگوانا (۲) ازواج کا بوسہ لینا (۳) سرمہ لگانا

ابن عباسؓ کی روایت ہے کہ آپ ﷺ نے روزے کی حالت میں پچھنے لگوائے۔(۶۰)

آپ ﷺ روزے کی حالت میں ازواج کا بوسہ لیتے تھے جیسا کہ روایات سے معلوم ہوتا ہے۔(۶۱)

اسی طرح آپ ﷺ سے مروی ہے کہ آپ ﷺ نے روزے کی حالت میں سرمہ لگایا۔(۶۲)

☆اعتکاف کے لیے روزہ ضروری ہے یا نہیں اس میں امام شافعی اور امام ابوحنیفہ کے مابین اختلاف ہے امام شافعی کے نزدیک روزہ صحت اعتکاف کی شرط نہیں بلکہ مضطر کے لیے بھی اعتکاف درست ہوگا۔امام مالک اور امام ابوحنیفہ اور اکثر فقہاء کے نزدیک روزہ شرط ہے۔اور مضطر کے لیے اعتکاف درست نہیں۔(۶۳)

☆ بخاری و مسلم کی روایت ہے کہ آپ ﷺ جب مقام سرف پر پہنچے تو حضرت عائشہ کو حیض ہو گیا۔اس پر آپ ﷺ نے ان سے فرمایا کہ وہ کچھ کرو جو حاجی کرتے ہیں لیکن بیت اللہ کا طواف نہ کرنا یہاں تک کہ تم پاک ہو جاؤ۔(۶۴)

اس حدیث کی وجہ سے اس میں اختلاف پیدا ہو گیا کہ آیا حضرت عائشہؓ کا حج تمتع تھا یا مفرد۔اور اگر مفرد تھا تو کیا اولاً آپ نے حج کے لیے احرام باندھا تھا۔

مؤلف کے مطابق اس میں جمع ممکن ہے اس طرح کہ حضرت عائشہؓ نے حج مفرد کی نیت کی تھی۔جیسا کہ باقی سب صحابہ نے کی تھی۔پھر آپ ﷺ نے حکم دیا کہ حج کو عمرہ کے ساتھ ملا دو تو حضرت عائشہؓ نے وہی کیا جو سب نے کیا اور اس طرح تمتع ہو گئیں۔پھر جب مکہ میں داخل ہوئیں تو وہ حائضہ تھیں اور حیض کی وجہ سے طواف پر قادر نہ تھیں تو آپ ﷺ نے حکم دیا کہ حج کے لیے احرام باندھو۔(۶۵)

☆ نبی اکرم ﷺ اپنی امت کو دعا کی کیفیت کی کیسے تعلیم دیتے تھے۔مؤلف نے ترمذی کی حدیث روایت کی ہے۔آپ ﷺ نے فرمایا:

اذا صلی أحد کم فلیبدأ بحمد الله والثناء علیه ولیصل علی النبی ﷺ ثم لیدع بما شاء۔(۶۶)

''جب تم میں سے کوئی دعا کرے،اس چاہئے کہ اللہ کی تعریف اور اس کی ثناء کے ساتھ شروع کرے،پھر نبی اکرم ﷺ پر درود بھیجے

---

۵۸۔ سنن نسائی، کتاب الزکاۃ، باب فرض صدقۃ الفطر قبل نزول الزکاۃ، ۳۴۶،۲ (۲۵۰۸)

۵۹۔ المواہب اللدنیۃ، ۳/۲۷۵

۶۰۔ السنن الصغیر، کتاب الصیام، باب القبلۃ للصائم، ۱/۳۶۰؛ سنن دارقطنی، کتاب الصیام، باب القبلۃ للصائم، ۱/۱۸۳

۶۱۔ السنن الصغیر، کتاب الصیام، باب الحجامۃ للصائم، ۱/۳۶۰، ۳۶۱؛ الموطا، کتاب الصیام، باب ماجاء فی الرخصۃ فی القبلۃ للصائم، ۱۸۱ (۶۴۵)

۶۲۔ سنن دارمی، کتاب الصوم، باب الرخصۃ فی القبلۃ للصائم، ۲/۱۲؛ صحیح ابن خزیمہ، کتاب الصیام، باب الرخصۃ فی اکتحال الصائم ان صح الخبر، ۳/۲۴۸، ۲۴۹

۶۳۔ المواہب اللدنیۃ، ۳/۳۰۶

۶۴۔ صحیح بخاری، کتاب الحج، باب تقضی الحائض المناسک کلھا الا الطواف بالبیت، ۲۶۷ (۱۶۵۰)

۶۵۔ المواہب اللدنیہ، ۳/۳۲۴

۶۶۔ جامع ترمذی، کتاب الدعوات، باب فی ایجاب الدعاء بتقدیم الحمد والثناء علیہ، ۷۹۴ (۳۴۷۷)

اور پھر جو چاہے دعا کرے۔''

**دسواں مقصد**

دسواں مقصد تین فصول پر مشتمل ہے۔

☆ **پہلی فصل** میں مؤلف نے آپ ﷺ کی وفات کے ذکر کو نہایت تفصیل سے لکھا ہے اور اس کے لیے حدیث وسیرت اور تاریخ کی کتابوں سے روایات نقل کی ہیں۔ نبی اکرم ﷺ کی وفات سے قبل مؤلف نے ان اہم امور کی طرف اشارہ کیا ہے جن سے اندازہ ہو گیا تھا کہ آپ ﷺ کی وفات کا وقت قریب آ گیا ہے۔ سب سے پہلے یہ کہ سورۃ نصر کے نزول سے معلوم ہو گیا تھا کہ آپ ﷺ کی وفات قریب آ گئی ہے۔(٦٧) اس سورۃ کے نازل ہونے کے بعد آپ ﷺ ٨١ دن تک حیات رہے۔ دوئم یہ کہ جبرائیل آپ ﷺ کو ہر سال قرآن کریم کی ایک مرتبہ دہرائی کرواتے تھے۔ آخری سال دو مرتبہ دھرائی کروائی۔(٦٨) سوئم یہ کہ آخری عمر میں آپ ﷺ کثرت سے تسبیح واستغفار کرتے تھے۔(٦٩)

آپ ﷺ کے مرض کا ذکر کرتے ہوئے لکھا ہے کہ آپ ﷺ کے مرض کی ابتداء صفر کے مہینہ کے آخر میں حضرت میمونہؓ کے گھر سے ہوئی۔(٧٠) البتہ آخری دنوں میں آپ ﷺ حضرت عائشہؓ کے گھر منتقل ہو گئے۔(٧١) مرض کی تکلیف سر درد سے ہوئی۔ اس کے ساتھ ہی شدید بخار میں مبتلا ہو گئے۔(٧٢) بیماری کے ایام میں آپ ﷺ نے مسواک طلب فرمائی۔(٧٣) اور اسی طرح سات دینار صدقہ کرنے کا حکم دیا۔(٧٤) حضرت فاطمہؓ کو اپنی وفات کی خبر دی اور پھر حضرت فاطمہؓ کے رونے پر ان کو سب سے پہلے ملنے کی بشارت دی۔(٧٥) آپ ﷺ پر بے ہوشی اور غشی کی کیفیت کا طاری ہونا۔ آپ ﷺ شدتِ بخار کی وجہ سے پانی کے پیالہ میں ہاتھ ڈالتے اور اپنے چہرہ کا مسح کرتے اور فرماتے: اللھم أعني علی سکرات الموت۔(٧٦)

آخری دن آپ ﷺ نے حجرہ کا پردہ اٹھا کر صحابہ کرامؓ کو دیکھا اور تبسم فرمایا۔(٧٧) آپ ﷺ کی وفات حضرت عائشہؓ کے گھر میں ہوئی۔

آپ ﷺ کی وفات پر صحابہ کرامؓ کے طرزِ عمل کا ذکر کرنے کے بعد لکھا ہے کہ آپ ﷺ کی وفات بلا اختلاف پیر کے دن

---

٦٧۔ صحیح بخاری، کتاب النبی ﷺ الی کسری وقیصر، باب مرض النبی ﷺ ووفاتہ، ٣/٥/١٣٧؛ الطبقات الکبریٰ، ٢/٣٤٦

٦٨۔ الطبقات الکبریٰ، ٢/٣٤٧

٦٩۔ ایضاً، ٢/٣٤٦

٧٠۔ ایضاً، ٢/٣٦٧، ٧/٣٦٢؛ الاستیعاب، ١/١٤٧

٧١۔ صحیح بخاری، کتاب النبی ﷺ الی کسری وقیصر، باب مرض النبی ﷺ ووفاتہ، ٣/٥/١٣٩؛ الطبقات الکبریٰ، ٢/٣٦٦

٧٢۔ الطبقات الکبریٰ، ٢/٣٥٣

٧٣۔ صحیح بخاری، کتاب النبی ﷺ الی کسری وقیصر، باب مرض النبی ﷺ ووفاتہ، ٣/٥/١٣٩

٧٤۔ الطبقات الکبریٰ، ٢/٣٦٩

٧٥۔ صحیح بخاری، کتاب النبی ﷺ الی کسری وقیصر، باب مرض النبی ﷺ ووفاتہ، ٣/٥/١٣٨

٧٦۔ ایضاً، ٣/٥/١٤٢

٧٧۔ ایضاً، ٣/٥/١٤١؛ الطبقات الکبریٰ، ٢/٣٧٨

ہوئی۔(۷۸)

آپ ﷺ کی وفات پر صحابہ کرامؓ کے مرثیوں کا ذکر کیا ہے۔ان میں حضرت ابوبکر صدیقؓ ،حضرت صفیہؓ ،حضرت ابوسفیان بن الحارثؓ اور حضرت حسان بن ثابتؓ کے مرثیے شامل ہیں۔نبی اکرم ﷺ کو غسل دینے اور آپ ﷺ کی تکفین وتدفین کے ذکر میں صحیح بخاری ومسلم،سنن ابوداؤد،سنن ابن ماجہ،متدرک حاکم،سنن ترمذی،مسند احمد،بیہقی کی دلائل النبوۃ اور طبقات ابن سعد سے راویات نقل کی ہیں۔فصل کے آخر میں مؤلف نے ابوبکر الآجری کی کتاب ''صفۃ قبر النبی ﷺ'' سے آپ ﷺ کی قبر مبارک کی صفات بیان کی ہیں۔

☆**فصل دوم** میں مؤلف نے نبی اکرم ﷺ کی قبر شریف اور مسجد منیف کی زیارت اور زیارت کے آداب بیان کیے ہیں۔

فصل کے آغاز میں علامہ قسطلانی لکھتے ہیں۔''اعلم أن زیارۃ قبرہ الشریف من أعظم القربات و أرجی الطاعات و السبیل الی أعلی الدرجات و من اعتقد غیر ھذا فقد انخلع من ربقۃ الاسلام و خالف اللہ ورسولہ و جماعۃ العلماء الاسلام۔''(۷۹)

نبی اکرم ﷺ کی قبر شریف کی زیارت کے وجوب کے لیے مؤلف نے جن احادیث سے استدلال کیا ہے ان میں سے بیشتر احادیث شدید ضعف کی حامل ہیں۔یہ احادیث درج ذیل ہیں۔

من زارقبری وجبت لہ شفاعتی۔(۸۰)

''جس نے میری قبر کی زیارت کی تو اس کے لیے میری شفاعت واجب ہوگئی۔''

من جاء نی زائرا لاتعملہ حاجۃ الازیارتی کان حقا علی ان اکون شفیعا لہ یوم القیامۃ ۔(۸۱)

''جو کوئی میری زیارت کے ارادہ سے آئے اور سوائے میری زیارت کے اسے کوئی اور کام نہ ہو،تو مجھ پر لازم ہے کہ میں قیامت کے دن اس کا شفیع بنوں۔''

من وجد سعۃ ولم یفدالی فقد جفانی۔(۸۲)

''جس نے استطاعت کے باوجود میری زیارت نہیں کی،تو اس نے مجھ سے جفا کی۔''

من زارنی کنت لہ شفیعاً وشھیدًا۔(۸۳)

''جو کوئی میری زیارت کرے گا،تو میں اس کے لیے شفیع اور گواہ ہوں گا۔''

من زارنی محتسباً الی المدینۃ کان فی جواری یوم القیامۃ۔(۸۴)

---

۷۸۔ المواہب اللدنیۃ ۳/۳۹۳؛ الطبقات الکبریٰ،۲/۳۷۹

۷۹۔ المواہب اللدنیۃ،۳/۴۰۳

۸۰۔ سنن دارقطنی،۲/۲۷۸؛ الوفا ۲/۸۰۰؛ شرف المصطفیٰ ﷺ،۳/۱۶۸، ۱۶۹؛ کشف الخفاء،۲/۲۵۰، ۲۵۱؛ الفوائد المجموعۃ ۱۱۷؛ شفاء السقام،۲، ۳؛ المدخل،۱/۱/۱۸۸؛ أسنی المطالب،۲۹۳؛ تذکرۃ الموضوعات،۶۶

۸۱۔ سنن دارقطنی،۲/۲۷۸؛ شفاء السقام،۱۶، ۲۴؛ المدخل،۱/۱/۱۸۸؛ شرف المصطفیٰ ﷺ،۳/۱۷۴؛ أسنی المطالب،۲۹۳

۸۲۔ کشف الخفاء،۲/۲۷۸؛ الفوائد المجموعۃ،۱۱۷؛ اسنی المطالب،۳۱۰

۸۳۔ شفاء السقام،۲۲؛ شرف المصطفیٰ ﷺ،۳/۱۷۲؛ تذکرۃ الموضوعات،۶۶

۸۴۔ شفاء السقام ۲۷؛ المدخل ۱/۱/۱۸۸؛ الوفا ۲/۸۰۱

''جوکوئی میری زیارت کے لیے مدینہ آئے، تو وہ قیامت کے دن میرے پڑوس میں ہوگا۔''

قبر نبوی کی زیارت کے وجوب واستحباب سے متعلق احادیث نقل کرنے کے بعد زیارت کے آداب بیان کیے ہیں ان آداب کا مختصر اً ذکر درج ذیل ہے۔

(۱) قبر نبوی ﷺ کی زیارت کرنے والے کے لیے ضروری ہے کہ وہ مسجد نبوی ﷺ کی زیارت اوراس میں نماز پڑھنے کی نیت کرے۔

(۲) زائر راستہ میں کثرت سے درود شریف پڑھے اور اللہ سے اس زیارت کا نفع طلب کرے۔ غسل کرے اور صاف ستھرے کپڑے پہنے۔

(۳) زیارت سے قبل دو رکعت نفل نماز پڑھے۔

(۴) زائر کے لیے خشوع وخضوع لازم ہے اور قبر مبارک کی طرف قبلہ کے رخ سے آئے۔ ذہن میں آپ ﷺ کے چہرہ مبارک کا تصوّر کرے۔ اپنے قلب کو آپ ﷺ کے رتبہ کے جلال کے پیش نظر حاضر رکھے اور حضورِ قلب، غض بصر وصوت اور سکون کے ساتھ کہے ''السلام علیک یارسول اللہ، السلام علیک یا نبی اللہ۔۔۔ زائر کا دعا کرنا بھی ضروری ہے۔ اس کے بعد ایک ہاتھ کے برابر دائیں طرف ہوکر حضرت ابوبکر صدیقؓ پر سلام بھیجے اور بائیں طرف ہوکر حضرت عمرؓ پر سلام بھیجے۔ اس کے بعد اپنی پہلی جگہ پر لوٹ آئے اور آپ ﷺ کے چہرہ کے بالمقابل کھڑا ہوکر اللہ کی تعریف وتمجید بیان کرے اور آپ ﷺ پر کثرت سے درود بھیجے اور عاجزی کے ساتھ دعا کرے۔(۸۵) اورسلام کہے: ارشاد نبوی ﷺ ہے: مامن مسلم یسلم علی الا ردالله علی روحی حتی أرد علیه السلام۔(۸۶)

حیاۃ انبیاء علیہ السلام پر مؤلف نے درج ذیل دو احادیث سے استدلال کیا ہے۔

الانبیاء احیاء فی قبورهم۔(۸۷)

''انبیاءؑ اپنی قبروں میں زندہ ہیں۔''

مررت بموسی وهو قائم یصلی فی قبره۔(۸۸)

''میں موسیٰ کے پاس سے گزرا، اس حال میں کہ وہ اپنی قبر میں نماز پڑھ رہے تھے۔''

سورۃ ال عمران کی آیت ''ولا تحسبن الذین قتلوا فی سبیل الله أمواتا بل أحیاء عند ربهم یرزقون ۔ ''(۸۹) شھدا کی حیات پر دلالت کرتی ہے۔ مؤلف کے مطابق یہ بات ثابت شدہ ہے کہ ہمارے نبی اکرم ﷺ شہید ہوکر فوت ہوئے کیونکہ خیبر کے دن آپ ﷺ نے زہر ملی ہوئی بکری کا گوشت کھالیا تھا۔ یہاں تک کہ اس کے کھانے سے آپ ﷺ کے صحابی بشر بن البراء فوت ہوگئے

---

۸۵۔ المواہب اللدنیۃ ،۳/ ۴۰۷،۴۰۶، ۴۱۹، نیز دیکھئے الانس الجلیل ،۱/ ۱۹۹

۸۶۔ سنن ابوداؤد، کتاب المناسک (الحج) باب زیارۃ القبور ،۲/ ۲۲۴ (۲۰۴۱)؛ جلاء الافہام ،۱۸؛ مسند اسحاق بن راھویہ ،۳/ ۴۵۳ (۵۲۶)؛ کشف الخفاء ،۲/ ۱۹۴؛ المقاصد الحسنۃ ،۱/ ۴۳۶؛ أسنی المطالب ،۱/ ۲۷۳

۸۷۔ مسند ابویعلی ،۳/ ۳۷۹ (۳۴۱۲)؛ المطالب العالیۃ ،۳/ ۲۶۹ (۳۴۵۲)

۸۸۔ صحیح مسلم، کتاب الفضائل، باب من فضائل موسیٰ ،۴/ ۱۰۴۴ (۶۱۵۸)؛ مصابیح السنۃ ،۲/ ۳۸۶ (۲۳۷۲)

۸۹۔ آل عمران :۳/ ۱۶۹

تھے۔آپ ﷺ کا باقی رہنا ایک معجزہ تھا۔لیکن آہستہ آہستہ زہر کا اثر ظاہر ہوا اور آپ ﷺ فوت ہو گئے۔(۹۰)

زائر کے لیے یہ بھی لازم ہے کہ وہ کثرت سے دعا و استغفار کرے اور آپ ﷺ کی شفاعت اور وسیلہ طلب کرے۔

آپ ﷺ سے استغاثہ کی چار صورتیں بیان کی ہیں۔

(۱) آپ ﷺ کی پیدائش سے قبل آپ ﷺ کا وسیلہ پکڑنا۔جیسا کہ ابن عسا کر نے نقل کیا ہے۔

اے آدم اگر آپ ہم سے محمد کے وسیلہ سے اہلِ آسمان و اہل اَرض کی شفاعت طلب کریں گے۔تو ہم آپ ﷺ کی شفاعت قبول کریں گے۔(۹۱)

(۲) آپ ﷺ کی زندگی میں آپ ﷺ کا وسیلہ پکڑنا جیسا کہ قحط کے وقت آپ ﷺ کی دعا سے قحط دور ہوا۔(۹۲)

بھی نقل کیے ہیں۔(۹۳)

(۳) آپ ﷺ کی وفات کے بعد آپ ﷺ کا وسیلہ طلب کرنا عالم برزخ میں۔اس ضمن میں مؤلف نے اپنے ذاتی تجربات

(۴) عرصاتِ قیامت میں آپ ﷺ کا وسیلہ اختیار کرنے پر اجماع بھی ہو چکا ہے اس کی دلیل حدیث الشفاعة ہے۔(۹۴)

جو ایک متواتر حدیث ہے

زائرین کے لیے آداب کا ذکر کرنے کے بعد مؤلف نے مکہ و مدینہ کی افضلیت سے متعلق مدلل بحث کی ہے۔

مؤلف کے مطابق:''علماء کے درمیان اختلاف ہے کہ آیا مکہ افضل ہے یا مدینہ؟ امام شافعی، امام احمد، امام ابوحنیفہ اور جمہور علماء کے نزدیک مکہ مدینہ سے زیادہ افضل ہے۔امام مالک کے نزدیک مدینہ اور اس کی مسجد زیادہ افضل ہیں۔

مؤلف نے فریقین کے دلائل نقل کرنے کے بعد مدینہ کے افضل ہونے کے متعلق متعدد احادیث نقل کی ہیں۔

☆**فصل ثالث** آپ ﷺ کے فضائل و درجات کے بیان پر مشتمل ہے۔

(۱) آخرت میں نبی اکرم ﷺ کے فضائل و درجات میں سب سے مقدم چیز یہ ہے کہ حشر کے روز آپ ﷺ سب سے پہلے اپنی قبر مبارک سے اٹھیں گے۔

صحیح مسلم کی روایت ہے: انا سید ولد آدم یوم القیامة وأنا أول من تنشق عنه القبر ومشفع۔(۹۵)

''میں قیامت کے روز اولادِ آدم کا سردار ہوں گا اور سب سے پہلے قبر سے اٹھایا جاؤں گا اور سب سے پہلا شفاعت کرنے والا ہوں گا اور سب سے پہلے میری شفاعت قبول کی جائے گی۔''

حشر کے احوال مثلاً نفخ صور، آفتاب کا لوگوں کے قریب آنا، لوگوں کا اپنے پسینے میں غرق ہو جانا، پیاس کی شدت، حوض کوثر کا مقام اور مسافت اور دیگر احوال کا ذکر نہایت تفصیل کے ساتھ کیا ہے۔

(۲) حشر کے روز آپ ﷺ کی دوسری فضیلت شفاعت اور مقام محمود کے اعتبار سے ہوگی۔ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

عسی ان یبعثك ربك مقاما محمودا۔(۹۶)

---

۹۰۔ المواہب اللدنیۃ، ۳/ ۴۱۵؛ ابوالقاسم القشیری کی بھی یہی رائے ہے۔دیکھئے الرسائل القشیریۃ، ۱۵ تا ۱۸؛ القول البدیع، ۱۶۷ تا ۱۶۹

۹۱۔ المواہب اللدنیۃ، ۳/ ۴۱۸

۹۲۔ صحیح بخاری، کتاب الاستسقاء، باب اذا استشفع المشرکون بالمسلمین عند القحط، ۱۶۴(۱۰۲۰)

۹۴۔ صحیح بخاری، کتاب التوحید، باب قول اللہ تعالیٰ لما خلقت بیدی، ۴/ ۸/ ۱۷۲؛ صحیح مسلم، کتاب الایمان، باب أدنی أھل الجنة منزلة فیھا، ۱۰۳(۴۰۸۰)

۹۵۔ صحیح مسلم، کتاب الفضائل، باب تفضل نبینا علی جمیع الخلائق، ۱۰۰۸(۵۹۴۰)؛ مسند ابویعلی، ۴/ ۲۲۳(۴۲۸۹)؛ مسند أحمد، ۱۰/ ۶(۱۰۹۲۹)

۹۶۔ الاسراء : ۱۷/ ۷۹

مقام محمود کی تفسیر میں متعدد اقوال نقل کیے ہیں۔امام واحدی کے قول کے مطابق: مقام محمود سے مراد شفاعت ہے۔(۹۷)

یہ شفاعت دو طرح کی ہوگی۔اوّل حساب کے وقت اور دوم گناہ گاروں کے جہنم سے اخراج میں (۹۸)

مؤلف نے صحیح بخاری و مسلم سے حدیث الشفاعۃ کو مکمل طور پر ذکر کیا ہے۔(۹۹)

مؤلف نے قاضی عیاض کے حوالے سے شفاعت کی پانچ اقسام ذکر کی ہیں۔حشر کے دن کھڑے ہونے کی جگہ پر راحت کے لیے ،بغیر حساب کے جنت میں داخلہ کے لیے، عذاب دیئے جانے کے لیے، گناہگاروں کے جہنم سے اخراج کے لیے اور بلند درجات کے لیے۔(۱۰۰)

شفاعت کے تذکرہ میں ضمنی طور پر مؤلف نے انقضاء حساب، وزنِ اعمال، میزان، میزان کی کیفیت، پل صراط اور اس کی کیفیت ولمبائی وغیرہ کا ذکر کیا ہے۔

(۳) سب سے پہلے آپ ﷺ جنت کا دروازہ کھٹکھٹائیں گے اور جنت میں داخل ہوں گے۔ابنِ عباسؓ کی روایت ہے آپ ﷺ نے فرمایا:

أنا أكثر الناس تبعاً يوم القيامة و أنا أول من يقرع باب الجنة۔(۱۰۱)

''قیامت کے دن سب سے زیادہ لوگ میرے پیچھے ہوں گے، اور میں سب سے پہلے جنت کا دروازہ کھٹکھٹاؤں گا۔''

قیامت کے روز آپ ﷺ کی اس فضیلت کا ذکر کرتے ہوئے مؤلف نے جنت کے دروازوں کی تعداد، آپ ﷺ کا باب الرحمۃ سے داخل ہونا، جنت کی اقسام، جنتیوں کی اقسام اور جنت کی منازل و درجات باعتبار اعمال جیسے ضمنی موضوعات کو بیان کیا ہے۔

(۴) قیامت کے روز حوض کوثر کی بناء پر آپ ﷺ کو خاص فضیلت حاصل ہوگی۔مؤلف نے صحیح بخاری و مسلم، سنن ابوداود، سنن ترمذی، سنن نسائی، سنن ابن ماجہ اور مسند احمد سے حوض کوثر سے متعلق متعدد احادیث نقل کی ہیں۔

(۵) قیامت کے روز آپ ﷺ کی ایک خاص فضیلت ''وسیلہ'' عطا ہونے کی بناپر ہوگی۔

ارشاد نبوی ﷺ ہے: جب تم مؤذن کو سنو تو وہی کہو جو وہ کہتا ہے۔پھر مجھ پر درود بھیجو۔جو کوئی مجھ پر درود بھیجتا ہے اللہ اس پر دس مرتبہ درود بھیجتا ہے۔پھر تم اللہ سے میرا وسیلہ طلب کرنا کہ وہ جنت کا ایک درجہ ہے جو اللہ کے بندوں میں سے کسی ایک بندے کے لیے ہوگا اور مجھے امید ہے کہ وہ میں ہوں گا۔جو کوئی میرا وسیلہ طلب کرے گا اس کے لیے میری شفاعت قبول ہوگی۔(۱۰۲)

وسیلہ سے کیا مراد ہے؟ اس ضمن میں حافظ ابن کثیرؒ کا قول نقل کرتے ہیں:

''وسیلہ جنت میں ایک بلند ترین درجہ کا نام ہے اور وہ آپ ﷺ کا درجہ اور جنت میں آپ ﷺ کا گھر ہوگا اور وہ عرش کے قریب ترین جگہ ہوگی۔''(۱۰۳)

---

۹۷۔ الوجیز، ۲/۶۴۴؛ زاد المسیر، ۵/۵۶

۹۸۔ المواہب اللدنیۃ، ۳/۴۵۱

۹۹۔ صحیح بخاری، کتاب التوحید، باب قول اللہ تعالی لما خلقت بیدی، ۴/۸/۱۷۳

۱۰۰۔ المواہب اللدنیۃ، ۳/۴۵۶؛ اکمال المعلم، ۱/۵۷۸

۱۰۱۔ صحیح مسلم، کتاب الایمان، باب فی قول النبی ﷺ أنا أول الناس یشفع فی الجنۃ، ۱۰۵(۴۸۴)؛ مسند ابو یعلی، ۴/۳۱، ۳۲(۳۷۱۴)

۱۰۲۔ صحیح مسلم، کتاب الصلوۃ باب استحباب القول مثل قول المؤذن لمن سمعہ، ۱۶۳(۸۴۹)؛ جامع ترمذی، کتاب المناقب، باب سلوا اللہ لی الفضیلۃ ۸۲۳(۳۶۱۲)

۱۰۳۔ التفسیر القرآن العظیم، ۶/۶۰

**اختتامیہ:**

کتاب کے آخر میں مؤلف نے صحابہ کرامؓ کی نبی اکرم ﷺ سے محبت واطاعت کی مثالیں پیش کرنے کے بعد آخر میں اللہ تعالیٰ سے دعا کی ہے کہ وہ اس کتاب کے لکھنے کو قبول فرمائے اور اس کے ذریعے تمام مسلمانوں کو نفع پہنچائے۔

مؤلف کے بقول انہوں نے یہ نسخہ ۱۵ شعبان ۸۹۹ھ میں مکمل کیا۔

**خلاصہ بحث**

فصل چہارم میں المواہب اللدنیۃ کے تین مقاصد یعنی مقصد ہشتم، نہم اور دہم کے مضامین کا اجمالی تعارف پیش کیا ہے۔ مقصد ہشتم میں مؤلف نے تین مضامین بیان کیے ہیں۔ سب سے پہلے طب نبوی ﷺ کا بیان ہے۔ جس میں آپ ﷺ کا مریضوں کی عیادت کرنا، مرض کی اقسام، مرض کا تین طریقوں سے علاج یعنی روحانی والٰہی ادویات سے، طبعی ادویات سے اور روحانی وطبعی دونوں طریقوں سے علاج کا ذکر کیا ہے۔ دوسرا مضمون تعبیر رؤیا پر مشتمل ہے۔ اس کے تحت مؤلف نے رؤیا کی تعریف، رؤیائے صالحہ نبوت کا چھیالیسواں حصہ ہے، رؤیائے صالحہ ومکروہہ کے آداب، رؤیا کی اقسام، آپ ﷺ اور آپ ﷺ کے اصحاب کے رؤیا بیان کیے ہیں۔ تیسرا اہم مضمون اخبار غیب سے متعلق ہے۔ مؤلف نے نبی اکرم ﷺ کے اخبارِ غیب کو دو اقسام میں تقسیم کیا ہے۔ ایک وہ اخبار غیب جن کی خبر قرآن نے دی ہے، دوم وہ اخبارِ غیب جن کی خبر نبی اکرم ﷺ نے دی ہے۔ مؤلف نے ان تمام مضامین کو نہایت جامع اور مبسوط انداز میں بیان کیا ہے۔

مقصد نہم آپ ﷺ کی عبادات کے بیان پر مشتمل ہے۔ عبادات نبوی ﷺ کے بیان میں مؤلف نے سب سے پہلے طہارت کا ذکر کرتے ہوئے وضو اور تیمم پر تفصیلاً لکھا ہے۔ اس کے بعد آپ ﷺ کی فرض نمازوں اور نفل نمازوں کو نہایت تفصیل سے بیان کیا ہے۔ نیز آپ ﷺ کی صلوٰۃ الخوف، صلوٰۃ القصر، صلوٰۃ العیدین، صلوٰۃ الجمعۃ اور صلوٰۃ الاستسقاء کو بھی ذکر کیا ہے۔ نماز کی طرح مؤلف نے روزوں کو بھی دو اقسام میں تقسیم کیا ہے۔ یعنی فرض اور نفل روزے۔ روزوں کے ذکر کے بعد زکوٰۃ اور آپ ﷺ کے حج وعمرہ کو نہایت تفصیل سے بیان کیا ہے، اس مقصد میں فقہی مباحث کثرت سے ہیں۔

مقصد دہم کے مضامین میں آپ ﷺ کی وفات، قبر مبارک کی زیارت، زیارت کے آداب، آپ ﷺ سے استغاثہ کی چار صورتیں، عالم آخرت میں آپ ﷺ کے فضائل ودرجات۔ جن میں آپ ﷺ کا سب سے پہلے قبر سے اٹھنا، شفاعت، حوضِ کوثر، لواء الحمد اور وسیلہ وغیرہ بیان کرنے کے بعد آخر میں صحابہ کرامؓ سے محبت کی مثالیں بیان کی ہیں۔

☆☆☆☆☆☆☆

# باب پنجم

# المواہب اللدنیہ کی ضعیف، موضوع اور اسرائیلی روایات کا تنقیدی جائزہ

سیرت نبویہ ﷺ کا بنیادی ماخذ چار کتبِ سیرت ہیں یعنی سیرت ابن ھشام، طبقات ابن سعد، تاریخ طبری اور واقدی کی کتاب المغازی، بعد میں آنے والے تمام مؤلفین سیرت نے ان کتابوں سے خوشہ چینی کی ہے۔ کتب دلائل میں علامہ بیہقی اور ابُو نعیم کی دلائل النبوۃ سے علماء سیر نے بطور خاص استفادہ کیا ہے۔ کئی علماء و محدثین نے کتبِ احادیث کو کتبِ سیرت پر اس بناء پر ترجیح دی ہے کہ ان میں کتب سیرت کے برعکس ضعیف احادیث بہت کم ہوتی ہیں۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ بعض علماء نے تحقیق اور تنقید کی ضرورت احادیث احکام کے ساتھ مخصوص کردی ہے یعنی وہ روایات جن سے شرعی احکام مستنبط ہوتے ہیں وہ تنقید کی زیادہ محتاج ہیں۔ اس کے برعکس سیرت اور فضائل سے متعلق روایات میں تنقید و تحقیق کی زیادہ ضرورت نہیں ہوتی۔(۱) چنانچہ فضائل اعمال اور مناقب کے ابواب میں کثرت سے ضعیف روایات شامل ہوگئیں اور بڑے بڑے علماء نے ان روایات کو اپنی کتابوں میں درج کیا ہے۔

کتب سیرت اور دلائل کے علاوہ کتب احادیث میں سے امام طبری کی معاجم ثلاثہ، امام حاکم کی المستدرک، دیلمی کی مسند الفردوس، مسند ابویعلی، مصنف عبدالرزاق، مصنف ابن ابی شیبہ، مسند ابوداؤد طیالسی وغیرہ میں صحیح احادیث کے ساتھ ساتھ ضعیف احادیث بھی بکثرت موجود ہیں۔ شاہ ولی اللہ دہلوی نے ان کو تیسرے اور چوتھے درجے کی کتبِ احادیث میں شامل کیا ہے۔(۲)

علامہ قسطلانی نے المواہب اللدنیہ کی تصنیف و تالیف میں حدیث، سیرت، تاریخ اور فقہ کی کتابوں سے وسیع پیمانے پر استفادہ کیا ہے۔ علامہ قسطلانی نے جہاں صحاح ستہ کی روایات نقل کی ہیں وہاں انہوں نے علامہ بیہقی اور ابُو نعیم کی دلائل النبوۃ، ابن عساکر کی تاریخ دمشق، امام طبری کی معاجم ثلاثہ، امام حاکم کی المستدرک، مصنف عبدالرزاق، مصنف ابن ابی شیبہ اور دیلمی کی مسند الفردوس سے بھی بکثرت روایات نقل کی ہیں۔ مؤلف نے اس اصول کی بنا پر کہ فضائل و مناقب میں ہر قسم کی روایات بیان کرنا جائز ہے المواہب اللدنیہ میں بہت سی موضوع اور ضعیف احادیث درج کردی ہیں۔

علامہ شبلی نعمانی کے بقول: مواہب اللدنیہ مشہور کتاب ہے اور متاخرین کا ماخذ ہے اس کے مصنف قسطلانی ہیں جو بخاری کے مشہور شارح ہیں حافظ ابن حجر کے ہم رتبہ تھے۔ یہ کتاب اگرچہ مفصل ہے لیکن ہزاروں موضوع اور غلط روایتیں بھی موجود ہیں۔(۳)

المواہب اللدنیہ کی ان تمام ضعیف اور موضوع احادیث پر نقد و تبصرہ کرنا محال ہے۔ مقالہ میں درج ذیل موضوعات کے تحت کچھ احادیث پر تنقیدی تبصرہ کیا جائے گا۔

## حقیقتِ محمدیہ ﷺ سے متعلق ضعیف و موضوع روایات کا تنقیدی جائزہ

دوسری صدی ہجری میں ملت اسلامیہ سیاسی اور علمی تفوق میں دیگر تمام اقوام عالم سے ممتاز تھی۔ اسی دور میں تفسیر، حدیث، فقہ، سیرت اور دیگر علومِ اسلامیہ میں مسلم مفکرین اور علماء نے بیش بہا تصانیف تحریر فرمائیں۔ ان علوم کے ساتھ ساتھ مسلمانوں میں فلسفیانہ اور صوفیانہ نظریات نے بھی جنم لیا۔ بعد ازاں ان نظریات نے باقاعدہ ایک علم کی شکل اختیار کرلی جسے تصوّف کہا جانے لگا۔ تصوف کے عظیم

---

۱۔ فتح المغیث، ۲۹۷/۱؛ الباعث الحثیث، ۹۳؛ تدریب الراوی، ۲۹۸/۱؛ خطیب بغدادی نے امام احمد بن حنبل کا قول نقل کیا ہے: جب ہم رسول اللہ سے حلال وحرام اور سنن و احکام سے متعلق روایت کرتے ہیں تو اسناد میں سختی برتتے ہیں اور جب فضائل اعمال سے متعلق روایت کرتے ہیں تو اسناد میں نرمی برتتے ہیں۔ دیکھئے الکفایۃ فی علم الروایۃ (ص ۱۷۸)

۲۔ حجۃ اللہ البالغۃ، ۱۳۵/۱

۳۔ سیرت النبی ﷺ، ۵۲/۱

الشان مباحث میں اللہ تعالی کی ذات وصفات، وحدت الوجود اور وحدت الشہود اور حقیقتِ محمدی وغیرہ شامل ہیں۔

ڈاکٹر محمود احمد غازی کے بقول: ''اربابِ تصوّف اور اساطین روحانیات نے حضور ﷺ کی شخصیت کو تصوف کی اصطلاحات میں بیان کرنا شروع کیا۔ نورِ محمدی، حقیقتِ محمدی، برزخ کبریٰ وغیرہ تصوّف کے بڑے بڑے موضوعات اور میدان ہیں۔ ان پر اکابر صوفیاء نے بہت کچھ لکھا ہے۔''(۴)

ان اکابر صوفیاء میں ابن عربی، مجدد الف ثانی اور شاہ عبدالحق محدث دہلوی وغیرہ شامل ہیں۔ ان صوفیاء کے مطابق تمام مخلوقات کی پیدائش سے قبل اللہ تعالی نے اپنے نور سے نبی اکرم ﷺ کے نور کو پیدا کیا اور پھر اس نور سے تمام عالم کو پیدا کیا۔ اور یہ نور نسل در نسل تمام انبیاء کرامؑ میں منتقل ہوتا چلا آیا۔ پھر آخر میں اللہ تعالی نے نبی اکرم ﷺ کو خاتم النبیین کی صورت میں ظاہر کیا۔ ان صوفیاء کرام نے اول ماخلق الله نوری (۵) اور کنت نبیا و آدم بین الماء و الطین (۶) جیسی موضوع احادیث سے استدلال کیا۔

حقیقتِ محمدیہ ﷺ کا یہ تصوّر نویں اور دسویں صدی ہجری کی کتبِ سیرت میں بھی جلوہ گر نظر آتا ہے۔ اس دور کے تمام مؤلفین سیرت نے اپنی کتبِ سیرت کا آغاز ہی حقیقت محمدی ﷺ کے موضوع سے کیا ہے۔

علامہ قسطلانی ''المواہب اللدنیہ'' کے آغاز میں لکھتے ہیں:

أبرز الحقیقة المحمدیة من الانوار الصمدیة فی الحضرة الاحدیة ثم سلخ العوالم کلها۔(۷)

''حضرت احدیت میں انوارِ صمدیہ سے حقیقت محمدیہ کو ظاہر کیا پھر تمام عالم کو اس سے نکالا''

علامہ قسطلانی نے حقیقت محمدیہ ﷺ پر بحث کرتے ہوئے یہ واضح کرنے کی کوشش کی ہے کہ نبی اکرم ﷺ حضرت آدمؑ کی پیدائش سے قبل موجود کیے گئے۔ لہٰذا آپ ﷺ خلقت کے اعتبار سے بھی اول ہیں اور نبوت کے اعتبار سے بھی۔ نیز یہ کہ اللہ تبارک وتعالی نے نبی اکرم ﷺ کو اپنے نور سے پیدا کیا۔ لہٰذا نورِ محمدی ﷺ کو تمام مخلوقات میں اولیت حاصل ہے۔ حقیقتِ محمدیہ کے اثبات کے لیے علامہ قسطلانی نے المواہب اللدنیہ میں بہت سی ضعیف اور موضوع احادیث بغیر نقد وتمیز کے نقل کر دی ہیں۔

نبی اکرم ﷺ کے اول مخلوق ہونے کے بارے میں علامہ قسطلانی نے عبداللہ بن أبی جمرة کی کتاب بھجة النفوس کے حوالے سے ایک روایت نقل کی ہے۔ جس کے راوی کعب الاحبار ہیں۔ روایت کے الفاظ کچھ اس طرح سے ہیں:

☆لما أراد الله تعالی أن یخلق محمدا، أمر جبریل أن یأتیه بالطینة التی هی قلب الأرض وبهاؤها ونورها ۔۔۔فعرفت الملائکة وجمیع الخلق سیدنا محمدا وفضله قبل أن تعرف آدم علیهما السلام۔(۸)

---

۴۔ محاضراتِ سیرت ﷺ، ۹۳، ۹۴

۵۔ تاریخ الخمیس، ۱/ ۱۹؛ السیرة الحلبیة، ۱/ ۲۴۰، مولانا عبدالحیٰ لکھنوی اس حدیث کے متعلق لکھتے ہیں: حدیث'' اول ما خلق اللہ نوری'' لفظی اور معنوی طور پر ثابت نہیں ہے اور یہ حدیث ''لولاک لما خلقت الافلاک'' کی طرح عوام وخواص اور قصہ گو لوگوں کی زبانوں پر مشہور ہوگئی ہے۔ دیکھئے الآثار المرفوعة فی الأخبار الموضوعة (ص ۳۵)

۶۔ اس حدیث کو متعدد علماء نے موضوع قرار دیا ہے۔ دیکھئے: تنزیہ الشریعة، ۳۴۱؛ تذکرة الموضوعات، ۸۶؛ الاسرار المرفوعة، ۱۷۹؛ المصنوع، ۱۱۵، ۱۱۶؛ کشف الخفاء، ۲/ ۱۳۲؛ أسنی المطالب، ۲۴۳؛ سلسلة الاحادیث الضعیفة، ۱/ ۳۱۶؛ امام ابن تیمیہ لکھتے ہیں: اس حدیث کی کوئی اصل نہیں اور نہ ہی علمائے حق میں سے کسی نے اس کو روایت کیا ہے اور نہ ہی یہ قابلِ اعتماد کتب میں موجود ہے بلکہ یہ حدیث باطل ہے۔ دیکھئے عرش الرحمٰن (ص ۶۳)

۷۔ المواہب اللدنیة، ۱/ ۲۷

۸۔ ایضاً، ۱/ ۳۴؛ بھجة النفوس، ۲/ ۹۱، ۹۲؛ شرف المصطفیٰ، ۱/ ۳۰۰؛ وفاء الوفا، ۱/ ۳۲؛ سبل الھدیٰ، ۱/ ۶۸؛ تاریخ الخمیس، ۱/ ۲۱؛ المدخل (ابن الحاج)، ۲/ ۳۵۰؛ الوفا بأحوال المصطفیٰ، ۱/ ۳۴؛ السیرة الحلبیة، ۱/ ۲۳۹؛ معارج النبوة، ۱/ ۲۴

''جب اللہ تعالیٰ نے محمد ﷺ کو پیدا کرنے کا ارادہ کیا تو جبریل کو حکم دیا وہ مٹی لے کر آئیں جو زمین کا قلب اور اس کی رونق اور اس کا نور ہے۔۔۔پس ملائکہ اور تمام مخلوق نے محمد ﷺ اور ان کی فضیلت کو آدمؑ (کی پیدائش) سے پہلے پہچان لیا۔''

یہ روایت نہایت درجے کی ضعف کی حامل ہے۔علماء حدیث نے اس روایت کو اسرائیلیات میں شمار کیا ہے چنانچہ علامہ زرقانی اس حدیث کے متعلق لکھتے ہیں:

فهو اما عن الكتب القديمة لأنه حبرها أوعن المصطفى بواسطة فهو مرسل و تضعيف بعض المتاخرين جدا له باحتمال أنه من الكتب القديمة وقد بدلت غير مسموع فان التضعيف انما هو من جهة السند ـ(۹)

یہ روایت کتب قدیمہ سے لی گئی ہے کیونکہ اس کو کعب الاحبار نے روایت کیا ہے یا نبی اکرم ﷺ سے بغیر واسطے کے نقل کیا ہے۔ تو اس صورت میں مرسل روایت ہوئی اور بعد میں آنے والے علماء نے اس کی شدت سے تضعیف کی ہے۔اس احتمال کی بنیاد پر کہ یہ کتب قدیمہ سے لی گئی ہے اور بغیر سنے تبدیل کر دی گئی ہے،اس حدیث میں ضعف سند کے اعتبار سے ہے۔

حقیقت محمدیہ ﷺ کی اولیت کے اثبات کے ضمن میں علامہ صاحب نے جن احادیث سے استدلال کیا ہے ان میں وہ مشہور حدیث بھی نقل کی ہے کہ جس میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ''لولاك لما خلقت الافلاك''۔یہ حدیث متن کے خفیف اختلاف کے ساتھ مختلف علماء نے نقل کی ہے۔ابن طغربک کی المولد الشریف کے حوالے سے امام قسطلانی لکھتے ہیں:

☆ویروی أنه لما خلق الله آدم ألهمه أن قال : یارب لم كنيتني أبا محمد ، قال الله تعالى يا آدم ارفع رأسك، فرفع رأسه فرأى نورمحمد ﷺ في سرادق العرش فقال: يارب ماهذا النور؟ قال هذا نور نبي من ذريتك اسمه في السماء أحمد وفي الأرض محمد ، لولاه ماخلقتك ولا خلقت سماء ولا أرضا۔(۱۰)

''اور مروی ہے کہ جب اللہ تعالیٰ نے آدمؑ کو پیدا فرمایا تو انہیں الہام کیا۔پس انہوں نے کہا اے میرے رب آپ نے میری کنیت ابومحمد کیوں رکھی ہے؟ اللہ تعالیٰ نے فرمایا اے آدم۔اپنا سر اٹھاؤ، پس انہوں نے اپنا سر اٹھایا،اور عرش کے پاؤں پر نور محمدی کو دیکھا تو پوچھا اے میرے رب یہ کیسا نور ہے،اللہ نے فرمایا یہ تیری اولاد میں سے اس نبی کا نور ہے جس کا نام آسمان میں احمد اور زمین میں محمد ہے،اگر ان کو نہ پیدا کرنا ہوتا تو نہ تم کو پیدا کرتا اور نہ ہی آسمانوں اور زمین کو۔''

اوّل یہ کہ علامہ قسطلانیؒ نے یہ حدیث میلاد کی کتاب سے نقل کی ہے۔چھٹی صدی ہجری میں میلاد کی مجالس کی غرض سے جتنی کتب لکھی گئی تھیں ان میں زیادہ تر بے سروپا روایات ہیں۔دوم یہ کہ مصنف نے اسے بصیغۂ''یروی'' بیان کیا ہے جس کا مطلب ہے کہ خود مصنف کو بھی اس کی صحت میں کلام ہے۔محدثین میں سے علامہ شوکانی،علامہ طاہر الہندی،علامہ عجلونی، ملاعلی القاری،امام صغانی اور مسعود عالم قاسمی نے حدیث''لولاك لما خلقت الافلاك'' کی تردید کی ہے۔(۱۱)

علامہ قسطلانیؒ کے مطابق اللہ تعالیٰ نے اپنے نور سے نبی اکرم ﷺ کے نور کو پیدا کیا،لہٰذا نور محمدی ﷺ کو تمام مخلوقات میں اوّلیت حاصل ہے۔اس ضمن میں علامہ نے عبدالرزاق کی مصنف کے حوالے سے ایک حدیث بطور دلیل پیش کی ہے۔جس کے الفاظ کچھ اس طرح سے ہیں:

---

۹۔ شرح الزرقانی،۱/۸۳

۱۰۔ المواہب اللدنیۃ،۱/۳۵؛ الشفاء،۱/۲۲۸؛ نزہۃ الناظرین،۱۶تا۱۸؛ مجمع البحرین،۳/۳۵۸؛ جواہر البحار،۱/۲،۲۵۵/۳،۲۲۵/۳۳۱

۱۱۔ تذکرۃ الموضوعات،۱۶؛ کشف الخفاء،۲/۱۶۴؛ الموضوعات (الصغانی)،۴۶؛ الفوائد المجموعۃ،۳۲۶؛ فتنۃ وضع حدیث،۱۴۱

☆یا جابر اوّل ماخلق الله نورنبیك من نوره ۔۔۔الی آخرہ۔(۱۲)

''اے جابر سب سے پہلے اللہ تعالی نے تیرے پیغمبر کا نور اپنے نور سے پیدا کیا اس کے بعد ذکر ہے کہ اس نور کے چار حصے ہوئے اور انہی سے لوح وقلم، عرش وکرسی، آسمان وزمین اور جن وانس کی پیدائش ہوئی۔''

مصنف نے اس حدیث کو عبدالرزاق کے حوالے سے نقل کیا ہے حالانکہ مصنف عبدالرزاق میں یہ حدیث موجود نہیں۔ جن لوگوں نے اس حدیث کو عبدالرزاق کے حوالے سے نقل کیا ہے ان میں الدیار بکری اور امام عجلونی شامل ہیں۔(۱۳) حدیث کی مستند اور معتبر کتب میں اس حدیث کا کوئی وجود نہیں ہے۔ محمد مسعود عالم قاسمی اس روایت کے متعلق لکھتے ہیں:

''المواہب اللدنیہ میں یہ روایت تفصیل سے آئی ہے۔ مگر یہ روایت درست نہیں۔ قصہ گو حضرات نے گھڑی ہے۔''(۱۴)

نور محمدی ﷺ کی اولیت کے حوالے سے دوسری حدیث امام صاحب نے اُحکام ابن القطان کے حوالے سے نقل کی ہے جسے ابن مرزوق نے علی بن حسین سے روایت کیا ہے کہ بے شک نبی اکرم ﷺ نے فرمایا:

☆کنت نورا بین یدی ربی قبل خلق آدم بأربعة عشر ألف عام ۔(۱۵)

''میں آدمؑ کی پیدائش سے چودہ ہزار سال قبل اپنے رب کے سامنے ایک نور تھا۔''

حدیث مذکور کو امام قسطلانی اور امام عجلونی نے بروایت علی بن حسین عن أبیہ عن جدہ بیان کیا ہے جبکہ مصنف تاریخ الخمیس اور علامہ سیوطی نے الدر المنثور میں بروایت ابن عباس بیان کیا ہے۔ علامہ قسطلانی، امام عجلونی اور دیار بکری نے ''کنت نورا بین یدی ربی'' کے الفاظ سے اس حدیث کو روایت کیا ہے۔ جبکہ علامہ سیوطی نے الدر المنثور میں اور ابن حجر نے المطالب العالیۃ میں ''أن قریشا کانت نورًا بین یدی الله'' کے الفاظ سے اس حدیث کو شروع کیا ہے۔ بقیہ حدیث کا متن ایک جیسا ہے۔ احادیث کی مستند ومعتبر کتب میں اس حدیث کا پتہ نہیں ملتا۔

☆نور سے متعلق ایک اور روایت ''وفی الخبر'' کے الفاظ سے شروع کی ہے۔ جس میں ہے کہ جب اللہ تعالی نے آدم علیہ السلام کو پیدا کیا تو اس نور کو اس کی پشت میں رکھ دیا۔ پس وہ نور ان کی پیشانی پر چمکتا تھا۔(۱۶) وغیرہ

نور سے متعلق ایسی روایات کے بارے میں علامہ ندوی تنقید کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

---

۱۲۔ المواہب اللدنیۃ، ۳۶/۱

۱۳۔ تاریخ الخمیس، ۱۹/۱، ۲۰؛ کشف الخفاء، ۲۶۵/۱؛ معارج النبوۃ، ۶/۱؛ جواہر البحار، ۲۲۶/۱، ۴۰۷/۲، ۳۱/۳، ۴۹۱

۱۴۔ فتنۂ وضع حدیث ۲۱، اس حدیث کے متعلق علامہ شبلی نعمانی لکھتے ہیں: زرقانی وغیرہ نے اس روایت کو نقل کیا ہے مگر افسوس ہے کہ اس کی سند نہیں لکھی۔ اس لیے اس روایت کی تنقید نہ ہوسکی۔ اصولی حیثیت سے اس روایت کے تسلیم کرنے میں مجھے پس وپیش ہے۔ دیکھئے سیرت النبی ﷺ، ۴۱۴/۳؛ علامہ سیوطی نے بھی اس حدیث پر وضع کا حکم لگایا ہے۔ دیکھئے الحاوی للفتاوی، ۵۰۰/۱، ۵۰۱، نیز شیخ عبداللہ بن صدیق نے اس حدیث کے موضوع ہونے سے متعلق ایک رسالۃ لکھا ہے جس کا نام ''مرشد الحائر لبیان وضع حدیث جابر'' ہے۔ اس کا تذکرہ محمد عبدالعزیز خالدی نے جو کہ شرح الزرقانی کے محقق ہیں اس شرح کے حاشیہ میں کیا ہے۔ دیکھئے شرح الزرقانی، ۸۹/۱

۱۵۔ المواہب اللدنیۃ، ۳۹/۱؛ الشفاء، ۱۰۹/۱؛ تاریخ الخمیس، ۲۱/۱؛ شرف المصطفیٰ، ۳۰۴/۱؛ کشف الخفاء، ۲۶۶/۱؛ الدر المنثور، ۵۲۶/۳؛ الشریعۃ، ۲۵۱/۲ (۱۰۱۷)؛ السیرۃ الحلبیۃ، ۴۸/۱، ۴۹

۱۶۔ المواہب اللدنیۃ، ۳۹/۱؛ السیرۃ الحلبیۃ، ۲۴۱/۱

''روایتوں میں ہے کہ یہ نور پہلے ہزاروں برس سجدہ میں پڑا رہا۔ پھر حضرت آدم علیہ السلام کے تیرہ تار جسم کا چراغ بنا پھر آدمؑ نے مرتے وقت شیثؑ کو اپنا وصی بنا کر یہ نور ان کے سپرد کیا۔ اس طرح یہ درجہ بدرجہ ایک سے دوسرے پیغمبر کو سپرد ہوتا ہوا حضرت عبداللہ کو سپرد ہوا اور حضرت عبداللہ سے حضرت آمنہ کو منتقل ہوا۔ نور کا سجدہ میں پڑے رہنا اور اس کا موجود ہونا بالکل موضوع ہے اور نور کا ایک وصی سے دوسرے وصی کو درجہ بدرجہ منتقل ہوتا رہنا بے سروپا ہے۔''(۱۷)

☆ایک روایت میں ہے کہ یہ نور جب عبدالمطلب کو سپرد ہوا تو وہ ایک دن خانہ کعبہ میں سوئے ہوئے تھے۔ سو کر اٹھے تو دیکھا کہ ان کی آنکھوں میں سرمہ اور بالوں میں تیل لگا ہوا ہے۔ اور بدن پر جمال و رونق کا خلعت ہے۔ یہ دیکھ کر وہ ششدر رہ گئے۔ آخر کار ان کے باپ ان کو قریش کے ایک کاہن کے پاس لے گئے۔ اس نے کہا کہ آسمانوں کے خدا نے اجازت دی ہے کہ اس لڑکے کا نکاح کر دیا جائے اس نور کے اثر سے عبدالمطلب کے بدن سے خوشبو آتی تھی۔ اور وہ نور ان کی پیشانی پر چمکتا تھا۔ قریش پر قحط وغیرہ کی جب کوئی مصیبت آتی تو اس نور کے وسیلہ سے وہ دعا مانگتے تھے تو قبول ہوتی تھی۔(۱۸)

یہ روایت علامہ قسطلانی نے کعب احبار کے حوالے سے نقل کی ہے۔ اول تو یہ سلسلہ ایک تابعی تک موقوف ہے۔ آگے کی سند نہیں۔ مزید برآں کعب احبار کے بارے میں کہا جاتا ہے کہ وہ اسرائیلی روایات بکثرت بیان کرتے تھے۔ یہی وجہ ہے کہ علمائے محدثین نے ان کی روایات کے قبول کرنے میں احتیاط سے کام لیا ہے۔ اس روایت کے سلسلہ ءسند میں ایک راوی ابوبکر بن ابی مریم باتفاق محدثین ضعیف ہے۔(۱۹)

☆ علامہ قسطلانی نے ایک اور روایت ابن طغربک کی ''النطق المفہوم'' سے نقل کی ہے:

جب ابرہہ کے ہاتھی نے عبدالمطلب کے چہرے کی طرف دیکھا تو یوں بلبلایا جیسے کہ اونٹ بلبلاتا ہے۔ اور سجدہ میں گر پڑا۔ اللہ تعالیٰ نے ہاتھی کو قوتِ گویائی عطا کی پس اس نے کہا اے عبدالمطلب تیری پشت میں جو نور ہے اس پر سلام۔(۲۰)

مؤلف نے اس حدیث کا سلسلہ ءسند بیان نہیں کیا اور صیغہ ءمجہول کے ساتھ بیان کیا ہے جس سے معلوم ہوتا ہے کہ مؤلف کو خود بھی اس حدیث کی صحت میں شبہ ہے۔ جیسا کہ علامہ زرقانی نے تصریح کی ہے: ''اور یہ روایت اللہ بہتر جانتا ہے قول مردود معلوم ہوتی ہے۔ اس لئے کہ نبی اکرم ﷺ کی ولادت واقعہ فیل کے چالیس یا پچاس سال بعد ہوئی تھی۔ اسی وجہ سے مصنف نے اسے صیغہ ءتمریض کے ساتھ بیان کیا ہے اور اس روایت سے برأت کا اظہار کیا ہے۔''(۲۱)

☆ علامہ قسطلانی نے نور محمدی سے متعلق ایک اور روایت صیغہ ءمجہول کے ساتھ شروع کی ہے۔

وقیل ان اللہ تعالی لما خلق نور نبینا محمد ﷺ ۔۔۔قال اللہ تعالی اشھد علیکم قالوا نعم۔(۲۲)

''جب اللہ تعالیٰ نے ہمارے نبی ﷺ کے نور کو پیدا کیا تو اسے حکم دیا کہ وہ تمام انبیاء کے انوار کی طرف دیکھے پس آپ کا نور ان

---

۱۷۔ سیرت النبی ﷺ، ۳/ ۴۱۴

۱۸۔ المواہب اللدنیۃ، ۱/ ۵۲

۱۹۔ میزان الاعتدال، ۷/ ۳۳۵ (۱۰۰۱۴)؛ لسان المیزان ۴/ ۱۵۷ (۴۸۴۶)؛ الکامل ۲/ ۲۰۷؛ احوال الرجال، ۲/ ۱۷؛ تھذیب التھذیب، ۱۲/ ۲۷ (۸۳۰۳)؛ کتاب الضعفاء، ۳/ ۳۱۱ (۱۳۲۴)؛ المجموع فی الضعفاء، ۴/ ۲۵۴ (۲۲۸)

۲۰۔ المواہب اللدنیۃ، ۱/ ۳۵؛ السیرۃ الحلبیۃ، ۱/ ۹۷

۲۱۔ شرح الزرقانی، ۱/ ۱۶۲

۲۲۔ المواہب اللدنیۃ، ۱/ ۳۳

سب پر غالب آ گیا۔ اللہ نے ان انبیاء کو قوت گویائی عطا کی وہ عرض کرنے لگے اے ہمارے رب! یہ کس کا نور ہے جس کے آگے ہمارے انوار ماند پڑ گئے۔ اللہ تعالی نے فرمایا یہ نور محمد بن عبداللہ کا ہے اگر تم ان پر ایمان لاؤ گے تو ہم تمہیں نبی بنائیں گے۔ سب نے بیک زبان عرض کیا اے رب! ہم ان پر اور ان کی نبوّت پر ایمان لائے۔ اس پر حق تعالی نے فرمایا! میں تم پر گواہ ہوں۔''

مؤلف نے یہ روایت بغیر کسی ماٰخذ کا حوالہ دیئے صیغہ مجہول یعنی ''وقیل'' کے ساتھ شروع کی ہے جس سے معلوم ہوتا ہے کہ مؤلف کو خود بھی اس روایت کی صحت کا یقین نہیں۔

## ولادتِ نبوی ﷺ سے متعلق روایات کا تنقیدی جائزہ

ولادتِ نبوی ﷺ کے باب میں علامہ قسطلانی نے ضعیف و منکر احادیث کے ساتھ ساتھ موضوع اور بے سند روایات بھی نقل کی ہیں۔ ان میں سے کچھ روایات ایسی ہیں جو صوفیانہ لطائف و مضامین اور شاعرانہ تخیل کی عکاسی کرتی ہیں۔ حدیث کی مستند کتب میں ان روایات کا پتا نہیں ملتا۔ ان روایات کے پیدا ہونے کا ایک بڑا سبب قصہ گو واعظین ہیں۔ جنہوں نے اپنی قوتِ اختراع سے معجزاتِ نبوی ﷺ سے متعلق عجیب و غریب باتیں بیان کیں اور بعد ازاں انہیں روایات کا درجہ دے دیا۔ علامہ ابن قتیبہ (م ۲۷۶ھ) نے بیان کیا ہے کہ احادیث و روایات میں فساد کا ایک بڑا سبب واعظین ہیں۔ اپنی کتاب ''تاویل مختلف الحدیث'' میں رقم طراز ہیں:

''اور واعظین کیونکہ وہ عوام کا رخ اپنی طرف پھیرنا چاہتے ہیں اور جو کچھ ان کے پاس ہے اس کو لغو، منکر اور عجیب و غریب باتیں بیان کر کے وہ وصول کرتے ہیں۔ اور عوام کی حالت یہ ہے کہ وہ اسی وقت تک ان واعظین کے پاس بیٹھتے ہیں جب تک وہ خارج از عقل باتیں یا ایسی مؤثر باتیں بیان کرتے ہیں جو ان کے دلوں میں اثر پیدا کریں اور ان کو رلائیں۔'' (۲۳)

عبدالفتاح ابوغدہ کے مطابق: ''اس قسم کے واعظین نے عوام کی توجہ حاصل کرنے کے لیے عجیب و غریب روایات و حکایات اختراع کیں۔ (۲۴)

بعض ارباب سیر نے اس بناء پر کہ فضائل میں ہر قسم کی روایات قبول کر لی جاتی ہیں اور خصوصاً وہ روایات جن کی تائید دوسرے طریقوں سے ہوتی ہے یعنی کثرتِ طرق کی بنا پر، وہ ضعیف روایات کو بھی قبول کر لیتے ہیں۔ علامہ ابن حجر، شیخ عبدالرحمٰن سخاوی اور علامہ قسطلانی کا یہی اصول ہے۔ عصرِ حاضر میں مولانا ادریس کاندھلوی نے اس طریقہ کار کو اختیار کیا ہے۔ جبکہ علامہ شبلی نعمانی نے روایاتِ سیرت کی تنقید علم اصول حدیث کے نقطہ نظر سے کی ہے۔ چنانچہ جن روایات کو علامہ شبلی نعمانی نے رد کیا ہے مولانا ادریس کاندھلوی نے انہیں صحیح قرار دیا ہے۔

۱۔ ولادتِ نبوی ﷺ کے باب میں سب سے پہلی روایت جو آتی ہے وہ یہ ہے کہ حضرت عبداللہ کی پیشانی پر نورِ نبوت کو دیکھ کر ایک عورت نے خواہش ظاہر کی کہ وہ خود عبداللہ سے ہم بستر ہو کر اس نور کی امین بن جائے۔ لیکن عبداللہ نے انکار کر دیا اور گھر چلے آئے اور وہاں یہ دولت آمنہ کو نصیب ہوئی۔ عبداللہ نے واپس جا کر اس عورت سے درخواست کی تو اس نے انکار کر دیا۔ علامہ قسطلانی نے یہ روایت اَبونعیم، ابن عساکر اور علامہ بیہقی کے حوالے سے نقل کی ہے۔ (۲۵) ابن سعد اور ابن جریر طبری نے بھی اس روایت کو بیان کیا ہے۔ (۲۶)

---

۲۳۔ تاٴویل مختلف الحدیث، ۲۵۵

۲۴۔ لمحات من تاریخ السنۃ، ۵۵

۲۵۔ دلائل النبوۃ (ابونعیم)، ۳۸، ۳۹؛ دلائل النبوۃ (بیہقی)، ۱/۱۰۵، ۱۰۷

۲۶۔ الطبقات الکبریٰ، ۱/۴۴، ۴۵؛ تاریخ الامم والملوک، ۲/۱۷۴

علامہ شبلی نعمانی نے اس حدیث کو شدید ضعیف قرار دیا ہے اور اس حدیث کی اسناد پر تنقید و تبصرہ کیا ہے (۲۷) اسی طرح مولانا تقی امینی نے بھی اس حدیث کو ضعیف کہا ہے۔ (۲۸) لیکن مولانا ادریس کاندھلوی اس حدیث کے مقبول اور معتبر ہونے کے قائل ہیں۔ وہ لکھتے ہیں:

''یہ روایت دلائل اُبونعیم میں چار طریقوں سے اور طبقات ابن سعد میں تین طریقوں سے مذکور ہے جس کے بعض راوی ضعیف بھی ہیں لیکن جو روایت اس قدر طریقوں سے مروی ہو بالفرض اس روایت کی ہر سند کا ہر راوی فرداً فرداً ضعیف ہو تب بھی محدثین کے نزدیک مقبول ہے۔ مختلف طریقوں سے مروی ہونے کی وجہ سے حسن لغیرہ کے درجہ تک پہنچ جاتی ہے۔ چہ جائیکہ جس روایت کے صرف بعض راوی ضعیف ہوں اور روایت مختلف طریقوں سے مروی ہو اس کے مقبول اور معتبر ہونے میں کیا تردّد ہو سکتا ہے۔'' (۲۹)

۲۔ ابنِ عباسؓ فرماتے ہیں: آنحضرت ﷺ کے حمل میں ہونے کی جو نشانیاں تھیں ان میں سے ایک یہ ہے کہ اس رات کو قریش کے سب جانور بولنے لگے اور کہنے لگے کعبہ کے خدا کی قسم آنحضرت ﷺ شکمِ مادر میں آ گئے وہ دنیا جہان کی امان اور اہل دنیا کے چراغ ہیں۔ قریش اور دیگر قبائل کی کاہنہ عورتوں میں کوئی عورت ایسی نہیں تھی کہ اس کا جن اس کی آنکھوں سے اوجھل نہ ہو گیا ہو اور ان سے کہانت کا علم چھین لیا گیا اور دنیا کے تمام بادشاہوں کے تخت اوندھے ہو گئے اور سلاطین اس دن گونگے ہو گئے۔ مشرق کے وحشی جانوروں نے مغرب کے وحشی جانوروں کو جا کر بشارت دی اسی طرح ایک دریا نے دوسرے دریا کو خوشخبری سنائی۔ پورے ایام حمل میں ہر ماہ آسمان و زمین سے یہ ندا سنی جانے لگی کہ بشارت ہو کہ حضرت ابوالقاسم ﷺ کے زمین پر ظاہر ہونے کا زمانہ قریب آیا۔۔۔ آخر تک۔ (۳۰)

علامہ شبلی نعمانی اس روایت پر تنقید کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

''میں نے دل پر جبر کر کے یہ پوری حکایت نقل کی ہے۔ یہ اس لیے کہ میلاد کے عام جلسوں کی رونق انہی روایتوں سے ہے یہ روایت اُبونعیم نے ابنِ عباسؓ سے نقل کی ہے اور سند کا سلسلہ بھی ہر طرح درست ہے مگر اگر کسی کو اسماء الرجال سے آگاہی نہ بھی ہو اور وہ صرف ادب عربی کا صحیح ذوق رکھتا ہو تو وہ فقط روایت کے الفاظ اور عبارت دیکھ کر یہ فیصلہ کر دے گا کہ یہ چوتھی صدی کی بنائی ہوئی ہے۔'' (۳۱)

اس روایت کے سلسلہ سند میں دو راوی یحییٰ بن عبداللہ البابلی (۳۲) اور ابوبکر بن ابی مریم (۳۳) ضعیف ہیں۔

۳۔ ولادتِ نبوی ﷺ کے ضمن میں علامہ قسطلانی نے کعب الاحبار سے ایک روایت نقل کی ہے:

زمین و آسمان کے ہر طبقہ میں آواز دی گئی کہ نورِ محمدی ﷺ نے آج رات رحمِ آمنہ میں قرار پکڑا ہے۔ کیا ہی خوشی کی بات ہے۔ پھر کیا ہی خوشی کی بات ہے۔ اس رات کی صبح کو روئے زمین کے تمام بت اوندھے پائے گئے۔ قریش کا یہ حال تھا کہ وہ شدید قحط اور عظیم تنگی میں مبتلا تھے پس زمین سرسبز ہو گئی اور درختوں میں تازگی آ گئی اور ان کے پاس ہر طرف سے خوشحالی آ گئی۔ پس قریش نے اس سال کا نام سنۃ

---

۲۷۔ سیرت النبی ﷺ، ۳/۴۱۵، ۴۱۶

۲۸۔ حدیث کا درایتی معیار، ۲۰۷، ۲۰۸

۲۹۔ سیرت المصطفیٰ ﷺ، ۱/۴۵

۳۰۔ المواہب اللدنیۃ، ۱/۶۲؛ دلائل النبوۃ (ابونعیم)، ۲۲۱؛ شرف المصطفیٰ ﷺ، ۱/۳۴۹؛ الخصائص الکبریٰ، ۱/۸۱؛ نہایۃ الارب، ۱۶/ ۶۵

۳۱۔ سیرت النبی ﷺ، ۳/۴۱۹

۳۲۔ میزان الاعتدال، ۷/۱۹۶ (۹۵۷۱)؛ تہذیب التہذیب، ۱۱/۲۱۵

۳۳۔ میزان الاعتدال، ۷ / ۳۳۵ (۱۰۰۱۴)؛ لسان المیزان، ۴ / ۱۵۷ (۴۸۴۶)؛ الکامل ۲ / ۲۰۷؛ احوال الرجال، ۲/۱۷۲؛ تہذیب التہذیب، ۱۲/۲۷ (۸۳۰۳)؛ کتاب الضعفاء، ۳/۳۱۱ (۱۳۲۴)

الفتح والا بتہاج رکھا۔(۳۴)

علامہ قسطلانی نے یہ روایت کعب الاحبار کے حوالے سے نقل کی ہے کعب الاحبار کو کئی محدثین نے اس بناء پر مسترد کر دیا ہے کہ وہ اسرائیلی روایات بکثرت بیان کرتے تھے لیکن مندرجہ بالا روایت کا اسرائیلیات سے بھی کوئی تعلق نہیں۔ یہ روایت ولادتِ نبوی ﷺ کے وقت مکہ میں وقوع پذیر ہونے والے معجزات سے متعلق ہے جبکہ کعب الاحبار مدینہ کے نومسلم تابعی ہیں ان کا نبی اکرم ﷺ کی پیدائش کے وقت وقوع پذیر ہونے والے معجزات کو بیان کرنا خارج از عقل ہے۔ درحقیقت یہ روایت بھی ولادت نبوی ﷺ کی دیگر روایات کی طرح قصہ گو واعظین کے شاعرانہ تخیل کی پیداوار ہے۔ جنہوں نے اسے کعب الاحبار کی جانب منسوب کر دیا ہے۔

۴۔ علامہ قسطلانی نے ابونعیم سے ایک روایت نقل کی ہے:

جب ولادت کا وقت قریب آیا تو خدا نے فرشتوں کو حکم دیا کہ آسمانوں اور بہشتوں کے دروازے کھول دو۔ دو فرشتے باہم بشارت دیتے پھرتے تھے سورج نے نور کا نیا جوڑا پہنا۔ اس سال دنیا کی تمام عورتوں کو یہ رعایت ملی کہ سب فرزند نرینہ جنیں، درختوں میں پھل آ گئے ۔آسمان میں زبرجد اور یاقوت کے ستون کھڑے کیے گئے۔۔۔آخر تک۔(۳۵)

علامہ شبلی نعمانی اس روایت کے متعلق لکھتے ہیں:

''یہ حکایت مواہب اللدنیہ اور خصائص کبریٰ میں اُبونعیم کے حوالہ سے نقل کی گئی ہے لیکن اُبونعیم کی دلائل النبوۃ کے مطبوعہ نسخہ میں جہاں اس کا موقع ہو سکتا تھا وہاں یہ روایت مجھ کو نہیں ملی۔ ممکن ہے اُبونعیم نے اپنی کسی اور کتاب میں یہ روایت لکھی ہو یا یہ مطبوعہ نسخہ نامکمل ہو بہرحال اس روایت کی بنا صرف اس قدر ہے کہ اُبونعیم چوتھی صدی ہجری کے ایک راوی عمرو بن قتیبہ سے نقل کرتے ہیں کہ ان کے والد قتیبہ جو بڑے فاضل تھے یہ بیان کرتے تھے۔ قسطلانی نے مواہب میں اس روایت کو نقل کر کے لکھا ہے کہ وہ مطعون ہے۔ حافظ سیوطی نے خصائص میں اس کو منکر کہا ہے اور واقعہ یہ ہے کہ یہ تمام تر بے سند اور موضوع ہے۔''(۳۶)

۵۔ علامہ قسطلانی صاحب السعادۃ والبشری کے حوالے سے لکھتے ہیں'' آمنہ کہتی ہیں کہ جب ولادت ہوئی تو ایک بہت بڑا ابر کا ٹکڑا نظر آیا جس میں گھوڑے کے ہنہنانے اور پروں کے پھڑ پھڑانے اور لوگوں کے بولنے کی آوازیں آرہی تھیں وہ ابر کا ٹکڑا بچہ کے اوپر آکر چھا گیا اور بچہ میری نظروں سے اوجھل ہو گیا۔۔۔آخر تک۔(۳۷)

علامہ شبلی نعمانی اس روایت کے متعلق لکھتے ہیں:''اس حکایت کی بنیاد یہ ہے کہ قسطلانی نے مواہب اللدنیہ میں السعادۃ والبشری نامی ایک میلاد کی کتاب سے اس کو نقل کیا ہے اور السعادۃ والبشری کا مصنف کہتا ہے کہ اس نے خطیب سے اس کو لیا ہے۔ روایات کے لحاظ سے خطیب کی تاریخ کا جو درجہ ہے وہ کس کو معلوم نہیں۔ قسطلانی نے اس روایت کو اُبونعیم کی طرف بھی منسوب کیا ہے مگر دلائل ابونعیم کے مطبوعہ نسخہ میں اس کا پتہ نہیں۔ غنیمت ہے کہ قسطلانی نے خود تصریح کر دی ہے کہ اس میں سخت نکارت ہے۔''(۳۸)

۶۔ حافظ ابوبکر بن عائذ نے اپنی کتاب المولد میں ایک طویل حدیث نقل کی ہے۔ علامہ قسطلانی نے اس حدیث کا ایک ٹکڑا نقل کیا ہے

---

۳۴۔ المواہب اللدنیۃ، ۶۱/۱

۳۵۔ ایضاً، ۶۵/۱؛ الخصائص الکبریٰ، ۸۰/۱

۳۶۔ سیرت النبی ﷺ، ۴۱۸/۳

۳۷۔ المواہب اللدنیۃ، ۶۶/۱؛ معارج النبوۃ، ۴۱/۲

۳۸۔ سیرت النبی ﷺ، ۴۲۱/۳

۔ابن عباسؓ سے روایت ہے: ''جب آپ ﷺ پیدا ہوئے تو آپ ﷺ کے کان میں جنت کے داروغہ رضوان نے کہا۔اے محمد بشارت ہو کہ کسی نبی کو کوئی ایسا علم عطا نہیں کیا گیا جو تم کو نہیں بتایا گیا۔تم سب پیغمبروں سے زیادہ شجاع بنائے گئے ہو۔''(۳۹)

''اس روایت کا ماخذ یہ ہے کہ یحییٰ بن عائذ المتوفی (م ۳۷۸ھ) نے اپنی کتاب میلاد میں اس کا ذکر کیا ہے۔ابن دحیہ محدث نے بڑی جرأت کر کے اس خبر کو غریب کہا ہے لیکن واقعہ یہ ہے کہ اسے غریب کہنا بھی اس کی توثیق ہے یہ تمام تر بے اصل اور بے سند ہے۔''(۴۰)

۷۔ أبو نعیم نے عطاء بن یسار سے انہوں نے ام سلمۃ سے انہوں نے آمنۃ سے روایت کیا ہے۔فرماتی ہیں جس رات میں نے انہیں جنم دیا تو ایک نور دیکھا جس سے شام کے محلات روشن ہو گئے۔(۴۱)

اور بریدۃؓ بنی سعد کی ایک مرضعہ سے روایت کرتی ہیں کہ آمنہ فرماتی ہیں کہ میں نے دیکھا کہ گویا میری فرج سے ایک شہاب نکلا جس سے زمین روشن ہو گئی یہاں تک کہ میں نے شام کے محلات دیکھے۔(۴۲)

بریدۃؓ سے مروی روایت تو دلائل النبوۃ میں موجود ہے۔لیکن عطاء بن یسار عن ام سلمۃ عن آمنہ کے سلسلہء سند سے کوئی روایت دلائل النبوۃ میں موجود نہیں۔ام سلمہؓ کا آمنہ سے روایت کرنا بھی اس سلسلہء سند کے ضعف کی طرف اشارہ کرتا ہے کیونکہ ام سلمہؓ کی آمنہ سے ملاقات ثابت نہیں۔

جہاں تک بریدۃ سے مروی روایت کا تعلق ہے تو اس کے سلسلہ سند میں ابوغزیہ محمد بن موسیٰ انصاری ہے جسے محدثین کرام نے ضعیف اور وضاع قرار دیا ہے۔(۴۳)

۸۔ ابن عباسؓ سے بیان کیا گیا ہے جب عبداللہ فوت ہوئے تو فرشتوں نے کہا اے ہمارے معبود اور آقا تیرا نبی یتیم ہو گیا ہے۔پس اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ میں اس کا حافظ اور نصیر ہوں۔(۴۴)

مؤلف نے اس روایت کو صیغہ مجہول کے ساتھ بیان کیا ہے جس سے معلوم ہوتا ہے کہ خود مصنف کو بھی اس روایت کی صحت کا یقین نہیں۔علامہ زرقانی اس حدیث کے ذیل میں لکھتے ہیں:

اگر یہ روایت صحیح ہوتی تو اس کا حکم مرفوع کا ہوتا۔لیکن مصنف نے اس کو ضعیف روایات کے نقل کرنے کی عادت کے تحت یرویٰ اور یذکر کے صیغوں کے ساتھ بیان کیا ہے۔(۴۵)

۹۔ حضرت عباسؓ آنحضرت ﷺ سے ذکر کرتے ہیں: یارسول اللہ ﷺ مجھ کو جس نشانی نے آپ ﷺ کے مذہب میں داخل ہونے کا خیال دلایا وہ یہ ہے کہ جب آپ ﷺ گہوارہ میں تھے تو میں نے دیکھا کہ آپ ﷺ چاند سے اور چاند آپ ﷺ سے باتیں کرتا تھا اور انگلی سے آپ ﷺ اس کو جدھر اشارہ کرتے تھے ادھر جھک جاتا تھا۔فرمایا: ہاں میں اس سے اور وہ مجھ سے باتیں کرتا تھا اور رونے

---

۳۹۔ المواہب اللدنیۃ،۱/۶۶

۴۰۔ سیرت النبی ﷺ،۳/۴۲۰

۴۱۔ المواہب اللدنیۃ،۱/۶۷

۴۲۔ ایضاً،۱/۶۷؛ دلائل النبوۃ (ابونعیم)،۴۱

۴۳۔ الکامل،۷/۵۱۵؛ میزان الاعتدال،۶/۳۴۷(۸۲۲۸)؛ لسان المیزان،۶/۵۶۴(۸۱۵۲)

۴۴۔ المواہب اللدنیۃ،۱/۶۴؛ شرف المصطفیٰ ﷺ،۱/۳۵۲

۴۵۔ شرح الزرقانی،۱/۲۰۷

سے دل بہلاتا تھا اور عرش کے نیچے جا کر جب وہ تسبیح کرتا تھا تو میں اس کی آواز سنتا تھا۔(۴۶)

یہ روایت ابن عساکر نے نقل کی ہے ۔(۴۷)علامہ شبلی نعمانی نے اس روایت کو ضعیف قرار دیا ہے۔ان کے مطابق ''حضرت عباسؓ آنحضرت ﷺ سے شاید ایک یا دو سال بڑے تھے۔آنحضرت ﷺ کی شیر خوارگی کے عالم میں وہ خود شیر خوارگی میں ہوں گے۔''(۴۸)

۱۰۔ علامہ قسطلانی لکھتے ہیں کہ حافظ ابن حجر نے فتح الباری میں واقدی کی سیر کے حوالہ سے نقل کیا ہے کہ آپ ﷺ نے گہوارہ میں کلام کیا۔ابن سبع کی خصائص میں ہے کہ فرشتے آپ ﷺ کا گہوارہ ہلاتے تھے اور سب سے پہلا فقرہ زبان سے یہ نکلا: الحمد للہ کبیرا والحمد للہ کثیرا۔(۴۹)

علامہ شبلی نعمانی ان روایات پر تبصرہ کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

واقدی کی سیر سے مراد اگر واقدی کی مغازی ہے تو اس کا مطبوعہ کلکتہ کا نسخہ جو میرے پیش نظر ہے اس میں یہ واقعہ مذکور نہیں اور اگر ہوتا بھی تو واقدی کا اعتبار کیا ہے۔ابن سبع اور ابن عائذ وغیرہ زمانہ متاخر کے لوگ ہیں اور قدماء سے روایت کی نقل میں بے احتیاط ہیں۔کسی قدیم ماخذ سے اس کی تصدیق نہیں ہوتی۔معلوم نہیں انہوں نے یہ روایتیں کہاں سے لیں۔''(۵۰)

**واقعہ غرانیق**

علامہ قسطلانی نے المواہب اللدنیہ میں واقعہ شعب ابی طالب کے بعد قصہ غرانیق بیان کیا ہے۔اس قصہ کو علماء کی ایک جماعت نے موضوع قرار دیا ہے جبکہ ایک جماعت اس کے صحیح ہونے کی قائل ہے۔ان میں علامہ قسطلانی بھی شامل ہیں۔قصہ یہ کہ آپ ﷺ قریش کی ایک مجلس میں بیٹھے ہوئے تھے۔آپ ﷺ پر سورۃ النجم نازل ہوئی۔آپ ﷺ نے اسے پڑھنا شروع کیا۔جب آپ ''افرأیتم اللات والعزی۔ومناۃ الثالثۃ الاخری۔'' پر پہنچے تو یکا یک آپ ﷺ کی زبان سے یہ الفاظ جاری ہو گئے۔''تلک الغرانیق العلی وان شفاعتھن لترتجی''(یہ بلند مرتبہ دیویاں ہیں ان کی شفاعت ضرور متوقع ہے)اس کے بعد آپ ﷺ سورۃ نجم پڑھتے چلے گئے یہاں تک کہ جب اختتام سورۃ پر آپ ﷺ نے سجدہ کیا تو مشرک اور مسلمان سب سجدے میں گر گئے۔اس بنیاد پر کہ نبی اکرم ﷺ نے ان کے بتوں کے لیے بھلائی کے الفاظ کہے ہیں۔آپ ﷺ پریشان ہوئے کہ یہ کیا ہو گیا۔اس پر یہ آیات نازل ہوئیں۔

وما ارسلنا من قبلك من رسول ولانبی الا اذا تمنی ألقی الشیطان فی أمنیته۔(۵۱)

''اور ہم نے تم سے پہلے کوئی رسول اور نبی نہیں بھیجا مگر جب وہ کوئی آرزو کرتا تھا تو شیطان اس کی آرزو میں وسوسہ ڈال دیتا تھا۔

یہ قصہ تفسیر اور سیرت کی کتابوں میں تفصیل کے ساتھ مذکور ہے۔''(۵۲)

---

۴۶۔ المواہب اللدنیۃ،۸۱/۱؛الخصائص الکبریٰ،۹۱/۱؛سبل الھدیٰ،۳۴۹/۱

۴۷۔ تاریخ دمشق،۲/۳/۲۴۳؛شرف المصطفیٰ ﷺ،۱۰۴/۱،۳۵۸

۴۸۔ سیرت النبی ﷺ،۴۲۲/۳

۴۹۔ المواہب اللدنیۃ،۸۱/۱؛دلائل النبوۃ(بیہقی)،۱۳۹،۱۴۰؛الخصائص الکبریٰ،۹۱/۱،۹۳؛سبل الھدیٰ،۳۴۹/۱

۵۰۔ سیرت النبی ﷺ،۴۲۲/۳،۴۲۳

۵۱۔ الحج:۵۲/۲۲؛ابن عباس کے مطابق ''ألقی الشیطان فی أمنیته'' کا معنی ہے کہ ''فی قرأۃ الرسول وحدیث النبی''۔دیکھئے تنویر المقیاس ۳۵۴

۵۲۔ جامع البیان،۱۰/۱۸۶/۱۷تا۱۹۰؛تفسیر ابن ابی حاتم،۲۵۰۰/۸تا۲۵۰۳؛الدر المنثور،۲۶۲/۴تا۲۶۴؛الکشاف،۱۹/۳؛اسباب النزول،۱۷۸؛الوسیط،۲۷۶/۳؛أحکام القرآن (جصاص)،۵ / ۱۸۷؛ایجاز البیان،۲ / ۵۷؛لباب النقول،۱۵۲؛تاریخ الامم والملوک،۲ / ۲۴۷؛الطبقات الکبریٰ،۱ / ۹۸،۹۹؛الروض الانف،۱۵۴/۲؛الکامل فی التاریخ،۶۷۳/۱

علامہ ابن جریر طبری، ابوبکر جصاص، علامہ زمخشری، علامہ قسطلانی، ابن حجر اور دیگر کئی سیرت نگار اس قصہ کو صحیح مانتے ہیں۔(۵۳)

علامہ قسطلانی نے اس قصہ کی مخالفت میں امام رازی کے دلائل نقل کرنے کے بعد لکھا ہے:

ولیس کذالك بل لها أصل۔(۵۴)

''اور ایسا نہیں ہے بلکہ اس قصہ کی کوئی نہ کوئی اصل ضرور ہے۔''

اس کے بعد مؤلف نے اس واقعہ کے تمام طرق اور اسناد ذکر کیے ہیں۔ ابن حجر کے حوالے سے لکھتے ہیں:

سعید بن جبیر کے طریق کے سوا باقی جن طریقوں سے یہ روایت آئی ہے وہ یا تو ضعیف ہیں یا منقطع مگر طریقوں کی کثرت اس بات پر دلالت کرتی ہے کہ اس کی کوئی اصل ہے ضرور۔(۵۵)

واقعہ غرانیق کی جتنی بھی روایات آئی ہیں ان میں یہ الفاظ آئے ہیں۔''فألقى الشيطان على لسانه ''۔یعنی شیطان نے (یہ الفاظ) آپ ﷺ کی زبان پر جاری کر دیئے۔

مفسرین اس جملہ سے تین معانی مراد لیتے ہیں۔

اوّل یہ کہ یہ الفاظ نبی اکرم ﷺ کی زبان سے سہوًا جاری ہو گئے تھے۔(۵۶)

دوم یہ کہ یہ الفاظ شیطان نے جبرًا آپ ﷺ کی زبان پر جاری کر دیئے۔(۵۷)

سوم یہ کہ یہ الفاظ شیطان نے خود کہے تھے۔ جب آپ ﷺ مناۃ الثالثۃ الاخری کہہ کر رکے تو شیطان نے فورًا یہ الفاظ کہے۔ لوگوں نے سمجھا کہ شاید نبی اکرم ﷺ نے خود یہ الفاظ کہے ہیں۔(۵۸) اکثر مفسرین کا یہی قول ہے۔

علامہ نسفی لکھتے ہیں:

''اگر یہ کہا جائے کہ یہ الفاظ سہوًا اور غفلت سے آپ ﷺ کی زبان پر جاری ہو گئے تو یہ قول مردود ہے۔ اس لیے کہ ایسی غفلت آپ ﷺ پر جائز نہیں ہے۔ اگر جائز ہوتی تو آپ ﷺ کی بات پر اعتماد باطل ہو جاتا۔ جبکہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

لا یاتیه الباطل من بین یدیه ولا من خلفه۔(۵۹)

''باطل اس کتاب کے آگے اور پیچھے سے داخل نہیں ہو سکتا۔''

اور فرمایا:

انا نحن نزلنا الذکر وانا له لحافظون۔(۶۰)

''ہم نے قرآن کو نازل کیا ہے اور ہم ہی اس کی حفاظت کرنے والے ہیں۔''

---

۵۳۔ جامع البیان،۱۰/۱۸۶/۱۷؛ أحکام القرآن (جصاص)،۵/۸۴؛ الکشاف،۱۹/۳؛ فتح الباری، کتاب التفسیر تفسیر سورۃ الحج،۸/۳۵۵؛ المواہب اللدنیۃ،۱/۱۲۸

۵۴۔ المواہب اللدنیۃ،۱/۱۲۸

۵۵۔ فتح الباری، کتاب التفسیر تفسیر سورۃ الحج،۸/۳۵۵، دار احیاء التراث العربی بیروت لبنان،۱۴۰۸ھ بمطابق ۱۹۸۸ء

۵۶۔ المحرر الوجیز،۴/۱۲۹؛ معالم التنزیل،۳/۲۴۷؛ الکشاف،۳/۱۹؛ مدارک التنزیل،۲/۱۲۰؛ غرائب القرآن،۵/۹۱

۵۷۔ مدارک التنزیل،۲/۱۲۰؛ غرائب القرآن،۵/۹۱

۵۸۔ أحکام القرآن (ابن العربی)،۳/۳۰۶، ۳۰۷؛ معالم التنزیل،۳/۲۴۷؛ مدارک التنزیل،۲/۱۲۰؛ انوار التنزیل،۱/۴۴۷؛ ارشاد العقل السلیم،۴/۳۹۰

۵۹۔ فصلت : ۴۱/۴۲

۶۰۔ الحجر : ۱۵/۹

اور اگر یہ کہا جائے کہ شیطان نے جبراً آپ ﷺ کی زبان پر یہ الفاظ جاری کر دیئے تھے تو یہ بھی ممتنع ہے۔ اس لیے کہ شیطان کو اس بات پر قدرت نہیں ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ کا قول ہے

ان عبادی لیس لک علیهم سلطان۔(۶۱)

''بے شک میرے بندوں پر تیرا کوئی غلبہ نہیں ہوگا۔''

جب یہ ساری وجوہ باطل ہوگئیں تو اب صرف ایک وجہ باقی رہ گئی وہ یہ کہ یہ الفاظ شیطان نے کہے تھے اور شیطان نبی اکرم ﷺ کے زمانہ میں بولتا تھا۔ جیسا کہ غزوہ احد کے موقع پر اس نے آواز لگائی تھی کہ محمد ﷺ کو قتل کر دیا گیا ہے۔(۶۲)

علامہ ابن جریر طبری اور ابن العربی نے بھی یہی تاویل پیش کی ہے۔(۶۳) علامہ قسطلانی نے ''المواہب اللدنیہ'' میں اسی رائے کو اختیار کیا ہے۔(۶۴)

واقعہ غرانیق کو موضوع اور من گھڑت قرار دینے والوں میں علامہ ابن کثیر، علامہ بیہقی، ابن خزیمہ، ابن العربی، علامہ شوکانی، امام رازی، علامہ آلوسی، قاضی عیاض، ابن عادل الدمشقی، شنقیطی، ابوالسعود، صدیق حسن قنوجی اور وھبہ الزحیلی شامل ہیں۔(۶۵)

علامہ ابن کثیر کہتے ہیں کہ: جتنی سندوں سے یہ قصہ روایت ہوا ہے سب مرسل اور منقطع ہیں۔ مجھے کسی صحیح متصل سند سے یہ نہیں ملا۔(۶۶) قاضی عیاض کے بقول: ''اس کی کمزوری اسی سے ظاہر ہے کہ صحاح ستہ کے مؤلفین میں سے کسی نے بھی اس کو اپنے ہاں نقل نہیں کیا اور نہ یہ کسی صحیح متصل سند اور بے عیب سند کے ساتھ ثقہ راویوں سے منقول ہوا ہے۔(۶۷)

علامہ رازی نے اس قصہ کو قرآن، سنّت اور عقلی دلائل کی بنیاد پر موضوع قرار دیا ہے۔

واقعہ غرانیق کے بطلان کے حوالے سے امام رازی کے دلائل کا خلاصہ درج ذیل ہے۔

''اگر یہ کہا جائے کہ شیطان نے آپ ﷺ کی زبان پر الفاظ جاری کروا دیئے تھے تو قرآن کہتا ہے:

ان عبادی لیس لک علیهم سلطان۔(۶۸)

''بے شک میرے بندوں پر تیرا غلبہ نہیں ہوگا۔''

وما ینطق عن الهویٰ ان هو الا وحی یوحی۔(۶۹)

---

۶۱۔ الحجر : ۴۲/۱۵

۶۲۔ مدارک التنزیل، ۱۲۱/۲

۶۳۔ جامع البیان، ۱۹۰/۱۷/۱۰؛ تاریخ الامم والملوک، ۲۴۷/۲؛ أحکام القرآن، ۳۰۶/۳، ۳۰۷

۶۴۔ المواہب اللدنیۃ، ۱۳۲/۱

۶۵۔ تفسیر القرآن العظیم، ۳ / ۲۵۳؛ أحکام القرآن (ابن العربی)، ۳ / ۳۰۲ تا ۳۰۵؛ فتح القدیر، ۳ / ۴۹۴، ۴۹۵؛ مفاتیح الغیب، ۱۲ / ۵۱؛ روح المعانی، ۱۰ / ۲۵۶؛ الشفاء، ۲ / ۷۵۰؛ اللباب فی علوم الکتاب، ۱۴ / ۱۱۸؛ اضواء البیان، ۵ / ۲۸۸؛ فتح البیان، ۲ / ۶۹؛ ارشاد العقل السلیم، ۳۹۰/۴؛ التفسیر الوسیط، ۱۶۵۷/۲؛ زاد المسیر، ۳۲۲/۵؛ البحر المحیط، ۵۲۶/۷؛ السراج المنیر، ۶۲۰/۲؛ اعلام النبوۃ، ۷۰

۶۶۔ تفسیر القرآن العظیم، ۲۵۳/۳

۶۷۔ الشفاء، ۷۵۰/۲

۶۸۔ الحجر: ۴۲/۱۵

۶۹۔ النجم : ۳/۵۳

''وہ نبی اپنی خواہش سے کچھ نہیں کہتا، وہ وہی کہتا ہے جو اس کی طرف وحی کی جاتی ہے۔''

لایاتیه الباطل من بین یدیه ولا من خلفه۔(۷۰)

''باطل اس کتاب کے آگے اور پیچھے سے داخل نہیں ہوسکتا۔''

سنقرئك فلا تنسیٰ۔(۷۱)

''جلد ہی ہم آپ کو پڑھا دیں گے، پھر آپ نہیں بھولیں گے۔''

قل مایکون لی أن أبدله من تلقاء نفسی۔(۷۲)

''کہہ دو، مجھے اختیار نہیں ہے کہ اسے اپنی طرف سے بدل دوں۔''

سنت کے حوالے سے دلائل دیتے ہوئے لکھتے ہیں: ابن خزیمہ نے کہا ہے کہ یہ قصہ زنادقہ کا وضع کردہ ہے۔ علامہ بیہقی کے مطابق از روئے نقل یہ قصہ ثابت نہیں ہے۔ نیز یہ کہ بخاری و مسلم کے مؤلفین میں سے کسی نے اس قصہ کو نقل نہیں کیا۔

عقلی دلائل دیتے ہوئے لکھتے ہیں:

''نبی اکرم ﷺ کی سب سے بڑی کوشش بتوں کی نفی تھی۔ لہٰذا آپ ﷺ ان کے بتوں کی کیسے تعریف کرسکتے تھے۔ نیز یہ کہ اسلام کے ابتدائی زمانہ میں یہ ناممکن تھا کہ آپ ﷺ کعبہ میں اونچی آواز سے قرآن پڑھتے۔ مزید برآں یہ کہ اگر اس قصہ کو تسلیم کرلیا جائے تو شریعت پر سے اعتبار اٹھ جائے۔''(۷۳)

امام رازی ان تمام وجوہات کا تذکرہ کرنے کے بعد لکھتے ہیں:

فبهذا الوجوه عرفناه علی سبیل الاجمال ان هذه القصة موضوع۔(۷۴)

''ان تمام وجوہ کی بناہ پر اجمالی طور پر ہم نے جان لیا کہ یہ قصہ موضوع ہے۔''

ڈاکٹر وھبۃ الزحیلی واقعہ غرانیق کے متعلق لکھتے ہیں:

''یہ قصہ غرانیق گھڑا ہوا جھوٹا ہے اسے زنادقہ نے وضع کیا ہے اور سورۃ حج کی یہ آیت بہتان لگانے والوں کے بہتان کو باطل قرار دیتی ہے۔''(۷۵)

محمد عبدالحی لکھنوی نے بھی اس قصہ کو موضوع اور مصنوع قرار دیا ہے۔(۷۶)

مفتی محمد شفیع کے مطابق:

''یہ واقعہ جمہور محدثین کے نزدیک ثابت نہیں ہے۔ بعض حضرات نے اس کو موضوع، ملحدین و زنادقہ کی ایجاد قرار دیا ہے اور جن حضرات نے اس کو معتبر بھی قرار دیا ہے تو اس کے ظاہری الفاظ سے جو شبہات قرآن و سنت کے قطعی اور یقینی احکام پر عائد ہوتے ہیں ان کے

---

۷۰۔ فصلت : ۴۲/۴۱

۷۱۔ الأعلیٰ : ۶/۸۷

۷۲۔ یونس : ۱۵/۱۰

۷۳۔ مفاتیح الغیب، ۵۱/۱۲

۷۴۔ مفاتیح الغیب، ۵۱/۱۲

۷۵۔ التفسیر الوسیط، ۱۶۵۷/۲

۷۶۔ ظفر الأمانی، ۴۷۹

مختلف جوابات دیئے ہیں۔ لیکن اتنی بات بالکل واضح ہے کہ اس آیتِ قرآن کی تفسیر اس واقعہ پر موقوف نہیں'' (۷۷)

مولانا مودودیؒ واقعہ غرانیق پر تفصیلی بحث کرتے ہوئے اس قصہ کی اندرونی شہادتوں کی بناء پر (۷۸) اسے لغو اور مہمل قرار دیتے ہوئے لکھتے ہیں:

''کوئی روایت خواہ اس کی سند آفتاب سے بھی زیادہ روشن ہو ایسی صورت میں قابل قبول نہیں ہوسکتی جبکہ اس کا متن اس کے غلط ہونے کی کھلی شہادت دے رہا ہو۔ اور قرآن کے الفاظ، سیاق وسباق، ترتیب ہر چیز اسے قبول کرنے سے انکار کر رہی ہو۔ یہ دلائل تو ایک مشکوک اور بے لاگ محقق کو بھی مطمئن کردیں گے کہ یہ قصہ غلط ہے۔ رہا مؤمن تو وہ اسے ہرگز نہیں مان سکتا جبکہ وہ اعلانیہ دیکھ رہا ہے کہ یہ روایت قرآن کی ایک نہیں بیسیوں آیات سے ٹکراتی ہے۔'' (۷۹)

## حدیث احیاء اُبوی النبی ﷺ

علامہ قسطلانی نے نبی اکرم ﷺ کے والدین کے زندہ ہونے اور آپ ﷺ پر ایمان لانے کی احادیث نقل کی ہیں۔ محدثین کی ایک جماعت نے (جن میں ابن شاہین، ابوبکر البغدادی، امام سہیلی، علامہ قرطبی، علامہ طبری اور علامہ سیوطی وغیرہ شامل ہیں) ان احادیث سے استدلال کرتے ہوئے یہ رائے پیش کی ہے کہ نبی اکرم ﷺ کے والدین اھل نجات میں سے ہیں جبکہ علامہ ابن کثیر، ابن الجوزی، امام ذھبی، ملا علی القاری، علامہ شوکانی اور علامہ زرقانی نے ان احادیث کو اس بناء پر موضوع قرار دیا ہے کہ وہ حدیث صحیح کے متعارض ہیں۔ (۸۰)

علامہ سخاوی نے اثبات اور نفی دونوں پہلوؤں سے اعراض کیا ہے۔ (۸۱) علامہ قسطلانی کے مطابق اس مسئلہ پر سکوت اختیار کرنا زیادہ بہتر ہے۔ (۸۲)

احیاء اُبوی النبی ﷺ کی حدیث درج ذیل ہے:۔

حضرت عائشہؓ سے روایت ہے: آپ ﷺ جون کے مقام پر غمزدہ اترے کچھ دیر وہاں ٹھہرے رہے جتنا کہ اللہ نے چاہا۔ پھر آپ ﷺ خوش خوش لوٹے اور فرمایا میں نے اپنے رب سے درخواست کی اس نے میری ماں کو زندہ کیا پس وہ مجھ پر ایمان لائی پھر وہ واپس لوٹادی گئی۔ (۸۳)

---

۷۷۔ معارف القرآن، ۶/ ۲۷۷

۷۸۔ مولانا مودودی کے مطابق واقعہ غرانیق ۵ نبوی میں ہوا جبکہ عتاب والی سورۃ بنی اسرائیل کی آیت نمبر ۷۳، ۱۱ نبوی میں اور سورۃ حج کی آیت نمبر ۵۲ ۱ ہجری میں نازل ہوئی ہیں۔ کیا کوئی صاحبِ عقل شخص باور کرسکتا ہے کہ آمیزش کا فعل آج ہو اور عتاب چھ سال بعد اور آمیزش کی تنسیخ کا اعلان ۹ سال بعد ہو۔ دیکھئے تفہیم القرآن، ۳/ ۲۴۲

۷۹۔ تفہیم القرآن، ۳/ ۲۴۳، ۲۴۴

۸۰۔ صحیح مسلم کی حدیث ہے آپ ﷺ نے فرمایا: میں نے اپنے رب سے اجازت چاہی کہ میں اپنی ماں کے لیے استغفار طلب کروں تو مجھے اجازت نہیں دی گئی۔ دیکھئے صحیح مسلم، کتاب الجنائز، باب استئذان النبی ﷺ ربہ عزوجل فی زیارۃ قبر امہ، ۳۹۲ (۲۲۵۸۔۲۲۵۹)؛ ایک اور روایت میں ہے ایک شخص نے نبی اکرم ﷺ سے پوچھا: اے اللہ کے رسول! میرا باپ کہاں ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا! آگ میں۔ پس جب وہ لوٹنے لگا تو آپ نے اسے بلایا اور فرمایا بیشک میرا باپ اور تمھارا باپ آگ میں ہیں۔ دیکھئے صحیح مسلم، کتاب الایمان، باب بیان ان من مات علی الکفر فھو فی النار، ۱۰۷ (۵۰۰)

۸۱۔ المقاصد الحسنۃ، ۴۵

۸۲۔ المواہب اللدنیۃ، ۱/ ۹۵

۸۳۔ اللآلی المصنوعۃ، ۱/ ۲۶۶؛ تنزیہ الشریعۃ، ۱/ ۳۲۲

اس سے ملتی جلتی دوسری حدیث ابوحفص بن شاھین نے ''الناسخ والمنسوخ'' میں نقل کی ہے۔(۸۴)
وہ علماء جنہوں نے اس حدیث پر وضع کا حکم لگایا ہے ان کی آراء درج ذیل ہے۔
علامہ ابن الجوزی کے مطابق: یہ حدیث بلاشک موضوع ہے۔(۸۵)
علامہ ذھبی نے میزان الاعتدال میں لکھا ہے:
''یہ حدیث جھوٹ ہے اور صحیح حدیث کہ آپ ﷺ نے اپنے رب سے والدین کی مغفرت کی اجازت چاہی تو اللہ نے اجازت نہیں دی کے مخالف ہے۔''(۸۶)
ملاعلی قاری نے الاسرار المرفوعۃ میں لکھا ہے کہ یہ حدیث موضوع ہے جیسا کہ ابن دحیہ کا قول ہے۔(۸۷)
علامہ شوکانی نے بھی اس حدیث پر وضع کا حکم لگایا ہے۔(۸۸)
علامہ جورقانی ابن شاھین کی ''الناسخ والمنسوخ'' والی حدیث کے متعلق لکھتے ہیں: ''ھذا حدیث باطل'' یہ حدیث باطل ہے۔(۸۹)
اسی طرح دوسری حدیث کو بھی انہوں نے باطل قرار دیا ہے۔(۹۰)
بعض محدثین کے نزدیک یہ احادیث موضوع نہیں بلکہ ضعیف ہیں۔ چنانچہ علامہ سیوطی اللآلی ءالمصنوعۃ میں لکھتے ہیں: ''صحیح حکم اس حدیث پر ضعف کا ہے نہ کہ وضع کا۔''(۹۱)
علامہ سیوطی نے اس موضوع پر ایک رسالہ بھی لکھا ہے جس کا نام الدرج المنیفہ فی الآباء الشریفہ ہے۔'' اس رسالہ میں لکھتے ہیں:
''حدیث احیاء ابوی کو خطیب بغدادی نے ''السابق واللاحق'' میں، دارقطنی نے ''غرائب مالک'' میں، ابن شاھین نے ''الناسخ والمنسوخ'' میں، محبّ طبری نے ''سیرت'' میں اور سھیلی نے ''الروض الانف'' میں نقل کیا ہے۔ یہ سب لوگ حدیث کے ضعیف ہونے کے باوجود اس کی طرف مائل ہیں۔ اسی طرح علامہ قرطبی، ابن المنیر، ابن سید الناس، صلاح صفدی، حافظ شمس الدین بن ناصر الدین دمشقی نے اس حدیث کو ناسخ حدیثوں میں شمار کیا ہے۔ اور اس حدیث کے ضعف کی پرواہ نہیں کی۔ اس لیے کہ حدیثِ ضعیف جو فضائل ومناقب کے متعلق ہو اس پر عمل کیا جاتا ہے اور یہ بھی ایک منقبت ہے۔''(۹۲) نیز اپنی کتاب مسالک الحنفاء میں لکھتے ہیں:
''حدیث سے ثابت ہے کہ اہلِ نار میں سے سب سے کم تر عذاب ابوطالب کو ہوگا۔ اور اس عذاب کی کیفیت یہ ہوگی کہ ان کے پاؤں کی ایڑیاں آگ میں ہوں گی جس سے ان کا دماغ کھولے گا۔ یہ حدیث اس بات کی دلیل ہے کہ نبی اکرم ﷺ کے والدین آگ میں

---

۸۴۔ ناسخ الحدیث ومنسوخہ، کتاب جامع، باب فی زیارۃ النبی ﷺ قبر امہ، ۶۴۶
۸۵۔ کتاب الموضوعات، ۱/۲۱۸
۸۶۔ میزان الاعتدال، ۴/۴۳۷؛ لسان المیزان، ۴/۵۱۲ (۵۴۱۶)
۸۷۔ الاسرار المرفوعۃ، ۸۳
۸۸۔ الفوائد المجموعۃ، ۳۲۲
۸۹۔ کتاب الاباطیل، ۱/۲۲۴
۹۰۔ ایضاً، ۱/۲۲۳
۹۱۔ اللآلی ءالمصنوعۃ، ۱/۲۶۶؛ مسالک الحنفاء، ۵۷
۹۲۔ الدرج المنیفۃ، ۷

نہیں ہوں گے۔ اس لئے کہ اگر وہ میں آگ میں ہوتے تو ان کا عذاب ابوطالب کے عذاب سے کم تر ہوتا اس لیے کہ ان دونوں کا مقام ابوطالب سے بڑھ کر ہے۔ پھر ان کے لئے یہ عذر بھی موجود ہے کہ انہوں نے بعثت کا زمانہ نہیں پایا اور نہ ہی یہ ہوا کہ آپ ﷺ نے ان پر اسلام پیش کیا ہو اور انہوں نے قبول کرنے سے انکار کیا ہو برخلاف ابوطالب کے کہ ان کے متعلق صادق ومصدوق نے خبر دی ہے کہ ان کا عذاب کم تر ہوگا۔ پس آپ ﷺ کے والدین اہل نار میں سے نہیں اور یہ استنباط اہل اصول کے نزدیک دلالۃ الاشارۃ کہلاتا ہے۔'' (۹۳)

علامہ عجلونی ابن شاھین کی حدیث نقل کرنے کے بعد لکھتے ہیں:

''حفاظ کا اتفاق ہے کہ یہ حدیث ضعیف ہے بلکہ یہ بھی کہا گیا ہے کہ موضوع ہے لیکن صواب یہ ہے کہ یہ ضعیف حدیث ہے۔'' (۹۴) علامہ سھیلی کے مطابق اس حدیث کی اسانید میں مجہول راوی ہیں۔ (۹۵) ابن کثیر نے اسے شدید منکر حدیث کہا ہے۔ (۹۶)

علامہ قرطبی کے مطابق:

حدیث احیاء اور حدیث نہی عن الاستغفار میں کوئی تعارض نہیں اس لیے کہ حدیث احیاء حدیث نہی عن الاستغفار سے مؤخر ہے۔ اس لیے کہ حدیث احیا حجۃ الوداع کے موقع پر تھی اور اس وجہ سے ابن شاھین نے اسے ناسخ حدیثوں میں شمار کیا ہے۔ (۹۷)

مولانا عبدالحی لکھنوی حدیث احیاء ابوی کے متعلق لکھتے ہیں:

''حدیثِ احیاء پر بحث کا حاصل یہ ہے کہ جن لوگوں نے اس حدیث پر وضع کا حکم لگایا ہے ان میں امام دارقطنی، جورقانی، ابن ناصر، ابن جوزی اور ابن دحیہ شامل ہیں۔ اور جن لوگوں نے محض ضعف کا حکم لگایا ہے۔ ان میں ابن شاھین، خطیب بغدادی، ابن عساکر، سھیلی، قرطبی، محبّ طبری اور ابن سید الناس شامل ہیں۔ ہم نے ان تمام علماء کی آراء پر غور کیا ہے۔ پہلے گروہ نے جن علل کا تذکرہ کیا ہے وہ سب غیر مؤثر ہیں۔ پس اسی وجہ سے ہم نے دوسرے گروہ کے قول کو ترجیح دی ہے۔'' (۹۸)

## نبی اکرم ﷺ کی قبر کی زیارت سے متعلق موضوع اور ضعیف احادیث

نبی اکرم ﷺ کی قبر مبارک کی زیارت کو کئی علماء نے مستحب قرار دیا ہے۔ ان میں علامہ تقی الدین السبکی، علامہ قسطلانی، علامہ شامی، ابن الحاج، قاضی عیاض اور دیگر کئی علماء شامل ہیں۔ جبکہ امام ابن تیمیہ اور ان کے متبعین اس کے سخت خلاف ہیں۔

علامہ قسطلانی نے قبر نبوی ﷺ کی زیارت سے متعلق درج ذیل احادیث نقل کی ہیں۔

من زار قبری و جبت له شفاعتی۔ (۹۹)

---

۹۳۔ مسالک الحنفاء، ۵۳

۹۴۔ کشف الخفاء، ۶۱/۱

۹۵۔ الروض الانف، ۲۹۹/۱

۹۶۔ السیرۃ النبویۃ (ابن کثیر)، ۲۳۹/۱

۹۷۔ کشف الخفاء، ۶۱/۱؛ المواہب اللدنیۃ، ۹۰/۱

۹۸۔ ظفر الامانی، ۴۵۸

۹۹۔ المواہب اللدنیۃ، ۳/ ۴۰۴؛ سنن دارقطنی، ۲/ ۲۷۸؛ المدخل، ۱/ ۱/ ۱۸۸؛ احیاء علوم الدین، ۶/ ۱۲۷؛ وفاء الوفاء، ۴/ ۱۳۳۶؛ الدرۃ الثمینۃ، ۱۴۳؛ الکنی والاسماء، ۲ / ۶۴؛ شرف المصطفیٰ ۳، / ۱۶۸، ۱۶۹؛ الشفاء ۲، / ۶۶۶؛ شفاء السقام، ۲، ۳؛ امتاع الأسماع ۱۴، / ۶۱۴؛ الصارم المنکی، ۱۱؛ بعض روایات میں وجبت کی بجائے حلت کا لفظ آیا ہے۔ دیکھیے جمع الفوائد، ۱/ ۵۶۴؛ نزھۃ الناظرین، ۹۹؛ شفاء الغرام، ۲/ ۳۹۷

''جس نے میری قبر کی زیارت کی تو اس کے لیے میری شفاعت واجب ہوگئی۔''

من جاء نی زائرا لا تعمله حاجة الا زيارتی كان حقا علی ان اكون شفيعا له يوم القيامة۔(۱۰۰)

جو کوئی میری زیارت کے ارادہ سے آئے اور سوائے میری زیارت کے اسے اور کوئی کام نہ ہو تو میں قیامت کے دن اس کے لیے شفیع ہوں گا۔

من وجد سعة ولم يفد الی فقد جفانی۔(۱۰۱)

''جو کوئی استطاعت کے باوجود مجھ سے ملنے نہ آئے تو اس نے مجھ سے جفا کی۔''

من زارنی بعد موتی فكانما زارنی فی حياتی ۔(۱۰۲)

''جس نے میری وفات کے بعد میری زیارت کی، تو گویا اس نے میری زندگی میں میری زیارت کی۔''

من زارنی كنت له شفيعا او شهيدا۔(۱۰۳)

''جو کوئی میری زیارت کرے گا تو میں اس کے لیے شفیع اور گواہ ہوں گا۔''

من زارنی محتسبا الی المدينة كان فی جواری يوم القيامة۔(۱۰۴)

''جو کوئی میری زیارت کے ارادہ سے مدینہ رک جائے تو وہ قیامت کے دن میرے پڑوس میں ہوگا۔''

علامہ تقی الدین السبکی، ابن الحاج، مولانا عبدالحی لکھنوی، علامہ طاہر الھندی، علامہ قسطلانی اور علامہ عجلونی نے ان احادیث کو صحیح قرار دیا ہے۔ علامہ تقی الدین نے ان احادیث کے صحیح ہونے پر ایک کتاب لکھی ہے جس کا نام شفاء السقام فی زیارۃ خیر الانام ہے۔ اس کتاب میں مؤلف نے قبر نبوی ﷺ کی زیارت سے متعلق تمام احادیث ان کی تمام اسناد کے ساتھ نقل کی ہیں اور انہیں صحیح قرار دیا ہے۔ مولانا عبدالحی لکھنوی، علامہ طاہر الھندی اور علامہ عجلونی کے مطابق اگر کسی حدیث کے طرق کثیر ہوں تو وہ حدیث صحت کے درجہ پر آ جاتی ہے۔(۱۰۵)

مولانا عبدالحی کے مطابق:

''علماء میں سے بعض نے ان احادیث کو ضعیف قرار دیا ہے اور ان میں سے بعض نے ان پر وضع کا حکم لگایا ہے۔ جیسا کہ امام ابن

---

۱۰۰۔ المواہب اللدنیۃ، ۳/ ۴۰۴؛ ذکر اخبار اصبہان، ۲/۲۱۹؛ شفاء السقام، ۱۳؛ وفاء الوفاء، ۴/ ۱۳۴۰؛ امتاع الأسماع، ۱۴/ ۶۱۴؛ العقد الثمین، ۶/ ۶۹؛ الصارم المنکی، ۳۵؛ الاحادیث الواردۃ فی فضائل المدینہ، ۵۸۵؛ شفاء الغرام، ۲/ ۳۹۷؛ العقد الثمین، ۶/ ۶۹

۱۰۱۔ المواہب اللدنیۃ، ۳/ ۴۰۴؛ کتاب الموضوعات، ۲/ ۱۲۸؛ کشف الخفاء، ۲/ ۲۷۸؛ الفوائد المجموعۃ، ۱۱۷؛ الموضوعات (الصغانی)، ۱۱۸؛ اسنی المطالب، ۳۱۰؛ الدرر المنتثرۃ، ۱۵۹۔۱۶۰

۱۰۲۔ المواہب اللدنیۃ، ۳/ ۴۰۴؛ سنن دار قطنی، ۲/ ۲۷۸؛ وفاء الوفاء، ۴/ ۱۳۴۴؛ شفاء السقام، ۱۶، ۲۴؛ الشفاء، ۲/ ۶۶۷؛ کتاب الضعفاء، ۲/ ۴۵۷؛ المعجم الاوسط، ۴/ ۲۲۲، ۲۲۳؛ المعجم الکبیر، ۱۲/ ۳۱۰ (۱۳۴۹۶۔۱۳۴۹۷)؛ المدخل (ابن الحاج)، ۱/ ۱۸۸؛ شرف المصطفیٰ ﷺ، ۳/ ۱۷۴؛ اخبار مکہ، ۱/ ۶۳۴؛ جمع الفوائد، ۱/ ۵۶۴؛ المطالب العالیۃ، ۱/ ۳۷۲ (۱۲۵۴)؛ سلسلۃ الاحادیث الضعیفۃ، ۳/ ۸۹ (۱۰۲۱)؛ شفاء الغرام، ۲/ ۳۹۷؛ الجامع الصغیر، ۲/ ۵۹۴ (۸۶۲۸)

۱۰۳۔ المواہب اللدنیۃ، ۳/ ۴۰۵؛ مسند ابوداؤد الطیالسی، ۱۲، ۱۳؛ شرف المصطفیٰ ﷺ، ۳/ ۱۷۲؛ شفاء السقام، ۲۲؛ وفاء الوفاء، ۴/ ۱۳۴۲، ۱۳۴۵؛ المطالب العالیۃ، ۱/ ۳۷۱ (۲۵۳)؛ المداوی، ۶/ ۲۰۳؛ امتاع الأسماع، ۱۴/ ۶۱۴

۱۰۴۔ شفاء السقام، ۲۷؛ المدخل (ابن الحاج)، ۱/ ۱/ ۱۸۸؛ المصنف (عبدالرزاق)، ۹/ ۲۶۷ (۱۷۱۶۶)؛ احیاء علوم الدین، ۶/ ۱۲۷؛ الشفاء، ۲/ ۶۶۷

۱۰۵۔ کشف الخفاء، ۲/ ۲۵۰، ۲۵۱؛ تذکرۃ الموضوعات، ۵۷؛ ظفر الامانی، ۴۵۵، ۴۵۶

تیمیہ اوران کے متبعین ، یہ دونوں آراء باطل ہیں اس شخص کے نزدیک جو درست فہم رکھتا ہے۔تحقیق ان احادیث پر حسن کا حکم لگاتی ہے۔جیسا کہ تقی الدین السبکی نے شفاء السقام میں تفصیل سے بیان کیا ہے۔''(۱۰۶)

ان احادیث کو موضوع قرار دینے والوں میں امام ابن تیمیہ، علامہ صغانی، علامہ شوکانی، علامہ البانی محمد درویش الحوتی، احمد بن یحیی النجمی، شیخ محمد ناصراور ابن عبدالہادی وغیرہ شامل ہیں۔(۱۰۷) امام صغانی ''من لم یزرنی فقد جفانی'' حدیث کے متعلق لکھتے ہیں کہ یہ موضوع ہے۔(۱۰۸)

محمد درویش الحوتی نے ''من زار قبری و جبت له شفاعتی'' حدیث میں ضعف کو واضح کیا ہے۔(۱۰۹) احمد بن یحیی النجمی کے مطابق بھی یہ حدیث موضوع ہے۔(۱۱۰) مؤلف نجمی نے ان احادیث کی تردید میں ایک کتاب لکھی ہے جس کا نام ''اوضح الاشارہ فی الرد علی من اجاز الممنوع بالزیارة'' ہے۔شیخ محمد بن ناصر کے بقول نبی اکرم ﷺ کی قبر کی زیارت سے متعلق جو احادیث بیان کی جاتی ہیں وہ علماء حدیث کے نزدیک ضعیف بلکہ موضوع ہیں۔قبر نبوی ﷺ کی زیارت سے متعلق کوئی صحیح اور حسن حدیث وارد نہیں ہوئی۔اور نہ ہی معروف اہل سنن کی کتب مثلاً مسند احمد، مسند ابوداؤد طیالسی، مسند عبد بن حمید اور موطأ امام مالک میں موجود ہیں۔''(۱۱۱)

علامہ ابن تیمیہ ان احادیث کے متعلق لکھتے ہیں:

''یہ اور اس طرح کی قبر نبوی ﷺ کی زیارت سے متعلق تمام احادیث ضعیف بلکہ موضوع ہیں ان احادیث کو نہ تو ائمہ مسلمین نے اور نہ ہی ائمہ اربعہ اور ان کے علاوہ کسی اور نے نقل کیا ہے۔''(۱۱۲)

نیز اپنی کتاب ''اقتضاء الصراط المستقیم'' میں امام ابن تیمیہ لکھتے ہیں:

''من زارنی بعد مماتی فکانما زارنی فی حیاتی'' اور ''من حج ولم یزرنی فقد جفانی'' اس طرح کی تمام احادیث جھوٹی اور موضوع ہیں البتہ نبی اکرم ﷺ نے زیارت القبور کی ممانعت کے بعد مطلقاً اس کی رخصت بھی دی ہے جیسا کہ صحیح حدیث میں آیا ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا (میں نے تمہیں قبروں کی زیارت سے منع کیا تھا پس تم ان کی زیارت کیا کرو)۔یہ زیارت آخرت کی یاددہانی کے لیے ہے اور اسی وجہ سے تو کافر کی قبر کی زیارت کرنا بھی جائز ہے۔''(۱۱۳)

علامہ ابن قیم زیارت القبور سے متعلق لکھتے ہیں:

''قبروں کی زیارت کی دو اقسام ہیں۔زیارة شرعیہ اور زیارة بدعیة شرکیة۔جہاں تک زیارة شرعیة کا تعلق ہے اس کا مقصود تین

---

۱۰۶۔ ظفر الامانی، ۴۵۵، ۴۵۶

۱۰۷۔ التوسل والوسیلة، ۷۱؛ اقتضاء الصراط المستقیم، ۴۰۱؛ کتاب الرد علی الأخنائی، ۳۰؛ الجواب الباھر، ۵۴؛ الموضوعات (الصغانی)، ۱۱۸؛ الفوائد المجموعة، ۱۱۷؛ سلسلة الاحادیث الضعیفة، ۱/ ۶۱ (۴۵)، ۱/ ۶۲ (۴۷)؛ اسنی المطالب، ۲۹۳؛ أوضح الاشارة، ۱۳۹؛ الرد علی القبوریین، ۶۶؛ الصارم المنکی، ۳۶،۶، ۴۸، ۴۹، ۷۰؛ ارواء الغلیل ۳۳۳ (۱۱۲۷)، ۳۳۵ (۱۱۲۸)

۱۰۸۔ الموضوعات (الصغانی)، ۱۱۸

۱۰۹۔ اسنی المطالب، ۲۹۳

۱۱۰۔ أوضح الاشارة، ۱۳۶

۱۱۱۔ الرد علی القبوریین، ۶۶

۱۱۲۔ التوسل والوسیلة، ۷۱؛ کتاب الرد علی الاخنائی، ۳۰

۱۱۳۔ اقتضاء الصراط المستقیم، ۴۰۱

چیزیں ہیں۔آخرت کی یاددہانی، دعااورصدقہ کے ذریعے میّت پراحسان کرنااوراتباع سنت کے ذریعہ زائرکااپنے اوپراحسان کرنااور جہاں تک بدعیۃ شرکیۃ کاتعلق ہےتواس کی اصل بتوں کی عبادت سے ماخوذ ہے۔وہ یہ کہ کسی صالح شخص کی قبرکی زیارت کااس لیےارادہ کرنا کہ اس سے دعا کی جائے، حاجات طلب کی جائیں اوراستغاثہ کیاجائے۔تو ایسی زیارت بدعت ہے جس کو نبی اکرمﷺ نے مشروع نہیں ٹھہرایااور نہ ہی صحابہ اورتابعین میں سے کسی نے ایسا کیا ہے۔"(۱۱۴)

## حدیث ردشمس

حدیث ردشمس یعنی غروب ہونے کے بعد سورج کولوٹانا۔اس حدیث کو بہت سے علماء نے نبی اکرم ﷺ کے معجزات میں ذکرکیاہے۔حضرت اسماءبنت عمیسؓ سے روایت ہے کہ نبی اکرم ﷺ پراس حالت میں وحی نازل ہوئی جبکہ آپ حضرت علیؓ کی ران مبارک پرسررکھے ہوئے تھے۔حضرت علیؓ نے اس وقت تک نمازعصرادانہ کی تھی۔یہاں تک کہ سورج غروب ہوگیا۔حضور ﷺ نے فرمایااے علی کیاتم نے نمازِعصراداکرلی تھی۔عرض کیانہیں۔اس وقت حضور ﷺ نے دعا کی اورکہااے اللہ یہ تیرابندہ تیری اورتیرے رسول کی اطاعت میں تھاتواس کے لیےسورج کولوٹادے۔اسی وقت سورج لوٹ آیا۔حضرت اسماءؓفرماتی ہیں کہ میں نے سورج کوغروب ہوتے دیکھا تھااس کے بعدمیں نے بعدازغروب طلوع ہوتےبھی دیکھااوراس کی شعاعیں، پہاڑوں اورزمینوں پرپھیل گئیں۔یہ واقعہ مقام صہبا کا ہے۔(۱۱۵)

علماءمحدثین کی ایک جماعت نے اس حدیث کوصحیح قراردیا ہے۔ان میں امام طحاوی، علامہ بیہقی، قاضی عیاض، علامہ ھیثمی، علامہ سیوطی، علامہ قسطلانی، علامہ سخاوی، ابن عراق کنانی، ملاعلی القاری اورامام عجلونی شامل ہیں۔۔

جن علماءمحدثین نے اس حدیث کوموضوع قراردیا ہے ان میں ابن الجوزی، ابن تیمیہ، امام اُحمد، علامہ ذھبی، ابن قیم، ابن کثیراورعلامہ البانی شامل ہیں۔

علامہ ابن الجوزی کے مطابق یہ حدیث بلاشک موضوع ہے۔(۱۱۶)

علامہ جورقانی لکھتے ہیں:ھذا حدیث منکر مضطرب۔یہ حدیث منکر مضطرب ہے۔(۱۱۷)

شیخ الاسلام ابن تیمیہ فرماتے ہیں:

اس حدیث کوامام طحاوی اورقاضی عیاض وغیرہ نےنقل کیاہےاوراسے نبی اکرم ﷺ کےمعجزات میں شمارکیاہے۔لیکن حدیث کا علم اوراس کی معرفت رکھنےوالےمحققین جانتے ہیں کہ یہ جھوٹی اورموضوع ہے۔"(۱۱۸)

ان محدثین نے حدیث ردشمس کواس لیے موضوع قراردیاہے کہ یہ اس صحیح حدیث کے مخالف ہے جوحضرت یوشع بن نون علیہ السلام کے باب میں آئی ہے۔کیونکہ اس حدیث میں سورج کوروکنا حضرت یوشعؑ کے ساتھ خاص ہونا معلوم ہوتا ہے۔وہ حدیث یہ ہے کہ

---

۱۱۴۔ اغاثۃ اللھفان،۱/۲۱۸؛الردعلی القبوریین،۶۴،۶۵

۱۱۵۔ المواهب اللدنیۃ،۲/۲۰۹؛مشکل الآثار،۲/۴،۷/۲۶۸؛الشفاء،۱/۴۰۰،۴۰۱؛اعلام النبوۃ،۱۱۲؛کتاب الموضوعات،۱/۲۶۶؛البدایۃ والنہایۃ،۴/۴۶۸؛میزان الاعتدال،۵/۲۰۵؛لسان المیزان،۵/۱۲۷،۱۲۸(۶۰۳۴)؛المقاصد الحسنۃ،۲۷۰؛کتاب الضعفاء،۳/۳۲۷،۳۲۸؛کشف الخفاء،۱/۲۲۰؛الشذرۃ،۱/۳۱۰؛تذکرۃ الموضوعات،۹۶؛تنزیہ الشریعۃ،۱/۳۷۸؛الاسرار المرفوعۃ،۱۲۱،۲۰۸؛المصنوع،۲۱۴؛الفوائد المجموعۃ،۳۵۰تا۳۵۳؛المنارالمنیف،۵۷،۵۸؛ظفر الامانی۴۶۱؛سلسلۃ الاحادیث الضعیفۃ،۲/۳۹۵،۳۹۷،۴۰۱

۱۱۶۔ کتاب الموضوعات،۱/۲۶۶

۱۱۷۔ کتاب الاباطیل،۱۵۸

۱۱۸۔ منہاج السنۃ النبویۃ،۴/۱۸۶

حضرت ابوھریرۃؓ سے مروی ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا! انبیاء سابقین میں سے ایک نبیؑ جہاد کے لیے نکلے کہتے ہیں کہ ان سے مراد یوشع بن نونؑ ہیں۔ جب وہ نمازِ عصر کے وقت بستی کے قریب ہوئے اور قریب تھا کہ آفتاب غروب ہو جائے۔ اس پر اس نبیؑ نے آفتاب کو حکم دیا کہ تو بھی مامور ہے اور میں بھی مامور ہوں اور خدا سے دعا کی کہ اے خدا سورج کو رکنے کا حکم دے کہ وہ ہمارے لیے ٹھہرا رہے۔ چنانچہ آفتاب کو روک دیا گیا اور حق تعالیٰ نے اس بستی کو ان پر فتح قرار دیا۔ (۱۱۹)

اس حدیث کی بنیاد پر حافظ ابن کثیر فرماتے ہیں: یوشعؑ کی حدیث سے معلوم ہوا کہ ردّ شمس حضرت یوشعؑ کے خصائص میں سے ہے۔ لہٰذا وہ حدیث جو حضرت علیؓ کے لیے ردّ شمس میں روایت کی گئی ہے ضعف پر دلالت کرتی ہے اور اس حدیث کی صحت احمد بن صالح مصری نے بیان کی ہے۔ لیکن کتبِ صحاح وحسان میں نقل نہیں کیا گیا۔ باوجود تجسس وتلاش کے حسن ومنفرد ہی یہ حدیث منقول ہے۔ کیونکہ اہلِ بیت میں سے ایک مجہول وغیر معروف عورت نے نقل کیا ہے جس کا حال کسی کو معلوم نہیں ہوا۔ (۱۲۰)

مولانا شاہ عبدالحق محدث دہلوی ابنِ کثیر کی تردید کرتے ہوئے اس حدیث کے حسن ہونے پر دلائل دیتے ہیں: ''مخفی نہ رہنا چاہئے کہ ان کا یہ کہنا کہ کتبِ صحاح میں ذکر نہیں کیا گیا یہ قابلِ غور وفکر ہے۔ کیونکہ جب امام طحاوی، طبرانی اور قاضی عیاضؒ اس کی صحت اور حسن ہونے کے قائل ہیں اور انہوں نے اپنی کتابوں میں نقل کیا ہے۔ تو اب ان کا یہ کہنا کہ کتب صحاح وحسان میں ذکر نہیں کیا گیا درست نہ ہوگا۔ اور لازم نہیں ہے کہ تمام ہی کتبِ صحاح وحسان میں مذکور ہوں۔ نیز ان کا یہ کہنا کہ اہل بیت میں سے ایک مجہول وغیر معروف عورت نے نقل کیا ہے جس کا حال کسی کو معلوم نہیں یہ بات سیدہ اسماء بنت عمیسؓ کے حال کے بارے میں کہنا ممنوع ہے اس لیے کہ وہ جمیلہ وجلیلہ اور عاقلہ ودانا عورت ہیں اور ان کے احوال معلوم ومعروف ہیں اور وہ حضرت جعفر بن ابی طالبؓ کی زوجیت میں آئیں۔۔۔ بعض لوگ کہتے ہیں کہ علی المرتضیٰؓ کا نبی اکرم ﷺ کے ساتھ نماز پڑھنے سے رہ جانا اور اس میں تاخیر کرنا بعید ہے۔ حالانکہ اس میں کوئی بعد نہیں ہے اور ایسے حوادث وحوائج بہت ہیں جن کی بنا پر ایسے امور رونما ہو سکتے ہیں۔ مروی ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے حضرت علی المرتضیٰؓ کو ظہر کی نماز کے بعد کسی کام سے بھیجا تھا۔ غزوۂ خیبر کے بہت کام تھے۔ ان کے جانے کے بعد حضور ﷺ نے نمازِ عصر ادا کی ہوگی اور اس میں حضرت علیؓ شریک نہ ہوئے تھے اس بنا پر یہ واقعہ رونما ہوا ہوگا۔'' (۱۲۱)

شیخ محمد سخاوی حدیث ردّ شمس کے صحیح ہونے کے قائل ہیں۔ وہ لکھتے ہیں:

''امام احمد نے کہا ہے لا اصل لہ یعنی اس کی کوئی اصلیت نہیں اور ابن الجوزی نے ان کی پیروی کرتے ہوئے اسے موضوعات میں نقل کر دیا ہے۔ حالانکہ امام طحاوی اور قاضی عیاض نے اسے صحیح قرار دیا ہے اور ابن مندہ اور ابن شاھین نے اسماء بنت عمیسؓ کی حدیث کو اور ابن مردویہ نے حضرت ابوھریرۃؓ سے حدیث نقل کی ہے۔'' (۱۲۲)

### حدیث کلام حمار

معجزات نبوی ﷺ میں سے ایک معجزہ گدھے کا کلام کرنا ہے۔ ابن عساکر نے روایت کیا ہے کہ جب حضور اکرم ﷺ نے خیبر فتح کیا تو ایک گدھے نے حضور ﷺ سے باتیں کیں آپ ﷺ نے گدھے سے پوچھا! تیرا نام کیا ہے؟ اس نے کہا میرا نام یزید بن

---

۱۱۹۔ البدایۃ والنہایۃ، ۴/۳۶۱

۱۲۰۔ البدایۃ والنہایۃ، ۴/۳۶۸

۱۲۱۔ مدارج النبوۃ، ۲/۲۵۴، ۲۵۵

۱۲۲۔ المقاصد الحسنۃ، ۲۷۰

شھاب ہے۔اللہ تعالی نے میرے جد کی نظر سے ساٹھ ایسے گدھے پیدا فرمائے ہیں جن پر بجز نبی کے کسی نے سواری نہیں کی اور میں یہ تمنا رکھتا ہوں کہ حضور ﷺ کی سواری کا شرف حاصل کروں۔میرے جد کی نسل میں میرے سوا کوئی باقی نہیں رہا ہے اور آپ ﷺ کے سوا کوئی نبی بھی اب آنے والا نہیں ہے۔اس نے کہا کہ آپ سے پہلے میں ایک یہودی کے قبضہ میں تھا جب وہ مجھ پر سواری کا ارادہ کرتا تو میں قصداً اچھل کود کر اسے گرا دیتا اور اسے اپنے اوپر سوار نہ ہونے دیتا۔وہ یہودی غصے میں مجھے بھوکا رکھتا تھا اس پر حضور ﷺ نے اس سے فرمایا! آئندہ تیرا نام ''یعفور'' ہوگا۔یہ یعفور آپ ﷺ کی خدمت میں حاضر رہتا۔آپ ﷺ جب اسے کسی کو بلانے بھیجتے تو وہ اس کے دروازے پر جاتا اور اپنے سر سے دروازے کو کوٹتا۔جب مالک مکان باہر آتا تو وہ اشارہ کرتا کہ رسول اللہ ﷺ نے تجھے بلایا اور وہ اسے لے کر آجاتا۔جب حضور ﷺ نے رحلت فرمائی تو یعفور نے رنج والم اور فراق وجدائی کے غم میں ابوالسھم بن السہمان کے کنویں میں چھلانگ لگا کر خود کو مار ڈالا۔(۱۲۳)

اس حدیث کو کئی محدثین نے موضوع قرار دیا ہے۔

علامہ قسطلانی کے مطابق:

''ابونعیم نے اسے معاذ بن جبل کی حدیث سے روایت کیا ہے لیکن حدیث پر طعن کیا گیا ہے اور ابن الجوزی نے اسے موضوعات میں شمار کیا ہے۔''(۱۲۴)

ابن السید درویش لکھتے ہیں:

''خیبر کے موقع پر گدھے کا آپ ﷺ سے کلام کرنا غیر ثابت ہے اور یہ حدیث موضوع ہے۔(۱۲۵) علامہ ابن کثیر نے اس حدیث کو شدید غریب قرار دیا ہے۔''(۱۲۶)

**حدیث کلام ضب (گوہ کا آپ ﷺ سے کلام کرنا)**

حضرت عمرؓ سے مروی ہے کہ نبی اکرم ﷺ صحابہ کرامؓ کی محفل میں تشریف فرما تھے کہ اچانک بنی سلیم کا ایک بدوی گوہ کا شکار کر کے لایا۔اسے اس نے اپنی آستین میں اس لیے چھپا رکھا تھا کہ وہ اسے اپنی قیام گاہ میں لے جا کر بھون کر کھائے گا۔جب اس بدوی نے ایک جماعت کو بیٹھے دیکھا تو کہنے لگا جماعت کے درمیان میں یہ کون شخص ہے؟ صحابہؓ نے کہا یہ اللہ کے رسول ہیں۔اس نے گوہ کو اپنی آستین سے نکالا اور کہنے لگا لات وعزیٰ کی قسم میں اس وقت تک ہرگز ایمان نہ لاؤں گا جب تک کہ یہ گوہ آپ کی شہادت نہ دے۔یہ کہہ کر گوہ کو حضور ﷺ کے سامنے ڈال دیا۔آپ ﷺ نے گوہ کو آواز دی۔اے گوہ! گوہ نے جواب دیا۔لبیک وسعدیک۔جسے ساری جماعت نے سنا۔آپ ﷺ نے فرمایا! اے گوہ قیامت میں کون آئے گا؟ گوہ نے جواب دیا۔ساری مخلوق آئے گی۔پھر پوچھا تو کس کی عبادت کرتی ہے؟ گوہ نے جواب دیا۔اس خدائے پاک کی قسم جس کا عرش آسمان میں ہے اور جس کی سلطنت زمین میں ہے اور جس کا دریاؤں پر غلبہ ہے۔جنت میں اس کی رحمت ہے۔اور جہنم میں اس کا عذاب ہے۔پھر آپ ﷺ نے فرمایا! میں کون ہوں؟ اس نے جواب دیا۔آپ رسول اللہ، رسول رب العالمین اور خاتم النبیین ہیں۔''قد افلح من صدقك وخاب من كذبك'' یہ سن کر وہ بدوی اسلام لے آیا۔''یہ حدیث علامہ قسطلانی نے

---

۱۲۳۔ الشفاء،۱/۴۴۳؛ الخصائص الکبریٰ،۲/۱۰۷؛ تاریخ الخمیس،۲/۱۸۷

۱۲۴۔ المواہب اللدنیۃ،۲/۲۲۵؛ کتاب الموضوعات،۱/۲۱۸

۱۲۵۔ اسنی المطالب،۱۱۶

۱۲۶۔ البدایۃ والنہایۃ،۴/۳۷۴

علامہ بیہقی کے حوالے سے نقل کی ہے۔(۱۲۷)

علامہ قسطلانی کے مطابق: ''یہ حدیث زبانوں پر مشہور ہے۔ اور بیہقی نے اسے بہت زیادہ احادیث میں روایت کیا ہے لیکن حدیث غریب اور ضعیف ہے۔ امام مزّی نے کہا ہے کہ یہ حدیث سند اور متن دونوں اعتبار سے درست نہیں۔''(۱۲۸)

بعد ازاں مکمل حدیث نقل کرنے کے بعد آخر میں لکھتے ہیں: اس حدیث پر طعن کیا گیا ہے اور کہا گیا ہے کہ موضوع ہے۔ لیکن نبی اکرم ﷺ کے معجزات اس سے بڑھ کر ہیں۔ اور اس حدیث میں کوئی چیز ایسی نہیں جو شرعاً منکر ہو اور اسے ائمہ کرام نے روایت کیا ہے۔ پس یہ حدیث ضعیف ہے نہ کہ موضوع۔''(۱۲۹)

امام عجلونی اور ملا علی القاری نے بھی اس حدیث کے متعلق یہی رائے نقل کی ہے۔(۱۳۰)

**حدیث الغزالۃ (ہرنی کا آپ ﷺ سے کلام کرنا اور اشہدان لا الہ الا اللہ کہنا)**

امّ سلیمؓ سے مروی ہے نبی اکرم ﷺ صحرا میں گشت فرما رہے تھے کہ اچانک تین مرتبہ ''یارسول اللہ'' کی آواز سنی۔ آپ ﷺ اس آواز کی طرف متوجہ ہوئے۔ دیکھا ہرنی بندھی ہوئی پڑی ہے۔ اور ایک بدوی چادر اوڑھے لیٹا ہے۔ آپ ﷺ نے ہرنی سے دریافت فرمایا! بتا کیا حاجت ہے؟ ہرنی نے کہا مجھے اس بدوی نے شکار کر کے باندھ رکھا ہے۔ میرے دو بچے اس پہاڑ کی کھوہ میں ہیں۔ اگر آپ مجھے آزاد کر دیں تو میں اپنے بچوں کو دودھ پلا کر آ جاؤں گی۔ آپ ﷺ نے فرمایا! کیا تو ایسا کرے گی اور لوٹ آئے گی؟ ہرنی نے کہا اگر میں لوٹ کر نہ آؤں تو خدا مجھے وہ عذاب دے جو محصول لینے والوں پر عذاب کرتا ہے۔ اس پر آپ ﷺ نے اسے رہا کر دیا اور وہ چلی گئی۔ تھوڑی دیر بعد وہ لوٹ آئی اور آپ ﷺ نے اسے باندھ دیا۔ جب بدوی بیدار ہوا تو کہنے لگا یارسول اللہ ﷺ کوئی خواہش ہے؟ فرمایا! خواہش یہ ہے کہ تو اس ہرنی کو آزاد کر دے۔ تو اس بدوی نے اسے چھوڑ دیا۔ وہ خوش خوش جنگل میں دوڑتی اور چوکڑیاں بھرتی چلی گئی۔ وہ کہتی جاتی تھی اشھد ان لا الہ الا اللہ وان محمداً رسول اللہ۔ علامہ قسطلانی نے یہ حدیث ابونعیم کے حوالے سے نقل کی ہے۔(۱۳۱)

علامہ ابن کثیر کے مطابق اس حدیث کی کوئی اصل نہیں اور جس نے اسے نبی اکرم ﷺ کی جانب منسوب کیا تو اس نے جھوٹ بولا۔ ملا علی القاری نے المصنوع میں ابن کثیر کی یہ رائے نقل کی ہے۔(۱۳۲)

ملا علی القاری نے الاسرار المرفوعۃ میں علامہ قسطلانی کی بھی رائے نقل کی ہے۔(۱۳۳)

علامہ قسطلانی نے اس ضمن میں اپنے شیخ سخاوی کا قول نقل کیا ہے۔

''حدیث تسلیم الغزالۃ زبانوں پر مشہور ہوگئی ہے اور یہ نبی اکرم ﷺ کی مدح میں سے ہے۔ ابن کثیر کا یہ کہنا کہ اس حدیث کی کوئی اصل نہیں اور جس نے اسے نبی اکرم ﷺ کی جانب منسوب کیا ہے تو اس نے کذب کیا۔ یہ صحیح نہیں ہے۔ اس لیے کہ یہ بات متعدد

---

۱۲۷۔ دلائل النبوۃ (بیہقی)، ۳۶/۶؛ تاریخ دمشق، ۲۵۸/۳/۲؛ اعلام النبوۃ، ۱۲۰؛ الوفاء، ۳۳۶/۱؛ جمع الفوائد، ۵۲۹/۲ (۸۴۶۷)؛ الخصائص الکبریٰ، ۱۰۷/۲

۱۲۸۔ المواہب اللدنیۃ، ۲۲۵/۲

۱۲۹۔ ایضاً، ۲۲۶/۲

۱۳۰۔ کشف الخفاء، ۳۶/۲؛ الأسرار المرفوعۃ، ۲۳۸

۱۳۱۔ البدایۃ النہایۃ، ۵۴۲/۴

۱۳۲۔ المصنوع، ۵۱

۱۳۳۔ الأسرار المرفوعۃ، ۱۶۰، نیز دیکھئے کشف الخفاء، ۳۰۶/۱

احادیث میں مذکور ہے اور یہ تمام احادیث ایک دوسرے کو تقویت دیتی ہیں۔''(۱۳۴)

عصر حاضر کے علماء میں سے علامہ شبلی نعمانی نے ان احادیث پر تنقید کی ہے۔ان کے مطابق:

''وہ معجزے جن میں گدھے، اونٹ، بکری، ہرن، گوہ، بھیڑیے، شیر وغیرہ جانوروں کے انسانوں کی طرح بولنے کا ذکر ہے بروایت صحیحہ ثابت نہیں ہیں۔''(۱۳۵)

## حضرت آدمؑ کی قبولیتِ توبہ کا واقعہ

علامہ قسطلانی نے حضرت آدم علیہ السلام کی قبولیت توبہ سے متعلق ایک روایت نقل کی ہے:

''لما اقترف آدم الخطيئة قال يارب أسألك بحق محمد لما غفرت لى، فقال الله ، يا آدم و كيف عرفت محمدًا ولم أخلقه ، قال لأنك يارب لما خلقتنى بيدك ونفخت فى من روحك ،رفعت رأسى فرأيت على قوائم العرش مكتوبًا لااله الاالله محمد رسول الله ، فعلمت أنك لم تضف الى ا سمك الا أحب الخلق اليك فقال الله تعالى ، صدقت يآدم انه لأحب الخلق الى و اذ سالتنى بحقه قد غفرت لك ولولا محمد ما خلقتك۔''(۱۳۶)

''جب حضرت آدم علیہ السلام سے خطا سرزد ہوئی تو انہوں نے کہا اے خدا! میں تجھ کو محمد ﷺ کا واسطہ دیتا ہوں کہ میری خطا معاف فرمادے۔خدا نے کہا! تم نے محمد ﷺ کو کیونکر جانا؟ حضرت آدمؑ نے کہا میں نے سراٹھا کر عرش کے پایوں پر نظر ڈالی تو یہ الفاظ لکھے ہوئے دیکھے لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ۔اس سے میں نے قیاس کیا کہ تو نے اپنے نام کے ساتھ جس شخص کا نام ملایا ہے وہ ضرور تجھ کو محبوب ترین خلق ہوگا۔خدا نے کہا: آدم تم نے سچ کہا اور محمد ﷺ نہ ہوتے تو میں تم کو پیدا نہ کرتا۔''

یہ حدیث امام حاکم، علامہ بیہقی، علامہ طبرانی، ابن عساکر اور دیگر کئی محدثین واھل سیر نے نقل کی ہے۔(۱۳۷)

اس حدیث کی سند میں ایک راوی عبدالرحمٰن بن زید بن اسلم کو محدثین نے ضعیف قرار دیا ہے اور لکھا ہے کہ وہ اپنے باپ سے موضوع روایات بیان کرتا ہے۔''(۱۳۸)

امام حاکم نے اس حدیث کو نقل کر کے کہا ہے کہ ''یہ صحیح حدیث ہے اور یہ واحد حدیث ہے جو میں نے عبدالرحمٰن بن زید بن اسلم سے نقل کی ہے۔''(۱۳۹) لیکن علامہ ذہبی نے امام حاکم کی تردید کرتے ہوئے لکھا ہے: ''یہ حدیث موضوع ہے اور عبدالرحمٰن واھی ہے۔''(۱۴۰) علامہ بیہقی اور امام ابن کثیر نے بھی اس حدیث کو ضعیف قرار دیا ہے۔(۱۴۱)

---

۱۳۴۔ المقاصد الحسنة، ۱۸۷؛ المواھب اللدنیة، ۲/۲۲۶

۱۳۵۔ سیرت النبی ﷺ، ۳/۴۳۲

۱۳۶۔ المواھب اللدنیة، ۱/۴۳

۱۳۷۔ المستدرک، کتاب التاریخ، ومن کتاب آیات رسول اللہ ﷺ التی دلائل النبوة، ۲/ ۶۷۲ (۴۲۲۸)؛ دلائل النبوة (بیہقی)، ۵/ ۴۸۹؛ المعجم الصغیر، ۲/ ۸۳؛ مجمع الزوائد، ۸/ ۲۵۳ (۱۳۹۲)؛ تاریخ دمشق، ۴/ ۳۰۹/۷؛ الدر المنثور، ۱/۱۱۶؛ الاتحافات السنیة، ۱۴۰۔۱۴۱؛ شرف المصطفیٰ ﷺ، ۱/ ۱۶۵؛ سبل الھدیٰ، ۱/ ۸۵؛ الشریعة، ۲/ ۲۴۶ (۱۰۰۶)؛ الوفاء باحوال المصطفیٰ ﷺ، ۱/ ۳۳؛ حجة اللہ العالمین، ۲/ ۸۱۴؛ معارج النبوة، ۱/ ۷؛ المورد الروی، ۱۹، ۴۷

۱۳۸۔ کتاب الضعفاء، ۲ / ۲۳۲؛ المدخل (حاکم)، ۱/ ۱۵۴؛ میزان الاعتدال ۲ / ۱۰۶؛ تھذیب الکمال، ۱۱ / ۱۹۵؛ تھذیب التھذیب، ۶ / ۱۶۲، ۱۶۳؛ کتاب الضعفاء والمتروکین (ابن الجوزی)، ۲/ ۹۵ (۱۸۷۱)

۱۳۹۔ المستدرک، کتاب التاریخ، ومن کتاب آیات رسول اللہ ﷺ التی دلائل النبوة، ۲/ ۲۷۲ (۴۲۲۸)

۱۴۰۔ التلخیص، ۲/ ۶۱۵

۱۴۱۔ دلائل النبوة، ۵/ ۴۸۹

امام ابن تیمیہ، امام حاکم پر تنقید کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

''حاکم کا اس قسم کی حدیثوں کو صحیح کہنا، ائمہ حدیث نے اس سے انکار کیا ہے اور کہا ہے کہ حاکم ایسی بہت سی جھوٹی اور موضوع حدیثوں کو صحیح کہتے ہیں۔ اسی طرح حاکم کی ''المستدرک'' میں بہت سی حدیثیں ہیں جن کو حاکم نے صحیح کہا ہے حالانکہ وہ ائمہ حدیث کے نزدیک موضوع ہیں۔'' (۱۴۲)

مولانا تقی الدین امینی نے بھی ابن تیمیہ کے حوالے سے اس حدیث کو موضوع کہا ہے۔ (۱۴۳)

علامہ البانی اس حدیث کے متعلق لکھتے ہیں:

''شاید یہ حدیث ان احادیث میں سے ہے جو اصلاً موقوف ہیں اور اسرائیلیات میں سے ہیں۔ عبدالرحمٰن بن زید نے خطا کی ہے جو اسے نبی اکرم ﷺ کی طرف منسوب کیا ہے۔'' (۱۴۴)

**حضرت عباسؓ کے مناقب سے متعلق ضعیف وموضوع روایات**

علامہ قسطلانی نے حضرت عباسؓ کے فضائل ومناقب کے ضمن میں احادیث نقل کی ہیں یہ احادیث یا تو ضعیف ہیں یا موضوع۔ مثلاً

۱۔ ایک روایت ہے:

هذا عمی أبو الخلفاء اجود قریش كفا واجملها وان من ولده السفاح والمنصور والمهدی۔ (۱۴۵)

''یہ میرے چچا ابوالخلفاء ہیں۔ نسب کے اعتبار سے قریش میں بہترین اور اجمل ہیں اور ان کی اولاد میں سے سفاح، منصور اور مہدی ہوں گے۔''

اس حدیث کے متعلق ابن الجوزی لکھتے ہیں:

هذا حديث موضوع والمتهم به الغلابی فانه كذاب۔ (۱۴۶)

''یہ حدیث موضوع ہے اور محمد بن زکریا غلابی کو اس بناء پر متہم کیا گیا ہے کہ وہ کذاب ہے۔''

ابن عراق کنانی اور علامہ سیوطی نے بھی اس حدیث کو موضوع کہا ہے۔ (۱۴۷)

۲۔ حضرت ابوھریرۃؓ سے مرفوعاً مروی ہے۔

اللهم اغفر للعباس ولمحبی ولد العباس وشيعتهم۔ (۱۴۸)

''اے اللہ عباس اور عباس کی اولاد اور ان کے گروہ سے محبت کرنے والوں کو بخش دے۔''

---

۱۴۲۔ التوسل والوسیلۃ، ۸۵

۱۴۳۔ حدیث کا درایتی معیار، ۲۰۹

۱۴۴۔ سلسلۃ الاحادیث الضعیفۃ، ۱/ ۴۰؛ علامہ البانی نے اپنی کتاب التوسل انواعہ واحکامہ میں بھی اس حدیث کو ضعیف قرار دیا ہے۔ دیکھیے التوسل انواعہ واحکامہ ۱۰۲، ۱۱۲، ۱۱۳

۱۴۵۔ المواہب اللدنیہ، ۱/ ۴۲۴؛ تاریخ دمشق، ۱۴/ ۲۸/ ۲۴۶؛ ذخائر العقبیٰ، ۲۰۵؛ الصواعق المحرقۃ، ۲۳۷

۱۴۶۔ کتاب الموضوعات، ۱/ ۳۴۵؛ العلل المتناھیۃ، ۱/ ۲۹۰

۱۴۷۔ تنزیہ الشریعۃ ۲/ ۱۱

۱۴۸۔ تاریخ دمشق، ۱۸/ ۲۸/ ۲۰۹؛ درّ السحابۃ، ۳۳۹؛ ذخائر العقبیٰ، ۱۹۶؛ المعجم الکبیر، ۶/ ۲۰۵ (۶۰۲۰)

علامہ قسطلانی نے خود اس حدیث کو شدید واہی کہا ہے۔(۱۴۹)

۳۔ حضرت ابوھریرہؓ سے مروی ہے آپ ﷺ نے حضرت عباسؓ سے فرمایا:

فیکم النبوۃ و المملکۃ ۔(۱۵۰)

''تم میں نبوّت اور بادشاھت ہے۔''

ابن الجوزی کے مطابق:

''اس حدیث میں ابن شبیب متفرد راوی ہے۔ابن حبان نے کہا ہے کہ اس سے احتجاج جائز نہیں۔''(۱۵۱)

۴۔ جابر بن عبداللہ نبی اکرم ﷺ کا ارشاد نقل کرتے ہیں

لیکونن فی ولدہ یعنی العباس ملوك یلون امراء امتی یعز اللہ تعالی بھم الدین ۔(۱۵۲)

علامہ ابن الجوزی اس حدیث پر تنقید کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

''دارقطنی نے کہا ہے کہ اس کا ایک راوی متفرد ہے جس کا نام عبداللہ بن محمد ہے لیکن میں کہتا ہوں محمد بن صالح کے بارے میں ابن حبان نے کہا ہے کہ وہ مشہور لوگوں سے منکر حدیثیں روایت کرتا ہے۔اس کے تفرد کی وجہ سے اس سے احتجاج جائز نہیں۔اس کے بارے میں احمد بن حنبل نے کہا ہے کہ اس کی حدیث کسی چیز کے برابر نہیں۔ابن حبان کے مطابق اس کا تذکرہ جائز نہیں کہ وہ حدیثیں وضع کرتا ہے۔''(۱۵۳)

## دیگر متفرق ضعیف وموضوع احادیث

### ۱۔ واقعہ اسراء ومعراج سے متعلق حدیث کا تنقیدی جائزہ

حضرت ابوھریرہؓ سے مروی ہے فرماتے ہیں:

لما عرج بی الی السماء مامررت بسماء الا وجدت ای علمت اسمی فیھا مکتوبا ، محمد رسول اللہ و ابو بکر خلفی۔(۱۵۴)

''جب مجھے آسمان کی طرف لے جایا گیا، تو میں جس آسمان سے بھی گزرا، اس پر اپنا نام محمد رسول اللہ اور اپنے نام کے پیچھے ابو بکر کا نام لکھا ہوا پایا۔''

ابن عراق کنانی نے اس حدیث کے دیگر شواھد کی بناء پر کہا ہے کہ اس کی اسانید اگرچہ ضعیف ہیں لیکن ایکدوسرے کو تقویت دیتی ہیں لہذا حدیث حسن کے درجہ پر پہنچ جاتی ہے۔(۱۵۵)

---

۱۴۹۔ المواہب اللدنیۃ،۱/۴۲۴

۱۵۰۔ یضاً،۱/۴۲۴؛ ذخائر العقبیٰ،۲۰۵

۱۵۱۔ العلل المتناہیۃ،۱/۲۸۹

۱۵۲۔ المواہب اللدنیہ،۱/۴۲۴

۱۵۳۔ العلل المتناھیۃ،۱/۲۸۸،۲۸۹،احمد بن صدیق الغماری نے بھی اس حدیث کو موضوع قرار دیا ہے۔دیکھئے المداوی،۵/۲۷۴

۱۵۴۔ تاریخ دمشق،۱۶/۳۲/۱۳۴؛ المطالب العالیۃ،۴/۳۵(۳۸۹۱)؛ الریاض النضرۃ،۱/۱۱۲؛ المعجم الاوسط،۳/۶۰(۲۱۱۳)

۱۵۵۔ تنزیہ الشریعۃ،۱/۳۷۲

علامہ شامی کے مطابق اس کی اسانید واھی ہیں۔(۱۵۶)

ابن الجوزی کے مطابق: یہ حدیث درست نہیں ابن حبان کے مطابق (اس حدیث کی سند کا ایک راوی غفاری احادیث وضع کرتا تھا اور عبدالرحمٰن کی تضعیف پر سب کا اتفاق ہے۔(۱۵۷)

علامہ شوکانی نے اس حدیث کو موضوع قرار دیا ہے۔(۱۵۸)

۲۔ **اسماء النبی ﷺ سے متعلق حدیث کا تنقیدی جائزہ**

علامہ قسطلانی نے امام نووی کی تھذیب الاسماء والصفات سے ایک روایت نقل کی ہے۔

ابن عباسؓ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا:

اسمی فی القرآن محمد وفی الانجیل احمد وفی التورة احید وانما سمیت احید لانی احید عن امتی نار جھنم۔(۱۵۹)

''قرآن میں میرا نام محمد، اور انجیل میں احمد، اور توریت میں احید ہے، میرا نام احید اس لیے رکھا گیا ہے، تا کہ میں اپنی امت کو جہنم کی آگ سے دور رکھوں۔''

علامہ محمد طاہر الھندی کے مطابق: اس حدیث کی سند میں اسحاق راوی کذاب ہے۔ اور سفینہ سے حدیثیں وضع کرتا تھا۔ (۱۶۰) ابن عراق کنانی اس حدیث پر تنقید کرتے ہوئے لکھتے ہیں: ''اس حدیث کی سند میں ایک راوی اسحاق بن بشیر ہے۔ علامہ سیوطی نے تناقض کیا ہے۔ ایک طرف تو انہوں نے اس حدیث کو معجزات وخصائص میں شمار کیا ہے حالانکہ انہوں نے اپنی کتاب کے شروع میں وضاحت کی ہے کہ انہوں نے اخبارِ موضوعۃ سے احتراز کیا ہے۔(۱۶۱)

۳۔ **عباداتِ نبوی ﷺ سے متعلق روایت کا تنقیدی جائزہ**

علامہ قسطلانی نے ابن رجب کی اللطائف سے ایک روایت صیغہ مجہول سے بیان کی ہے۔

أنه تعبد حتی صار کالشن البالی۔(۱۶۲)

علامہ زرقانی اس حدیث کے متعلق لکھتے ہیں: ''اللہ اس حدیث کے حال کو بہتر جانتا ہے۔ احادیث صحیحہ میں ایسی کوئی بات نہیں ہے کہ آپ ﷺ عبادت کی اس حالت تک پہنچے ہوں۔''(۱۶۳)

علامہ طاہر الھندی کے مطابق: اس حدیث کی سند میں محمد بن الحجاج متروک ہے۔(۱۶۴)

---

۱۵۶۔ سبل الھدیٰ، ۱/۴۱۲۔۴۱۴

۱۵۷۔ کتاب الموضوعات، ۱/۲۳۶؛ تذکرۃ الموضوعات، ۹۳

۱۵۸۔ الفوائد المجموعۃ، ۳۳۹

۱۵۹۔ المواھب اللدنیۃ، ۱/۳۸۸؛ تھذیب الأسماء، ۱/۲۲؛ تاریخ دمشق، ۲/۳/۲۱

۱۶۰۔ تذکرۃ الموضوعات، ۸۶

۱۶۱۔ تنزیہ الشریعۃ، ۱/۳۲۸

۱۶۲۔ المواھب اللدنیۃ، ۳/۳۷۱

۱۶۳۔ شرح الزرقانی، ۱۲/۷۴

۱۶۴۔ تذکرۃ الموضوعات، ۸۶

### ۴۔ اسرائیلی روایات کا تنقیدی جائزہ

ہر دور میں علماء مفسرین اور سیرت نگاروں نے اسرائیلی روایات اپنی اپنی تصانیف میں شامل کیں۔ اسرائیلی روایات کے دو بڑے سرچشمے کعب الاحبار اور وھب بن منبہ ہیں۔ ان دونوں علماء سے متعدد اسرائیلی روایات مروی ہیں۔ علامہ قسطلانی نے بھی المواہب اللدنیہ میں کئی مواقع پر کعب الاحبار اور وھب بن منبہ کی روایات نقل کی ہیں۔ اسرائیلی روایات نقل کرنے کے بارے میں ارشاد نبوی ﷺ ہے۔

تحد ثوا عن بنی اسرائیل و لاحرج۔(۱۶۵)

''تم بنی اسرائیل سے بیان کرو، کوئی حرج نہیں''

حدثوا عن بنی اسرائیل و لاحرج۔(۱۶۶)

''بنی اسرائیل سے بیان کرو، کوئی حرج نہیں''

لا تصدقوا اھل الکتاب ولا تکذبوھم۔(۱۶۷)

''تم اہل کتاب کی نہ تو تصدیق کرو اور نہ ہی تکذیب۔''

ان احادیث سے معلوم ہوتا ہے کہ اسرائیلی روایات بیان کرنے کی اجازت دی گئی ہے لیکن بعد میں بہت سے وضاعین اور کذابین نے جھوٹی احادیث گھڑ کر انہیں کعب الاحبار اور وھب بن منبہ کی جانب منسوب کردیا۔ اس بناء پر ان دونوں علماء کی روایات تنقید و تحقیق کی محتاج رہتی ہیں۔

علامہ قسطلانی نے المواہب اللدنیہ میں جو اسرائیلی روایات نقل کی ہیں ان میں سے چند ایک کا تنقیدی تجزیہ حسب ذیل ہے۔

☆ کعب الاحبار سے مروی ہے:

لما أراد الله تعالى ان يخلق محمدا أمر جبريل أن يأتيه بالطينة التي هي قلب الارض وبهاؤها ونورها۔۔۔الی آخرہ

''جب اللہ تعالیٰ نے محمد ﷺ کو پیدا کرنے کا ارادہ کیا تو جبرائیل کو حکم دیا کہ وہ مٹی لے کر آئیں جو زمین کا قلب اس کی رونق اور اس کا نور ہے۔''(۱۶۸)

علامہ زرقانی نے اس حدیث کو اسرائیلیات میں شمار کیا ہے۔(۱۶۹) اس حدیث کی تردید و تضعیف حقیقت محمدیہ ﷺ سے متعلق ضعیف و موضوع روایات کے تجزیہ میں گزر چکی ہے۔

☆ ابن عساکر نے کعب الاحبار سے نقل کیا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے نبی اکرم ﷺ کا نام عرش اور ہر آسمان اور ہر جنت پر لکھا۔(۱۷۰)

---

۱۶۵۔ مسند أحمد، ۱۰/۴۴ (۱۱۰۳۴)

۱۶۶۔ مسند أحمد، ۱۰/۱۴۶ (۱۳۶۲)؛ المدخل (حاکم)، ۱۰۴،۸۴؛ مسند شہاب، ۱/۳۸۷ (۴۳۲)؛ المصنف (عبدالرزاق)، ۱۰/۳۱۲ (۱۹۲۱۰)

۱۶۷۔ صحیح بخاری، کتاب التوحید، باب ما یجوز من تفسیر التوراۃ، ۲/۱۳۰۲ (۷۵۴۲)

۱۶۸۔ المواہب اللدنیۃ، ۱/۳۴؛ شرف المصطفیٰ ﷺ، ۱/۳۰۰

۱۶۹۔ شرح الزرقانی، ۱/۸۳

۱۷۰۔ المواہب اللدنیۃ، ۲/۴۰۸

علامہ زرقانی کے مطابق: یہ روایت اسرائیلیات میں سے ہے اور بعض حفاظ نے اس پر وضع کا حکم لگایا ہے۔ (۱۷۱)

☆ علامہ قسطلانی نے ابن النجار کی ''تاریخ المدینۃ'' سے ایک روایت نقل کی ہے جس کے راوی کعب الاحبار ہیں۔

مامن فجر يطلع الانزل سبعون ألف ملك يحفون بقبره عليه الصلاة و السلام يضربون بأجنحتهم حتى اذا أمسوا عرجوا و هبط سبعون ألف ملك ۔۔۔الى آخره۔ (۱۷۲)

''ہر فجر ستر ہزار فرشتے اترتے ہیں جو آپ ﷺ کی قبر کو گھیرے میں لے لیتے ہیں اپنے پروں کے ساتھ مارتے ہیں حتی کہ شام کو وہ اوپر چڑھ جاتے ہیں اور ستر ہزار فرشتے اور اترتے ہیں۔۔۔ آخر تک۔''

علامہ زرقانی نے شرح المواہب میں تصریح کی ہے کہ یہ روایت کتب قدیمہ سے لی گئی ہے۔ (۱۷۳) اس روایت کا کتب قدیمہ سے ہونا بھی غیر محتمل ہے۔ اس وجہ سے کہ یہ روایت آپ ﷺ کی وفات کے بعد اور آپ ﷺ کی قبر سے متعلق ہے۔ معلوم ہوتا ہے کہ کسی وضاع نے قبر مبارک کی فضیلت کے ضمن میں اس روایت کو اختراع کیا اور کعب کی جانب منسوب کر دیا۔ کتب قدیمہ میں تو زیادہ تر روایات آپ ﷺ کی آمد اور فضائل سے متعلق ہوتی ہیں۔ نہ کہ وہ روایات جن کا تعلق آپ ﷺ کی وفات کے بعد سے ہے۔

☆ وانما كان ادريس عليه السلام فى السماء الرابعة لأنه هناك توفى ولم تكن له تربة فى الارض على ماذكر۔ (۱۷۴)

''ادریسؑ چوتھے آسمان پر تھے اس لیے کہ انہوں نے وہاں وفات پائی اور زمین میں ان کی قبر نہیں جیسا کہ بیان ہوا ہے۔''

حافظ ابن حجر اس روایت کے متعلق لکھتے ہیں کہ ''یہ اسرائیلیات میں سے ہے اور اللہ اس کی صحت کو بخوبی جانتا ہے جہاں تک رفع ادریس کا تعلق ہے کہ وہ زندہ ہیں کسی بھی مرفوع طریقے سے ثابت نہیں اور یہ قصہ کعب الاحبار سے مروی ہے۔'' (۱۷۵)

**خلاصہ بحث**

المواہب اللدنیۃ کی ان تمام ضعیف، موضوع اور اسرائیلی روایات کے تنقیدی جائزہ کے بعد یہ بات سامنے آتی ہے کہ احادیث پر وضع اور ضعف کا حکم لگانے میں علماء کے درمیان اختلاف پایا جاتا ہے۔ محدثین کا ایک گروہ جس حدیث کو ضعیف قرار دیتا ہے دوسرا گروہ اس حدیث پر وضع کا حکم لگاتا ہے۔

محدثین کا گروہ جو احادیث کو موضوع کی بجائے ضعیف قرار دیتا ہے اور ضعیف احادیث کو قبول کرتا ہے، ان کے پیشِ نظر دو اصول ہیں۔ اوّل یہ کہ فضائل و مناقب سے متعلق ضعیف احادیث پر عمل کیا جا سکتا ہے۔ دوّم یہ کہ اگر کسی حدیث کے طرق کثیر ہوں تو یہ اس بات کی دلیل ہے کہ اس حدیث کی اصل موجود ہے۔ چنانچہ ولادتِ نبوی ﷺ سے متعلق جن روایات کو علامہ شبلی نعمانی نے بے اصل اور موضوع کہا ہے، مولانا ادریس کاندھلوی نے انہیں کثرتِ طرق کی بناء پر قبول کر لیا ہے۔

واقعہ غرانیق کو ابن العربی، علامہ بیہقی، امام رازی اور قاضی عیاض وغیرہ نے موضوع قرار دیا ہے۔ جبکہ ابنِ حجر اور علامہ قسطلانی

---

۱۷۱۔ شرح الزرقانی، ۳۱۵/۸

۱۷۲۔ المواہب اللدنیۃ، ۳۱۶/۲؛ سنن دارمی، باب ما اکرم اللہ تعالی نبیہ ﷺ بعد موتہ، ۴۳/۱ (۹۵)؛ احیاء علوم الدین، ۱۲۷/۶

۱۷۳۔ شرح الزرقانی، ۳۷۹/۷

۱۷۴۔ المواہب اللدنیۃ ۳۷۲/۲

۱۷۵۔ ایضاً، ۳۷۲/۲

وغیرہ نے کثرت طرق کی بناء پراس واقعہ کی اصلیت کوثابت کیا ہے۔حدیث احیاءابوی کوعلامہ ابن الجوزی،علامہ ذھبی ،ملاعلی القاری،علامہ شوکانی اورعلامہ جورقانی نے موضوع اور باطل کہا ہے جبکہ علامہ سیوطی،علامہ قسطلانی ،امام عجلونی اورمولانا عبدالحیٔ لکھنوی کے مطابق یہ حدیث موضوع نہیں بلکہ ضعیف ہےاورفضائل ومناقب سے متعلق ضعیف روایات کوقبول کرلیاجاتا ہے۔حدیث احیاءابوی بھی ایک منقبت ہے۔

نبی اکرم ﷺ کی قبرمبارک کی زیارت سے متعلق احادیث کوامام ابن تیمیہ،علامہ شوکانی،ابن القیم،ابن عبدالھادی اوردیگر متعدد علماءمحدثین نے موضوع اورمن گھڑت قراردیا ہے۔جبکہ علامہ تقی الدین السبکی،علامہ قسطلانی،مولانا عبدالحیٔ لکھنوی،علامہ ڈاکٹر طاہرالقادری اورعلامہ عجلونی نے کثرت طرق کی بناءپران احادیث کوصحیح قراردیا ہے۔

اسی طرح حدیث ردِشمس پرعلامہ ابن الجوزی،ابن تیمیہ،امام احمد،علامہ ذھبی،ابن قیم،ابن کثیراورعلامہ البانی نے وضع کاحکم لگایا ہے جبکہ امام طحاوی ورقاضی عیاض وغیرہ نے اس واقعہ کوصحیح قراردیا ہے۔

اسی طرح حدیث الحمار،حدیث الغزالہ اورحدیث الضب کےضعیف اورموضوع ہونے کے بارے میں علماء کے درمیان اختلاف ہے۔تقریباًوہ تمام احادیث جنہیں علماء کےایک گروہ نے موضوع قراردیا ہے دوسرے گروہ نے کثرت طرق کے اصول کی بناءپراحادیث کو قبول کرلیا ہے۔

☆☆☆☆☆☆☆

# باب ششم

# المواہب اللدنیہ کی شرح، تلخیص اور حواشی کا جائزہ

نویں اور دسویں صدی ہجری میں سیرت نبویہ ﷺ پر عظیم الشان کتب تحریر کی گئیں ان میں مقریزی کی ''امتاع الأسماع''، علامہ قسطلانی کی ''المواہب اللدنیۃ'' اور علامہ شامی کی ''سبل الهدٰی والرشاد'' شامل ہیں۔ ''امتاع الأسماع'' اور ''سبل الهدٰی والرشاد'' کی نسبت علامہ قسطلانی کی ''المواہب اللدنیۃ'' کو بہت زیادہ شہرت اور مقبولیت حاصل ہوئی۔ یہی وجہ ہے کہ بعد میں آنے والوں نے اس پر شروح، حواشی اور تعلیقات تحریر کیں۔ اس کے برعکس دیگر کتب سیرت اس خصوصیت سے عاری ہیں۔

علامہ زرقانی نے ''المواہب اللدنیۃ'' کی نہایت تفصیل سے شرح لکھی جو کہ ''شرح الزرقانی'' کے نام سے معروف ہے۔ ''المواہب اللدنیۃ'' کی طرح شرح الزرقانی کو بھی بہت زیادہ مقبولیت حاصل ہوئی۔

علامہ یوسف النبہانی نے ''المواہب اللدنیۃ'' کی تلخیص ''الأنوار المحمدیۃ'' کے نام سے کی۔ ''المواہب اللدنیۃ'' پر حواشی تحریر کرنے والوں میں درج ذیل لوگ شامل ہیں

۱۔ علی بن (سلطان) بن محمد نور الدین الملا الهروی القاری (م ۱۰۱۴ھ) (۱)

۲۔ علی بن علی الشبر املسی نور الدین أبو الضیاء (م ۱۰۸۷ھ) (۲)

۳۔ ابراھیم بن محمد المیمونی (م ۱۰۷۹ھ) (۳)

۴۔ عبد الباقی الرومی (م ۱۰۰۸ھ) ان کی کتاب کا نام ''معالم الیقین فی ترجمۃ المواہب اللدنیۃ للقسطلانی'' ہے۔ (۴)

اس باب میں المواہب اللدنیۃ کی شرح (شرح الزرقانی) اور اس کی تلخیص ''الأنوار المحمدیۃ'' پر تحقیقی جائزہ پیش کیا جائے گا۔

## (الف)۔۔۔شرح الزرقانی علی المواہب اللدنیہ

### مؤلف کا تعارف:

کتاب شرح الزرقانی کے مصنف عبد الباقی بن یوسف بن أحمد شهاب الدین بن محمد بن علوان الزرقانی متبحر عالم اور فقیہ تھے۔ مصر میں ۱۰۲۰ھ میں پیدا ہوئے اور یہیں پرورش پائی۔ آپ نے اپنے والد کے علاوہ نور علی الشبر املسی، شیخ محمد بابلی، محمد بن خلیل العجلونی اور جمال عبد اللہ البشراوی سے علم کی تحصیل کی۔ آپ کی تصانیف میں شرح موطأ امام مالک، شرح المواھب اللدنیہ، شرح علی مختصر الخلیل، شرح البیقونیۃ، تلخیص المقاصد الحسنۃ اور وصول الأمانی شامل ہیں۔ (۵)

آپ کی وفات ۱۴ رمضان بروز جمعرات ۱۰۹۹ھ میں ہوئی۔ (۶)

### کتاب کا تعارف:

کتاب ''شرح الزرقانی'' کا اصل نام ''اشراق مصابیح السیر المحمدیہ بمزج اسرار المواھب اللدنیۂ'' ہے۔ (۷) سیرت نبویہ

---

۱۔ خلاصۃ الأثر، ۱۸۵/۳؛ ہدیۃ العارفین، ۷۵۱/۱؛ الأعلام، ۱۲/۵

۲۔ ہدیۃ العارفین، ۷۶۱/۱؛ معجم المؤلفین، ۱۵۳/۷؛ الأعلام، ۳۱۴/۴، علامہ الشبر املسی کا یہ حاشیہ پانچ جلدوں پر مشتمل ہے جیسا کہ امینی نے خلاصۃ الأثر میں لکھا ہے۔ دیکھئے خلاصۃ الاثر، ۱۷۴/۳

۳۔ خلاصۃ الاثر، ۴۵/۱، ۴۶؛ الأعلام، ۶۷/۱

۴۔ ھدیۃ العارفین، ۴۹۵/۵

۵۔ خلاصۃ الاثر ۲۸۷/۲؛ سلک الدرر ۴۸/۴/۲؛ ھدیۃ العارفین ۳۱۱/۲؛ الاعلام ۱۸۴/۶

۶۔ الاعلام، ۱۸۴/۶؛ خلاصۃ الاثر، ۲۴۷/۲؛ سلک الدرر میں آپ کا سن وفات ۱۱۲۲ھ تحریر ہے۔ دیکھئے سلک الدرر، ۴۸/۴/۲

۷۔ ھدیۃ العارفین، ۳۱۱/۲

ﷺ پر معلومات کی فراوانی اور جزئیات کی فراہمی کے سلسلہ میں ایک اہم کتاب ہے۔ مؤلف نے نہ صرف المواھب اللدنیۃ کے متن کی توضیح وتشریح کی، بلکہ مختصر روایات کی مزید تفصیل بیان کرتے ہوئے سیرت نبویہ ﷺ سے متعلق متعدد احادیث وروایات نقل کی ہیں۔ بایں ہمہ غیر ضروری تفصیلات اور مباحث سے گریز کیا ہے۔

**کتاب کی خصوصیات:**

المواھب اللدنیۃ کی تشریح کے سلسلہ میں علامہ زرقانی کے نہج کی خصوصیات درج ذیل ہیں۔

**ا۔ المواھب اللدنیہ کے متن کی لغوی اور نحوی تشریح**

علامہ زرقانی نے ایک ماہر لغت دان کی طرح نہایت تحقیق وتفحص اور دقتِ نظر سے المواھب اللدنیۃ کے متن کی توضیح وتشریح فرمائی، جس میں مشکل الفاظ کے معانی، اشخاص اور مقامات کے ناموں کی لغوی ونحوی تشریح احادیث نبویہ ﷺ کی وضاحت اور اشعار کی تشریح شامل ہے۔ علامہ قسطلانی نے ''المواھب اللدنیہ'' کے مقدمہ میں نہایت فصیح وبلیغ اور استعاراتی زبان استعمال کی ہے۔ مثلاً ایک جگہ لکھتے ہیں: ''ورفع دعائم رسالتہ علی لواحق أبدیتہ'' (۸)

علامہ زرقانی کے مطابق دعائم رسالت سے مراد معجزات ہیں انہیں دعائم سے اس لیے تشبیہ دی ہے کہ یہ معجزات رسالت کی تصدیق اور اس کو تقویت دیتے ہیں۔ لواحق ابدیت سے مراد وہ زمانہ ہے جو کبھی ختم نہ ہوگا۔ ابد وہ دھر ہے جس کی کوئی انتہا نہیں۔ ابدیت کو لواحق سے اس لیے تعبیر کیا ہے کہ ابدیت معجزوں کا محل ہے۔ معجزے وقوع پذیر نہیں ہوتے مگر نبی کے وجود کے بعد اس عالم میں۔ (۹)

اسی طرح نبی اکرم ﷺ کے بارے میں علامہ قسطلانی نے لکھا ہے: ''فاختار الرفیق الأعلیٰ'' (۱۰) یعنی آپ ﷺ نے رفیق اعلیٰ کو اختیار فرمایا۔

اس کے بارے میں علامہ زرقانی لکھتے ہیں۔ ''أی الجماعۃ من الانبیاء الذین یسکنون أعلیٰ علیین'' (۱۱) یعنی انبیاء علیہم السلام کی وہ جماعت جو اعلیٰ علیین میں رہتی ہے۔''

''المواھب اللدنیہ'' کی وضاحت میں لکھتے ہیں: ''لدن کی طرف منسوب ہے۔ یعنی وہ مواھب یا عطائیں جو اللہ کی طرف سے ہیں۔ ان میں سے کچھ بھی کسی اور کی طرف منسوب نہیں۔'' (۱۲)

اسی طرح علامہ زرقانی نے ''المواھب اللدنیہ'' کی احادیث کی بھی لغوی اور نحوی تشریح کی ہے۔ مثال کے طور پر صحیح بخاری میں حضرت ابوھریرۃؓ سے مروی ہے۔ ''بینما رجل یمشی فی حلۃ تعجبہ نفسہ مرجل جمۃ اذخسف اللہ بہ فھو یتجلجل الی یوم القیامۃ'' (۱۳)

رجل کی وضاحت میں لکھتے ہیں اس سے مراد قارون ہے جیسا کہ علامہ جوہری نے الصحاح میں لکھا ہے۔ جبکہ علامہ سھیلی نے امام

---

۸۔ المواھب اللدنیہ، ۱/۱۹

۹۔ شرح الزرقانی، ۱/۱۵

۱۰۔ المواھب اللدنیہ، ۱/۲۰

۱۱۔ شرح الزرقانی، ۱/۲۴

۱۲۔ شرح الزرقانی، ۱/۳۹

۱۳۔ صحیح بخاری، کتاب اللباس، باب من جر ثوبہ من الخیلاء، ۴/۷/۳۴

طبری کے حوالے سے لکھا ہے کہ اس آدمی کا نام حیزن تھا۔(۱۴)

''حلۃ'' کی تشریح میں لکھتے ہیں اس سے مراد دو کپڑے ہیں جن میں سے ایک دوسرے پر ہوتا ہے۔ یہ بھی کہا گیا ہے کہ حلۃ سے مراد تہبند یا چادر ہے۔مشہور قول یہی ہے۔''تعجبہ نفسہ'' کی تشریح میں لکھتے ہیں: آدمی کا خود پسندی کا شکار ہونا، اللہ کی نعمتوں کو بھلانا اور دوسروں کی تحقیر کرنا۔''مرجل'' جیم کی کسرہ اور شد کے ساتھ ہے۔''جمۃ'' جیم کی ضمہ اور شد کے ساتھ ہے۔جمۃ کا مطلب بالوں کی لٹ کا سر سے کندھوں تک لٹکانا یا اس سے بھی زیادہ لٹکانا۔''یتجلجل'' دونوں جیم اور لام پر فتح ہے۔ابن فارس کے بقول الجلجلۃ شدید اضطراب کے ساتھ زمین میں دھنس جانا ہے۔(۱۵)

احادیث کی تشریح کے علاوہ اشخاص اور مقامات کے ناموں کی بھی لغوی وضاحت کرتے ہیں۔ نیز اشعار کی تشریح اور توضیح بھی نہایت دقتِ نظر سے کی ہے۔

### ۲۔ روایات میں علامہ قسطلانی سے سہوًا چھوٹ جانے والے الفاظ کی نشاندہی

احادیث و روایات تحریر کرتے ہوئے علامہ قسطلانی سے کچھ الفاظ سہوًا چھوٹ گئے ہیں۔ حالانکہ اصل کتابوں میں وہ الفاظ مذکور ہیں۔علامہ زرقانی نے ان چھوٹ جانے والے الفاظ کی نشاندہی کی ہے۔مثلاً بیعتِ عقبہ کا ذکر کرتے ہوئے علامہ قسطلانی نے ابن اسحاق سے نقل کیا ہے:''و کانت سرا عن کفار قریش''(۱۶)

علامہ زرقانی کے مطابق پورا جملہ یہ ہے۔''و کانت سرًا عن کفار قومھم وعن کفار قریش''(۱۷)

☆علامہ قسطلانی نے واقعہ بئر معونہ کو ابن اسحاق سے روایت کیا ہے اس روایت کے الفاظ میں ایک جملہ ہے۔

''فاستصرخ علیھم قبائل من سلیم ، عصیہ ورعلاً فأجابوہ الی ذالك''(۱۸)

علامہ زرقانی کے مطابق:''عصیہ اور رعل کے بعد ذکوان بھی آتا ہے جیسا کہ سیرۃ ابن اسحاق میں ثابت ہے۔گویا کہ ذکوان مصنف کے قلم سے سہوًا چھوٹ گیا ہے۔''(۱۹)

☆علامہ قسطلانی نے مسند احمد سے حضرت فاطمہؓ کی درج ذیل حدیث نقل کی ہے۔

''کان رسول اللہ ﷺ اذا دخل المسجد صلّی علی محمد ثم قال اللھم اغفرلی ذنوبی وافتح لی ابواب رحمتك''(۲۰)

روایت میں ''صلّی علی محمد'' کے بعد ''وسلم'' کے الفاظ بھی آتے ہیں۔مؤلف زرقانی کے مطابق یہ الفاظ علامہ قسطلانی سے سہوًا چھوٹ گئے ہیں کیونکہ مسند احمد میں یہ الفاظ موجود ہیں۔(۲۱)

---

۱۴۔ شرح الزرقانی،۲۶۵/۶،۲۶۶

۱۵۔ ایضاً

۱۶۔ المواہب اللدنیۃ،۱۴۳/۱

۱۷۔ شرح الزرقانی،۸۹/۲

۱۸۔ المواہب اللدنیہ،۲۲۵/۱

۱۹۔ شرح الزرقانی،۵۰۱/۲

۲۰۔ مسند احمد،۴۰۲/۷(۲۵۸۷۷)

۲۱۔ شرح الزرقانی،۲۲۱/۹

علامہ قسطلانی نے حضرت عائشہؓ سے ایک حدیث نقل کی ہے۔

''کان رسول اللہ ﷺ یصلی ثلاث عشرۃ رکعۃ یوتر من ذلک بخمس ولا یجلس فی شیء الافی آخرھا۔''(۲۲)

علامہ زرقانی کے مطابق ''کان رسول اللہ یصلی'' کے بعد ''من الیل'' کے الفاظ بھی آتے ہیں۔علامہ قسطلانی نے یہ الفاظ چھوڑ دیئے ہیں۔(۲۳)

### ۳۔ احادیث وروایات کے ماخذ کی نشاندہی

علامہ قسطلانی نے واقعاتِ سیرت لکھتے ہوئے زیادہ تر احادیث وروایات کے ماخذ بتائے ہیں،لیکن کئی روایات ایسی بھی ہیں جن کے ماخذ کی انہوں نے نشاندہی نہیں کی۔علامہ زرقانی نے اپنی شرح میں ان احادیث وروایات کے ماخذ بتائے ہیں۔مثلاً

☆ غزوۃ المریسیع کے بارے میں علامہ قسطلانی لکھتے ہیں کہ یہ غزوہ بروز منگل شعبان کی دو راتیں گزرنے کے بعد وقوع پذیر ہوا۔(۲۴) یہ قول کس کا ہے؟ علامہ قسطلانی نے اس کی نشاندہی نہیں کی۔علامہ زرقانی کے مطابق یہ قول ابن سعد اور بیہقی کا ہے۔(۲۵)

☆ علامہ قسطلانی نے لکھا ہے کہ نبی اکرم ﷺ غزوۃ الطائف کے لیے شوال آٹھ ہجری میں نکلے۔(۲۶) علامہ زرقانی کے مطابق یہ قول موسیٰ بن عقبہ اور جمہور اہل مغازی کا ہے۔(۲۷)

☆ علامہ قسطلانی کے مطابق نبی اکرم ﷺ کی وفات بلا اختلاف ربیع الاول پیر کے دن ہوئی۔(۲۸) علامہ زرقانی کے مطابق اس روایت کے مآخذ صحیح بخاری اور طبقات ابن سعد ہیں۔(۲۹)

☆ نبی اکرم ﷺ کا فرمان ہے: ''یا غلام سم اللہ بیمینك و کل مما یلیك۔''(۳۰)

علامہ قسطلانی نے اس روایت کے ماخذ کا ذکر نہیں کیا۔علامہ زرقانی نے اس کے ماخذ کا ذکر کرتے ہوئے لکھا ہے کہ اس حدیث کو ائمہ ستہ اور امام مالک نے موطا میں نقل کیا ہے۔(۳۱)

### ۴۔ اُن روایات کے مآخذ کی نشاندہی جن میں مؤلف کا نام ہے مگر کتاب کا نہیں

علامہ قسطلانی نے محدثین،فقہاء اور علماء کے متعدد اقوال وآراء نقل کیے ہیں۔بعض اقوال وآراء کے متعلق انہوں نے بتا دیا ہے کہ یہ فلاں مصنف کی فلاں کتاب سے ہے۔لیکن بہت سے اقوال وآراء ایسی بھی ہیں جو انہوں نے صرف مصنف کے نام سے نقل کی ہیں۔ان کی

---

۲۲۔ المواہب اللدنیۃ،۳/۲۰۳

۲۳۔ شرح الزرقانی،۱۰/۵۴۸

۲۴۔ المواہب اللدنیۃ،۱/۲۳۵

۲۵۔ شرح الزرقانی،۳/۴

۲۶۔ المواہب اللدنیۃ،۱/۳۳۶

۲۷۔ شرح الزرقانی،۴/۶

۲۸۔ المواہب اللدنیۃ،۱/۳۶۰

۲۹۔ شرح الزرقانی،۴/۱۵۴،صحیح بخاری،طبقات ابن سعد،۱/۴۷

۳۰۔ صحیح بخاری،کتاب الأطعمۃ،باب التسمیۃ علی الطعام والاکل بالیمین،۹۶۰(۵۳۷۶)،صحیح مسلم،کتاب الأشربۃ،باب آداب الطعام والشراب،۹۰۲،۹۰۳،(۵۲۶۹)

۳۱۔ شرح الزرقانی،۶/۲۲۰

کتابوں کا حوالہ نہیں دیا۔علامہ زرقانی نے اپنی شرح میں وضاحت کردی ہے کہ فلاں قول فلاں مصنف کی فلاں کتاب سے لیا گیا ہے۔اس کی چند مثالیں درج ذیل ہیں۔

☆ واذا أخذالله ميثاق النبيين لما أتيتكم من كتاب وحكمة ---الى اخره۔(۳۲)

اس آیت کی تفسیر میں شیخ تقی الدین السبکی کا درج ذیل قول نقل کیا ہے:

فى هذه الأية الشريفة من التنويه باالنبى ﷺ و تعظيم قدره العلى مالا يخفى وفيه مع ذالك۔(۳۳)

ان کا یہ قول کس کتاب سے ہے، علامہ قسطلانی نے اس کی وضاحت نہیں کی۔علامہ زرقانی کے مطابق شیخ تقی الدین السبکی کا یہ قول ان کی کتاب ''التعظیم والمنۃ'' سے نقل کیا گیا ہے۔(۳۴)

☆ نبی اکرم ﷺ کی ولادت کس سال ہوئی اس بارے میں علماء کا اختلاف ہے۔اکثریت کی رائے یہ ہے کہ عام الفیل میں پیدا ہوئے۔یہ قول ابن عباس کا ہے۔علامہ قسطلانی کے مطابق علماء میں سے بعض نے اس پر اتفاق نقل کیا ہے۔(۳۵)

یہ علماء کون سے ہیں جنہوں نے اتفاق نقل کیا ہے، علامہ قسطلانی نے اس کی وضاحت نہیں کی۔علامہ زرقانی کے مطابق یہ ابن الجوزی ہیں جنہوں نے صفۃ الصفوۃ میں لکھا ہے۔اتفقوا علی أنہ ولد عام الفیل۔(۳۶)

☆ علامہ قسطلانی نے احیاء ابوی النبی ﷺ سے متعلق شمس الدین بن ناصر عبداللہ بن محمد الدمشقی (م ۸۴۲ھ) کے اشعار نقل کیے ہیں۔(۳۷) علامہ زرقانی نے تصریح کی ہے کہ یہ اشعار شمس الدین ناصر الدمشقی کی کتاب ''مورد الصادی بمولد الھادی'' سے لیے گئے ہیں۔(۳۸)

اسی طرح علامہ قسطلانی نے علامہ ابن حجر، ابن بطال، احمد بن نصر داؤدی، علامہ قرطبی، علامہ مازری، قاضی عیاض اور امام نووی کے متعدد اقوال وآراء نقل کی ہیں، لیکن ان کی کتابوں کا حوالہ نہیں دیا۔علامہ زرقانی نے اپنی شرح میں بہت سے اقوال کے متعلق تصریح کردی ہے کہ یہ مؤلف کی فلاں کتاب سے لیے گئے ہیں۔مثلاً ابن حجر، ابن بطال اور احمد بن نصر داؤدی کے اقوال ان کی شروح بخاری سے اسی طرح علامہ قرطبی، علامہ مازری، امام نووی اور قاضی عیاض کے اقوال ان کی شروح مسلم سے نقل کیے ہیں۔نیز قاضی عیاض کے بہت سے اقول کے متعلق انہوں نے لکھا ہے کہ یہ ان کی کتاب ''الشفاء'' سے لیے گئے ہیں۔

### ۵۔ مصادر وماٰخذ کے مؤلفین کی نشاندہی

علامہ قسطلانی نے جہاں بہت سے اقوال وآراء محض مؤلفین کے ناموں کے حوالے سے نقل کیے ہیں اور ان کی کتابوں کا ذکر نہیں کیا وہاں انہوں نے کچھ اقوال کتابوں کے حوالے سے نقل کیے ہیں مگر مؤلف کا نام نہیں لکھا۔مؤلف کی نسبت کتاب کی طرف صاحب کے لفظ سے کی ہے۔مثلاً صاحب التلخیص، صاحب الصفوۃ، صاحب السمط الثمین صاحب ذخائر العقبی وغیرہ۔علامہ زرقانی نے اپنی شرح میں

---

۳۲۔ ال عمران : ۸۱/۳

۳۳۔ المواہب اللدنیۃ، ۳۳/۱، ۳۴؛ فتاوی سبکی، ۳۸/۱

۳۴۔ شرح الزرقانی، ۷۹/۱

۳۵۔ المواہب اللدنیۃ، ۷۳/۱

۳۶۔ شرح الزرقانی، ۲۴۴/۱، صفۃ الصفوۃ، ۵۲/۱

۳۷۔ المواہب اللدنیہ، ۹۵/۱

۳۸۔ شرح الزرقانی، ۳۴۸/۱

صراحت کی ہے کہ صاحب التلخیص سے مراد ابن القاص (۳۹)، صاحب الصفوۃ سے مراد ابن الجوزی (۴۰)، صاحب السمط الثمین سے مراد محبّ الطبری (۴۱) اور صاحب ذخائر العقبیٰ سے بھی مراد محبّ الطبری (۴۲) ہیں۔

## ۶۔ ایک ہی نام سے معروف دو یا دو سے زیادہ مؤلفین کے ناموں میں امتیاز

عام طور پر علماء، محدثین اور فقہاء اپنے مشہور نام سے معروف ہوتے ہیں۔ وہی نام ان کی پہچان بن جاتے ہیں۔ مثلاً ابن حجر، امام نووی، علامہ قرطبی اور طبری وغیرہ۔ بعض اوقات ایک ہی نام سے کئی مؤلفین معروف ہوتے ہیں اس صورت میں یہ تعین کرنا مشکل ہو جاتا ہے کہ فلاں قول یا رائے کس مصنف کی ہے۔ کتاب کا نام موجود ہونے کی صورت میں یہ اشکال رفع ہو جاتا ہے لیکن اگر کتاب کا نام موجود نہ ہو تو یہ تعین کرنا مشکل ہو جاتا ہے کہ یہاں پر کون سا مؤلف مراد ہے۔ مثلاً طبری نام سے دو مؤلفین معروف ہیں۔ محمد بن جریر طبری (۴۳) اور محبّ الدین طبری (۴۴)۔

علامہ قسطلانی نے ان دونوں مؤلفین کی زیادہ تر روایات ''قال الطبری'' کے الفاظ سے شروع کی ہیں۔ کتابوں کا ذکر نہیں کیا۔ لہٰذا یہ امتیاز کرنا مشکل تھا کہ کون سی روایت کس مصنف کی ہے۔ علامہ زرقانی نے اپنی شرح میں کئی روایات کے متعلق تصریح کر دی ہے کہ یہ روایت محبّ طبری (م ۶۹۴ھ) کی ہے یا ابن جریر طبری (م ۳۱۰ھ) کی۔ (۴۵) ایک مقام پر علامہ زرقانی نے لکھا ہے کہ یہاں پر المحب طبری سے مراد مشہور حافظ محبّ طبری نہیں ہیں بلکہ قاضی القضاۃ محمد بن الامام رضی الدین الطبری المکی (م ۸۹۴ھ) ہیں جبکہ مشہور حافظ المحب الطبری ان سے بہت پہلے کے ہیں ان کی وفات ۶۹۴ھ میں ہوئی۔ (۴۶)

بغوی نام سے بھی دو مؤلفین مشہور و معروف ہیں۔ ایک ابوالقاسم بغوی (م ۳۱۷ھ) (۴۷) اور دوسرے حسین بن مسعود الفراء بغوی (م ۶۱۰ھ یا ۶۱۶ھ)۔ (۴۸) علامہ قسطلانی نے ابوالقاسم کی ''معجم الصحابۃ'' سے اور حسین بن مسعود الفراء بغوی کی تفسیر، شرح السنۃ اور مصابیح السنۃ سے استفادہ کیا ہے۔ کئی مقامات پر انہوں نے ان مؤلفین کے اقوال کے ساتھ ان کی کتابوں کی بھی تصریح کر دی ہے۔ لیکن بہت سے مقامات پر انہوں نے محض ''قال البغوی'' سے روایات درج کی ہیں۔ اس صورت میں یہ تعین کرنا مشکل تھا کہ کون سی رائے یا قول کس بغوی کا ہے۔ علامہ زرقانی نے اپنی شرح میں وضاحت کر دی ہے کہ کون سا قول کس بغوی کا ہے۔ (۴۹)

---

۳۹۔ شرح الزرقانی، ۶/ ۲۱۴، المواہب اللدنیۃ ۲/۱۳۹

۴۰۔ ایضاً، ۴/۳۱۵، ۴۰۰، ۴۳۳

۴۱۔ ایضاً، ۱/ ۴۰۳، ۴۰۹، ۴۱۱، ۴/۳۷۰، ۴۰۰

۴۲۔ ایضاً، ۴/ ۴۶۳، ۴۶۴

۴۳۔ وفیات الاعیان، ۴/۱۹۱؛ میزان الاعتدال، ۶/۹۰؛ الأعلام، ۶/۶۹؛ معجم الادباء، ۵/۲۴۲؛ سیر اعلام النبلاء، ۱۴/۲۶۷ (۱۷۵)

۴۴۔ المنہل الصافی، ۱/ ۳۲۰، الاعلام، ۱/۱۵۹، شذرات الذہب، ۵/۴۲۵

۴۵۔ شرح الزرقانی، ۴/۴۰۶، ۴۱۷، ۴۲۲، ۴۵۳، ۶/۱۷۲، ۳۷۶، ۷/۶۲، ۱۹۶

۴۶۔ ایضاً، ۹/۴۵۶

۴۷۔ سیر اعلام النبلاء، ۱۴/۴۴۰ (۲۴۷)؛ الأعلام ۴/۱۱۹

۴۸۔ سیر اعلام النبلاء، ۱۹/۴۳۹ (۲۵۸)؛ الاعلام ۲/۲۵۸

۴۹۔ شرح الزرقانی، ۲/۵۷، ۵۳۶، ۳/۳۵۸، ۴/۴۷۷، ۳۵۷، ۹/۲۷۲، ۱۲/۳۳

قرطبی نام سے بھی دو مؤلفین معروف ہیں ایک ابوالعباس قرطبی (م ۶۵۶ھ) (۵۰) شارح مسلم اور دوسرے ابوعبداللہ قرطبی (م ۶۷۱ھ) (۵۱) مفسّر قرآن ہیں۔ علامہ قسطلانی نے دونوں مؤلفین کی کتابوں سے استفادہ کیا ہے۔ کہیں پر ان کے نام کے ساتھ کتاب کا بھی ذکر کر دیا ہے اور کہیں نہیں کیا۔ کتاب کے نام نہ ہونے کی صورت میں یہ تعیین کرنا مشکل ہو جاتا ہے کہ یہاں پر کون سا قرطبی مراد ہے۔

علامہ زرقانی نے کئی مقامات پر وضاحت کر دی ہے کہ یہاں پر کون سا قرطبی مراد ہے۔ (۵۲)

### ۷۔ واقعاتِ سیرت کی تاریخوں کی نشاندہی

علامہ قسطلانی نے سیرتِ نبویہ ﷺ کے زیادہ تر واقعات تاریخ کے ساتھ لکھے ہیں۔ بہت کم واقعات ایسے ہیں جن کی تاریخوں کی طرف انہوں نے توجہ نہیں دی۔ یہ کمی علامہ زرقانی نے پوری کر دی ہے۔

☆ محرم سات نبوی میں قریش نے بنوہاشم اور بنوعبدالمطلب سے سماجی مقاطعہ کرتے ہوئے انہیں شعب ابی طالب میں محصور کر دیا۔ قریش نے ایک معاہدہ لکھا جس کے مطابق کوئی بھی بنو ہاشم اور بنوعبدالمطلب سے تعلقات نہیں رکھے گا۔ یہ معاہدہ انہوں نے کعبہ میں لٹکا دیا۔ (۵۳) بعدازاں قریش میں سے ھشام بن عمرو بن الحارث، مطعم بن عدی اور زھیر بن ابی امیہ نقضِ معاہدہ کے لیے اٹھے۔ لیکن بحکمِ الٰہی اس معاہدہ کے اوراق کو دیمک نے چاٹ لیا تھا۔

معاہدہ کے اوراق کو دیمک کے چاٹنے اور معاہدہ ختم ہو جانے کا واقعہ کب پیش آیا؟ علامہ قسطلانی نے اس کی تاریخ نہیں لکھی۔ علامہ زرقانی کے مطابق یہ سن ۱۰ نبوی کا واقعہ ہے۔ (۵۴)

☆ واقعہ غرانیق کے موقعہ پر مہاجرین حبشہ کی ایک جماعت مکہ واپس لوٹ آئی تھی۔ علامہ قسطلانی نے یہ وضاحت نہیں کی کہ یہ لوگ کب واپس آئے۔ مؤلف زرقانی کے مطابق یہ لوگ شوال ۵ نبوی میں واپس آئے تھے۔ (۵۵)

☆ آپ ﷺ طائف کے سفر سے کب واپس لوٹے۔ علامہ قسطلانی نے اس کی تاریخ بیان نہیں کی۔ علامہ زرقانی کے مطابق نبی اکرم ﷺ دس نبوی میں طائف سے واپس تشریف لائے تھے۔ اس وقت آپ ﷺ کی عمر پچاس برس کے قریب تھی۔ (۵۶)

### ۸۔ المواہب اللدنیہ میں واقعاتِ سیرت کی زمانی ترتیب پر علامہ زرقانی کا تبصرہ

علامہ زرقانی نے واقعاتِ سیرت کی زمانی ترتیب کے سلسلہ میں ایک مقام پر علامہ قسطلانی کی تعریف کی اور ایک مقام پر تنقید بھی کی ہے۔ علامہ قسطلانی نے حضرت عمرؓ کے قبولِ اسلام کے واقعہ کے بعد شعب ابی طالب میں مسلمانوں کی محصوری کے واقعہ کو بیان کیا ہے۔ علامہ زرقانی کے مطابق واقعات کی یہ ترتیب باعتبارِ سنین بہت اچھی ہے کیونکہ حضرت عمرؓ کے قبولِ اسلام کا واقعہ نبوت کے چھٹے سال کے آخر کا

---

۵۰۔ الاعلام، ۱۸۶/۱؛ سیر اعلام النبلاء، ۳۲۳/۲۳

۵۱۔ نفح الطیب، ۴۲۰/۲؛ الاعلام، ۳۲۲/۵

۵۲۔ شرح الزرقانی، ۱۴۵/۵، ۹۳/۶، ۳/۷، ۳۰، ۹۸/۸، ۲۳۳، ۷۸/۹، ۵۴۹/۱۱، ابوعبداللہ قرطبی کے متعلق زرقانی لکھتے ہیں: أبوعبداللہ محمد المفسر یعنی مؤلف تفسیر، ابوالعباس قرطبی صاحب المفہم کے شاگرد ہیں۔ (شرح زرقانی، ۳۱۹/۲، ۱۴۱/۳)

۵۳۔ السیرۃ النبویۃ ۳۸۸/۱؛ الطبقات الکبریٰ ۱۰۰/۱

۵۴۔ شرح الزرقانی، ۳۶/۲

۵۵۔ ایضاً، ۱۵/۲

۵۶۔ ایضاً، ۵۶/۲

ہے جبکہ شعب ابی طالب میں مسلمانوں کی محصوری کا واقعہ ۷ نبوی کے اوائل کا ہے۔(۵۷)

☆ علامہ قسطلانی نے حضرت عمرؓ کے قبولِ اسلام کے تذکرہ کے بعد واقعہ شعب ابی طالب اور اس کے بعد واقعہ غرانیق کو بیان کیا ہے۔(۵۸) علامہ زرقانی کے مطابق مصنف نے واقعاتِ سیرت کو باعتبار سنین بیان کرنے کی شرط کی مخالفت کی ہے۔(۵۹) اگر وہ تاریخی ترتیب کا التزام کرتے تو انہیں واقعہ غرانیق کو حضرت عمرؓ کے قبولِ اسلام کے واقعہ سے پہلے بیان کرنا چاہئے تھا کیونکہ حضرت عمرؓ کے قبول اسلام کا واقعہ ۶ نبوی کے اواخر کا ہے جبکہ واقعہ غرانیق شوال ۵ نبوی کا ہے۔(۶۰)

## ۹۔روایاتِ سیرت کی توضیح وتفصیل

علامہ قسطلانی نے نبی اکرم ﷺ کی ولادت سے وفات تک کے واقعات کو مختصر مگر جامع انداز میں بیان کیا ہے۔ بعض واقعات مثلاً مؤاخاتِ مدینہ اور میثاقِ مدینہ کا بالکل سرسری انداز میں تذکرہ کیا ہے۔ علامہ زرقانی نے المواہب اللدنیہ میں مذکور بیشتر واقعاتِ سیرت کی مزید تفصیل بیان کی ہے اس سلسلہ میں انہوں نے سیرت واحادیث کے مصادر و ماخذ سے بھرپور استفادہ کیا ہے۔ مثلاً

☆ علامہ قسطلانی نے اھل الفترۃ کا ذکر کرتے ہوئے عمرو بن لحی کے بارے میں لکھا ہے:

أول من سن العرب عبادة الاصنام وشرع الأحكام فبحر البحيرة وسيب السائبة وصل الوصيلة وحمى الحام۔(۶۱)

علامہ زرقانی نے فتح الباری اور الروض الانف سے استفادہ کرتے ہوئے عمرو بن لحی کے شام جانے، وہاں سے بت لانے اور بت پرستی کو رواج دینے کے واقعہ کو تفصیل سے لکھا ہے۔(۶۲) علاوہ ازیں بحیرہ، سائبہ، وصیلہ اور حام کی تشریح بھی کی ہے۔(۶۳)

☆ علامہ قسطلانی نے حضرت عمرؓ کے قبولِ اسلام کی روایت کو نہایت اختصار سے بیان کیا ہے۔(۶۴)

علامہ زرقانی کے مطابق مصنف نے قبولِ اسلام کی روایت کو حذف کر کے بیان کیا ہے۔ اس کے بعد زرقانی نے مکمل حدیث درج کی ہے اور صرف ایک روایت پر اکتفا نہیں کیا بلکہ اس سلسلہ میں صحیح بخاری، سنن ابن ماجہ، ابن اسحاق، علامہ بیہقی، امام دارقطنی، ابونعیم اور ابن عساکر کی روایات بھی نقل کی ہیں۔(۶۵)

☆ صاحب المواہب اللدنیہ نے واقعہ افک کا ذکر سرسری انداز میں کیا ہے۔ علامہ زرقانی نے صحیحین کی روایات سے واقعہ افک کو تفصیل سے بیان کیا ہے۔(۶۶)

---

۵۷۔ شرح الزرقانی، ۲/۱۲

۵۸۔ المواہب اللدنیۃ، ۱/۱۲۵، ۱۲۶

۵۹۔ علامہ قسطلانی نے المواہب اللدنیہ کے مقدمہ میں لکھا ہے کہ انہوں نے ولادتِ نبوی ﷺ سے لے کر وفاتِ نبوی ﷺ تک کے واقعات کو سنین کے اعتبار سے مرتب کیا ہے۔(المواہب اللدنیۃ، ۱/۲۲)

۶۰۔ شرح الزرقانی، ۲/۱۵

۶۱۔ المواہب اللدنیۃ، ۱/۹۴، نیز دیکھیے کتاب نسب قریش، ۸، اور جمہرہ انساب العرب، ۲۳۳

۶۲۔ شرح الزرقانی، ۱/۳۴۴

۶۳۔ ایضاً

۶۴۔ المواہب اللدنیۃ، ۱/۱۲۵، ۱۲۶

۶۵۔ شرح الزرقانی، ۲/۵ تا ۱۲

۶۶۔ ایضاً، ۳/۱۰ تا ۱۳

☆ غزوۃ المریسیع کے تذکرہ میں علامہ قسطلانی نے لکھا ہے کہ ابن اسحاق کے مطابق اس غزوہ میں مسلمانوں کا صرف ایک شخص مارا گیا۔(٦٧) وہ شخص کون تھا؟ علامہ زرقانی کے مطابق وہ شخص ھشام بن صبابۃ تھا۔(٦٨)

### ١٠۔ احادیث کی تشریح وتائید دیگر احادیث سے

علامہ زرقانی نے المواہب اللدنیہ میں مذکور احادیث کی نہایت شرح وبسط سے وضاحت کی ہے۔ وہ نہ صرف احادیث کے مشکل الفاظ کی لغوی وضاحت پیش کرتے ہیں بلکہ حدیث کی تائید میں دیگر احادیث بھی بیان کرتے ہیں۔ احادیث کی تشریح کے سلسلہ میں علامہ زرقانی نے کتب احادیث کی شروح سے بھرپور استفادہ کیا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ شرح الزرقانی میں جابجا شارحین بخاری، ابن حجر، ابن بطال، احمد بن نصر داؤدی اور شارحین مسلم امام نووی، علامہ قرطبی، علامہ مازری اور قاضی عیاض کے اقوال ملتے ہیں۔

☆ نبی اکرم ﷺ کی صفتِ سجدہ کا ذکر کرتے ہوئے سنن داؤد سے ایک حدیث نقل کی ہے۔

أنه ﷺ سجد على الماء والطين

آپ ﷺ نے مٹی اور پانی پر سجدہ کیا۔(٦٩)

اس حدیث کی تائید میں علامہ زرقانی نے صحیحین، سنن نسائی اور سنن ابن ماجہ سے ایک حدیث نقل کی ہے جس میں آپ ﷺ کے پانی اور مٹی پر سجدہ کرنے کا ثبوت ملتا ہے۔(٧٠)

☆ نبی اکرم ﷺ کی دعائے قنوت کا ذکر کرتے ہوئے علامہ قسطلانی نے درج ذیل روایت نقل کی ہے۔

حضرت ابن عمرؓ سے مروی ہے کہ انہوں نے نبی اکرم ﷺ کو فجر کی آخری رکعت میں رکوع سے سر اٹھا کر یہ کہتے ہوئے سنا ''اللهم العن فلانا وفلانا وفلانا'' اس کے بعد آپ ﷺ نے فرمایا ''سمع الله لمن حمده ربنا لك الحمد''(٧١)

علامہ زرقانی '' اللهم العن فلانا وفلانا وفلانا '' کی وضاحت میں لکھتے ہیں کہ ان سے مراد صفوان بن امیہ، سھیل بن عمرو اور حارث بن ھشام مراد ہیں جیسا کہ امام بخاری نے غزوہ احد کے تذکرہ میں لکھا ہے۔(٧٢)

☆ حضرت ابوقتادہؓ فرماتے ہیں کہ نبی اکرم ﷺ سے منگل کے دن روزہ رکھنے سے متعلق دریافت کیا گیا۔ آپ ﷺ نے فرمایا اس دن میں پیدا ہوا اور اسی دن مجھ پر قرآن نازل ہوا۔(٧٣)

علامہ زرقانی نے اس حدیث کی تشریح کے ضمن میں علامہ سیوطی کا قول نقل کیا ہے۔

أي فيه وجود نبيكم ونزول كتابكم وثبوت نبوتكم فاي يوم أفضل وأولى للصائم منه فاقتصر على العلة، اى سلوا عن فضيلته لأنه لايقال في صيامه فهو من أسلوب الحكيم ۔(٧٤)

---

٦٧۔ المواہب اللدنیۃ، ٢٣٦/١

٦٨۔ شرح الزرقانی، ٨/٣

٦٩۔ سنن ابی داؤد، کتاب الصلوۃ، باب السجود علی الانف والجبہۃ (٨٩٤، ٩١١)

٧٠۔ شرح الزرقانی، ٣٦٩/١٠

٧١۔ صحیح بخاری، کتاب المغازی، باب لیس لک من الامر شیء، ٦٨٨ (٤٠٦٩)؛ صحیح ابن خزیمہ، کتاب الصیام، باب استحباب یوم الاثنین، ٢٩٨/٣

٧٢۔ شرح الزرقانی، ٤١٤/١٠

٧٣۔ صحیح مسلم، کتاب الصیام، باب استحباب صیام ثلاث أیام من کل شھر، ٤٧٨ (٢٧٥٠)

٧٤۔ الشرح الطیبی، ١٦٠٨/٥، ١٦٠٩؛ شرح الزرقانی، ٢٩٦/١١

☆ امام ابوداؤد نے رافع بن عمر المزنی سے روایت کیا ہے۔فرماتے ہیں: میں نے نبی اکرم ﷺ کو منی کے مقام پر خطبہ دیتے ہوئے دیکھا۔

رأیت رسول اللہ ﷺ یخطب الناس بمنی ارتفع الضحاء علی بغلة شھباء وعلی یصبرعنه والناس بین قائم و قاعد۔(۷۵)

سنن ابی داؤد کی درج بالا حدیث مختصر ہے۔علامہ زرقانی نے سنن ابوداؤد کی روایت کی تائید میں امام نسائی ،امام طبرانی اور علامہ بغوی کی روایات نقل کی ہیں۔(۷۶)

## ۱۱۔ المواہب اللدنیہ کی ضعیف روایات پر علامہ زرقانی کی تنقید

المواہب اللدنیہ میں ضعیف روایات کی تعداد کثیر ہے۔ان میں سے کئی روایات کی علامہ قسطلانی نے خود بھی تضعیف کی ہے۔کچھ روایات کی تضعیف علامہ زرقانی نے کی ہے۔مثلاً ایک روایت علامہ قسطلانی نے صیغہ تمریض کے ساتھ بیان کی ہے۔

☆ ویذکر عن ابن عباس : أنه لما توفی عبدالله : قالت الملائکه الھنا و سیدنا بقی نبیك یتیماًفقال الله تعالی اناله حافظ و نصیر۔(۷۷)

حضرت ابن عباسؓ سے ذکر کیا گیا ہے کہ جب عبداللہ فوت ہوئے تو فرشتوں نے کہا اے ہمارے معبود اور آقا آپ کا نبی یتیم ہوگیا ہے۔اس پر اللہ تعالیٰ نے فرمایا: میں اس کا محافظ اور مددگار رہوں۔

علامہ زرقانی کے مطابق: اگر یہ روایت درست ہے تو اس کا حکم مرفوع کا ہوگا لیکن مصنف نے اپنی عادت کے پیشِ نظر اس روایت کو صیغہ تمریض کے ساتھ بیان کیا ہے۔(۷۸)

☆ ایک روایت علامہ قسطلانی نے ''وقد ذکروا'' کے الفاظ سے شروع کی ہے۔روایت کے ماخذ کا حوالہ نہیں دیا۔یہ روایت درج ذیل ہے۔

وقدذکروا أنه لما ولد ﷺ قیل : من یکفل ھذه الدرة الیتیمة التی لا یوجد بمثلھا قیمة قالت الطیور نحن نکفله ۔۔۔الی آخرہ۔(۷۹)

انہوں نے ذکر کیا ہے کہ جب نبی اکرم ﷺ پیدا ہوئے تو کہا گیا کون اس یتیم موتی کی کفالت کرے گا،جس کی قیمت کے برابر کوئی چیز نہیں۔پرندے کہنے لگے کہ ہم کفالت کریں گے۔۔۔الی آخرہ۔علامہ زرقانی کے مطابق:''وقد ذکروا'' سے مراد صوفیہ میں سے اھل اشارات مراد ہیں۔کیونکہ فقہاء اور محدثین ایسی روایات بیان نہیں کرتے نیز یہ روایت محلِ نظر ہے۔(۸۰)

علامہ قسطلانی نے مسند بزار سے ایک روایت نقل کی ہے۔حضرت ابوھریرہؓ سے مروی ہے کہ نبی اکرم ﷺ جمعہ سے قبل اور بعد میں

---

۷۵۔ سنن ابوداؤد، کتاب المناسک (الحج)، باب ای وقت یخطب یوم النحر ۲/۲۰۵(۱۹۵۶)؛ مصابیح السنۃ، ۱/۳۲۷(۱۸۷۲)

۷۶۔ شرح الزرقانی، ۱۱/۴۵۸؛ السنن الکبریٰ (نسائی)، کتاب الحج، وقت الخطبۃ یوم النحر ۴/۱۹۰(۴۰۷۹)

۷۷۔ المواہب اللدنیۃ، ۱/۶۴؛ شرف المصطفیٰ، ۱/۳۵۲

۷۸۔ شرح الزرقانی، ۱/۲۰۷

۷۹۔ المواہب اللدنیۃ، ۱/۷۹

۸۰۔ شرح الزرقانی، ۱/۲۶۴

چار رکعت نماز ادا کرتے تھے۔(۸۱) علامہ زرقانی نے اس روایت کی تضعیف ابن حجر اور امام نووی کے حوالے سے کی ہے۔ ابن حجر کے مطابق :اس کی سند میں ایک راوی محمد بن عبدالرحمٰن السھمی امام بخاری کے نزدیک ضعیف ہے۔ اُثرم کا کہنا ہے کہ یہ حدیث واھی ہے۔ ابن عباس سے بھی اس کی مثل ایک حدیث مروی ہے۔ جسے ابن ماجہ نے روایت کیا ہے۔ اس کی سند بھی واھی ہے۔(۸۲) امام نووی کا قول نقل کرتے ہوئے لکھتے ہیں: ''یہ حدیث باطل ہے۔ طبرانی نے ابنِ مسعود سے اسی طرح کی روایت نقل کی ہے۔ اس کی سند میں بھی ضعف وانقطاع ہے۔''(۸۳)

## ۱۲۔ المواہب اللدنیہ میں موضوع احادیث پر تنقید

علامہ زرقانی نے ''المواہب اللدنیہ'' کی احادیث پر جرح کرتے ہوئے بہت سی احادیث کو باطل اور موضوع قرار دیا ہے۔

☆ علامہ قسطلانی نے ابن طغربک کی کتاب ''النطق المفهوم'' سے ایک روایت صیغہ تمریض کے ساتھ نقل کی ہے۔ روایت کے الفاظ کچھ اس طرح سے ہیں کہ ابرھہ کے تمام ہاتھی اس کو سجدہ کرتے تھے۔ سوائے ایک ہاتھی کے۔ جب عبدالمطلب کو ابرھہ کے سامنے لایا گیا تو ہاتھی عبدالمطلب کے چہرے پر نگاہ ڈالتے ہی اس طرح بلبلانے لگا جیسا کہ اونٹ بلبلاتا ہے اور سجدے میں گر پڑا۔ اللہ تعالیٰ نے ہاتھی کو قوت گویائی عطا فرمائی اور وہ کہنے لگا اے عبدالمطلب تمہاری پشت میں جو نور ہے اس کو سلام۔(۸۴)

علامہ زرقانی نے اس قول کو مردود قرار دیا ہے اور لکھا ہے کہ علامہ قسطلانی کا اس کو صیغہ تمریض کے ساتھ روایت کرنا گویا اس سے بیزاری کا اظہار کرنا ہے۔(۸۵)

☆ ارشادِ نبوی ہے: تختموا بالعقيق واليمين أحق بالزينة۔(۸۶)

عقیق کی انگوٹھی پہنو اور دایاں ہاتھ زینت کا زیادہ حقدار ہے۔

علامہ قسطلانی کے مطابق اس کی سند میں مجہول راوی ہے۔(۸۷) لیکن علامہ زرقانی نے ابن حجر کے حوالے سے لکھا ہے کہ یہ حدیث بغیر کسی شک کے موضوع ہے لیکن میں نہیں جانتا کہ اس حدیث کو کس نے وضع کیا ہے۔(۸۸)

☆ اسی طرح کی دو اور روایات'' تختموا بالعقيق فانه ينفي الفقر ''اور'' تختموا بالعقيق فانه مبارك '' کو بھی علامہ زرقانی نے موضوع قرار دیا ہے۔(۸۹) گو کہ علامہ قسطلانی نے بھی ان روایات کو ابن رجب کے حوالے سے موضوع قرار دیا ہے۔(۹۰)

---

۸۱۔ المواہب اللدنیۃ،۲۳۲،۲۳۱/۳

۸۲۔ شرح الزرقانی،۶۰/۱۱

۸۳۔ خلاصۃ الاحکام،۹۰۷/۲

۸۴۔ المواہب اللدنیۃ،۵۳/۱

۸۵۔ شرح الزرقانی،۱۶۲/۱

۸۶۔ المواہب اللدنیۃ،۱۶۸/۲

۸۷۔ المواہب الدنیۃ ۱۶۸/۲

۸۸۔ شرح الزرقانی،۳۶۶/۶

۸۹۔ شرح الزرقانی،۳۲۷/۶

۹۰۔ المواہب اللدنیۃ،۱۶۹/۲

☆ حضرت عائشہؓ سے روایت ہے: آپ ﷺ نے فرمایا: مجھے لیلۃ الاسراء کو آسمان کی طرف لے جایا گیا۔ میں جنت میں داخل ہوا اور جنت کے درختوں میں سے ایک درخت کے پاس کھڑا ہوا۔ میں نے جنت میں اس سے زیادہ خوبصورت اور سفید درخت نہیں دیکھا اور نہ اس کے پھلوں سے زیادہ کوئی پاکیزہ پھل پایا۔ میں نے اس کے پھلوں میں سے ایک پھل لے کر کھایا پس وہ میری صلب میں نطفہ بن گیا۔ جب میں زمین پر اترا تو حضرت خدیجہؓ کو حضرت فاطمہؓ سے حاملہ پایا۔(۹۱)

علامہ قسطلانی نے اس حدیث کو ضعیف قرار دیتے ہوئے لکھا ہے کہ حدیث میں صراحت ہے کہ اسراء حضرت فاطمہؓ کی ولادت سے قبل ہوا حالانکہ حضرت فاطمہؓ کی ولادت نبوت سے سات سال قبل ہوئی تھیں جبکہ اس میں کوئی شک نہیں کہ اسراء نبوت کے بعد ہوا تھا۔(۹۲)

علامہ زرقانی کے مطابق: مصنف (علامہ قسطلانی) نے اس حدیث کو شدید ضعیف قرار دیا ہے حالانکہ یہ حدیث موضوع ہے۔ ابن جوزی، ذھبی اور حافظ ابن حجر نے اس حدیث کو موضوع قرار دیا ہے۔ ذھبی نے تلخیص المستدرک میں لکھا ہے کہ یہ واضح جھوٹ ہے۔(۹۳)

☆ علامہ قسطلانی نے ابن سبع کی شفاء الصدور سے نبی اکرم ﷺ کے اسراء کے واقعات بیان کرتے ہوئے ایک طویل حدیث نقل کی ہے۔ اس حدیث میں نبی اکرم ﷺ کے سات پردوں کو پار کر کے عرش تک جانے کا ذکر ہے۔(۹۴) علامہ قسطلانی اور علامہ زرقانی دونوں نے اس حدیث کو موضوع قرار دیا ہے۔(۹۵)

## ۱۳۔ المواہب اللدنیہ کی اسرائیلی روایات پر تنقید

علامہ قسطلانی نے کعب الاحبار کے حوالے سے اسرائیلی روایات بھی نقل کی ہیں۔ علامہ زرقانی نے ان کی نشاندہی کرتے ہوئے ان روایات پر تنقید و تبصرہ کیا ہے مثلاً

☆ علامہ قسطلانی نے عبدالرزاق کے حوالے سے ایک روایت نقل کی ہے جس کے راوی کعب الاحبار ہیں۔ روایت درج ذیل ہے۔

لما أراد الله تعالى أن يخلق محمدًا أمر جبريل أن يأتيه بالطينة التي هي قلب الارض وبهاؤ ها ونورها۔۔۔الی آخرہ(۹۶)

جب اللہ تعالیٰ نے محمد ﷺ کو پیدا کرنے کا ارادہ کیا تو جبریلؑ کو حکم دیا کہ وہ مٹی لے کر آئیں جو زمین کا قلب اور اس کی رونق اور نور ہے۔۔۔ آخر تک۔

علامہ زرقانی کے مطابق یہ روایت کتبِ قدیمہ سے لی گئی ہے۔ بعض متاخرین علماء حدیث نے اس کی شدت سے تضعیف کی ہے۔(۹۷)

---

۹۱۔ المواہب اللدنیۃ، ۳۸۱/۲

۹۲۔ ایضاً، ۳۸۱/۲

۹۳۔ شرح الزرقانی، ۱۹۴/۸

۹۴۔ المواہب اللدنیۃ، ۳۸۱/۲ تا ۳۸۳، کتاب المعراج، ۹۵،۹۴

۹۵۔ شرح الزرقانی، ۲۰۰/۸

۹۶۔ المواہب اللدنیۃ، ۳۴/۱؛ شرف المصطفیٰ، ۳۰۰/۱

۹۷۔ شرح الزرقانی، ۸۳/۱

☆ ابنِ عساکر نے کعب الاحبار سے نقل کیا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے نبی اکرم ﷺ کا نام عرش اور ہر آسمان اور ہر جنت پر لکھا ہے۔(۹۸) علامہ زرقانی اس روایت کے متعلق لکھتے ہیں: یہ روایت اسرائیلیات میں سے ہے اور بعض حفاظ نے اس پر وضع کا حکم لگایا ہے۔(۹۹)

☆ علامہ قسطلانی نے ابن النجار کی ''تاریخ المدینۃ'' سے ایک روایت نقل کی ہے۔جس کے راوی کعب الاحبار ہیں۔

مامن فجر يطلع الانزل سبعون الف ملك يحفون بقبره عليه الصلوة والسلام يضربون بأجنحتهم حتى اذا أمسوا محرجوا وهبط سبعون ألف ملك ـــ الى آخره (۱۰۰)

علامہ زرقانی نے شرح المواہب میں تصریح کی ہے کہ یہ روایت کتبِ قدیمہ سے لی گئی ہے۔(۱۰۱)

## ۱۴۔ المواہب اللدنیہ کے مصادر و ماخذ کے مؤلفین کا تعارف

علامہ قسطلانی نے المواہب اللدنیہ میں جن جن مؤلفین و مصنفین کی کتب سے استفادہ کیا ہے۔علامہ زرقانی نے شرح میں ان سب کا تعارف پیش کیا ہے۔اس ضمن میں انہوں نے علم اسماء الرجال کی کتب سے بھرپور استفادہ کیا ہے۔

علامہ بیہقی کا تعارف پیش کرتے ہوئے لکھتے ہیں۔

بیہقی کی نسبت نیسابور کے نواح میں ایک بستی بیہق کی طرف ہے۔نام احمد بن الحسین ہے۔فصاحت و براعت میں مشہور ہیں۔ آپ کی تصانیف کی تعداد ایک ہزار کے لگ بھگ ہے۔علامہ ذھبی کے مطابق حدیث میں آپ کا دائرہ بہت بڑا نہیں ہے لیکن آپ کی روایات میں برکت دی گئی ہے۔آپ نے امام شافعی کی تمام نصوص کے بارے میں فتویٰ دیا ہے اور احادیث کی تخریج کی ہے۔حتیٰ کہ امام الحرمین نے فرمایا کوئی شافعی ایسا نہیں کہ اس پر امام شافعی کا احسان نہ ہو سوائے امام بیہقی کے کہ آپ کا امام شافعی پر احسان ہے۔آپ ۳۸۴ھ میں پیدا ہوئے اور ۴۵۸ھ میں فوت ہوئے۔(۱۰۲)

علامہ ابن الجوزی کا تعارف پیش کرتے ہوئے لکھتے ہیں۔

ابوالفرج عبدالرحمٰن بن علی الحافظ البکری الصدیقی البغدادی الحنبلی الواعظ تمام فنون میں صاحب التصانیف ہیں۔ابن حجر نے تاریخ الحفاظ میں لکھا ہے: میں کسی کو نہیں جانتا کہ اس نے اتنی تعداد میں تصانیف لکھی ہوں آپ کو وعظ میں خاص ملکہ حاصل تھا جو کسی اور کو نہ تھا۔کہا جاتا ہے کہ آپ کی بعض مجالس میں ایک ہزار کی تعداد میں لوگ شریک ہوتے تھے۔جن میں خلفاء اور وزراء بھی شامل ہوتے۔آپ نے ایک دفعہ فرمایا میں نے اپنے ہاتھ سے ایک ہزار کتابیں لکھی ہیں۔اور میرے ہاتھ پر ایک ہزار لوگوں نے توبہ کی ہے اور ۲۰ ہزار لوگوں نے اسلام قبول کیا۔رمضان کی تین تاریخ کو جمعہ کے دن ۵۹۷ھ میں فوت ہوئے۔(۱۰۳)

اسی طرح آپ نے متعدد محدثین، فقہاء اور صوفیہ کے مختصر حالاتِ زندگی تحریر کیے ہیں۔یوں معلوم ہوتا ہے کہ گویا علم اسماء الرجال کی کوئی کتاب ہے۔اس خصوصیت نے شرح الزرقانی کی وقعت اور اہمیت میں اضافہ کیا ہے۔

---

۹۸۔ المواہب اللدنیۃ، ۳۸۹/۱، ۲۷۱/۲

۹۹۔ شرح الزرقانی، ۱۸۷/۷، ۳۱۵/۸

۱۰۰۔ المواہب اللدنیۃ، ۳۱۶/۲، سنن دارمی، باب ما اکرم اللہ تعالیٰ نبیہ ﷺ بعد موتہ، ۴۳/۱ (۹۵)؛ احیاء علوم الدین، ۱۲۷/۶

۱۰۱۔ شرح الزرقانی، ۳۷۹/۷

۱۰۲۔ ایضاً، ۶۲/۱

۱۰۳۔ ایضاً، ۱۰۱/۱

## ۱۵۔ علامہ قسطلانی کی آراء اور استنباطات پر تنقید

علامہ زرقانی نے بعض مقامات پر علامہ قسطلانی کی آراء اور استنباطات پر تنقید کی ہے۔ مثلاً

☆ ابن اسحاق کے نزدیک خمر کی حرمت واقعہ بنی نضیر کے وقت ہوئی۔ بنی نضیر کا واقعہ ۴ھ کا ہے۔ یہ راجح قول ہے۔(۱۰۴)

علامہ قسطلانی لکھتے ہیں: ابن اسحاق کا یہ قول محل نظر ہے۔ اس لیے کہ خمر کی حرمت کے دن حضرت انسؓ ساقی خمر تھے۔ جب انہوں نے خمر کی حرمت کے بارے میں ندا سنی تو انہوں نے جلدی سے شراب گرادی۔ مؤلف کے مطابق اگر یہ ۴ھ کا واقعہ ہے تو حضرت انسؓ اس وقت بہت چھوٹے تھے۔(۱۰۵)

علامہ زرقانی کے مطابق: علامہ قسطلانی کی یہ توجیہہ عجیب ہے۔ ثابت ہے کہ حضرت انسؓ جب مدینہ آئے تو ان کی عمر دس سال تھی۔ لہٰذا تحریم خمر کے وقت ان کی عمر ۱۴ سال ہوئی تو وہ چھوٹے کیسے ہو سکتے ہیں۔(۱۰۶)

☆ کریب مولی ابن عباسؓ سے روایت ہے کہ مجھے ابن عباس اور اصحاب نبی ﷺ نے حضرت ام سلمہؓ کے پاس بھیجا تاکہ میں ان سے سوال کروں کہ نبی اکرم ﷺ کن دنوں میں اکثر روزہ رکھا کرتے تھے۔ فرمانے لگیں ہفتہ اور اتوار کو۔ آپ ﷺ فرماتے تھے یہ دونوں مشرکین کے عید کے دن ہیں اور میں پسند کرتا ہوں کہ ان کی مخالفت کروں۔(۱۰۷)

علامہ قسطلانی کے مطابق: اس حدیث کی سند میں محمد بن عمر راوی کا حال معلوم نہیں ان سے ان کے بیٹے عبداللہ بن محمد روایت کرتے ہیں ان کا حال بھی معلوم نہیں۔(۱۰۸)

علامہ زرقانی اس پر تنقید کرتے ہوئے لکھتے ہیں: علامہ قسطلانی نے دونوں راویوں کو مجہول قرار دیا ہے۔ یہ ابن حجر کے قول کے خلاف ہے۔ اس لیے کہ ابن حجر نے تقریب میں لکھا ہے کہ محمد صدوق ہیں اور ان کے بیٹے عبداللہ مقبول ہیں۔(۱۰۹)

علامہ زرقانی نے المواہب اللدنیہ کے متن میں مذکور بعض اغلاط کی بھی تصحیح فرمائی ہے۔ مثلاً علامہ قسطلانی نے شرف الدین بوصیری کے قصیدہ بردہ شریف سے اشعار نقل کیے ہیں۔ انہوں نے ہر جگہ بوصیری کے بجائے اُبوصیری لکھا ہے۔ علامہ زرقانی نے تقریباً ہر جگہ اس کی تصحیح کی ہے اور وضاحت کی ہے کہ لفظ اُبوصیری نہیں بلکہ بوصیری ہے۔(۱۱۰)

---

۱۰۴۔ السیرۃ النبویۃ، ۲۱۰/۳

۱۰۵۔ المواہب اللدنیۃ، ۲۷۹/۱

۱۰۶۔ شرح الزرقانی، ۲۳۴/۳

۱۰۷۔ صحیح ابن خزیمہ، کتاب الصیام، باب الرفعۃ فی یوم السبت، ۳۱۸/۳

۱۰۸۔ المواہب اللدنیۃ، ۳۰۳/۳، ۳۰۴

۱۰۹۔ شرح الزرقانی، ۲۹۹/۱۱

۱۱۰۔ ایضاً، ۲۴۳/۴، ۱۵۶/۶، ۱۵۸/۹، ۲۷۱، ۲۱۵/۱۲

## (ب)۔۔۔اَلأنوار المحمدیہ من المواہب اللدنیہ (المواہب اللدنیہ کی تلخیص)

### مؤلف کا تعارف:

الأنوار المحمدیہ کے مصنف علامہ یوسف بن اسماعیل النبہانی (م ۱۳۵۰ھ) ہیں۔فلسطین کے شمالی قصبہ اجزم میں ۱۲۶۵ھ بمطابق ۱۸۴۸ء میں پیدا ہوئے۔قرآن پاک والد ماجد اسماعیل النبہانی سے پڑھا۔اس کے بعد جامع ازھر مصر میں داخل ہوئے اور محرم ۱۲۸۳ھ سے رجب ۱۲۸۹ھ تک تکمیل علم میں مصروف رہے۔حصول علم کے بعد بیروت میں محکمۃ الحقوق العلیاء کے رئیس (وزیر انصاف) مقرر کیے گئے۔ایک عرصہ تک اس منصب پر فائز رہے۔آخر عمر میں انہوں نے اپنے اوقات،عبادت اور تصنیف وتالیف کے لیے وقف کردیئے اور ایک عرصہ تک مدینۃ طیبہ رہے۔آپ کا وصال بیروت میں ۱۳۵۰ھ بمطابق ۱۹۳۲ء ماہ رمضان المبارک کی ابتداء میں ہوا۔((۱۱۱)

### کتاب کا تعارف:

علامہ یوسف النبہانی نے بے شمار تصانیف وتالیفات تحریر فرمائیں۔آپ کی تصنیفات میں سے ایک اہم کتاب الانوار المحمدیہ ہے جو کہ المواہب اللدنیہ کی تلخیص ہے۔

المواہب اللدنیہ سیرت نبویہ ﷺ پر ایک جامع کتاب ہے۔اس کتاب میں علامہ قسطلانی نے طوالت سے کام لیا ہے اور نہ بہت زیادہ اختصار سے بلکہ میانہ روی کی راہ اختیار فرمائی ہے۔ان کی اس میانہ روی اور اعتدال پسندی کے بارے میں علامہ یوسف لکھتے ہیں:

''اعتدال پسندوں میں سے امام علامہ شیخ شہاب الدین احمد قسطلانی ہیں۔جنہوں نے ایک کتاب المواہب اللدنیہ بالمنح المحمدیہ تصنیف کی جو دو ضخیم جلدوں میں ہے۔جنہیں شتر سوار اپنے اپنے ملکوں کو لے اڑے اور اس کتاب سے جامع تر و نافع تر کسی کتاب کا نام نہیں سنا گیا۔''(۱۱۲)

المواہب اللدنیہ کی اہمیت ومقبولیت کے پیش نظر جہاں لوگوں نے اس کی شروح وتعلیقات لکھیں وہاں علامہ یوسف نے اس کتاب کا اختصار بھی لکھا۔علامہ یوسف المواہب اللدنیہ کے اختصار کی ضرورت بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

باوجودیہ کہ جلیل القدر علماء میں یہ کتاب کثرت سے متداول تھی اور اس کے اختصار کی ضرورت خاص وعام کے فائدے کے پیش نظر واضح ہوگئی تھی۔میری نظر سے کوئی مختصر نسخہ نہیں گزرا اور نہ میں نے اس بارے میں کسی سے سنا۔حالانکہ میں نے بے شمار کتابوں کے نام سن رکھے تھے۔بہر حال خدا نے مجھے اس کے خلاصے کی توفیق عطا کی۔چنانچہ میں نے غیر ضروری مباحث کو حذف کردیا۔مگر حضور ﷺ کے حالات وفوائد سے پورا پورا انصاف کیا۔میں نے اس کے اختصار میں عرق نکال کر رکھ دیا اور اس کی صیقل شدہ تلوار کو نیام سے نکال لیا۔نیز اس کے خوبصورت چہرے سے نقاب الٹ دیا اور اس کے بدر منیر سے بادل کا پردہ اٹھادیا۔چنانچہ اس بناء پر کہ اس میں حسن کی تمام خوبیاں موجود تھیں اور سب اسباب جمع تھے۔یہ خلاصہ کافی وشافی ثابت ہوا۔بحمدہ کتاب کا حجم مع معلومات ضروریہ نصف رہ گیا۔نیز کتاب سہل الحصول اور عام فہم ہوگئی۔کیونکہ میں نے مختلف معلومات اس میں جمع کردیں اور اسے ایسی صورت میں مرتب کیا کہ کسی مؤمن کو بھی اس سے بے خبر رکھنے کی کوئی معقول وجہ نہیں رہتی۔بایں ہمہ میں نے کوشش کی کہ علامہ موصوف کی تحریر کو تابحدِ امکان نہ بدلا جائے۔بسا اوقات میں نے تھوڑی بہت تقدیم وتاخیر اور تکمیل وتبدیل سے بھی کام لیا اور بعض اوقات اس کے شارح کی کسی تشریح کا یا ابن الاثیر کی نہایۃ سے اس کی تفسیر کا اضافہ کیا اور جن مشکل الفاظ کو بلا تشریح چھوڑ دیا تھا ان کے معانی بیان کیے۔جب یہ خلاصہ تیار ہوگیا اور کرنیں چمکنے لگیں تو میں نے اس کا نام ''الانوار

---

۱۱۱۔ حلیۃ البشر،۳/۱۶۱۶ تا ۱۶۱۲؛ الاعلام،۸/۲۱۸؛ معجم المؤلفین،۱۳/۲۷۵

۱۱۲۔ الانوار المحمدیۃ،۴

المحمدیہ من المواہب اللدنیہ'' رکھا۔(۱۱۳)

علامہ یوسف النبہانی نے المواہب اللدنیہ کی تلخیص کس طرح کی۔ کن کن چیزوں کو حذف کر دیا۔ اس کا ایک مختصر جائزہ حسبِ ذیل ہے۔

☆ المواہب اللدنیہ کا پہلا موضوع حقیقتِ محمدیہ ﷺ کی بحث ہے۔ علامہ قسطلانی نے نبی اکرم ﷺ کے خلقت اور نبوت کے اعتبار سے مقدم ہونے سے متعلق جو صحیح وضعیف اور موضوع احادیث نقل کی ہیں علامہ النبہانی نے بھی وہ تمام روایات تحریر کی ہیں۔ علامہ قسطلانی نے امام غزالی کی رائے نقل کی جس کے مطابق حضور ﷺ آدمؑ کی تخلیق سے قبل نبوت کے وصف سے موصوف تھے نہ کہ خلقت کے اعتبار سے۔ امام غزالی کی رائے کی تردید کرتے ہوئے علامہ قسطلانی نے شیخ تقی الدین السبکی کا قول نقل کیا ہے(۱۱۴)۔ علامہ یوسف النبہانی نے علامہ شیخ تقی الدین السبکی کا قول تو نقل کیا ہے لیکن امام غزالی کی رائے حذف کر دی ہے۔(۱۱۵)

☆ علامہ قسطلانی نے قصہ آدم وحوا نقل کیا ہے۔(۱۱۶) لیکن علامہ یوسف نے وہ سارا قصہ حذف کر دیا ہے۔(۱۱۷)

☆ حضرت عبدالمطلب کے حضرت عبداللہ کو ذبح کرنے کی نذر ماننے اور پوری کرنے کے واقعہ کو تحریر کرتے ہوئے علامہ قسطلانی نے نبی اکرم ﷺ کی حدیث ''أنا ابن الذبیحین'' (۱۱۸) کے تحت اختلافی بحث نقل کی ہے کہ آیا ذبیح حضرت اسحاقؑ تھے یا حضرت اسماعیلؑ (۱۱۹)۔ علامہ یوسف نے المواہب اللدنیہ کی تلخیص کرتے ہوئے یہ بحث حذف کر دی ہے۔(۱۲۰)

☆ نبی اکرم ﷺ کی والدہ ماجدہ حضرت آمنہ کی وفات کا تذکرہ کرتے ہوئے علامہ قسطلانی نے وہ حدیث نقل کی ہے جس کے مطابق آپ ﷺ کی دعا سے حضرت آمنہ زندہ ہوئیں اور آپ ﷺ پر ایمان لائیں۔(۱۲۱) آپ ﷺ کے والدین اہل نجات میں سے ہیں یا اہل نار میں سے۔ علامہ قسطلانی نے اس موضوع پر سیر حاصل بحث کی ہے۔(۱۲۲) جبکہ علامہ یوسف نے اس پر مختصراً لکھا ہے۔(۱۲۳)

☆ قریش مکہ نے یہود کے کہنے پر نبی اکرم ﷺ سے تین سوال کیے۔ اصحاب کہف کون تھے؟ ذوالقرنین کون تھے؟ روح کیا ہے؟ سیرت نبویہ کا یہ واقعہ تحریر کرتے ہوئے علامہ قسطلانی نے روح کی ماہیت پر تفصیلی بحث کی ہے۔(۱۲۴) علامہ نبہانی نے یہ بحث حذف کر دی ہے۔(۱۲۵)

---

۱۱۳۔ الانوار المحمدیۃ، ۵، ۶

۱۱۴۔ المواہب اللدنیۃ، ۱/ ۳۰، ۳۱

۱۱۵۔ الانوار المحمدیۃ، ۱۱

۱۱۶۔ المواہب اللدنیۃ، ۱/ ۴۰، ۴۱

۱۱۷۔ الانوار المحمدیۃ، ۱۳، ۱۴

۱۱۸۔ تاریخ دمشق، ۳/ ۶/ ۲۰۵؛ کتاب الضعفاء ۳/ ۹۴، ۹۵

۱۱۹۔ المواہب اللدنیۃ، ۱/ ۵۵، ۵۶، ۵۷

۱۲۰۔ الانوار المحمدیۃ، ۲۰

۱۲۱۔ ناسخ الحدیث ومنسوخہ، کتاب جامع، باب فی زیارۃ النبی ﷺ قبر امّہ (۶۴۶)؛ اللآلی المصنوعۃ ۱/ ۲۶۶؛ تنزیہ الشریعۃ ۱/ ۳۲۲

۱۲۲۔ المواہب اللدنیۃ، ۱/ ۸۹ تا ۹۵

۱۲۳۔ الانوار المحمدیۃ، ۳۴

۱۲۴۔ المواہب اللدنیۃ، ۱/ ۱۲۲۔۱۲۳

۱۲۵۔ الانوار المحمدیۃ، ۴۵

☆ علامہ قسطلانی نے واقعہ غرانیق کے صحیح ہونے پر مدلل بحث تحریر کی ہے۔(۱۲۶) علامہ یوسف النبہانی نے یہ ساری بحث حذف کر دی ہے۔(۱۲۷)

☆ علامہ یوسف النبہانی نے غزوات نبی ﷺ کو مختصراً تحریر کیا ہے۔غزوات کی تاریخوں میں اور وجہ تسمیہ میں جو اختلافی اقوال علامہ قسطلانی نے نقل کیے تھے وہ علامہ یوسف نے حذف کر دیئے ہیں۔

☆ نبی اکرم ﷺ کے اسمائے گرامی میں سے ۷۶ ناموں کی علامہ قسطلانی نے وجہ تسمیہ اور توضیح وتشریح بیان کی ہے۔(۱۲۸) اس کے برعکس علامہ یوسف نے ۱۳۲ اسمائے گرامی کی توضیح وتشریح لکھی ہے۔(۱۲۹)

☆ علامہ یوسف نے نبی اکرم ﷺ کی ازواج واولاد، مکتوبات نبوی ﷺ اور وفود کا تذکرہ مختصراً کیا ہے۔

☆ نبی اکرم ﷺ کی آنکھوں کا ذکر کرتے ہوئے علامہ قسطلانی نے ''لاأعلم ماوراء جداری''(۱۳۰) حدیث کے تحت نبی اکرم ﷺ کی رؤیت بصر پر مدلل بحث کی ہے۔(۱۳۱) یہ ساری بحث علامہ یوسف نے حذف کر دی ہے۔(۱۳۲)

☆ علامہ یوسف النبہانی نے نبی اکرم ﷺ کے خصائص وامتیازات اور معجزات کو مختصراً تحریر کیا ہے۔

☆ المواہب اللدنیہ کا نواں مقصد نبی اکرم ﷺ کی عبادات کے بیان پر مشتمل ہے۔علامہ قسطلانی نے اس مقصد کے تحت عبادات سے متعلق بہت سے فقہی مسائل پر بحث کی ہے۔علامہ یوسف النبہانی نے وہ تمام مسائل حذف کرتے ہوئے اصولی دلائل، فروعی مسائل، مذھبی نزاع اور اختلافی مسائل بیان کیے ہیں۔

☆ علامہ قسطلانی نے احادیث کی توضیح وتشریح کے سلسلہ میں شارحین حدیث ابن حجر، امام نووی، قاضی عیاض، علامہ قرطبی، امام خطابی وغیرہ کی آراء نقل کی ہیں۔علامہ یوسف نے اختصار کے پیش نظر ان تمام آراء کو حذف کر دیا ہے۔

علامہ یوسف نے المواہب اللدنیہ کی تلخیص کرتے ہوئے جہاں بہت سی چیزیں حذف کر دی ہیں وہاں کئی چیزوں کا اضافہ بھی کیا ہے۔

بقول علامہ یوسف: ''بایں ہمہ اصل کتاب ''المواہب اللدنیہ'' سے استغنا ممکن نہیں۔اگرچہ خلاصہ میں اصل کتاب سے بڑھ کر مختلف علوم دینیہ کو جمع کر دیا گیا ہے پھر بھی علمائے عظام میں سے کوئی بھی اس سے بے نیاز نہیں ہوسکتا۔''(۱۳۳)

**خلاصہ بحث:۔**

المواہب اللدنیہ کی شرح اور اس کی تلخیص کے تحقیقی جائزہ کے بعد اس کتاب کی قدر وقیمت اور اہمیت کا اندازہ ہوتا ہے۔علامہ زرقانی نے المواہب اللدنیہ کے مشکل وغریب الفاظ کی توضیح، روایات کے نامعلوم مآخذ اور سہواً چھوٹ جانے والے الفاظ کی نشاندہی،

---

۱۲۶۔ المواہب اللدنیہ، ۱/ ۱۲۷تا۱۳۲

۱۲۷۔ الانوار المحمدیہ، ۴۷

۱۲۸۔ المواہب اللدنیہ، ۱/ ۳۶۹تا۳۹۰

۱۲۹۔ الانوار المحمدیہ، ۱/ ۱۳۹تا۱۴۱

۱۳۰۔ کشف الخفاء، ۲/ ۱۷۸؛ الفوائد المجموعۃ، ۳۲۷؛ المصنوع، ۱۲۲؛ تذکرۃ الموضوعات، ۸۷

۱۳۱۔ المواہب اللدنیہ، ۲/ ۱۳، ۱۴

۱۳۲۔ الانوار المحمدیہ، ۱۹۶، ۱۹۷

۱۳۳۔ ایضاً، ۶

واقعاتِ سیرت کی تاریخوں کی نشاندہی، احادیث وروایات کی تشریح وتوضیح، ضعیف، موضوع اور اسرائیلی روایات پر تنقید اور المواہب اللدنیۃ کے مصادر و مآخذ کے مؤلفین کا تعارف پیش کر کے نہ صرف المواہب اللدنیۃ کی اہمیت میں اضافہ کیا ہے۔ بلکہ خود شرح الزرقانی کو بھی گرانقدر اہمیت حاصل ہوئی۔ یہی وجہ ہے کہ بعد میں آنے والے مؤلفینِ سیرت بالخصوص برصغیر پاک وہند کے سیرت نگاروں مثلاً مولانا عبدالرؤف دانا پوری، شاہ عبدالحق محدث دہلوی اور مولانا ادریس کاندھلوی نے ان دونوں کتابوں سے بطورِ خاص استفادہ کیا ہے۔

جہاں متعدد لوگوں نے المواہب اللدنیۃ پر حواشی لکھے وہاں علامہ یوسف نبہانی نے اس کی تلخیص کی ضرورت محسوس کرتے ہوئے ''الأنوار المحمدیہ'' تالیف کی۔ جس میں مؤلف نے المواہب اللدنیۃ کے غیر ضروری مباحث حذف کر کے اس کا اختصار تحریر فرمایا۔ الغرض المواہب اللدنیۃ کو اپنی شرح، تلخیص اور حواشی کی بدولت اس دور کی باقی کتبِ سیرت پر فوقیت حاصل ہے۔

☆☆☆☆☆☆☆

# باب ہفتم

# برصغیر پاک وہند کے ذخیرہ کتب سیرت پر المواہب اللدنیہ کے اثرات

۱۔ مدارج النبوۃ

مدارج النبوۃ کا شمار فارسی زبان میں لکھی جانے والی اہم کتب سیرت میں ہوتا ہے۔اس کے مصنف مولانا عبدالحق محدّث دہلوی ہیں۔ مدارج النبوۃ دو حصوں پر مشتمل ہے۔ حصہ اوّل میں فلسفہء نبوت اور خصائص نبوت کو عالمانہ انداز میں پیش کیا گیا ہے۔ جبکہ حصہ دوم سیرت النبی ﷺ پر مبنی ہے۔ مولانا عبدالحق نے مدارج النبوۃ کی تصنیف میں مواہب اللدنیہ، روضۃ الاحباب، فتح الباری، طبری، سفر السعادات الاعتدال، ابونعیم کے رسائل، جمع الجوامع، طبرانی، حاکم کی مستدرک، صحیح بخاری، صحیح مسلم، موطا، سنن ابوداؤد اور سنن ترمذی سے استنباط و استدلال کیا ہے۔

برصغیر پاک و ہند کے سیرت نگاروں میں مولانا عبدالحق نے سب سے زیادہ المواہب اللدنیہ سے استفادہ کیا ہے۔ مولانا نے تقریباً وہی مضامین سیرت بیان کیے ہیں جو علامہ قسطلانی نے المواہب اللدنیہ میں ذکر کیے ہیں البتہ ترتیبِ مضامین میں اختلاف ہے۔ مولانا عبدالحق نے مدارج النبوۃ کے حصہ اول میں نبی اکرم ﷺ کی حسن خلقت اور حسن اخلاق کے مختلف پہلوؤں کو اجاگر کرنے کے بعد قرآن اور احادیثِ صحیحہ سے آپ ﷺ کی فضیلت و شرف، کتب قدیمہ میں آپ ﷺ کی بشارات، نبی اکرم ﷺ اور دیگر انبیاء کرامؑ کے مشترکہ فضائل، آپ ﷺ کے فضائل وخصائص، امتِ محمدیہ ﷺ کے فضائل وخصائص، معجزاتِ نبوی ﷺ، آپ ﷺ کے ادعیہ واذکار، کھانے پینے اور نکاح میں آپ ﷺ کی سیرت جیسے مضامین کو نہایت تفصیل سے بیان کیا ہے اور یہ تمام مضامین سیرت المواہب اللدنیہ میں اسی انداز سے موجود ہیں۔ مولانا عبدالحق نے نبی اکرم کے انہی معجزات کا ذکر کیا ہے جن کا تذکرہ علامہ قسطلانی نے کیا ہے۔

مولانا عبدالحق عباداتِ نبوی ﷺ کے باب کے شروع میں لکھتے ہیں: صاحب مواہب اللدنیہ نے عبادتوں کے مقاصد کو سات نوع پر ترتیب دیا ہے ہم نے بھی اتنے ہی نوع مرتب کیے ہیں۔(۱)

مولانا عبدالحق کے مطابق: یہ ایک دائمی اور ابدی حقیقت ہے کہ اوّل مخلوقات اور ساری کائنات کا ذریعہ اور تخلیق عالم و آدمؑ کا واسطہ نورِ محمدی ﷺ ہے۔ جیسا کہ صحیح حدیث میں آیا ہے کہ ''اوّل ماخلق اللہ نوری'' اور تمام مکوناتِ علوی و سفلی آپ ہی کے نور سے ہیں۔ آپ ہی کے جوہر پاک سے ارواح، شبیہات، عرش، کرسی، لوح، قلم، جنت و دوزخ، ملک و فلک، انسان و جنات، آسمان و زمین، بحار، جبال اور تمام مخلوقات عالم ظہور میں آئی اور باعتبار کیفیت تمام کثرتوں کا صدور اسی وحدت سے ہے اور اسی جوہر پاک سے ساری مخلوقات کا ظہور روز بروز ہے۔''(۲)

مولانا نے سن ایک ہجری سے لے کر وفات تک کے تمام واقعات کو زمانی ترتیب سے بیان کیا ہے۔ اس زمانی ترتیب کے لیے انہوں نے المواہب اللدنیہ کی بجائے روضۃ الاحباب کا تتبع کیا ہے۔ مؤلف کے مطابق: حضور اکرم ﷺ کی مدینہ منورہ میں اقامت بالاتفاق دس سال رہی۔ علماء سیر نے ان دس سالوں کے واقعات کو ایک ایک سال کے واقعات کی شکل میں جدا جدا بیان کیا ہے۔ ان میں سے بعض واقعات میں اختلاف بھی ہے کہ کون سے سال میں رونما ہوئے اور ایک سن کے واقعات کے بیان میں بھی علماء سے تقدیم و تاخیر ہوئی ہے۔

مواہب اللدنیہ میں سنوات کے ذکر کے ساتھ مقید نہیں کیا ہے، مدارج النبوۃ میں ہر سال کے واقعات لکھے ہیں۔ مثلاً سالِ اوّل، سال دوم، سال سوئم وغیرہ۔ اگر چہ ان لفظوں سے اسم عدد بیان کرنا حال اور اس کے مرتبہ کا ذکر کرنا ہوتا ہے لہذا مناسب ہے کہ اسی ترتیب

---

۱۔ مدارج النبوۃ، ۳۳۳/۱

۲۔ ایضاً، ۲/۲

زمانی کے ساتھ واقعات کا ذکر کیا جائے۔لیکن ظاہر ہے کہ مجرد عدد مقصود ہے۔دیگر کتابوں میں اس ترتیب کے سوا بھی مرقوم ہے۔مگر ہم نے روضۃ الاحباب کے موافق روش اختیار کی ہےاور یہی کتاب مشہور ومتداول ہے۔''(۳)

گوکہ مولانا نے واقعاتِ سیرت کے سنین میں روضۃ الاحباب کی پیروی کی ہےاس کے باوجود انہوں نے واقعاتِ سیرت کے بیان کے لیے جا بجا المواہب اللدنیہ سے اخذ واستفادہ کیا ہے۔

غزوۂ نجران یا غزوۂ بنی سلیم کے بارے میں لکھتے ہیں کہ:

''اور یہ غزوہ مواہب میں ہی تحریر ہے کسی اور کتاب میں مذکور نہیں۔''(۴)

سریۃ الخبط کب وقوع پذیر ہوااس کے بارے میں علامہ قسطلانی کے حوالے سے لکھتے ہیں:''مواہب اللدنیہ میں شیخ الاسلام ابن العراقی سے منقول ہے کہ یہ سریہ فتح مکہ سے پہلے آٹھویں سال کے ماہ رمضان میں قریش کے عہد و پیمان توڑنے کے بعد ہوا تھا۔اس بناء پر آٹھویں سال کے وقوع میں کوئی منافات نہیں۔(۵)

☆ صلح حدیبیہ کے فوائد مولانا نے المواہب اللدنیہ سے ہی نقل کیے ہیں۔(۶)

صحیحین اور دیگر کتب احادیث کی روایات بھی مولانا نے براہ راست ان کتابوں سے نقل کرنے کے بجائے المواہب اللدنیہ کے واسطہ سے نقل کی ہیں۔مثلاً ایک جگہ لکھتے ہیں:

مواہب اللدنیہ میں صحیحین سے بروایت ابن عمرؓ نقل کیا ہے کہ انہوں نے حضور ﷺ کو زرد رنگ کے کرتے میں دیکھا۔(۷)

واقعاتِ سیرت سے جو فقہی مسائل مستنبط ہوتے ہیں مولانا عبدالحق نے وہ فقہی مسائل المواہب اللدنیہ کے حوالے سے نقل کیے ہیں۔مثلاً غزوۂ خیبر کے تذکرہ میں گھوڑے کا گوشت حلال ہے یا نہیں۔اس مسئلہ پر فقہی بحث المواہب اللدنیہ کے حوالے سے نقل کی ہے۔(۸)

مولانا نے بعض موضوع روایات کی تردید بھی کی ہے۔مثلاً معجزہ شق القمر کا ذکر کرتے ہوئے''تنبیہ'' کے عنوان کے تحت لکھتے ہیں:۔

''مواہب اللدنیہ میں فرماتے ہیں کہ بعض قصہ گو جو یہ بیان کرتے ہیں کہ نبی اکرم ﷺ کے دامن مبارک میں چاند داخل ہوکر آپ ﷺ کی آستین شریف سے باہر آیا۔یہ بے اصل ہے۔جیسا کہ شیخ بدرالدین زرکشی نے اپنے شیخ عمادالدین ابن کثیر سے نقل کیا ہے۔''(۹)

مولانا عبدالحق نے المواہب اللدنیہ سے ایک روایت نقل کی ہے:

''ابن سبع کی خصائص میں ہے کہ عبداللہ بن سلام نے رسول اللہ ﷺ سے''لواء حمد'' کی توصیف کے بارے میں دریافت کیا کہ

---

۳۔ مدارج النبوۃ،۲/۶۵

۴۔ ایضاً،۲/۱۰۸

۵۔ ایضاً،۲/۲۷۹

۶۔ ایضاً،۲/۲۱۱

۷۔ ایضاً،۱/۱۳

۸۔ مدارج النبوۃ،۲/۲۵۷

۹۔ ایضاً،۱/۱۸۲

وہ کیسا ہوگا؟اس پر حضور ﷺ نے فرمایا اس کی درازی ایک ہزار چھ سو برس کی مسافت ہے۔۔۔آخر حدیث تک۔'' (۱۰)

یہ حدیث نقل کرنے کے بعد مولانا عبدالحق علامہ قسطلانی کے حوالے سے لکھتے ہیں:

''صاحبِ مواہب اللدنیہ فرماتے ہیں کہ حافظ قطب الدین حلبی نے کہا ہے کہ محبّ بن الہمائم نقل کرتے ہیں کہ یہ حدیث موضوع ہے اوراس حدیث میں وضع کے آثار ہیں۔ واللہ اعلم بحقیقۃ لواء الحمد'' (۱۱)

الغرض مولانا عبدالحق نے مدارج النبوۃ میں المواہب اللدنیہ سے اسقدر اخذ واستفادہ کیا ہے کہ یہ کہنا بے جانہیں ہوگا کہ مدارج النبوۃ کے ہر دوسرے صفحہ پر المواہب اللدنیہ کا ذکر ہے۔

## ۲۔ سیرت النبی ﷺ

برصغیر پاک وہند کے سیرت نگاروں میں سے علامہ شبلی نعمانی واحد سیرت نگار ہیں جنہوں نے المواہب اللدنیہ کی ضعیف، موضوع اور اسرائیلی روایات پر شدید تنقید کی۔ انہوں نے سیرت النبی ﷺ کے حصہ سوم میں معجزاتِ نبوی ﷺ کے تذکرہ کے بعد معجزات سے متعلق غیر مستند روایات کا تنقیدی جائزہ لیا ہے۔ علامہ شبلی نعمانی کے مطابق غیر مستند روایات زیادہ تر کتب دلائل میں موجود ہیں۔ مؤلف کے الفاظ ہیں: ''یہی کتابیں ہیں جنہوں نے معجزات کی جھوٹی اور غیر مستند روایتوں کا ایک انبار لگادیا ہے اورانہی سے میلاد وفضائل کی تمام کتابوں کا سرمایہ مہیا کیا گیا ہے۔ خوش اعتقادی اور عجائب پرستی نے ان غلط معجزات کو اسقدر شرف قبول بخشا کہ ان کے پردہ میں آپ ﷺ کے تمام صحیح معجزات چھپ کررہ گئے اور حق وباطل کی تمیز مشکل ہوگئی۔ حالانکہ اس ذخیرہ سے کتب صحاح اور خصوصاً بخاری ومسلم یکسر خالی ہیں۔ لیکن تیسری اور چوتھی صدی میں اس موضوع پر جو کتابیں لکھی گئیں وہ اس درجہ کی بے احتیاطی کے ساتھ لکھی گئیں کہ محدثین ثقات میں سے بیشتر نے ان کو ناقابلِ اعتبار قرار دیا۔ کتب دلائل کے ان مصنفین کا مقصد معجزات کی صحیح روایات کو یکجا کرنا نہیں بلکہ کثرت سے عجیب وحیرت انگیز واقعات کا مواد فراہم کرنا تھا۔ تاکہ خاتم الرسلین کے فضائل ومناقب کے ابواب میں معتد بہ اضافہ ہو سکے۔ بعد کو جو احتیاط پسند محدثین آئے مثلاً زرقانی وغیرہ۔ وہ ان روایات کی نقل کے ساتھ ساتھ ان کی تردید اور تضعیف بھی کرتے گئے لیکن جو چیز اس وسعت کے ساتھ پھیل گئی ہو جو اسلامی لٹریچر کا ایک جزو بن گئی ہو جو اس کے رگ وپے میں سرایت کرگئی ہو اس کے لیے صرف اس قدر کافی نہیں بلکہ وہ مزید تنقید کی محتاج ہے۔'' (۱۲)

آگے چل کر مزید لکھتے ہیں: ''متاخرین نے عام طور پر سرمایہ جن کتابوں سے حاصل کیا ہے وہ طبری، طبرانی، بیہقی، دیلمی، بزار اور ابونعیم کی تصنیفات ہیں۔ حافظ قسطلانی نے انہی روایات کو تمیز اور نقد کے بغیر مواہب اللدنیہ میں داخل کیا۔ اور معین فرابی نے ان کو معارج النبوۃ میں فارسی زبان میں اس آب ورنگ سے بیان کیا کہ یہ روایتیں گھر گھر پھیل گئیں اور عوام نے اس شیفتگی اور وارفتگی کے ساتھ ان کو قبول کیا کہ اصلی اور صحیح معجزات اور آیات بھی اس پردہ میں چھپ کررہ گئے۔'' (۱۳)

علامہ قسطلانی نے المواہب اللدنیہ میں صوفیانہ حکایات اور اقوال بکثرت نقل کیے ہیں ان حکایات کا آغاز وہ ''فذکروا'' یا ''قال اھل الاشارات'' کے الفاظ سے شروع کرتے ہیں۔ ان روایات کے متعلق علامہ شبلی نعمانی لکھتے ہیں:۔

---

۱۰۔ مدارج النبوۃ، ۱/۱/۲۷۱

۱۱۔ ایضاً، ۱/۱/۲۷۱

۱۲۔ سیرت النبی ﷺ، ۳/۴۰۵

۱۳۔ ایضاً، ۳/۴۰۶

''اسلام میں میلاد کی مجلسوں کا رواج غالباً چھٹی صدی سے ہوا ہے۔تتبع سے یہ ثابت ہوا کہ ان روایتوں کا بڑا حصہ انہی کتابوں کے ذریعے سے پھیلا جو ان مجالس کی غرض سے وقتاً فوقتاً لکھی گئیں اور جن کے بکثرت حوالے مواہب اللدنیہ میں جابجا نظر آتے ہیں۔''(۱۴)

مثلاً علامہ قسطلانی نے ولادتِ نبوی ﷺ سے متعلق ایک روایت نقل کی ہے:۔

''جب ولادت کا وقت قریب آیا تو خدا نے فرشتوں کو حکم دیا کہ آسمانوں اور بہشتوں کے دروازے کھول دو۔فرشتے باہم بشارت دیتے پھرتے تھے۔سورج نے نور کا نیا جوڑا پہنا۔اس سال دنیا کی تمام عورتوں کو یہ رعایت ملی کہ سب فرزندِ نرینہ جنیں ۔۔۔۔آخر تک۔''(۱۵)

اس روایت پر تنقید کرتے ہوئے علامہ شبلی نعمانی رقم طراز ہیں:

''یہ روایت مواہب اللدنیہ اور خصائص کبریٰ میں ابونعیم کے حوالہ سے نقل کی گئی ہے۔قسطلانی نے مواہب اللدنیہ میں اس روایت کو نقل کر کے لکھا ہے یہ مطعون ہے حافظ سیوطی نے خصائص میں اس کو منکر کہا ہے واقعہ یہ ہے کہ یہ تمام تر بے سند اور موضوع ہے۔''(۱۶)

☆ علامہ قسطلانی نے خطیب بغدادی سے نبی اکرم ﷺ کی ولادت سے متعلق ایک طویل روایت نقل کی ہے اس روایت کے الفاظ ہیں:۔

'' آمنہ کہتی ہیں کہ جب ولادت ہوئی تو ایک بہت بڑا ابر کا ٹکڑا نظر آیا جس میں سے گھوڑے کے ہنہنانے اور پروں کے پھڑپھڑانے اور لوگوں کے بولنے کی آوازیں آ رہی تھیں وہ ابر کا ٹکڑا بچے کے اوپر آ کر چھا گیا اور بچہ میری نگاہوں سے اوجھل ہو گیا۔۔۔آخر تک۔''(۱۷)

اس روایت پر تنقید کرتے ہوئے علامہ شبلی نعمانی لکھتے ہیں

''اس حکایت کی بنیاد یہ ہے کہ قسطلانی نے مواہب اللدنیہ میں السعادۃ والبشریٰ نامی ایک میلاد کی کتاب سے اس کو نقل کیا اور السعادۃ والبشریٰ کا مصنف کہتا ہے کہ اس نے خطیب سے اس کو لیا۔روایات کے لحاظ سے خطیب کی تاریخ کا جو درجہ ہے وہ کس کو معلوم نہیں۔قسطلانی نے اس روایت کو ابُونعیم کی طرف بھی منسوب کیا ہے۔مگر دلائل ابونعیم کے مطبوعہ نسخہ میں تو اس کا پتہ نہیں ملتا۔غنیمت ہے کہ حافظ قسطلانی نے خود تصریح کر دی ہے کہ اس میں سخت نکارت ہے۔''(۱۸)

☆ شقِ صدر سے متعلق متعدد ضعیف روایات کے متعلق علامہ شبلی لکھتے ہیں:

''اصل یہ ہے کہ شقِ صدر کے وقت یا اوقات کی تعیین، اس کا مکرر اور بار بار پیش آنا صرف مختلف روایات کے پیش کر دینے سے متحقق نہیں ہو سکتا جیسا کہ حافظ ابنِ حجر نے کہا ہے اور قسطلانی و زرقانی نے اس کی تقلید کی ہے بلکہ ضرورت ہے کہ ان روایات کے سلسلہ پر بھی بحث اور راویوں کی قوت و ضعف پر بھی تنقید کی جائے۔''(۱۹)

---

۱۴۔ سیرت النبی ﷺ،۳/۴۰۷

۱۵۔ المواہب اللدنیۃ،۱/۶۵

۱۶۔ سیرت النبی ﷺ،۳/۴۱۸

۱۷۔ المواہب اللدنیۃ،۳/۶۶

۱۸۔ سیرت النبی ﷺ،۳/۴۲۱

۱۹۔ ایضاً،۳/۲۶۹

☆ علامہ قسطلانی نے المواہب اللدنیہ میں واقعہ ہجرت بیان کرتے ہوئے نبی اکرم ﷺ اور حضرت ابوبکر صدیقؓ کے غارِ ثور میں پناہ لینے کا ذکر کیا ہے اور یہ کہ جب کفار غار کے قریب پہنچے تو اللہ تعالیٰ کے حکم سے ببول کا درخت اگا اور اس کی ٹہنیوں نے پھیل کر آنحضرت ﷺ کو چھپا لیا ساتھ ہی دو کبوتر آئے اور گھونسلہ بنا کر انڈے دیئے۔

علامہ شبلی نعمانی کے مطابق: اس روایت کو مواہب اللدنیہ میں تفصیل سے نقل کیا گیا ہے اور زرقانی نے بزار وغیرہ سے اس کے ماخذ بتائے ہیں لیکن یہ تمام روایتیں غلط ہیں۔''(۲۰)

ان کے علاوہ بھی علامہ شبلی نعمانی نے ''المواہب اللدنیہ'' کی دیگر متعدد روایات کی تردید وتضعیف کی ہے اس کی تفصیل باب پنجم میں موجود ہے۔

علامہ شبلی نے جہاں المواہب اللدنیہ کی روایات پر تنقید کی وہاں انہوں نے بعض روایات سے استدلال بھی کیا ہے۔ مثلاً اللہ تعالیٰ کی مسلمانوں کو قتال کے لیے اجازت دینے کے سلسلہ میں لکھتے ہیں:

''مواہب اللدنیہ اور زرقانی میں لکھا ہے کہ اللہ نے ۱۲صفر۲ ہجری میں جہاد کی اجازت دی۔ اس کی سند میں امام زہری کا قول نقل کیا ہے:

اول آیة نزلت فی الاذن بالقتال:۔ اذن للذین یقاتلون بأنهم ظلموا۔۔۔الی آخره

پہلی آیت جواز قتال کے سلسلہ میں نازل ہوئی وہ یہ تھی:۔'اذن للذین یقاتلون بأنهم ظلموا۔۔۔الی آخره''(۲۱)

☆ واقعہ غرانیق کا تذکرہ کرتے ہوئے علامہ شبلی لکھتے ہیں کہ:

قریش کا معمول تھا کہ جب کعبہ کا طواف کرتے تو یہ فقرے کہتے جاتے۔ واللات والعزی و **مناة** الثالثة الاخری فانهن الغرانیق العلی وان شفاعتهن لترتجی ۔(لات وعزیٰ اور تیسرے بت مناۃ کی قسم یہ بلند مرتبہ بزرگ ہیں اور ان کی شفاعت کی امید ہے)

آنحضرت ﷺ نے جب سورۃ النجم کی وہ آیتیں پڑھیں تو کسی شیطان (کافر) نے یہی فقرے آپ کی آواز میں ملا کر پڑھ دیئے ہوں گے۔ دور کے لوگوں کو شبہ ہوا ہوگا کہ آپ ﷺ نے ہی وہ الفاظ ادا کیے اس واقعہ کا چرچا جب مسلمانوں میں ہوا ہوگا تو لوگوں نے کہا ہوگا کہ کسی شیطان نے آپ کی طرف سے وہ فقرے کہہ دیئے ہوں گے۔ اس واقعہ نے روایتوں میں صورت بدل بدل کر یہ صورت اختیار کر لی کہ شیطان نے آنحضرت ﷺ کی زبان سے یہ الفاظ نکلوا دیئے اور چونکہ عام مسلمان اس بات کو تسلیم کرتے ہیں کہ شیطان دوسرے شخص کی زبان سے بول سکتا ہے اس لیے راویوں نے اس روایت کو تسلیم کر لیا۔''(۲۲)

علامہ شبلی نعمانی اپنے اس قیاس کی تائید میں علامہ قسطلانی کا قول نقل کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

''یہ صرف قیاس نہیں بلکہ اگلے محققین نے بھی تصریح کی ہے۔ مواہب میں ہے:۔

''قیل انه لما وصل الی قوله مناة الثالثه الاخری، خشی المشرکون ان یاتی بعدها بشیء یذم الهتهم فبا دروا الی ذالك الكلام فخلطوه فی تلاوة النبی ﷺ علی عبادتهم فی قولهم لاتسمعوا لهذا القرآن والغوافیه او المراد بالشیطان

---

۲۰۔ سیرت النبی ﷺ، ۱/۱۸۰

۲۱۔ ایضاً، ۱/۱۹۹

۲۲۔ ایضاً، ۱/۱۶۲، ۱۶۳

شیطان الانس۔‘‘(۲۳)

بعض لوگوں نے کہا ہے کہ جب آنحضرت ﷺ اس آیت پر پہنچے ومناۃ الثالثۃ الاخری تو مشرکین کو یہ ڈر پیدا ہوا کہ اب ان کے معبودوں کی کچھ برائی کا بیان ہوگا اس بناء پر انہوں نے جھٹ سے آنحضرت ﷺ کی تلاوت میں یہ فقرے خلط کر کے پڑھ دیئے جیسا کہ ان کی عادت تھی کہ کہتے کہ قرآن پر کان نہ لگاؤ اور اس میں گڑ بڑ مچادو یا شیطان سے شیطان آدمی مراد ہے۔

☆ غزوہ تبوک کا ذکر کرتے ہوئے علامہ شبلی نعمانی نے طبرانی کی ایک روایت مواہب اللدنیہ کے حوالے سے نقل کی ہے کہ عرب کے عیسائیوں نے ہرقل کو لکھ بھیجا کہ محمد ﷺ نے انتقال کیا اور عرب قحط کی وجہ سے بھوکوں مر رہے ہیں اس بناء پر ہرقل نے چالیس ہزار فوجیں روانہ کیں۔‘‘(۲۴)

وفودِ عرب کا ذکر کرتے ہوئے علامہ شبلی نعمانی لکھتے ہیں:

’’ابن اسحاق نے صرف پندرہ وفود کا حال لکھا ہے۔ ابن سعد میں ۷۰ وفود کا ذکر ہے۔ دمیاطی، مغلطائی اور زین الدین عراقی بھی یہی تعداد بتاتے ہیں لیکن مصنفِ سیرت شامی نے زیادہ استقصاء کیا ہے اور ایک سو چار وفود کے حالات بہم پہنچائے ہیں اگرچہ ان میں کہیں کہیں ضعیف روایتوں سے استفادہ کیا ہے اور اکثر وفود کے نام مبہم ہیں۔ تاہم یہ مسلّم ہے کہ اصل تعداد ابن اسحاق کی روایت سے کہیں زیادہ ہے۔ حافظ ابن قیم اور قسطلانی نے نہایت تحقیق اور احتیاط کے ساتھ ان میں سے صرف ۳۴ وفود کی تفصیل بیان کی ہے۔‘‘(۲۵)

## ۳۔اصح السیر فی ھدی خیر البشر

اصح السیر فی ھدی خیر البشر کا شمار اردو زبان کی بہترین کتبِ سیرت میں ہوتا ہے۔ اس کے مؤلف عبدالرؤف دانا پوری ہیں۔ مولانا نے اس کتاب کو دو حصوں میں تقسیم کیا ہے۔ حصہ اوّل میں ولادت سے لے کر وفات تک کے حالات ہیں ان حالات کا تعلق اسلام کی تبلیغ و اشاعت اور۔۔۔ اسلامی قوت کی ترقی سے ہے۔ جس کو حضور ﷺ کی مجاہدانہ زندگی کہہ سکتے ہیں۔ حصہ دوم پیغمبرانہ زندگی پر مشتمل ہے۔ یعنی دلائل النبوۃ، معجزات، معراج، مراتب اور شمائل مقالہ نگار کے پیش نظر اصح السیر کا حصہ اوّل ہے۔ اصح السیر کی اہمیت کا اندازہ مولانا کے اپنے الفاظ سے ہوتا ہے ان کے مطابق: ’’یہ رسول اللہ ﷺ کی سیرت ہے۔ آپ ﷺ کا ایک ایک لفظ اور ایک ایک فعل اسلام کے لیے حجت ہے۔ روایات کے الفاظ اور مفاہیم کے ادنیٰ تغیر سے مذاہب بن گئے ہیں اس لیے ہر ہر سطر، ہر ہر لفظ اور ہر ہر روایت کو بڑی جانچ اور بڑی احتیاط سے لکھنے کی ضرورت ہے۔ اتنی کثیر تصنیفات کے باوجود مغازی کی ترتیب اور اس کی تکمیل جس قدر مشکل ہے اس سے اہلِ نظر واقف ہیں۔ جو ترتیب مغازی کی میں نے اس کتاب میں رکھی ہے غالباً وہ اصح ترین ترتیب ہے اور اہم مواضع اختلاف کے موقع پر میں نے اس کے وجوہ و دلائل کی طرف اشارات بھی کر دیئے ہیں گو طوالت کے خوف سے اکثر تفصیلی بحث سے احتراز کیا ہے۔ میرا خیال ہے کہ اہلِ علم اس کتاب میں کتاب المغازی کو جامع، مکمل اور بہترین ترتیب پر پائیں گے۔‘‘(۲۶)

مولانا عبدالرؤف نے سیرت کی بنیادی کتب، تاریخ ابن جریر اور طبقات ابن سعد سے براہ راست استفادہ کی بجائے اصحاب نقل کی کتب سے استفادہ کیا ہے۔ مولانا کے الفاظ میں:

---

۲۳۔ سیرت النبی ﷺ، ۱/۱۶۳

۲۴۔ ایضاً، ۱/۳۳۷

۲۵۔ ایضاً، ۲/۳۹۲

۲۶۔ اصح السیر، ۴

''اس کتاب میں جن جن روایتوں کے متعلق ابن سعد کا حوالہ ہے وہ روایتیں محض طبقات ابن سعد مطبوعہ یورپ کے بھروسہ پر نہیں لکھی گئیں ہیں اس کی وجہ مقدمہ میں لکھ چکا ہوں۔ میں نے صرف وہی روایتیں لی ہیں جن کو اصحاب نقل میں سے کسی نے اپنی کتاب میں درج کیا ہو۔ مثلاً زادالمعاد ابن قیم، شرح مسلم نووی، شرح بخاری، ابن حجر، شرح بخاری عینی، اصابہ، اسد الغابہ، شرح مواہب زرقانی، شرح بخاری قسطلانی، شرح سفر السعادت، شاہ عبدالحق صاحب کی مدارج النبوۃ وغیرہ۔ طبقات ابن سعد کی جو روایتیں اصحاب نقل کی کتابوں میں نہ ملیں میں نے ان کو چھوڑ دیا ہے۔ ابن حجر نے ابن سعد کی بعض روایتیں لکھی ہیں اور وہ طبقات میں موجود ہیں مگر دونوں کے الفاظ میں کچھ فرق ہے میں نے ایسے موقع پر ابن حجر کے حوالہ کو ترجیح دی ہے۔''(۲۷)

مولانا عبدالرؤف نے اصح السیر میں کئی مواقع پر ''المواہب اللدنیہ'' سے استفادہ کیا ہے۔ یہ استفادہ بالواسطہ بھی ہے اور بلا واسطہ بھی۔ مؤلف نے المواہب اللدنیہ کی کئی روایات مدارج النبوۃ کے حوالہ سے نقل کی ہیں کیونکہ شاہ عبدالحق محدث دہلوی کی مدارج النبوۃ کا سب سے بڑا ماخذ المواہب اللدنیہ ہے۔

مثلاً تیمّم کے حکم کا نزول کس غزوہ کے موقع پر ہوا؟

مولانا عبدالرؤف کے مطابق: ''صحیحین کی روایت میں یہ نہیں ہے کہ یہ قصہ کس غزوہ کا ہے۔ مدارج النبوۃ میں ہے کہ مواہب اللدنیہ میں فتح الباری سے منقول ہے کہ آیتِ تیمّم کا نزول غزوہ مریسیع میں ہوا۔ استذکار میں اس پر جزم اور وثوق کیا ہے۔''(۲۸)

ایک اور موقع پر المواہب اللدنیہ سے استفادہ کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

''حدیبیہ کے قبل ۶ ھ میں بعض سرایا کا ذکر واقدی نے کیا ہے۔ روضۃ الاحباب، مواہب اللدنیہ، معارج النبوۃ اور مدارج النبوۃ وغیرہ میں بھی ان کا ذکر آتا ہے۔ مگر ان سرایا کی ترتیب میں بڑا اختلاف ہے۔ ٹھیک زمانہ کی تعیین بہت مشکل ہے۔ ان سرایا کے واقعات کا ذکر احادیث صحیحہ میں موجود ہے۔ مگر اس میں بھی تاریخ مذکور نہیں۔ البتہ بعض شواہد ایسے موجود ہیں جن سے ثابت ہو جاتا ہے کہ یہ حدیبیہ کے پہلے کے واقعات ہیں یا بعد کے۔''(۲۹)

مولانا عبدالرؤف نے سیرت کی بعض روایات پر علامہ قسطلانی کے حوالے سے تنقید بھی کی ہے مثلاً غزوۂ خیبر کے موقع پر حضرت علیؓ کی جوانمردی سے متعلق روایات۔

مدارج النبوۃ کے حوالے سے لکھتے ہیں کہ ''مواہب اللدنیہ میں ہے کہ ہمارے شیخ نے کہا ہے کہ یہ سب روایات واہیہ ہیں بعض علماء نے ان کا انکار کیا ہے۔''(۳۰)

فتح مکہ کے بعد نبی اکرم ﷺ مکہ میں کتنے روز ٹھہرے اس بارے میں مختلف روایات ہیں۔ مولانا عبدالرؤف داناپوری مواہب اللدنیہ کے حوالے سے لکھتے ہیں کہ پندرہ روز اور یہی ابن اسحاق بھی کہتے ہیں۔ واللہ اعلم''(۳۱)

مولانا نے نبی اکرم ﷺ کے مرض اور وفات سے متعلق زیادہ تر روایات المواہب اللدنیہ سے بھی نقل کی ہیں۔ مثلاً لکھتے ہیں کہ

---

۲۷۔ اصح السیر، ۶

۲۸۔ ایضاً، ۱۴۱

۲۹۔ ایضاً، ۱۵۸

۳۰۔ ایضاً، ۱۹۲

۳۱۔ ایضاً، ۲۷۶

المواہب اللدنیہ میں ہے کہ اس کے بعد چہارشنبہ کے روز رسول اللہ ﷺ کو بخار اور درد ِسر شروع ہوگیا۔(۳۲)
ان کے علاوہ بھی مولانا عبدالرؤف نے اصح السیر کے دیگر کئی مقامات پر المواہب اللدنیہ سے امام قسطلانی کی آراء نقل کی ہیں۔

### ۴۔ نشر الطیب فی ذکر الحبیب

نشر الطیب فی ذکر الحبیب کے مؤلف مولانا اشرف علی تھانویؒ ہیں۔مولانا نے سیرت النبی ﷺ کے واقعات اور شمائل واخلاق کو نہایت اختصار کے ساتھ بیان کیا ہے۔مؤلف کے مطابق:''اس رسالہ کے لکھنے کے وقت یہ کتابیں پیش نظر تھیں:مشکوٰۃ،صحاح ستہ مع شمائل ترمذی، مواہب اللدنیہ، زادالمعاد، سیرت ابن ھشام، الشمامۃ العنبریۃ فی مولد خیر البریۃ، تاریخ حبیب الہٰ، قصیدہ بردہ شریف، الروض النظیف وغیرذالک۔(۳۳)

مولانا اشرف علی تھانویؒ نے علامہ قسطلانی کے تتبع میں اپنی کتاب کا آغاز نور محمدی ﷺ کے بیان سے کیا ہے۔یہ سارا کا سارا بیان مؤلف نے المواہب اللدنیہ سے نقل کیا ہے۔مؤلف نے سب سے پہلے وہ روایت نقل کی ہے جو کہ علامہ قسطلانی نے عبدالرزاق کے حوالے سے نقل کی ہے۔حضرت جابر بن عبداللہؓ سے روایت ہے کہ آپؓ نے نبی اکرم ﷺ سے عرض کیا یارسول اللہ ﷺ میرے ماں باپ آپ ﷺ پر فدا ہوں۔مجھ کو خبر دیجئے کہ سب اشیاء سے پہلے اللہ تعالیٰ نے کون سی چیز پیدا کی۔آپ ﷺ نے فرمایا!اے جابر اللہ تعالیٰ نے تمام اشیاء سے پہلے تیرے نبی کا نور اپنے نور سے پیدا کیا۔۔۔آخر تک۔(۳۴)

نور محمدی ﷺ سے متعلق باقی تمام روایات بھی مولانا نے المواہب اللدنیہ سے نقل کی ہیں۔(۳۵)

نبی اکرم ﷺ کے نسب شریف کی پاکیزگی کے بیان میں بھی مؤلف نے تمام روایات المواہب اللدنیہ سے نقل کی ہیں۔(۳۶)

نبی اکرم ﷺ کی ولادت کے وقت جو حیرت انگیز واقعات رونما ہوئے ان واقعات سے متعلق تمام روایات مؤلف نے المواہب اللدنیہ سے اخذ کی ہیں۔(۳۷) نیز زمانہ طفولیت کے واقعات کے تذکرہ میں آپ ﷺ کا گود میں کلام کرنا(۳۸) اور فرشتوں کا آپ ﷺ کے گہوارہ کو ہلانا(۳۹) یہ تمام روایات بھی علامہ قسطلانی کے حوالے سے نقل کی ہیں۔

اسی طرح نشر الطیب کی ۲۷ ویں فصل جو کہ آپ ﷺ کی وفات، آپ ﷺ اور آپ ﷺ کی امت پر اللہ تعالیٰ کے انعام واکرام کے مضامین پر مشتمل ہے۔مؤلف نے اس فصل میں زیادہ تر روایات المواہب اللدنیہ سے اور بعض روایات صحاح ستہ سے نقل کی ہیں۔(۴۰)

---

۳۲۔ اصح السیر،۵۰۱
۳۳۔ نشر الطیب،۱۰
۳۴۔ ایضاً،۱۳
۳۵۔ ایضاً،۱۴،۱۶،۲۰،۲۱،۲۷
۳۶۔ ایضاً،۲۵،۲۶
۳۷۔ ایضاً،۳۱ تا ۳۴
۳۸۔ ایضاً،۳۸
۳۹۔ ایضاً،۳۸
۴۰۔ ایضاً،۲۲۰

مذکورہ بالا مضامین کے علاوہ مؤلف نے شمائل واخلاق، اسمائے شریفہ، نبی اکرم ﷺ کے اہل وعیال، ماکولات، مشروبات، آخرت میں آپ ﷺ کے فضائل، آپ ﷺ کا افضل مخلوق ہونا، امت کے ساتھ آپ ﷺ کی شفقت، امت کے ذمہ آپ ﷺ کے حقوق، آپ ﷺ کی توقیر اور ادب واحترام، آپ ﷺ پر درود بھیجنے کی فضیلت، دعا کے لیے آپ ﷺ کا توسّل اختیار کرنا، خواب میں آپ ﷺ کی زیارت، حضراتِ صحابہ کی عظمت ومحبت کا بیان اور قصیدہ بردہ شریف کی برکات بیان کی ہیں۔

۵۔ سیرۃ المصطفیٰ ﷺ

مولانا ادریس کاندھلوی کی سیرۃ المصطفیٰ ﷺ سیرت نبویہ ﷺ کی ایک نہایت اہم کتاب ہے۔ مولانا ادریس کاندھلوی نے سیرت کی ان روایات کو جنہیں علامہ شبلی نعمانی نے موضوع اور بے اصل قرار دیا ہے، تحقیق وتدقیق کے بعد انہیں مقبول قرار دیا ہے۔ انہوں نے کئی مقامات پر علامہ شبلی نعمانی پر تنقید کی ہے۔ مثلاً شبلی نعمانی سیرت النبی ﷺ میں ایک جگہ لکھتے ہیں:

''جس قدر تحقیق اور تنقید کا درجہ بڑھتا جاتا ہے مبالغہ آمیز روایتیں گھٹتی جاتی ہیں۔ مثلاً یہ روایت کہ جب آنحضرت ﷺ عالمِ وجود میں آئے تو ایوانِ کسریٰ کے چودہ کنگرے گر پڑے، آتشِ فارس بجھ گئی، بحیرہ طبریہ خشک ہوگیا، بیہقی، اَبونعیم، خرائطی، ابن عساکر اور ابن جریر نے روایت کی ہے لیکن صحیح بخاری اور صحیح مسلم بلکہ صحاح ستہ کی کسی کتاب میں اس کا پتہ نہیں۔'' (۴۱)

مولانا ادریس اس پر تنقید کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

سبحان اللہ یہ اس حدیث کے موضوع ہونے کی عجیب دلیل ہے۔ کیا کسی حدیث کا بخاری اور مسلم اور صحاح ستہ میں موجود نہ ہونا اس کے موضوع یا ضعیف ہونے کی دلیل ہوسکتا ہے۔ امام بخاری اور امام مسلم نے بلاشک صحیح حدیثوں کے لانے کا التزام کیا مگر استیعاب اور احاطہ نہیں کیا اور کون کرسکتا ہے۔'' (۴۲)

مولانا ادریس کاندھلوی نے ''سیرۃ المصطفیٰ'' کی تالیف میں سب سے زیادہ شرح الزرقانی علی المواہب اللدنیہ سے استفادہ کیا ہے۔ تقریباً ہر دوسرے صفحہ پر علامہ زرقانی کا حوالہ ملتا ہے۔ مثلاً

☆ معجزہ ردِّ شمس کے تذکرہ میں لکھتے ہیں: علامہ زرقانی نے شرح مواہب میں اس حدیث کو صحیح اور مستند ہونا ثابت کیا ہے۔ (۴۳)

☆ واقعہ اسراء ومعراج کی زیادہ تر تفصیلات شرح الزرقانی سے نقل کی ہیں۔ (۴۴)

☆ مدینہ منورہ میں جمعہ کے قیام کی تفصیلات بیان کرنے کے بعد آخر میں لکھتے ہیں: ھذا کلہ من الزرقانی (یہ سب کا سب زرقانی سے ماخوذ ہے) (۴۵)

☆ اسی طرح نبی اکرم ﷺ کی اخبارِ غیب بھی زرقانی کے حوالے سے نقل کی ہیں۔ (۴۶)

☆ غزوات وسرایا کے بیان میں ایک جگہ لکھتے ہیں:

---

۴۱۔ سیرت النبی ﷺ، ۱/۶۰

۴۲۔ سیرۃ المصطفیٰ ﷺ، ۱/۶۰

۴۳۔ ایضاً، ۱/۲۳۹

۴۴۔ ایضاً، ۱/۲۸۹تا۳۱۹

۴۵۔ ایضاً، ۱/۳۳۶

۴۶۔ ایضاً، ۲/۵۵۹تا۵۶۳

علماء سیر کا اس میں اختلاف ہے کہ اول الذکر تین سریے یعنی سریہ حمزہ، سریہ عبیدہ اور سریہ سعد تین سریے ہجرت کے پہلے سال میں غزوۂ ابواء کے بعد ۲ھ میں وقوع میں آئے۔ اکثر علماء نے ان تین سریوں کو ہجرت کے پہلے سال غزوۂ ابواء سے مقدم ذکر کیا ہے۔ جس کا مطلب یہ ہے کہ اذن قتال کے بعد مغازی کی ابتداء بعوث اور سرایا سے ہوئی اور حافظ ابن القیم نے زاد المعاد میں، علامہ قسطلانی نے المواہب میں اور علامہ زرقانی نے شرح المواہب میں اوّل الذکر تین سرایا کو یعنی سریہ حمزہ، سریہ عبیدہ اور سریہ سعد کو ہجرت کے پہلے سال کے واقعات میں شمار کیا ہے اور اس ناچیز نے غزوات اور سرایا کی ترتیب میں اکثر قسطلانی اور زرقانی کا اتباع کیا ہے۔'' (۴۷)

مولانا ادریس کے اس بیان سے معلوم ہوتا ہے کہ انہوں نے المواہب اللدنیہ سے براہ راست نہیں بلکہ شرح الزرقانی کے ذریعے بالواسطہ استفادہ کیا ہے۔

وفود کا ذکر کرتے ہوئے لکھتے ہیں: ''ابن سعد، دمیاطی، مغلطائی اور عراقی نے وفود کی تعداد ۶۰ سے کچھ زیادہ بیان کی ہے۔ مگر علامہ قسطلانی نے مواہب میں ۳۵ وفود کا ذکر کیا ہے۔'' (۴۸)

## ۶۔ السیرۃ النبویۃ

السیرۃ النبویۃ علامہ سید ابوالحسن علی ندوی کی سیرت نبویہ ﷺ پر نہایت مختصر لیکن گرانقدر کتاب ہے۔ اس کے مطالعہ کے بعد معلوم ہوا کہ سید ابوالحسن علی ندوی نے المواہب اللدنیہ سے براہ راست نہیں بلکہ شرح الزرقانی کے ذریعے چند مقامات پر استفادہ کیا ہے۔ مثلاً

کعب بن زہیر کے قبولِ اسلام کے تذکرہ میں لکھتے ہیں:

''قسطلانی نے مواہب میں ابوبکر بن الانباری کی روایت سے بیان کیا ہے کہ جب وہ اس شعر پر پہنچے تو رسول اللہ ﷺ نے اپنی چادر اتار کر ان پر ڈال دی۔ یہ وہی چادر ہے جس کو حضرت معاویہؓ نے دس ہزار دینار میں خریدنا چاہا لیکن انہوں نے جواب دیا کہ میں رسول اللہ ﷺ کی چادر کے لیے کسی کو ترجیح نہیں دے سکتا۔ کعب کے انتقال کے بعد ان کے ورثاء سے حضرت معاویہؓ نے اس کو ۲۰ ہزار درہم دے کر حاصل کیا۔ وہ کہتے ہیں یہ یہ وہی چادر ہے جو سلاطینِ اسلام کے پاس رہی۔'' (۴۹)

اس کے علاوہ مؤلف نے شرح الزرقانی سے تین جگہ اور استفادہ کیا ہے۔

## ۷۔ سیرت الرسول ﷺ

سیرت الرسول ﷺ کے مؤلف پروفیسر ڈاکٹر طاہر القادری ہیں۔ سیرت الرسول ﷺ سیرت نبویہ ﷺ پر ایک ضخیم کتاب ہے۔ یہ آٹھ جلدوں پر مشتمل ہے۔ اس میں مؤلف نے سیرت النبی ﷺ کے واقعات اور شمائل واخلاق کے علاوہ مطالعہ سیرت کی اہمیت، سیرت کا منہاج واسلوب، قرآن کا فلسفہء انقلاب، اسلام کے مثالی معاشرے کا قیام، بین الاقوامی سطح پر غلبہ اسلام، قدیم وجدید تہذیبوں کا تصوّرِ جنگ، اسلام کا تصوّرِ جہاد، مستشرقین کے اعتراضات اور ان کے جوابات جیسے دیگر موضوعات پر سیر حاصل تبصرہ کیا ہے۔

علامہ طاہر القادری نے المواہب اللدنیہ سے خاطر خواہ استفادہ کیا ہے۔ نورِ محمدی ﷺ کی اولیت کے اثبات کے لیے المواہب اللدنیہ سے روایات نقل کی ہیں۔ مثلاً

---

۴۷۔ سیرت المصطفیٰ ﷺ، ۴۹/۳

۴۸۔ ایضاً، ۱۰۴/۲

۴۹۔ السیرۃ النبویہ، ۳۶۰

''ان الله لما خلق نورنبيّا محمد ﷺأمره أن ينظر الى أنوار الأنبياء عليهم السلام فغشيهم من نوره ما انطقهم الله به فقالوا يا ربنا من غشينا نوره فقال الله تعالى هذا نور محمد بن عبدالله۔۔۔الی آخره۔(۵۰)''

''جب اللہ تعالیٰ نے ہمارے نبی محمد ﷺ کا نور تخلیق فرمایا تو بعد میں (کسی وقت) اسے حکم دیا کہ انوار انبیاءؑ کی طرف متوجہ ہو۔ پس حضور ﷺ نے انبیاءؑ کی ارواح کو اپنے نور سے ڈھانپ لیا۔ انہوں نے عرض کیا۔ اے رب ہمیں کس نور نے ڈھانپ لیا ہے اللہ نے فرمایا یہ محمد بن عبداللہ کا نور ہے۔۔۔آخر تک۔''

اس کے بعد حضرت عائشہؓ کی روایت نقل کرنے کے بعد علامہ طاہر القادری لکھتے ہیں:

گویا حضور نبی اکرم ﷺ کے نور مبارک کی کائنات ہست و جود میں اولین تخلیق اس کے عالم ارواح میں ملکوتی قیام اور عالم اجساد میں ناسوتی سفر کا ذکر، ائمہ حدیث، اہل سیر و اصحاب فضائل اور علماء محققین کے ہاں آج تک تواتر اً ہوتا چلا آ رہا ہے۔ اور اسی پر متقدمین اور متاخرین کا اعتقاد و اعتماد رہا ہے۔(۵۱)

اسی طرح علامہ طاہر القادری نے ولادت نبوی ﷺ سے متعلق متعدد روایات المواہب اللدنیہ سے اخذ کی ہیں۔ ولادتِ نبوی ﷺ کے تذکرہ کے دوران مؤلف نے جشن عید میلاد النبی ﷺ کے جائز ہونے پر علماء کی آرا نقل کی ہیں۔ اس ضمن میں انہوں نے علامہ قسطلانی کا قول بھی نقل کیا ہے۔

''ہمیشہ سے اہلِ اسلام حضور ﷺ کی ولادت باسعادت کے مہینے میں محافلِ میلاد کا اہتمام کرتے آئے ہیں۔ کھانا کھلاتے ہیں۔ ربیع الاول کی راتوں میں صدقات و خیرات کی تمام ممکنہ صورتیں بروئے کار لاتے ہیں۔ اظہار مسرت کرتے ہیں۔ نیکیوں میں کثرت کرتے ہیں۔ میلاد شریف کے چرچے کیے جاتے ہیں۔''(۵۲)

علاوہ ازیں مؤلف نے غزوات و سرایا کے بیان میں بھی المواہب اللدنیہ سے روایات نقل کی ہیں۔ واقعات سیرت بیان کرتے ہوئے مؤلف نے نبی اکرم ﷺ کی والدہ ماجدہ حضرت آمنہ کی وفات کے تذکرہ میں ''آپ ﷺ کے والدین اہلِ نجات میں سے ہیں یا اہلِ نار میں سے'' کے موضوع پر بحث علامہ سیوطی اور علامہ قسطلانی کے حوالہ سے کی ہے۔

## ۸۔ سیرت خاتم النبیین ﷺ

سیرت خاتم النبیین ﷺ ڈاکٹر ماجد علی خان کی تالیف ہے۔ مطالعہ کتاب سے معلوم ہوتا ہے کہ ڈاکٹر ماجد علی خان نے شرح الزرقانی علی المواہب اللدنیہ سے استفادہ کیا ہے۔ شرح الزرقانی کے واسطہ سے بھی انہوں نے المواہب اللدنیہ سے اخذ و استفادہ کیا ہے۔ ہجرت، تحویلِ قبلہ اور غزوات کے بیان میں شرح الزرقانی کے حوالے نقل کیے ہیں۔

واقعہ غرانیق کا ذکر کرتے ہوئے ڈاکٹر ماجد علی خان لکھتے ہیں کہ زرقانی شرح المواہب میں لکھتے ہیں:

''بعض لوگ کہتے ہیں کہ جب آنحضرت ﷺ سورۃ النجم کی اس آیت پر پہنچے 'ومناة الثالثة الاخرى' تو مشرکوں کو یہ ڈر پیدا ہوا کہ اب ان کے معبودوں کی کچھ برائی کا بیان ہوگا۔ اس بنا پر انہوں نے جھٹ سے آنحضرت ﷺ کی تلاوت میں یہ فقرے خلط کر کے پڑھ

---

۵۰۔ سیرت الرسول ﷺ، ۹۹/۲

۵۱۔ ایضاً، ۲۰۳/۲

۵۲۔ ایضاً، ۳۳۹/۲

دیئے تلك الغرانیق العلی وان شفاعتھن لترتجی''(۵۳)

ڈاکٹر ماجد علی خان نے یہ رائے زرقانی کے حوالے سے نقل کی ہے۔ حالانکہ یہ الفاظ علامہ قسطلانی نے المواہب اللدنیہ میں نقل کیے ہیں۔ لہٰذا معلوم ہوا کہ ڈاکٹر ماجد نے شرح الزرقانی کے ذریعے المواہب اللدنیہ سے استفادہ کیا ہے۔

۹۔ سیرت النبی ﷺ

سیرت النبی ﷺ کے مؤلف طالب حسین کرپالوی ہیں۔ یہ سیرت نبویہ ﷺ کی ایک ضخیم کتاب ہے جو کہ بارہ جلدوں پر مشتمل ہے۔ طالب حسین نے المواہب اللدنیہ سے بہت زیادہ اخذ واستفادہ کیا ہے۔ خصوصاً نور محمدی ﷺ، ولادت نبوی ﷺ سے متعلق متعدد روایات المواہب اللدنیہ کے حوالہ سے نقل کی ہیں۔ ان روایات میں حضرت جابر والی حدیث جس میں ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا کہ اے جابر اللہ نے اپنے نور سے تیرے نبی کے نور کو پیدا کیا۔ (۵۴) حضرت آدمؑ کا عرش کے پایوں پر نور محمد ﷺ دیکھنا اور اللہ سے اس نور سے متعلق استفسار کرنا (۵۵) آپ ﷺ کا فرمانا کہ کنت نورًا بین یدی ربی ---الی آخر (۵۶)

اس کے علاوہ مؤلف نے نبی اکرم ﷺ کی تاریخ ولادت، ولادت کا مہینہ اور سال سے متعلق علامہ قسطلانی کے اقوال وآراء نقل کی ہے۔ (۵۷) آپ ﷺ کی رضاعت اور شیرخوارگی کا بیان بھی المواہب سے لیا ہے۔ (۵۸)

ولادت نبوی ﷺ سے متعلق ضعیف روایات بھی المواہب اللدنیہ کے حوالہ سے نقل کی ہیں۔ (۵۹)

مہر نبوت کا تقریباً مکمل بیان المواہب اللدنیہ کے حوالہ سے لکھا ہے۔ (۶۰) اس کے علاوہ بھی مؤلف نے متعدد مواقع پر المواہب اللدنیہ سے استفادہ کیا ہے۔

**خلاصہ بحث**

برصغیر پاک وہند کے ذخیرہ کتبِ سیرت پر المواہب اللدنیۃ کے اثرات کا جائزہ لینے کے بعد معلوم ہوا کہ مولانا شاہ عبدالحق محدث دہلوی نے سب سے زیادہ المواہب اللدنیۃ سے مواد لیا ہے۔ حتی کہ انہوں نے مضامین کی نوعیت وترتیب میں بھی علامہ قسطلانی کا تتبع کیا ہے۔ مدارج النبوۃ کے تقریباً ہر دوسرے صفحہ پر المواہب اللدنیۃ کا نام موجود ہے۔ دیگر سیرت نگاروں میں سے مولانا عبدالرؤف داناپوری اور مولانا ادریس کاندھلوی نے المواہب اللدنیۃ سے جو روایات لی ہیں وہ آپ ﷺ کی ولادت اور وفات تک کے حالاتِ زندگی سے متعلق ہیں۔ مولانا اشرف علی تھانوی نے نور محمدی ﷺ، آپ ﷺ کے نسب شریف کی پاکیزگی، ولادتِ نبوی ﷺ اور زمانہ طفولیت سے متعلق تمام تر مواد المواہب اللدنیۃ سے اخذ کیا ہے۔ اس کے علاوہ آپ ﷺ کی وفات اور اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ پر جو انعام واکرام کیا جیسے موضوعات سے متعلق روایات بھی المواہب اللدنیۃ سے لی ہیں۔ ڈاکٹر طاہر القادری اور طالب حسین کرپالوی نے

---

۵۳۔ سیرت خاتم النبیین ﷺ، ۱۳۸

۵۴۔ سیرت النبی ﷺ (کرپالوی)، ۱۰۴،۱۰۰/۸

۵۵۔ ایضاً، ۱۴/۸

۵۶۔ ایضاً، ۱۰۴،۱۰۲/۸

۵۷۔ ایضاً، ۳۱،۳۰،۲۱/۱۵

۵۸۔ ایضاً، ۱۰۸،۱۰۷/۵۱

۵۹۔ ایضاً، ۲۴۳،۲۳۹/۱۴

۶۰۔ ایضاً، ۱۶۷/۱۵

سیرت نبویہ کے اکثر مضامین میں المواہب اللدنیۃ سے اخذ و استفادہ کیا ہے۔خاص طور پر حقیقتِ محمدی ﷺ اور نورِ محمدی ﷺ سے متعلق اکثر روایات المواہب اللدنیۃ سے لی ہیں۔

الغرض المواہب اللدنیۃ ان تمام سیرت نگاروں کی کتبِ سیرت کا بنیادی مآخذ ہے

☆☆☆☆☆☆☆

# باب ہشتم
## علامہ قسطلانی کی سیرت نگاری کا تحقیقی جائزہ

# فصل اوّل
# علامہ قسطلانی کی سیرت نگاری کا تحقیقی منہج

نبی اکرم ﷺ کی سیرت اور مغازی پر لکھی گئی کتابوں کا درجہ استناد احادیث کی کتابوں کی نسبت کم ہے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ محدّثین نے کتبِ احادیث کی تدوین میں صحیح وضعیف احادیث کی جانچ پڑتال کے لیے جن اصول وقواعد کو پیشِ نظر رکھا، وہ اہلِ سیر کے پیشِ نظر نہیں تھے۔ اس کے باوجود کتبِ سیرت مغازی کی اہمیت اپنی جگہ مسلم ہے۔ اس لیے کہ اہل سیر ومغازی نے رسول اللہ ﷺ کی زندگی کے واقعات کو جس تاریخی تسلسل کے ساتھ اور منظم انداز میں بیان کیا ہے یہ خصوصیت محدّثین کے ہاں مفقود ہے۔ لہٰذا سیرت النبی ﷺ کے بہت سے واقعات کے لیے محدّثین، اہلِ سیر کی روایات کے محتاج ہوتے ہیں۔

علامہ قسطلانی کی المواہب اللدنیہ کی امتیازی خصوصیت یہ ہے کہ یہ محدثین اور اہلِ سیر کی روایات کا حسین امتزاج ہے۔ اس لیے کہ آپ نہ صرف محدّث تھے بلکہ عظیم سیرت نگار بھی تھے۔ علمِ حدیث میں جہاں ان کی سب سے بڑی خدمت ''ارشاد الساری شرح صحیح بخاری'' ہے وہاں سیرت میں ان کی نمایاں خدمت ''المواہب اللدنیہ بالمنح المحمدیہ'' ہے۔ جس کی تالیف میں محدثین اور اہلِ سیر دونوں کی روایات سے بھرپور استفادہ کیا گیا ہے۔ سیرت النبی ﷺ کے بعض واقعات میں محدثین کی روایت کو ترجیح دیتے ہیں اور بعض میں اہلِ سیر کی روایات کو۔

علامہ قسطلانی نے سیرت نگاری میں جس تحقیقی منہج کو اختیار کیا ہے اس کو درج ذیل نکات کے تحت بیان کیا جاتا ہے۔

۱۔ روایت کی ترجیح وتردید کا معیار

۲۔ متعارض ومتناقض روایات میں جمع وتطبیق

۳۔ شواہدِ حدیث (حدیث کی تقویت دوسری حدیث سے)

۴۔ کثرتِ طرق کی بناء پر حدیث کی تقویت

۵۔ روایات میں ابہام کا ازالہ

۶۔ راویوں کی جرح وتعدیل

### (۱) روایت کی ترجیح وتردید کا معیار

المواہب اللدنیہ کے مطالعہ کے بعد معلوم ہوتا ہے کہ مؤلف نے سیرتِ نبویہ کی تالیف میں سب سے زیادہ کتبِ احادیث سے استفادہ کیا ہے جن میں صحاح واسانید اور سنن کے تقریباً تمام مجموعے شامل ہیں۔

نبی اکرم ﷺ کے معجزات وخصائص، اخلاق وعادات اور عبادات ومعاملات سے متعلق روایات واحادیث زیادہ تر محدثین ہی سے نقل کی ہیں۔ نبی اکرم ﷺ کی ولادت باسعادت، مکی ومدنی زندگی اور غزوات کی تفصیلات کے لیے سیرت نبویہ کے بنیادی ماخذوں، سیرت ابنِ اسحاق، طبقات ابنِ سعد، تاریخ طبری، واقدی کی کتاب المغازی اور دیگر کتبِ سیرت سے استفادہ کرنے کے علاوہ آپ نے کتبِ احادیث سے بھی بہت سی ایسی روایات لی ہیں جن کا تعلق غزواتِ نبویؐ سے ہے۔ سیرت نبویہ کے ہر واقعہ کے لیے اہلِ سیر کی روایات کے پہلو بہ پہلو محدثین کی روایات بھی لاتے ہیں اور موازنہ ومقارنہ کے بعد صحیح روایت کی نشاندہی کرتے ہیں۔

مثلاً فتح مکہ کے بارے میں امام واقدی کی روایت ہے کہ نبی اکرم ﷺ ۸ ہجری رمضان کی دس راتیں گزرنے کے بعد بدھ کے روز عصر کے بعد نکلے۔ (۱) امام احمد کی روایت کے مطابق: رمضان کی دو راتیں گزرنے کے بعد نکلے تھے۔ (۲) علامہ قسطلانی کے نزدیک واقدی

---

۱۔ کتاب المغازی، ۸۰۱/۱

۲۔ مسند احمد، ۲۷۵/۱۰

کی روایت قوی نہیں اس لیے کہ اس کی مخالف روایت زیادہ صحیح ہے۔(۳)

ایک اور مقام پر واقدی کی روایت کو خلیفہ بن خیاط کی روایت پر ترجیح دی ہے۔خلیفہ بن خیاط نے اپنی تاریخ میں لکھا ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے ھرقل کو خط سن پانچ ہجری میں روانہ کیا تھا۔(۴) جبکہ واقدی کی روایت ہے کہ یہ خط سن چھ ہجری میں بھیجا گیا تھا۔(۵)

علامہ قسطلانی نے واقدی کی روایت کو درست قرار دیا ہے۔(۶)

علامہ قسطلانی نے روایات کی ترجیح وتردید کے لیے جو طریقہ کار اختیار کیا ہے اس کی وضاحت درج ذیل نکات سے ہوتی ہے۔

### صحیحین (صحیح بخاری وصحیح مسلم) کی روایات کو ترجیح:

روایات کی ترجیح وتردید کے ضمن میں علامہ قسطلانی کی سیرت نگاری کا جائزہ لیا جائے تو معلوم ہوتا ہے کہ آپ صحیحین کی روایات کو نہ صرف اہلِ سیر کی روایات پر بلکہ دیگر صحاح واسانید اور سنن کے مجموعوں کی روایات پر بھی ترجیح دیتے ہیں۔بعض مواقع پر خود ترجیح دیتے ہیں اور بعض اوقات ابنِ حجر کا ترجیحی قول نقل کر دیتے ہیں اس کی چند مثالیں درج ذیل ہیں۔

☆غزوہ ذات الرقاع کی تاریخ کے بارے میں اہلِ سیر کے درمیان اختلاف ہے۔

ابنِ اسحاق کے نزدیک غزوہ ذات الرقاع چار ہجری ربیع الاوّل میں ہوا۔(۷) ابنِ سعد اور ابن حبان نے محرم پانچ ہجری کی تاریخ بتائی ہے۔(۸) ابو معشر کے نزدیک ذی القعدہ پانچ ہجری میں وقوع پذیر ہوا۔(۹) جبکہ امام بخاری کے نزدیک غزوۃ ذات الرقاع غزوہ خیبر کے بعد ہوا۔(۱۰)

علامہ قسطلانی اس تضاد کے حل کے لیے 'فتح الباری' سے ابنِ حجر کی رائے نقل کرتے ہیں:

''یہ تردّد لا حاصل ہے۔اصل بات یہ ہے کہ یہ غزوہ، غزوہ بنی قریظہ کے بعد ہوا۔کیونکہ صلوٰۃ الخوف غزوہ خندق میں مشروع نہیں ہوئی تھی۔یہ بات ثابت شدہ ہے کہ صلوٰۃ الخوف غزوہ ذات الرقاع میں مشروع ہوئی تھی۔یہ اس بات کی دلیل ہے کہ یہ غزوہ، غزوہ خندق کے بعد وقوع پذیر ہوا۔نیز امام بخاری کے اس قول ''وھی بعد خیبر'' کے بارے میں کہا ہے کہ ابوموسیٰ غزوہ خیبر کے بعد آئے تھے اور غزوۂ ذات الرقاع میں شریک تھے۔لہٰذا اس سے یہ لازم آتا ہے کہ یہ غزوۂ، غزوۂ خیبر کے بعد وقوع پذیر ہوا۔

پھر لکھتے ہیں کہ: دمیاطی نے حدیثِ صحیح کے غلط ہونے کا دعویٰ کیا ہے۔جمیع اہلِ سیر اس حدیث کے مخالف ہیں اور غزوہ ذات الرقاع کی تاریخ کے بارے میں آپس میں مختلف ہیں۔تو اس صورت میں جو چیز حدیثِ صحیح سے ثابت ہے اس پر اعتماد کرنا اولیٰ ہے۔''(۱۱)

---

۳۔ المواہب اللدنیہ، ۳۱۰/۱

۴۔ علامہ قسطلانی نے المواہب اللدنیہ میں یہی لکھا ہے لیکن تاریخ خلیفہ بن خیاط میں صراحتاً درج ہے کہ ہرقل نے یہ خط ۶ ہجری میں بھیجا تھا۔دیکھیے تاریخ خلیفہ (ص ۳۵)

۵۔ الطبقات الکبریٰ، ۳۱۶/۲

۶۔ المواہب اللدنیہ، ۴۴۱/۱، ۴۴۲

۷۔ السیرۃ النبویۃ، ۲۲۵/۳، علامہ قرطبی نے ۴ جمادی الاولیٰ ۴ ہجری کی تاریخ لکھی ہے۔دیکھیے المفہم، ۶۹۳/۳

۸۔ الطبقات الکبریٰ، ۲۰۸/۱؛ کتاب الثقات، ۹۶/۱؛ السیرۃ النبویۃ (ابن حبان)، ۲۴۹

۹۔ المواہب اللدنیہ، ۲۳۰/۱

۱۰۔ صحیح بخاری، کتاب المغازی، باب غزوۂ ذات الرقاع، ۵۱/۵/۳

۱۱۔ المواہب اللدنیہ، ۲۳۰/۱؛ فتح الباری، کتاب المغازی، باب غزوۂ ذات الرقاع، ۱۷۹/۸، ۱۸۰؛ تلخیص الحبیر، ۸۹/۴/۲

☆غزوہ ذی قرد کے بارے میں امام بخاری و مسلم کی رائے ہے کہ یہ غزوہ، غزوہ خیبر سے تین دن پہلے وقوع پذیر ہوا تھا۔(۱۲)
علامہ قسطلانی نے امام مغلطائی کے حوالے سے لکھا ہے کہ یہ رائے جمیع اہلِ سیر کے خلاف ہے۔(۱۳)

قرطبی شارح مسلم کے مطابق، اہلِ سیر کا اس میں کوئی اختلاف نہیں کہ یہ غزوہ حدیبیہ سے قبل واقع ہوا تھا۔(۱۴) علامہ قسطلانی نے حتمی رائے ابنِ حجر کی نقل کی ہے کہ:

''غزوہ ذی قرد کی جو تاریخ حدیثِ صحیح میں مذکور ہے وہ زیادہ صحیح ہے اس تاریخ سے جو اہلِ سیر نے بیان کی ہے۔''(۱۵)

☆''المدوّنہ'' میں مذکور ہے، بے شک اوّل شخص جس نے عیدین کی نماز میں منبر پر لوگوں سے خطاب کیا وہ عثمان بن عفان تھے۔ آپ نے ان سے مٹی سے بنے ہوئے منبر پر کلام کیا جسے کثیر بن الصلت نے تعمیر کیا تھا،(۱۶) جبکہ صحیحین کی روایت کے مطابق مروان نے سب سے پہلے منبر پر لوگوں سے خطاب کیا۔(۱۷)

علامہ قسطلانی نے ''المدوّنہ'' کی روایت کو معضل قرار دیا ہے اور کہا ہے کہ صحیحین کی روایت زیادہ صحیح ہے۔(۱۸)

☆ابنِ اسحاق نے وفد بنی حنیفہ کے نبی اکرم ﷺ کے پاس آنے کا واقعہ بیان کرتے ہوئے لکھا ہے کہ جب وفد بنی حنیفہ آیا تو انہوں نے مسیلمہ کو اپنے سامان کی حفاظت کے لیے چھوڑ دیا اور خود نبی اکرم ﷺ کے پاس حاضر ہوئے۔(۱۹)

اس روایت کے مطابق: مسیلمۃ نبی اکرم ﷺ سے نہیں ملا تھا۔

اس کے برعکس صحیحین کی حدیث میں ہے کہ مسیلمۃ کذّاب نبی اکرم ﷺ کے پاس آیا اور کہنے لگا کہ اگر آپؐ اپنے بعد میرے لیے امرِ نبوّت کو مقرر کردیں تو میں آپؐ کی اتباع کروں گا۔ مسیلمۃ کے ساتھ اس کے قبیلے کے بہت سے لوگ آئے تھے۔ نبی اکرم ﷺ کے ساتھ اس وقت ثابت بن قیس بن شماس تھے۔ نبی اکرم ﷺ کے ہاتھ میں کھجور کی شاخ کا ایک ٹکڑا تھا۔ آپ مسیلمۃ کے پاس اس کی قوم میں کھڑے ہوئے اور فرمایا اگر تو مجھ سے کھجور کی شاخ کا یہ ٹکڑا طلب کرتا تو میں تجھ کو نہ دیتا اور تجھ میں اللہ تعالیٰ کا حکم تجاوز نہ کرے گا اور اگر تو امرِ حق کی مخالفت کرے گا تو اللہ تعالیٰ تجھے ہلاک کردے گا۔''(۲۰)

صحیحین کی اس روایت کے مطابق مسیلمۃ نبی اکرم ﷺ سے ملا تھا۔

علامہ قسطلانی لکھتے ہیں: ''اگر تم اعتراض کرو کہ ابن اسحاق کی خبر کے مطابق مسیلمۃ آپؐ سے نہیں ملا تھا اور اپنی قوم کے کجاووں کی حفاظت میں رہا، یہ روایت اس حدیثِ صحیح سے کیونکر متعارض ہوگئی ہے کہ نبی اکرم ﷺ مسیلمۃ سے ملے تھے اور آپؐ نے اس سے خطاب کیا

---

۱۲۔ صحیح بخاری، کتاب المغازی، باب غزوۃ ذات قرد، ۱۷/۵/۳؛ صحیح مسلم، کتاب الجہاد والسیر، ۱۸۳/۱۲/۶

۱۳۔ المواہب اللدنیہ، ۳۵۶/۱

۱۴۔ المفہم، ۶۸۰/۳

۱۵۔ المواہب اللدنیہ، ۳۵۶/۱؛ فتح الباری، کتاب المغازی، باب غزوۃ ذات قرد ۲۳۴/۸

۱۶۔ المدوّنہ، ۲۴۶/۱

۱۷۔ صحیح بخاری، کتاب العیدین، باب الخروج الی المصلّی بغیر منبر، ۴/۲/۱؛ صحیح مسلم، کتاب صلوٰۃ العیدین، ۱۷۷/۶

۱۸۔ المواہب اللدنیہ، ۲۳۴/۳، ۲۳۵

۱۹۔ السیرۃ النبویۃ، ۲۳۲/۴

۲۰۔ صحیح بخاری، کتاب المغازی، باب وفد بنی حنیفہ، ۱۱۸/۵/۳؛ صحیح مسلم، کتاب الرؤیا، ۳۳/۱۱/۸

تھا۔اس کا جواب یہ ہے کہ حدیثِ صحیح کو اختیار کرنا اولیٰ ہے۔"(۲۱)

☆غزوہ سیف البحر میں مسلمانوں کی تعداد تین سو تھی جیسا کہ صحیحین میں مذکور ہے۔(۲۲)

لیکن نسائی کی روایت کے مطابق ۱۰ اسے کچھ اوپر تھی۔(۲۳)

علامہ قسطلانی کے مطابق ،زیادہ تعداد(تین سو) جبکہ وہ صحیح بھی ہے تو اسے اختیار کرنا واجب ہے۔(۲۴)

☆سنن ترمذی میں حضرت انسؓ سے مروی ہے ، نبی اکرم ﷺ سے پوچھا گیا رمضان کے بعد کون سے روزے افضل ہیں ۔آپؐ نے فرمایا: شعبان، تعظیمِ رمضان کی وجہ سے۔(۲۵)

صحیح مسلم کی حدیث اس کے معارض ہے۔جس کے مطابق رمضان کے بعد افضل روزے محرم کے روزے ہیں۔(۲۶)

علامہ قسطلانی نے صحیح مسلم کی روایت کو اولیٰ قرار دیا ہے۔(۲۷)

☆سریہ عبداللہ بن عتیک کا ذکر کرتے ہوئے مؤلف لکھتا ہے:

''وہ سریہ جو آپؐ نے ابو رافع یہودی کو قتل کرنے کے لیے بھیجا اس سریہ میں چار صحابہ شامل تھے۔"(۲۸)

محمد بن سعد کی روایت کے مطابق :عبداللہ بن انیس نے ابو رافع کو قتل کیا۔(۲۹)

جبکہ صحیح بخاری کی روایت کے مطابق عبداللہ بن عتیک اکیلے نے اسے قتل کیا۔(۳۰)

علامہ قسطلانی نے صحیح بخاری کی روایت کو درست قرار دیا ہے۔(۳۱)

**اہلِ سیر کی روایات کو محدثین کی روایات پر ترجیح:۔**

علامہ قسطلانی گو کہ محدثین کی روایات کو اہلِ سیر کی روایات پر ترجیح دیتے ہیں لیکن بعض ایسی روایات جن میں محدثین اور اہلِ سیر کے درمیان اختلاف ہے آپ نے اہلِ سیر کی روایات کو ترجیح دی ہے۔جو اس بات کی دلیل ہے کہ آپ روایات کو یوں ہی قبول نہیں کر لیتے بلکہ تحقیق و تفتیش کے بعد صحیح روایت کو لیتے تھے۔

☆جمیع اہل سیر کے مطابق غزوہ بدر کے موقع پر تقریر سعد بن معاذؓ نے کی تھی۔(۳۲) جبکہ صحیح مسلم کی روایت ہے کہ یہ تقریر سعد

---

۲۱۔ المواہب اللدنیہ،۱/۲۷۴

۲۲۔ صحیح بخاری، کتاب المغازی، باب غزوۂ سیف البحر،۳/۵/۱۱۴؛ سنن ابوداؤد، کتاب الأطعمہ، باب فی دواب البحر،۳/۲۶۳(۳۸۴۰)

۲۳۔ المواہب اللدنیہ،۱/۳۰۴

۲۴۔ ایضاً،۱/۳۰۴،۳۰۵

۲۵۔ جامع ترمذی، کتاب الزکوۃ، باب ماجاء فی فضل الصدقہ،۱۷۰(۶۶۳)

۲۶۔ صحیح مسلم، کتاب الصیام، باب فضل صوم المحرم،۴/۸/۵۵

۲۷۔ المواہب اللدنیہ،۳/۲۹۹

۲۸۔ ایضاً،۱/۲۶۱

۲۹۔ الطبقات الکبریٰ،۲/۲۹۵

۳۰۔ صحیح بخاری، کتاب المغازی، باب قتل ابی رافع عبداللہ بن ابی الحقیق۔۔۔۶۸۲،۶۸۳(۴۰۳۸)

۳۱۔ المواہب اللدنیۃ،۱/۲۶۳

۳۲۔ السیرۃ النبویۃ،۲/۲۲۷؛ جوامع السیرۃ،۱۰۹

بن عبادہؓ نے کی تھی۔(۳۳)علامہ قسطلانی نے ابن سید الناس کے حوالے سے لکھا ہے:

''امام مسلم نے اپنی روایت میں لکھا ہے کہ یہ الفاظ سعد بن عبادہؓ نے کہے تھے جبکہ یہ الفاظ سعد بن معاذؓ سے معروف ہیں، جیسا کہ ابنِ اسحاق نے اس کو روایت کیا ہے۔(۳۴)

☆غزوہ بدر میں کفار کے ساتھ مبارزت میں حضرت حمزہؓ عتبہ کے مقابلے میں، حضرت عبیدہ بن جراحؓ شیبہ کے مقابلے میں اور حضرت علیؓ ولید کے مقابلے میں نکلے۔یہ اہلِ سیر کی روایت ہے۔(۳۵)

لیکن سنن ابوداؤد کی روایت میں ہے کہ حضرت عبیدہؓ نے ولید کا اور حضرت علیؓ نے عتبہ کا مقابلہ کیا۔(۳۶)

علامہ قسطلانی نے اس موقع پر اہلِ سیر کی روایت کو قبول کیا ہے۔علامہ ابنِ حجر کے حوالے سے لکھتے ہیں۔

''سنن ابوداؤد کی روایت اگرچہ صحیح ترین ہے۔لیکن جو کچھ سیرت کی کتابوں میں مذکور ہے کہ حضرت علیؓ نے ولید کا مقابلہ کیا وہ مشہور بھی ہے اور لائقِ مقام بھی۔اس لیے کہ عبیدہ اور شیبہ دونوں بوڑھے تھے جیسے کہ عتبہ اور حمزہ دونوں بوڑھے تھے۔اس کے برخلاف حضرت علیؓ اور ولید دونوں جواں تھے۔(۳۷)

ابنِ اسحاق نے غزوہ خیبر کی تاریخ محرم سات ہجری بتائی ہے۔(۳۸) جبکہ امام مالک اور ابنِ حزم نے سن چھ ہجری کا آخر قرار دیا ہے۔(۳۹)علامہ قسطلانی نے ابنِ حجر کے قول کو اختیار کرتے ہوئے ابنِ اسحاق کی روایت کو راجح قرار دیا ہے۔(۴۰)

**محدثین کی خلافِ قرائن وقیاس روایات کی تردید:۔**

علامہ قسطلانی جہاں بعض روایات کو بعض پر ترجیح دیتے ہیں وہاں بہت سی خلافِ قرائن وقیاس روایات کی نشاندہی بھی کرتے ہیں۔

امام ابوداؤد نے ابوبکرہؓ سے ایک حدیث نقل کی ہے کہ انہوں نے نبی اکرمؐ کے ساتھ نمازِ خوف ادا کی تھی۔(۴۱)

علامہ قسطلانی نے ابن حجر کے حوالہ سے لکھا ہے:

''حالانکہ اس بات پر اتفاق ہے کہ ابوبکرۃ غزوۃ الطائف کے بعد ایمان لائے تھے اور صلوٰۃ الخوف غزوہ ذات الرقاع میں پہلی دفعہ پڑھی گئی ہے اور غزوہ ذات الرقاع غزوہ خیبر کے بعد وقوع پذیر ہوا تھا''(۴۲)

غزوہ تبوک کی تاریخ کے ضمن میں امام بخاری کی روایت کی تردید کرتے ہوئے لکھا ہے:''یہ غزوہ بلا اختلاف ہجرت کے نویں سال

---

۳۳۔ صحیح مسلم، کتاب الجہاد والسیر، ۱۲۴/۱۲/۶

۳۴۔ المواہب اللدنیہ، ۱۸۰/۱

۳۵۔ السیرۃ النبویۃ، ۲۳۷/۲؛ الطبقات الکبرٰی، ۲۵۷/۲

۳۶۔ سنن ابوداؤد، کتاب الجہاد، باب فی المبارزۃ، ۵۳/۳(۲۶۶۵)

۳۷۔ المواہب اللدنیہ ۱۸۲/۱؛ فتح الباری، کتاب المغازی، باب قتل ابی جہل، ۲۷/۸

۳۸۔ السیرۃ النبویۃ، ۳۵۷/۳، ابن سعد نے جمادی الاولیٰ ۷ ہجری کی تاریخ بتائی ہے۔دیکھئے الطبقات الکبرٰی، ۳۰۲/۲

۳۹۔ فتح الباری، کتاب المغازی، باب غزوۃ الخیبر، ۲۳۹/۸؛ جوامع السیرۃ، ۲۱۱

۴۰۔ المواہب اللدنیہ ۲۸۲/۱؛ فتح الباری، کتاب المغازی، باب غزوۃ الخیبر، ۲۳۹/۸

۴۱۔ سنن ابوداؤد، کتاب صلوٰۃ، باب من قال یصلی بکل طائفۃ رکعتین، ۱۷/۲(۱۲۴۸)

۴۲۔ المواہب اللدنیہ، ۲۳۰/۱؛ فتح الباری، کتاب المغازی، غزوۂ ذات الرقاع، ۱۷۹/۸، ۱۸۰

رجب کے مہینے میں وقوع پذیر ہوا۔لیکن امام بخاری نے اسے حجۃ الوداع کے بعد ذکر کیا ہے۔شاید یہ نساخ کی خطا ہے۔''(۴۳)

امام نسائی نے حضرت جابرؓ سے ایک حدیث نقل کی ہے:''نبی اکرم ﷺ جب عمرۃ الجعرانہ سے واپس آئے تو حضرت ابوبکرؓ کو حج پر بھیجا۔''(۴۴) علامہ قسطلانی کے مطابق:''اس سیاق میں غرابت اس اعتبار سے ہے کہ عمرۃ الجعرانہ کے سال امیر الحج عتاب بن اسید تھے۔جہاں تک ابوبکرؓ کا تعلق ہے تو وہ نو ہجری میں امیر الحج تھے۔''(۴۵)

علامہ قسطلانی نے حضرت عائشہؓ کی ایک روایت نقل کی ہے۔نبی اکرم ﷺ نے فرمایا:

''جب مجھے آسمان کی جانب لے جایا گیا تو میں جنت کے درختوں میں سے ایک درخت کے پاس کھڑا ہو گیا۔میں نے جنت میں اس سے بہتر درخت نہیں دیکھا اور نہ اس سے زیادہ سفید، نہ اس کے پھلوں جیسا کوئی پاکیزہ پھل۔میں نے اس کے پھلوں میں سے ایک پھل تناول کیا۔اس سے ایک نطفہ میری صلب میں گیا۔پس جب میں زمین کی طرف آیا تو میں نے حضرت خدیجہؓ کو حضرت فاطمہؓ سے حمل پایا۔''(۴۶)

یہ حدیث خلافِ قرائن ہے۔اس لیے کہ علامہ قسطلانی کے مطابق:اس میں یہ تصریح ہے کہ اسراء حضرت فاطمہؓ کی ولادت سے قبل ہوا تھا۔جبکہ حضرت فاطمہؓ نبوت سے سات سال قبل پیدا ہوئی تھیں اور اس میں کوئی شک نہیں کہ واقعہ اسراء نبوّت کے بعد ہوا تھا'' (۴۷)

دارقطنی نے اپنی سنن میں ایک حدیث نقل کی ہے:حضرت انسؓ فرماتے ہیں کہ نبی اکرم ﷺ نے سب سے پہلے حضرت جعفر بن ابی طالب کے لیے حجامت کو ناپسند کیا۔حضرت جعفرؓ نے روزے کی حالت میں پچھنے لگوائے ہوئے تھے۔آپؐ نے انہیں افطار کرنے کا حکم دیا۔پھر بعد میں آپؐ نے روزہ دار کے لیے پچھنے لگوانے کی اجازت دے دی اور حضرت انسؓ روزے کی حالت میں پچھنے لگواتے تھے۔''(۴۸)

علامہ قسطلانی کے مطابق''اس حدیث کے تمام راوی بخاری کے رواۃ سے ہیں لیکن متن حدیث میں نکارت اس وجہ سے ہے کہ یہ واقعہ فتح مکہ کے زمانہ میں پیش آیا جبکہ حضرت جعفرؓ اس سے پہلے شہید ہو گئے تھے۔(۴۹)

**اہلِ سیر کی خلافِ قرائن وقیاس روایات کی تردید**

علامہ قسطلانی نے اہلِ سیر کی کئی روایات کی اس بناء پر تردید کی کہ وہ قرائن کے خلاف تھیں۔اس کی چند مثالیں درج ذیل ہیں:۔

ابنِ اسحاق وابنِ سعد کے مطابق:پہلی عورت جو حضرت خدیجہؓ کے بعد مسلمان ہوئی وہ ام الفضل زوجہ حضرت عباسؓ ہیں اور

---

۴۳۔ المواہب اللدنیۃ،۱/۳۴۶؛صحیح بخاری،کتاب المغازی،باب غزوۂ تبوک،۱۲۸/۵/۳

۴۴۔ سنن نسائی،کتاب مناسک الحج،باب الخطبہ قبل یوم الترویۃ،۴۱۱،۴۱۲(۲۹۹۶)

۴۵۔ المواہب اللدنیۃ،۳۵۵/۱

۴۶۔ ایضاً،۳۸۱/۱

۴۷۔ ایضاً،۱/ ۳۸۱؛نیز دیکھیے اللآلی ء المصنوعۃ،۱/ ۳۹۳؛کتاب الموضوعات،۱/ ۳۰۸؛تذکرۃ الموضوعات،۹۹؛السنۃ ومکانتھافی التشریع الاسلامی،۴۹؛فتنہ وضع حدیث،۶۸

۴۸۔ سنن دارقطنی،کتاب الصیام،باب القبلۃ للصائم،۱۸۳/۴/۲

۴۹۔ المواہب اللدنیۃ،۲۸۲/۳،۲۸۳

اسماء بنت ابوبکر اور عائشہؓ ہیں۔(۵۰)

علامہ قسطلانی، امام مغلطائی کے حوالے سے اس کی تردید کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

''یہ وہم ہے۔ اس لیے کہ حضرت عائشہؓ اس وقت تک پیدا ہی نہیں ہوئی تھیں تو وہ ایمان کیسے لاتیں۔ آپؐ کی ولادت نبوت کے چوتھے سال ہوئی تھی۔''(۵۱)

غزوۂ سیف البحر جو قبیلہ ارض جھینیہ کی طرف بھیجا گیا تھا اس کی تاریخ ابنِ سعد نے آٹھ ہجری بتائی ہے۔(۵۲)

علامہ قسطلانی کے مطابق: ''یہ قول محلِ نظر ہے۔ اس لیے کہ اس مدت (۸ ہجری) کے دوران قریشی قافلوں کو لوٹنا ناممکن تھا وہ مسلح حالت میں تھے۔ پس صحیح یہ ہے کہ یہ غزوہ چھ ہجری سے قبل کا ہے۔(۵۳)

قاضی عیاض کے مطابق نبی اکرم ﷺ کی ولادت سے قبل محمد نام کے چھ لوگ تھے۔ ان ناموں میں انہوں نے محمد بن مسلمہ کا نام بھی شمار کیا ہے۔(۵۴) علامہ قسطلانی کے مطابق: یہ درست نہیں کیونکہ محمد بن مسلمہ انصاری نبی اکرم ﷺ کی ولادت کے بیس سال بعد پیدا ہوئے تھے۔(۵۵)

ابنِ الاثیر نے اپنی تاریخ میں لکھا ہے: زکوٰۃ ۹ھ میں فرض ہوئی تھی۔(۵۶)

علامہ قسطلانی کے مطابق: ابن الاثیر کا یہ قول محلِ نظر ہے۔ اس لیے کہ ضمام بن ثعلبہ کی حدیث، حدیثِ وفد عبدالقیس اور ابوسفیان کی ھرقل کے ساتھ بات چیت ۷ھ کے اوائل میں ہوئی تھی۔ (ان تمام احادیث میں زکوٰۃ کا ذکر ہے) ابوسفیان نے ھرقل سے کہا تھا کہ ''وہ ہمیں زکوٰۃ کا حکم دیتے ہیں۔''(۵۷)

**آپؐ کے قیام اللیل سے متعلق روایت میں حضرت عائشہؓ کے قول کو دیگر صحابہ کرامؓ کے اقوال پر ترجیح:**

آپؐ رات کی نماز میں کتنی رکعت پڑھا کرتے تھے اس بارے میں مختلف روایات ہیں۔ حضرت ابنِ عباسؓ کی حدیث جسے بخاری ومسلم نے روایت کیا ہے۔ اس کے مطابق آپؐ نے ۱۳ رکعتیں پڑھیں۔(۵۸)

جبکہ مسلم کی ایک اور روایت جو ابنِ عباس سے مروی ہے میں ۶ رکعت کی تعداد مروی ہے۔(۵۹)

حضرت عائشہؓ کی حدیث میں گیارہ رکعت کی تعداد مذکور ہے۔(۶۰)

---

۵۰۔ السیرۃ النبویۃ، ۲۹۰/۱

۵۱۔ المواہب اللدنیہ، ۱۱۶/۱

۵۲۔ الطبقات الکبریٰ، ۳۱۵/۲

۵۳۔ المواہب اللدنیۃ، ۳۰۴/۱

۵۴۔ الشفاء، ۳۱۳/۱؛ القول البدیع، ۷۲؛ نہایۃ الأرب، ۷۶/۱۶

۵۵۔ المواہب اللدنیۃ، ۳۷۵/۱

۵۶۔ الکامل فی التاریخ، ۱۵۶/۲

۵۷۔ المواہب اللدنیۃ، ۲۷۴/۳

۵۸۔ صحیح بخاری، کتاب الصلوۃ، باب التھجد باللیل، ۴۵/۲؛ صحیح مسلم، کتاب الصلوٰۃ، باب صلوٰۃ النبی ﷺ ودعاءَ باللیل، ۴۴/۶

۵۹۔ صحیح مسلم، کتاب الصلوٰۃ، باب صلوٰۃ النبی ﷺ ودعاءَ باللیل، ۵۱/۶

۶۰۔ صحیح مسلم، کتاب الصلوٰۃ، باب صلوٰۃ اللیل والوتر، ۱۶/۶، ۱۷؛ صحیح بخاری، کتاب الصلوٰۃ، باب طول السجود فی قیام اللیل، ۴۲/۲/۱، ۴۳

مؤلف علامہ ابن القیم کے حوالے سے لکھتے ہیں:

''جب نبی اکرم ﷺ کے رات کے قیام کے بارے میں ابنِ عباسؓ اور عائشہؓ کے درمیان اختلاف ہو جائے تو عائشہؓ کے قول کو اختیار کیا جائے گا کیونکہ وہ تمام لوگوں میں سے سب سے زیادہ آپؐ کے قیام اللیل کے متعلق جاننے والی ہیں۔''(۶۱)

رمضان میں آپؐ رات کو کتنی رکعت نماز پڑھا کرتے تھے۔حضرت ابوسلمۃ نے حضرت عائشہؓ سے پوچھا، نبی اکرم ﷺ کی نماز رمضان میں کیسی ہوتی تھی۔فرماتی ہیں: رمضان اور اس کے علاوہ میں گیارہ رکعت سے زیادہ نہ پڑھتے تھے۔''(۶۲)

جبکہ ابن ابی شیبہ نے حضرت ابنِ عباسؓ سے روایت کیا ہے: آپؐ رمضان میں بیس رکعت اور وتر پڑھا کرتے تھے۔(۶۳)

علامہ قسطلانی کے مطابق: اس حدیث کی اسناد ضعیف ہیں اور یہ حدیث عائشہؓ کی حدیث کے معارض ہے اور عائشہؓ نبی اکرم ﷺ کے رات کے احوال سے دوسروں کی نسبت زیادہ واقف ہیں۔(۶۴)

**سفر کے احوال سے متعلق ابنِ عمرؓ کی روایت کو حضرت عائشہؓ کی روایت پر ترجیح:۔**

سفر میں آپ کی نفل نماز کا ذکر کرتے ہوئے علامہ قسطلانی نے ابنِ عمرؓ کی حدیث نقل کی ہے:

ابن عمرؓ فرماتے ہیں: ''میں نے نبی اکرم ﷺ، ابوبکرؓ، عمرؓ اور عثمانؓ کے ساتھ سفر کیا۔وہ سب سفر میں ظہر اور عصر کی دو دو رکعت پڑھتے تھے۔اور ان دو رکعتوں سے پہلے بھی اور بعد میں بھی کوئی نماز نہ پڑھتے۔''(۶۵)

جبکہ عائشہؓ سے مروی ہے کہ:

''آپؐ ظہر سے پہلے اور بعد کی دو رکعت کبھی نہ چھوڑتے تھے۔''(۶۶)

علامہ قسطلانی کے مطابق: حضرت عائشہؓ کی اس حدیث میں اس بات کی صراحت نہیں ہے کہ آپؐ سفر میں بھی نہیں چھوڑتے تھے اور شاید کہ حضرت عائشہؓ نے آپؐ کے اکثر احوال جو اقامت سے متعلق تھے کے بارے میں خبر دی ہے اور مرد حضرات آپؐ کے سفر کے احوال سے عورتوں کی نسبت زیادہ واقف تھے۔(۶۷)

**مثبت نفی پر مقدم ہوتا ہے**

بعض متعارض روایات ایسی ہوتی ہے کہ جن میں ایک روایت سے کسی مسئلہ کا مثبت پہلو مستنبط ہوتا ہے تو دوسری روایت سے اس مسئلے کا منفی پہلو نکلتا ہے۔مؤلف نے ایسی متعارض روایات میں جس روایت سے مثبت پہلو نکلتا ہے اس کو اس روایت پر ترجیح دی ہے جس سے منفی پہلو نکلتا ہے۔المواہب اللدنیۃ میں اس کی چند مثالیں مذکور ہیں۔

☆ صحیح بخاری میں حضرت عائشہؓ سے روایت ہے:

---

۶۱۔ المواہب اللدنیۃ،۳/۲۰۲؛ زاد المعاد،۱/۳۲۹

۶۲۔ صحیح مسلم، کتاب الصلوۃ، باب صلوۃ اللیل والوتر،۱/۲۵۴؛ صحیح بخاری، کتاب الصلوۃ، باب قیام النبی ﷺ باللیل فی رمضان،۱/۲/۴۷

۶۳۔ المصنف (ابن ابی شیبہ) کتاب الصلوات، باب کم یصلی فی رمضان من رکعۃ،۲/۱۶۵(۷۶۷۹)

۶۴۔ المواہب اللدنیۃ،۳/۲۱۱

۶۵۔ صحیح بخاری، کتاب الصلوۃ، باب من لم یتطوع فی السفر دبر الصلوۃ،۱/۲/۳۸

۶۶۔ صحیح بخاری، کتاب الصلوۃ، باب الرکعتین قبل الظہر،۱/۲/۵۴

۶۷۔ المواہب اللدنیۃ،۳/۲۶۱

"مارأیت رسول اللہ ﷺ مستجمعا قط ضاحکاحتی اری لھواتہ انما کان یتبسم۔"(۶۸)

میں نے کبھی رسول اللہ ﷺ کواس طرح قہقہہ لگا کر ہنستے نہیں دیکھا جس سے آپ ﷺ کے لھوات نظر آ جائیں۔ بیشک آپ ﷺ مسکراتے تھے۔

جبکہ حضرت ابو ہریرہؓ سے مروی ہے۔

''فضحك رسول اللہ ﷺ حتی بدت نواجذہ۔''(۶۹)

آپ ﷺ اتنا ہنسے کہ آپ ﷺ کی نواجذ (پچھلی داڑھیں) ظاہر ہوگئیں۔

علامہ قسطلانی کے مطابق: ''حضرت عائشہؓ نے رویت کی نفی کی ہے اور ابوھریرہؓ نے جس چیز کا مشاہدہ کیا ہے اس کی خبر دی ہے اور مثبت نفی پر مقدم ہوتا ہے۔''(۷۰)

☆صحیحین میں حضرت انسؓ سے مروی ہے:

و کان اصحابہ علیہ السلام یصلون رکعتین قبل المغرب قبل ان یخرج الیھم ﷺ۔(۷۱)

اور آپ ﷺ کے اصحاب آپ ﷺ کے آنے سے پہلے مغرب کی دو رکعت نماز پڑھ لیتے تھے۔

مؤلف کے مطابق: اس حدیث سے ظاہر ہوتا ہے کہ نمازِ مغرب کے بعد اور نمازِ مغرب سے پہلے دو رکعتوں پر صحابہ کرامؓ کا عمل تھا۔ یہ استحباب پر دلالت کرتا ہے۔ جہاں تک یہ مروی ہے کہ آپؐ نے یہ دو رکعتیں نہیں پڑھیں تو اس سے استحباب کی نفی نہیں ہوتی بلکہ یہ دلیل ہے اس بات کی کہ یہ سنت نہیں ہے۔ ان دو رکعتوں کو امام احمد، امام اسحاق اور اصحاب حدیث نے مستحب کہا ہے۔(۷۲)

ابنِ عمرؓ سے مروی ہے:

مارأیت أحدا یصلیھا علی عھدہ ﷺ عن الخلفاء الاربعة و جماعة من الصحابة انھم کانوا لا یصلو نھما۔(۷۳)

میں نے نبی اکرم ﷺ اور خلفائے اربعہ کے زمانے میں کسی کو یہ دو رکعتیں پڑھتے نہیں دیکھا اور نہ ہی جماعتِ صحابہؓ میں سے کسی کو یہ دو رکعتیں پڑھتے دیکھا ہو۔

مؤلف کے مطابق ابنِ عمرؓ کے اس قول سے بعض مالکیہ نے ان دو رکعتوں کے نسخ کا دعوٰی کیا ہے۔ ان کے اس قول کی تردید کی گئی ہے۔ اس لیے کہ دعوٰی نسخ کی کوئی دلیل نہیں ہے اور روایت مثبت جو کہ حضرت انسؓ کی ہے وہ روایت نافی پر مقدم ہے اور روایت نافی ابنِ عمرؓ کی ہے۔(۷۴)

---

۶۸۔ صحیح بخاری، کتاب التفسیر، سورۃ الاحقاف، ۸۵۴/۴(۴۸۲۸) نیز دیکھیے کتاب الادب، باب التبسم والضحک، ۱۰۶۳/۳(۶۰۹۲)؛ شرح السنۃ ۴/ ۳۸۸؛ مصابیح السنۃ ۲/ ۴۰۱(۲۴۵۸)

۶۹۔ صحیح بخاری، کتاب الادب، باب التبسم والضحک، ۱۰۶۲/۳(۶۰۸۷)

۷۰۔ المواہب اللدنیۃ ۲/ ۵۴

۷۱۔ صحیح مسلم، کتاب صلوٰۃ المسافرین، باب استحباب رکعتین قبل صلوٰۃ المغرب، ۳۳۷/۱(۱۹۳۸)؛ جامع ترمذی، کتاب الصلوٰۃ، باب ماجاء فی الصلوٰۃ قبل المغرب ۵۱(۱۸۵)

۷۲۔ المواہب اللدنیۃ، ۲۲۹/۳

۷۳۔ ایضاً، ۲۲۹/۳

۷۴۔ ایضاً، ۲۳۰/۳

## موضوع وباطل روایات کی تردید ونشاندہی

''المواہب اللدنیہ'' میں موضوع اور ضعیف احادیث کثیر تعداد میں موجود ہیں۔ بقول علامہ شبلی نعمانی ان کی تعداد ہزار تک پہنچ جاتی ہے۔(۷۵) نبی اکرم ﷺ کی ولادت باسعادت، حقیقتِ محمدیہ ﷺ، قبر نبوی کی زیارت، حضرت عباسؓ کے فضائل میں اور دیگر کئی موضوعات کے تحت مؤلف نے موضوع احادیث سے استدلال کیا ہے۔ اور ان پر کوئی نقد وتبصرہ نہیں کیا۔

علاوہ ازیں بہت سی موضوع وباطل روایات کی انہوں نے نشاندہی کرتے ہوئے ان کی تردید بھی کی ہے۔ ان میں کچھ احادیث کا تذکرہ حسبِ ذیل ہے۔

أن الورد خلق من عرقه ﷺ أو من عرق البراق۔(۷۶)

بے شک گلاب کے پھول کو آپ ﷺ کے پسینے یا براق کے پسینے سے پیدا کیا گیا ہے۔

مؤلف کے مطابق: ہمارے شیخ سخاوی نے ''الاحادیث المشتہرۃ'' میں امام نووی کا قول نقل کیا ہے کہ یہ حدیث درست نہیں اور ابنِ حجر کے مطابق یہ حدیث موضوع ہے۔''(۷۷)

أبوالفرج النهر وانی نے ''الجلیس الصالح'' میں حضرت انسؓ سے ایک حدیث نقل کی ہے۔

لما عرج بی الی السماء بکت الارض من بعدی ۔۔۔ألامن أراد أن یشم رائحتی فلیشم الورد الاحمر۔(۷۸)

جب مجھے آسمان کی جانب لے جایا گیا تو زمین میرے بعد رو پڑی پس اس نے اپنی نباتات میں سے نصف اگایا۔ جب میں لوٹنے لگا تو میرے پسینے سے ایک قطرہ زمین پر گرا اور وہاں سرخ گلاب کا پھول اُگ آیا۔ جو شخص یہ چاہتا ہے کہ میری خوشبو سونگھے تو اسے چاہیے کہ وہ سرخ گلاب کا پھول سونگھے۔

مؤلف کے مطابق: میں نے اس حدیث کا ذکر اس لیے کیا ہے تاکہ معلوم ہو جائے کہ یہ موضوع حدیث ہے۔''(۷۹)

علامہ بیہقی کی ایک حدیث ہے حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں: نبی اکرم ﷺ جب بھی جائے حاجت کے لیے تشریف لے جاتے تو میں آپؐ کے پیچھے آتی تو کچھ نہ دیکھتی سوائے اس کے کہ پاکیزہ خوشبو سونگھتی۔(۸۰)

علامہ قسطلانی نے لکھا ہے کہ یہ حدیث حسن بن علوان کی موضوع احادیث میں سے ایک ہے۔ میں نے اس کا ذکر اس لیے کیا ہے تاکہ معلوم ہو جائے کہ یہ موضوع حدیث ہے۔(۸۱)

ان الله لما خلق العقل قال له أقبل فأقبل ثم قال له أدبر فأدبر فقال و عزتی و جلالی ما خلقت خلقا أشرف منك

---

۷۵۔ سیرۃ النبی ﷺ، ۱/۵۲

۷۶۔ المواہب اللدنیۃ، ۲/۷۴

۷۷۔ ایضاً، ۲/ ۷۴، علامہ قسطلانی کے علاوہ متعدد محدثین نے اس حدیث کو موضوع قرار دیا ہے دیکھیے کتاب الموضوعات، ۲/ ۲۵۷؛ کشف الخفاء، ۱/ ۲۵۸؛ اللآلی ء المصنوعۃ، ۲/ ۲۷۶؛ اللآلی ء المنثورہ، ۱۹۷؛ تذکرۃ الموضوعات، ۱۶۱؛ تنزیہ الشریعۃ، ۲/ ۲۷۰؛ المقاصد الحسنۃ، ۱۵۹؛ المصنوع، ۴۲؛ الاسرار المرفوعہ، ۱۳۴؛ أسنی المطالب، ۸۶

۷۸۔ المواہب اللدنیۃ، ۲/۷۵

۷۹۔ ایضاً، ۲/۷۵؛ نیز دیکھیے الاسرار المرفوعہ، ۳۷۷؛ الفوائد المجموعۃ، ۱۹۶؛ کتاب الموضوعات، ۲/۲۵۷، اللآلی ء المنثورۃ، ۱۹۸

۸۰۔ دلائل النبوۃ (بیہقی)، ۶/۷۰؛ العلل المتناہیۃ، ۱/۱۸۲؛ الشفاء، ۱/۸۸

۸۱۔ المواہب اللدنیۃ، ۲/۷۶

فبك آخذ وبك أعطى۔(۸۲)

جب اللہ تعالی نے عقل کو پیدا کیا تو اس سے کہا کہ آگے بڑھ۔ پس وہ آگے بڑھی۔ پھر اس سے کہا کہ پیچھے ہٹ۔ تو وہ پیچھے ہٹ گئی۔ تو اللہ نے فرمایا میری عزت اور جلال کی قسم میں نے تم سے زیادہ اشرف مخلوق پیدا نہیں کی۔ پس تیری ہی وجہ سے میں لیتا ہوں اور تیری ہی وجہ سے عطا کرتا ہوں۔

علامہ قسطلانی ابنِ تیمیہ کے حوالے سے لکھتے ہیں کہ یہ حدیث باتفاق موضوع ہے۔(۸۳)

☆ حضرت حذیفہؓ سے روایت ہے نبی اکرم ﷺ نے فرمایا:

ان جبريل أطعمني الهريسة ، يشدبها ظهري قيام الليل۔(۸۴)

''مجھے جبریلؑ نے ھریسہ کھلایا تاکہ اس کے ذریعے میں رات کے قیام کے لیے قوت حاصل کروں۔'' یہ حدیث طبرانی کی اوسط میں ہے۔

اس حدیث کی سند میں ایک راوی محمد بن الحجاج اللخمی واضع حدیث ہے۔ اس نے اس حدیث کو وضع کیا ہے۔(۸۵)

☆ ایک اور حدیث علامہ قسطلانی نے صیغہ تمریض کے ساتھ نقل کی ہے:۔

الفقر فخري وبه افتخر۔(۸۶)

فقر میرا فخر ہے اور اس کی وجہ سے میں فخر کرتا ہوں۔

مؤلف نے اس حدیث کی تردید میں ابنِ حجر کا قول نقل کیا ہے۔ ابنِ حجر کے مطابق:

''هو باطل موضوع''۔(۸۷)

یہ حدیث باطل اور موضوع ہے۔

☆ حدیث الحمار کو مؤلف نے بحوالہ ابن الجوزی موضوع قرار دیا ہے۔(۸۸)

سنن ابن ماجہ میں حضرت انسؓ سے مروی ہے۔ نبی اکرمؐ مریض کی تین دن بعد عیادت کرتے تھے۔(۸۹)

مؤلف نے بحوالہ ابو حاتم اس حدیث کو باطل قرار دیا ہے۔(۹۰)

ان کے علاوہ مؤلف نے تقریباً اکیس مقامات پر موضوع روایات کی نشاندہی کرتے ہوئے انہیں باطل اور موضوع قرار دیا

---

۸۲۔ المواہب اللدنیۃ،۱۸۶/۲

۸۳۔ ایضاً، ۲ / ۱۸۶، نیز دیکھیے المقاصد الحسنۃ،۲۱۶؛ اللآلی ء المصنوعۃ،۱ / ۱۲۹،۱۳۰؛ الاسرار المرفوعۃ، ۱۲۴ ،۱۳۷؛ المصنوع،۳۵؛ کشف الخفاء،۱ / ۲۳۶ ،۲۳۷؛ اسنی المطالب،۵۰؛ تنزیہ الشریعۃ،۲۰۲،۲۰۳؛ کتاب الموضوعات،۱۲۱/۱

۸۴۔ المعجم الاوسط،۳۱۰/۷(۶۵۹۶)؛ المواہب اللدنیۃ،۱۳۱/۲

۸۵۔ المواہب اللدنیۃ،۱۳۱/۲، نیز دیکھیے علل الحدیث۸/۲، المصنوع۲۰۹، الاسرار المرفوعۃ۱۱۰، اللآلی ء المصنوعۃ۲/ ۲۳۴، ۲۳۵، کشف الخفاء۵۷، کتاب الموضوعات۲/۲۱۹، ۲۲۰

۸۶۔ المواہب اللدنیۃ،۱۲۶/۲

۸۷۔ ایضاً،۱۲۶/۲؛ المصنوع،۹۷؛ کشف الخفاء،۸۷/۲؛ اسنی المطالب،۲۱۷؛ المقاصد الحسنۃ،۳۵۵

۸۸۔ المواہب اللدنیۃ،۲۲۵/۲؛ کتاب الموضوعات،۲۱۸/۱؛ اسنی المطالب،۱۱۶

۸۹۔ المواہب اللدنیۃ،۵/۳

۹۰۔ ایضاً،۵/۳؛ نیز دیکھیے کشف الخفاء۷۵/۲؛ تنزیہ الشریعۃ،۳۵۷/۲؛ اللآلی ء المصنوعۃ،۲/ ۴۰۳؛ اللآلی ء المنثورۃ۴۶؛ الفوائد المجموعۃ۲۶۴؛ فتنۂ وضع حدیث۱۸۹

ہے۔(۹۱)

## ضعیف روایات کی نشاندہی

المواہب اللدنیہ میں ضعیف احادیث بکثرت ہیں۔مؤلف نے ان ضعیف احادیث کی نشاندہی کی ہے اوران کے ضعف کی وجہ بھی بیان کی ہے۔ان ضعیف احادیث میں منکر،متروک،معضل ، مدرج ہر درجے کی ضعیف احادیث ہیں۔بعض احادیث شدید ضعف کی حامل ہیں۔

مؤلف نے عقیق کی انگوٹھی پہننے سے متعلق ضعیف احادیث کی نشاندہی کی ہے۔مثلاً

تختموا بالعقيق واليمين أحق بالزينة)،( تختموا بالعقيق فانه مبارك(۹۲)

تم عقیق کی انگوٹھی پہنو اور دایاں ہاتھ زینت کا زیادہ حق دار ہے،تم عقیق کی انگوٹھی پہنو بیشک وہ باعث برکت ہوتی ہے۔

مؤلف نے ابن حجر کے حوالے سے لکھا ہے کہ یہ تمام احادیث غیر ثابت ہیں۔(۹۳)

ابن سعد اور ابنِ ابی شیبہ نے حضرت اُبوسعید خدریؓ سے روایت کیا ہے:

''ہم نبی اکرم ﷺ کے ساتھ رمضان کی ۱۸ تاریخ کو خیبر کی طرف نکلے۔''(۹۴)

علامہ قسطلانی کے مطابق: اس حدیث کی اسناد حسن ہیں۔لیکن راوی سے خطا ہوگئی ہے۔شاید کہ آپ حنین کے لیے نکلے تھے۔ حدیث میں تصحیف ہوگئی ہے ۔اس کی توجیہ یہ ہے کہ غزوہ حنین ،غزوہ الفتح کے فوراً بعد ہوا تھا اور غزوہ الفتح میں آپؐ رمضان میں نکلے تھے۔''(۹۵)

مسند احمد اور سنن ابوداؤد میں عبداللہ بن ابوعامر الغسیل کی روایت ہے:

آپ نے ہر نماز کے لیے وضو کا حکم دیا ہے خواہ طاہر ہو یا غیر طاہر۔(۹۶) پس جب یہ حکم گراں ہوا تو آپؐ نے ہر نماز کے لیے مسواک کا حکم دیا اور وضو کا حکم ہٹا دیا۔سوائے حدث لاحق ہونے کے۔

مؤلف کے مطابق: اس حدیث کی سند میں محمد بن اسحاق راوی نے اس کو عنعن کے ذریعے روایت کیا اور وہ مدلس راوی ہے اور خصائص تو دلیلِ صحیح سے ہی ثابت ہوتے ہیں۔''(۹۷)

امام بخاری اور مسلم کی روایت ہے حضرت انسؓ فرماتے ہیں:۔

---

۹۱۔ المواہب اللدنیۃ ۱/۳۸۱،۲/۲۰،۲۲،۲۶،۳۵،۶۲،۷۴،۷۵،۷۶،۸۶،۱۵۴،۱۷۲،۱۸۳،۴۰۲،۴۰۷،۴۰۸،۴۱۲،۳/۹۹،۱۰۳،۳۷۴،۴۴۶

۹۲۔ ایضاً،۲/۱۶۸

۹۳۔ ایضاً،۲/ ۱۶۹،ان احادیث کی دیگر بہت سے محدثین نے تردید کی ہے۔دیکھئے کتاب الضعفاء،۴/ ۲۹۷؛ العلل المتناهية،۲/ ۲۰۵؛کشف الخفاء،۱/ ۲۹۹۔۳۰۰؛اسنی المطالب،۱۱۲؛ المقاصد الحسنة،۱۸۲؛تنزيه الشريعة،۲ / ۲۷۵؛اللآلی ء المصنوعة،۲ / ۲۷۲،۲۷۳،الاسرار المرفوعة،۱۵۸؛ الفوائد المجموعة،۱۹۴،تصحیفات المحدثین،۱/۳۶۰

۹۴۔ الطبقات الکبریٰ،۲/ ۳۰۴،المصنف (ابن ابی شیبہ)،کتاب المغازی،باب غزوۃ الخیبر ،۷/۳۹۴(۳۶۸۶۹)

۹۵۔ المواہب اللدنیۃ،۱/ ۲۸۲

۹۶۔ سنن ابوداؤد،کتاب الطہارۃ،باب السواک،۱/۱۲(۴۸)

۹۷۔ المواہب اللدنیۃ،۳/ ۱۱۴

آپؐ، ابوبکر اور عمر نماز کی ابتدا میں سورۃ فاتحہ پڑھتے تھے۔(۹۸) مسلم کی روایت میں ہے۔ میں نے ان میں سے کسی کو بسم اللہ الرحمٰن الرحیم پڑھتے نہیں سنا۔(۹۹)

مؤلف کے مطابق : لیکن یہ حدیث معلول ہے ۔حفاظ نے اسے معلول قرار دیا ہے جیسا کہ علوم الحدیث کی کتب میں ہے۔''(۱۰۰)

علامہ قسطلانی نے صحیحین کے علاوہ باقی صحاح وسنن اور اسانید کے مجموعوں میں موجود ضعیف احادیث نقل کی ہیں۔ اکثر احادیث کے ضعف کو بھی بیان کر دیا ہے۔ حدیث کے مجموعوں کے علاوہ، سیرت اور تاریخ کی کتابوں سے لی گئی روایات پر بھی تنقید وتبصرہ کیا ہے۔ حدیث کے متن اور سند دونوں میں موجود ضعف کو بیان کیا ہے۔ علامہ قسطلانی نے جن مصادر وماخذ کی احادیث پر کلام کیا ہے ان کی فہرست ذیل میں نقل کی جاتی ہے۔ حاشیہ میں ''المواہب اللدنیہ'' کے وہ صفحات نمبر بھی درج کیے جاتے ہیں جہاں ضعیف احادیث پر کلام کیا گیا ہے۔ یہ مصادر وماخذ درج ذیل ہیں۔

سنن ترمذی(۱۰۱)، سنن ابوداؤد(۱۰۲)، سنن ابن ماجہ(۱۰۳)، سنن نسائی(۱۰۴)، امام حاکم کی المستدرک(۱۰۵)، امام طبرانی کی معاجم ثلاثہ(۱۰۶)، مسند احمد بن حنبل(۱۰۷)، مسند بزار(۱۰۸)، مسند ابویعلی(۱۰۹)، دیلمی کی مسند الفردوس(۱۱۰)، سنن دارمی(۱۱۱)، مصنف ابن ابی شیبہ(۱۱۲)، مصنف عبدالرزاق(۱۱۳)، صحیح ابن حبان(۱۱۴)، مسند ابوداؤد طیالسی(۱۱۵)، مسند الشہاب(۱۱۶)، العسکری کی

---

۹۸۔ صحیح بخاری، کتاب الصلوٰۃ، باب مایقول عند التکبیر، ۱/۱/۱۸۱

۹۹۔ صحیح مسلم، کتاب الصلوٰۃ، باب حجۃ من قال لا تجہر بالبسملۃ، ۱۶۹(۸۹۰)

۱۰۰۔ المواہب اللدنیۃ، ۳/۱۴۲

۱۰۱۔ ایضاً، ۱/۳۰۲، ۲/۳۵، ۳۸، ۱۲۴، ۲۰۶، ۲۶۳

۱۰۲۔ ایضاً، ۱/۱۸۲، ۲۸۹، ۴۶۷، ۲/۳۱، ۳۸، ۱۳۰، ۱۶۱، ۳/۱۶، ۲۸۳، ۳۶۰، ۳۹۸

۱۰۳۔ ایضاً، ۲/۳۵، ۱۲۸، ۲۵۵، ۳/۱۱۸، ۱۲۳، ۲۰۷

۱۰۴۔ ایضاً، ۱/۲۳۱، ۲۸۹، ۳۵۵، ۳/۱۶، ۳۰۳

۱۰۵۔ ایضاً، ۱/۱۹۷، ۲۸۶، ۳۰۲، ۳۸۳، ۲/۳۵، ۳۸، ۳۱۱، ۳/۷۱، ۹۹، ۱۶۰، ۲۱۷، ۴۲۴

۱۰۶۔ ایضاً، ۱/۱۶۵، ۴۶۵، ۲/۸۴، ۱۳۱، ۲۲۶، ۳۸۱، ۴۰۸، ۵۱۹، ۳/۷۲، ۷۷، ۸۷، ۸۸، ۳/۲۸۵، ۲۸۹، ۲۹۹، ۳۵۶، ۳۸۳، ۴۲۵

۱۰۷۔ ایضاً، ۱/۴۶۷، ۲/۲۲۲، ۳/۱۶، ۱۱۷، ۲۰۶، ۲۱۴، ۳۰۳، ۳۹۷

۱۰۸۔ ایضاً، ۱/۱۶۴، ۲/۱۲۱، ۱۷۱، ۳/۲۱۷، ۲۲۰، ۲۳۱

۱۰۹۔ ایضاً، ۱/۳۱۲، ۲/۱۴۲، ۱۷۴، ۳/۳۸۰، ۴۰۲

۱۱۰۔ ایضاً، ۲/۲۶، ۴۴، ۷۴، ۷۵، ۱۲۱

۱۱۱۔ ایضاً، ۲/۳۸

۱۱۲۔ ایضاً، ۱/۲۸۲، ۲/۲۶، ۳/۲۱۱

۱۱۳۔ ایضاً، ۳/۱۹۰، ۲۲۶

۱۱۴۔ ایضاً، ۲/۳۸، ۱۲۴، ۱۷۴، ۱۸۱، ۲۰۹، ۳/۴۰۴، ۴۲۵

۱۱۵۔ ایضاً، ۲/۳۲۰، ۳/۱۰۳

۱۱۶۔ ایضاً، ۲/۲۱، ۳۵

الامثال (۱۱۷)، ابن عدی کی الکامل (۱۱۸)، ابوعبدالرحمٰن السلمی کی آداب الصحبۃ (۱۱۹)، امام طحاوی کی مشکل الاثار (۱۲۰)، عقیلی کی ضعفاء الرجال (۱۲۱)، علامہ بیہقی کی دلائل النبوۃ (۱۲۲)، ابونعیم کی دلائل النبوۃ، الطب النبویؐ اور فضل العالم العفیف (۱۲۳)، سیرت ابنِ اسحاق (۱۲۴)، طبقات ابن سعد (۱۲۵)، تاریخ طبری (۱۲۶)، واقدی کی کتاب المغازی (۱۲۷)، علامہ سرقسطی کی دلائل النبوۃ (۱۲۸)، ابنِ سبع کی شفاء الصدور (۱۲۹)، الغیلانیات (۱۳۰)، تفسیر ابن ابی حاتم (۱۳۱) اور تفسیر ابن مردویہ (۱۳۲)۔ نیز ابن ابی الدنیا (۱۳۳)، ابن قیتبہ (۱۳۴) اور ابن عساکر (۱۳۵) کی روایات کی تضعیف کی ہے۔

**(۲) متعارض ومتناقض روایات میں جمع وتطبیق:۔**

علامہ قسطلانی نے گہرے تفکر وتدبر اور تحقیق وجستجو کے بعد ''المواہب اللدنیہ'' میں بہت سے مقامات پر متعارض ومتناقض روایات کی نشاندہی کرتے ہوئے ان کے درمیان مطابقت پیدا کی ہے۔ متضاد روایات کی نشاندہی اور ان کے درمیان مطابقت پیدا کرنا مؤلف کی دقتِ نظر اور بصیرت پر دال ہے۔

یوں تو ''المواہب اللدنیہ'' میں متعارض روایات میں جمع وتطبیق کی کثیر مثالیں موجود ہیں لیکن یہاں پر چند امثال کا تذکرہ کیا جاتا ہے۔ جس سے اندازہ ہوگا کہ علامہ قسطلانی کا متضاد روایات میں جمع وتطبیق کے ضمن میں کیا طرزِ استدلال ہے۔

☆ امام بخاری اور جمیع اہلِ مغازی کے نزدیک غزوہ بنی قریظہ کے لیے روانگی کے وقت نبی اکرم ﷺ نے صحابہ کرامؓ کو ہدایت کی

---

۱۱۷۔ المواہب اللدنیہ، ۲/۱۹، ۳۱، ۳۵

۱۱۸۔ ایضاً، ۲/۲۲، ۱۱۱، ۱۳۸، ۱۷۲، ۳/۴۳، ۱۱۵، ۲۱۸، ۳۵۸، ۴۰۴

۱۱۹۔ ایضاً، ۲/۲۷

۱۲۰۔ ایضاً، ۲/۱۲۷

۱۲۱۔ ایضاً، ۳/۷۱

۱۲۲۔ ایضاً ۱/۲۸۶، ۲/۳۷، ۳۸، ۳۵۸، ۳۸۷، ۵۲۴، ۳/۳۴، ۷۷، ۷۸، ۸۸، ۲۲۴، ۲۴۶، ۳۴۲، ۳۵۸، ۳۶۰، ۴۶۴

۱۲۳۔ ایضاً، ۱/۶۲، ۶۳، ۲/۱۳۳، ۲۰۷، ۲۲۵، ۲۲۶، ۴۱۲، ۳/۳۰۹، ۳۵۸

۱۲۴۔ ایضاً، ۱/۶۲، ۱۱۶، ۲۶۶، ۲۷۸

۱۲۵۔ ایضاً، ۱/۱۱۶، ۲۸۲، ۳۰۵، ۳۳۹، ۲/۶۱، ۶۲

۱۲۶۔ ایضاً، ۱/۲۶۵

۱۲۷۔ ایضاً، ۱/۳۱۰

۱۲۸۔ ایضاً، ۲/۲۰

۱۲۹۔ ایضاً، ۲/۳۸۱، ۴۳۹

۱۳۰۔ ایضاً، ۲/۱۳۵

۱۳۱۔ ایضاً، ۲/۳۲۵، ۳۷۶، ۳۹۱، ۴۷۷

۱۳۲۔ ایضاً، ۱/۲۶۴، ۲/۳۷۶، ۴۰۷، ۳/۴۳۷، ۴۷۷

۱۳۳۔ ایضاً، ۲/۱۲۸، ۳/۴۴۵

۱۳۴۔ ایضاً، ۳/۲۸

۱۳۵۔ ایضاً، ۱/۴۲۳، ۲/۲۲۵، ۳/۴۶۴

کہ وہ عصر کی نماز بنی قریظہ پہنچ کر پڑھیں گے۔لیکن راستے میں عصر کا وقت ہوگیا۔بعض صحابہ کرامؓ نے عصر کی نماز راستے میں پڑھ لی اور بعض نے نبی اکرم ﷺ کے فرمان کے پیشِ نظر نہیں پڑھی کہ بنی قریظہ پہنچ کر پڑھیں گے۔(۱۳۶)

امام مسلم کے نزدیک یہ ظہر کی نماز تھی۔(۱۳۷)

علامہ قسطلانی نے بخاری و مسلم کی روایات میں موجود تضاد کو رفع کرتے ہوئے لکھا ہے:۔

''ہوسکتا ہے کہ بعض صحابہ کرامؓ نے ظہر کی نماز پڑھ لی ہو اور بعض نے نہ پڑھی ہو۔جن صحابہ کرامؓ نے ظہر کی نماز نہیں پڑھی تھی ان سے کہا ہو کہ وہ ظہر کی نماز نہ پڑھیں اور جن صحابہ کرامؓ نے ظہر کی نماز پڑھ لی تھی انہیں عصر کی نماز نہ پڑھنے کا حکم دیا ہو۔(۱۳۸)

☆اسی طرح مؤلف نے صحیح بخاری اور مسندِ حارث بن ابی اسامہ کی احادیث میں جمع وتطبیق پیدا کی ہے۔صحیح بخاری میں ابنِ عباسؓ سے مروی ہے:۔

تحشرون حفاة عراة غرلا (كما بدانا اول خلق نعيده) وان اول الخلائق يكسى يوم القيامة ابراهيم۔(۱۳۹)

تم برہنہ سر، برہنہ بدن اور ننگے پاؤں اٹھائے جاؤ گے(جیسا کہ ہم نے پہلی مرتبہ پیدا فرمایا اسی طرح دوبارہ انہیں اٹھائیں گے) اور مخلوق میں سے سب سے پہلے ابراھیمؑ کو قیامت کے روز لباس پہنایا جائے گا۔

جبکہ مسند حارث بن ابی اسامہ کی حدیث میں ہے:۔

فانهم يبعثون فى اكفانهم ويتزاورون فى اكفانهم(۱۴۰)

مردے اپنے کفنوں میں اٹھائے جائیں گے اور انہی میں ایک دوسرے سے ملاقات کریں گے۔

مؤلف کے مطابق: اس حدیث اور بخاری کی حدیث میں جمع اس طرح ممکن ہے کہ ان میں سے بعض کو برہنہ اٹھایا جائے گا اور بعض کو لباس کے ساتھ۔یا سب کو برہنہ اٹھایا جائے گا پھر انبیاءؑ کو لباس پہنایا جائے گا اور سب سے پہلے ابراھیمؑ کو لباس پہنایا جائے گا یا پھر یہ کہ سب قبروں سے ان کپڑوں کے ساتھ اٹھائے جائیں گے جن میں انہوں نے وفات پائی۔حشر کی ابتداء میں وہ کپڑے ان سے بکھر جائیں گے اور سب برہنہ اٹھائے جائیں گے۔اس کے بعد سب سے پہلے ابراھیمؑ کو لباس پہنایا جائے گا۔''(۱۴۱)

☆امام بخاری کی روایت کے مطابق نبی اکرم ﷺ کے دروازے پر کوئی دربان نہیں ہوتا تھا۔(۱۴۲)

لیکن ابوموسیٰ اشعریؓ کی حدیث میں مذکور ہے کہ آپؐ کے دروازے پر دربان تھا۔یہ روایت مسند احمد اور امام بخاری کی کتاب الفتن میں موجود ہے۔(۱۴۳)

---

۱۳۶۔ صحیح بخاری، کتاب المغازی، باب مرجع النبی ﷺ من الاحزاب ومخرجہ الی بنی قریظہ،۵۰/۵/۳؛ السیرة النبویة،۲۵۹/۳؛ الطبقات الکبریٰ،۲۸۵/۱؛ تاریخ الامم والملوک،۴۲۹/۲

۱۳۷۔ صحیح مسلم، کتاب الجهاد والسیر،۷۸۶(۴۶۰۲)

۱۳۸۔ المواہب اللدنیۃ،۲۴۸/۱،۲۴۹

۱۳۹۔ صحیح بخاری، کتاب احادیث الانبیاء،۸۵۰(۳۴۴۷)

۱۴۰۔ علامہ ابن الجوزی نے اس حدیث کے متعلق کہا ہے کہ یہ درست نہیں۔دیکھیئے کتاب الموضوعات،۴۱۴/۲

۱۴۱۔ المواہب اللدنیۃ،۴۳۹/۳

۱۴۲۔ صحیح بخاری، کتاب الجنائز، باب زیارة القبور،۲۰۵(۱۲۸۳)

۱۴۳۔ صحیح بخاری، کتاب الفتن، باب الفتنة التی تموج کموج البحر،۱۲۲۳(۷۰۹۷)

مؤلف نے ان دونوں روایات کے درمیان مطابقت پیدا کرتے ہوئے لکھا ہے۔

''جب آپؐ اپنے اہلِ خانہ کے ساتھ مصروف نہ ہوتے اور نہ ہی کسی اور ذاتی کام میں مشغول ہوتے تو اپنے اور لوگوں کے درمیان سے حجاب اٹھا دیتے تھے۔ تاکہ لوگ اپنے کاموں کے لیے آسکیں۔'' (۱۴۴)

☆سنن ابوداؤد کی روایت ہے۔ عبداللہ بن عمرو بن العاص فرماتے ہیں:

''میں نے نبی اکرم ﷺ کو کبھی ٹیک لگا کر کھاتے ہوئے نہیں دیکھا'' (۱۴۵)

جبکہ ابن ابی شیبہ نے مجاہد سے روایت کیا ہے۔ نبی اکرم ﷺ نے کبھی ٹیک لگا کر نہیں کھایا سوائے ایک مرتبہ کے۔ (۱۴۶)

علامہ قسطلانی کے مطابق: ''ان دونوں روایات میں جمع اس طور پر ممکن ہے کہ مجاہد کی روایت میں ایک مرتبہ ٹیک لگا کر کھانے کا جو ذکر ہے اس کی اطلاع عبداللہ بن عمرو کو نہ ملی ہو۔'' (۱۴۷)

☆امام ترمذی نے حضرت جابرؓ سے روایت کیا ہے: نبی اکرم ﷺ فتح مکہ کے دن مکہ میں داخل ہوئے اور آپؐ پر سیاہ عمامہ تھا۔ (۱۴۸) جبکہ صحیح بخاری میں حضرت انسؓ فرماتے ہیں: آپؐ فتح کے سال مکہ میں داخل ہوئے تو آپؐ کے سر پر خود تھا۔ (۱۴۹)

مؤلف نے ان دونوں احادیث میں اس طرح مطابقت پیدا کی ہے کہ سیاہ عمامہ مغفر خود کے اوپر تھا۔ (۱۵۰)

☆صحیح بخاری کی روایت ہے: حضرت انسؓ سے مروی ہے:

كان يعني الحسين اشبههم برسول الله ﷺ۔ (۱۵۱)

حضرت حسینؓ نبی اکرم ﷺ سے مشابہت رکھتے تھے۔

اس کے برعکس حضرت انسؓ کا ایک اور قول ہے:

لم يكن احد اشبه بالنبي ﷺ من الحسن بن علي۔ (۱۵۲)

حسن بن علی سے بڑھ کر کوئی نبی اکرم ﷺ سے مشابہ نہیں تھا۔

مؤلف کے مطابق ان متعارض روایات میں جمع اس طور پر ممکن ہے کہ حضرت انسؓ کی وہ حدیث جس میں حضرت حسنؓ کی نبی اکرم ﷺ سے مشابہت کا ذکر ہے۔ حضرت حسنؓ کی زندگی میں ہی تھی۔ اس لیے کہ وہ ان دنوں اپنے بھائی حسینؓ سے زیادہ نبی اکرم ﷺ سے مشابہت رکھتے تھے۔ جس روایت میں حضرت حسینؓ کی مشابہت کا ذکر ہے تو وہ بعد کی روایت ہے۔ (۱۵۳)

---

۱۴۴۔ المواہب اللدنیۃ، ۲/ ۱۰۴

۱۴۵۔ سنن ابوداؤد، کتاب الاطعمۃ، باب ماجاء فی الأکل متکئا، ۳/ ۳۴۷ (۳۷۷۰)؛ السنن الکبریٰ (نسائی)، کتاب الاطعمۃ، باب الاکل متکئاً

۱۴۶۔ المصنف (ابن ابی شیبہ)، کتاب الاطعمۃ، باب من کان یأکل متکئاً، ۵/ ۱۳۹ (۲۴۵۰۶)

۱۴۷۔ المواہب اللدنیۃ، ۲/ ۱۳۸؛ نیز دیکھئے اللفظ المکرّم (ص ۹۹)

۱۴۸۔ جامع ترمذی، کتاب اللباس، باب ماجاء فی العمامہ السوداء، ۴/ ۲۱۴ (۱۷۳۵)؛ سنن ابوداؤد، کتاب اللباس، باب فی العمائم، ۴/ ۵۳

۱۴۹۔ صحیح بخاری، کتاب اللباس، باب المغفر، ۴/ ۷/ ۴۰؛ الموطأ، کتاب الحج، باب جامع الحج، ۳/ ۲۷۳ (۹۶۴)

۱۵۰۔ المواہب اللدنیۃ، ۲/ ۱۵۳

۱۵۱۔ صحیح بخاری، کتاب بدء الخلق، باب مناقب الحسن والحسین، ۲/ ۴/ ۲۱۷

۱۵۲۔ ایضاً، ۲/ ۴/ ۲۱۶

۱۵۳۔ المواہب اللدنیۃ، ۲/ ۵۳۴

☆ نبی اکرم ﷺ ظہر کی کتنی سنتیں پڑھتے تھے؟ امام بخاری نے ابنِ عمرؓ سے روایت کیا ہے: میں نے نبی اکرم ﷺ کے ساتھ ظہر سے پہلے دو رکعتیں اور بعد میں بھی دو رکعتیں پڑھیں۔ (۱۵۴)

اس کے برعکس ایک اور روایت میں امام بخاری نے حضرت عائشہؓ سے روایت کیا ہے: نبی اکرم ﷺ ظہر سے پہلے چار رکعتیں نہ چھوڑتے تھے اور نہ صبح کی نماز سے قبل دو رکعت نماز چھوڑتے۔ (۱۵۵)

علامہ قسطلانی ان متعارض احادیث میں مطابقت پیدا کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

جب نبی اکرم ﷺ اپنے گھر میں نماز پڑھتے تو چار رکعتیں ادا کرتے اور جب مسجد میں نماز ادا کرتے تو ظہر سے پہلے دو رکعت نماز ادا کرتے۔ یہ راجح قول ہے۔ یہ بھی کہا جاسکتا ہے کہ کبھی آپؐ چار رکعت ادا کرتے اور کبھی دو رکعتیں ادا کرتے۔ اس لیے کہ حضرت عائشہؓ اور ابنِ عمرؓ دونوں نے مشاہدہ کیا تھا۔ اور دونوں حدیثیں صحیح ہیں۔ ان میں سے کسی ایک پر بھی طعن نہیں کیا جاسکتا۔ (۱۵۶)

☆ صحیح بخاری میں حضرت ابوموسیٰ اشعریؓ کی حدیث ہے:

دعاالنبی ﷺ ثم رفع یدیہ حتی رأیت بیاض ابطیہ۔ (۱۵۷)

نبی اکرم ﷺ نے دعا کے لیے ہاتھ اٹھائے حتیٰ کہ میں نے آپ ﷺ کی بغلوں کی سفیدی دیکھی۔

لیکن حضرت انسؓ سے مروی ہے: نبی اکرمؐ دعا کرتے وقت ہاتھ نہیں اٹھاتے تھے سوائے استسقاء کے۔ (۱۵۸)

ان احادیث کے درمیان جمع اس طور پر ممکن ہے کہ استسقاء میں دونوں ہاتھ اس حد تک اٹھاتے کہ وہ چہرے کے بالمقابل ہو جاتے اور دعا میں کندھوں کے بالمقابل تک۔ (۱۵۹)

درج بالا مثالوں سے واضح ہوتا ہے کہ علامہ قسطلانی نے متعارض روایات میں مطابقت پیدا کرنے کے لیے کس طرح تحقیق و تفتیش کی ہے۔ یہ چیز مؤلف کی روایات و احادیث پر گہری دسترس کی عکاسی کرتی ہے اور ان کی وسعتِ نظر اور محققانہ بصیرت پر دال ہے۔ ''المواہب اللدنیہ'' کے اور بھی بہت سے مقامات پر مؤلف کی روایات و احادیث میں جمع و تطبیق کی مثالیں ملتی ہیں۔ (۱۶۰)

**(۳) شواہد حدیث:۔**

علامہ قسطلانی نے موضوع اور ضعیف احادیث کی نشاندہی اور تردید کے علاوہ ضعیف احادیث کو دیگر احادیث سے تقویت بھی دی ہے۔ مؤلف اس کے لیے ''شاہد'' کی اصطلاح استعمال کرتے ہیں۔ یعنی یہ حدیث کمزور حدیث کی شاہد ہے۔ گویا ضعیف حدیث کی تائید صحیح وضعیف دونوں احادیث سے کرتے ہیں۔ علامہ قسطلانی کے اس طرزِ استدلال کی چند مثالیں درج ذیل ہیں:۔

---

۱۵۴۔ صحیح بخاری، کتاب الصلوۃ، باب الرکعتین قبل الظہر، ۱/۲/۵۴

۱۵۵۔ ایضاً، ۱/۲/۵۴

۱۵۶۔ المواہب اللدنیہ، ۳/۲۲۶

۱۵۷۔ صحیح بخاری، کتاب الدعوات، باب رفع الایدی فی الدعا، ۴/۷/۱۵۳، ۱۵۴

۱۵۸۔ صحیح بخاری، کتاب العیدین، ابواب الاستسقاء، باب رفع الامام یدہ فی الاستسقاء، ۱/۲/۲۱

۱۵۹۔ المواہب اللدنیہ، ۳/۳۵۶

۱۶۰۔ ایضاً ۱/۱۴۵، ۱۵۵، ۱۷۶، ۱۸۹، ۲۲۰، ۳۵۶، ۴۰۵، ۲/۱۳، ۵۶، ۶۵، ۶۶، ۱۰۴، ۱۳۰، ۱۳۸، ۱۵۳، ۱۸۱، ۱۸۶، ۲۳۱، ۲۳۶، ۲۵۳، ۳۱۱، ۳۴۸، ۳۵۲، ۳۵۴، ۳۶۵، ۳۶۸، ۳۷۳، ۳۹۳، ۴۰۳، ۴۱۹، ۴۴۹، ۵۳۴، ۳/ ۳، ۱۲۹، ۱۴۴، ۱۵۰، ۱۵۱، ۱۶۳، ۱۹۰، ۲۱۲، ۲۱۳، ۲۱۹، ۲۲۶، ۲۳۵، ۲۵۸، ۲۵۹، ۲۹۰، ۲۹۹، ۳۰۰، ۳۲۲، ۳۵۶، ۳۸۰، ۴۳۹

☆ آپ کا قول ہے:

الاقتصاد فی النفقه نصف المعیشة ، والتودد الی الناس نصف العقل، وحسن السؤال نصف العلم۔ (۱۶۱)

خرچ میں اعتدال نصف معیشت ہے۔لوگوں سے محبت کرنا نصف عقل ہے اور حسنِ سوال نصف علم ہے۔

یہ حدیث بیہقی نے شعب الایمان اور قضاعی نے مسند الشھاب میں نقل کی ہے۔علامہ بیہقی نے اس حدیث کو ضعیف کہا ہے۔لیکن اس حدیث کی شاھد دوسری حدیث ہے۔جسے عسکری نے ''الامثال'' میں روایت کیا ہے:

الاقتصاد نصف العیش ، وحسن خلق نصف الدین۔ (۱۶۲)

میانہ روی نصف عیش ہے اور لوگوں سے اچھا سلوک کرنا نصف دین ہے۔

اس حدیث کے دیگر شواھد میں سے یہ حدیث بھی ہے:

السؤال نصف العلم، والرفق نصف المعیشة ، وما عال امرؤفی اقتصاد۔ (۱۶۳)

سوال نصف علم ہے اور نرمی نصف معیشت ہے اور میانہ روی اختیار کرنے والا کبھی تنگ دست نہیں ہوا۔

☆ شواہد حدیث کی دوسری مثال درج ذیل ہے: حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں:

لاتقطعوا اللحم بالسکین فانه صنیع الاعاجم وانهشوا فانه أهنا وأمرأ۔ (۱۶۴)

تم گوشت کو چھری سے مت کاٹو کہ یہ عجمیوں کا طریقہ ہے اور اسے دانتوں سے کھاؤ کیونکہ یہ بہت ہاضم اور زیادہ دلپسند ہے۔

امام ابوداؤد کے مطابق یہ حدیث قوی نہیں ہے۔ (۱۶۵)

علامہ قسطلانی ابن حجر کے حوالے سے لکھتے ہیں کہ حدیث انهشوا اللحم فانه اهنا وامرأ پہلی حدیث کی شاہد ہے۔ (۱۶۶)

☆ صحیح مسلم میں حضرت عائشہؓ سے مروی ہے: اللہ تعالیٰ نے سورۃ المزمل میں قیام اللیل کو فرض قرار دیا ہے۔یعنی ''یاایھا المزمل'' پس اللہ کے نبیؐ اور ان کے اصحاب نے اس پر عمل کیا۔حتیٰ کہ اس سورۃ کے آخر میں اس حکم میں تخفیف کر دی گئی۔پس قیام اللیل فرض کے بعد نفل ہو گیا۔ (۱۶۷)

محمد بن نصر نے قیام اللیل میں ابن عباسؓ سے ایسی ہی حدیث نقل کی ہے۔جو حضرت عائشہؓ کی حدیث کی شاہد ہے۔اس حدیث میں وضاحت ہے کہ حکم دینے اور منسوخ کرنے میں ایک سال کا عرصہ ہے۔ (۱۶۸)

شواھد حدیث کی ایک اور مثال یہ ہے: علامہ بیہقی نے حضرت انسؓ سے روایت کیا ہے:

---

۱۶۱۔ علل الحدیث،۲/ ۲۸۴؛ کشف الخفاء،۱/ ۱۵۸؛ المداوی،۳/ ۱۳۹

۱۶۲۔ کشف الخفاء،۱/ ۱۵۸؛ الدرر المنتثرہ،۱۰۵

۱۶۳۔ المواھب اللدنیۃ،۲/ ۳۶، ۳۷؛ کشف الخفاء،۱/ ۱۵۸

۱۶۴۔ سنن ابوداؤد، کتاب الاطعمۃ، باب فی اکل اللحم،۳/ ۳۴۹ (۳۷۷۸)؛ السنن الکبریٰ، کتاب الصداق،۱۱/ ۱۰۴ (۱۴۹۹۱)؛ تنزیہ الشریعۃ،۲/ ۲۴۸؛ کتاب الموضوعات،۲/ ۲۰۴

۱۶۵۔ سنن ابوداؤد، کتاب الاطعمۃ، باب فی اکل اللحم،۳/ ۳۴۹ (۳۷۷۸)

۱۶۶۔ المواھب اللدنیۃ،۲/ ۱۳۰

۱۶۷۔ صحیح مسلم، کتاب الصلوٰۃ، باب صلوٰۃ اللیل ومن نام عنہ اومرض،۳/ ۶/ ۲۶

۱۶۸۔ المواھب اللدنیۃ،۳/ ۱۹۹؛ قیام اللیل،۸۴، ۸۵

''الانبیاء احیاء فی قبورھم یصلون۔''(۱۶۹)

انبیاءؑ اپنی قبروں میں زندہ ہیں اور نماز پڑھتے ہیں۔

مؤلف کے مطابق اس حدیث کے شواہد میں سے صحیح مسلم کی حدیث ہے۔

واقعہ معراج کی حدیث میں آپؐ سے مروی ہے:

مررت بموسی وھو قائم یصلّی فی قبرہ۔(۱۷۰)

میں موسیٰؑ کے پاس سے گزرا اس حال میں کہ وہ اپنی قبر میں نماز پڑھ رہے تھے۔

شواھدِ حدیث کی اور بھی بہت سی مثالیں ''المواھب اللدنیہ'' میں موجود ہیں۔(۱۷۱)

**(۴) کثرتِ طرق کی بناء پر حدیث کی صحت:۔**

بعض محدثین کا اصول ہے کہ اگر کسی ضعیف حدیث کے متعدد طرق ہوں تو یہ اس بات کی دلیل ہے کہ اس حدیث کی کوئی نہ کوئی اصل ہے۔ کثرتِ طرق سے کمزور حدیث صحت کا درجہ حاصل کر لیتی ہے۔ ''المواھب اللدنیہ'' میں اس کی چند مثالیں درج ذیل ہیں۔

☆ سیرت اور تاریخ کی کتابوں میں واقعہ غرانیق مذکور ہے۔ وہ یہ ہے کہ آپؐ نماز میں سورۃ النجم کی قرأت کر رہے تھے۔ جب آپؐ اس آیت پر پہنچے ''افرایتم اللات والعزی ومناۃ الثالثۃ الاخری'' (النجم:۱۔۲) تو شیطان نے آپؐ کی تلاوت کے ساتھ یہ الفاظ ملا دیئے ''تلك الغرانیق العلی وان شفاعتھن الترتجی''۔ جب آپؐ نے سورۃ ختم کی اور سجدہ کیا تو مشرکین نے بھی آپؐ کے ساتھ سجدہ کیا۔ یہ خیال کرتے ہوئے کہ آپؐ ان کے معبودوں کا ذکر بھلائی کے ساتھ کر رہے ہیں اور یہ بات لوگوں میں پھیل گئی۔(۱۷۲)

یہ روایت متعدد طرق سے مروی ہے۔ مؤلف نے وہ تمام طرق نقل کیے ہیں۔ اس واقعہ کو امام فخر الدین رازی، قاضی عیاض، ابن حجر اور دیگر کئی علماء اور محققین نے باطل اور موضوع قرار دیا ہے۔(۱۷۳)

علامہ قسطلانی نے اس حدیث کے تمام طرق نقل کرنے کے بعد لکھا ہے:۔

فان الطرق اذا کثرت وتباینت مخارجھا دل ذلك علی ان لھا اصلاً۔(۱۷۴)

''جب کسی روایت کے طرق کثرت سے ہوں اور اس کے مخارج بھی واضح ہوں تو یہ اس بات کی دلیل ہے کہ اس واقعہ کی اصلیت ہے۔''

---

۱۶۹۔ مسند ابو یعلیٰ، ۳/۳۷۹(۳۴۱۲)؛ تاریخ دمشق، ۸/۱۵/۱۵۹؛ المطالب العالیۃ، ۳/۲۶۹(۳۴۵۲)

۱۷۰۔ صحیح مسلم، کتاب الفضائل، باب من فضائل موسیٰ، ۱۰۴۴(۶۱۵۸)

۱۷۱۔ المواھب اللدنیۃ، ۱/۳۵، ۴۶۶، ۲/۶۹، ۱۲۸، ۱۶۸، ۴۰۲، ۵۴۲، ۳/۷۶، ۱۰۳، ۱۸۸، ۲۲۹، ۲۸۲، ۳۱۰، ۴۴۱

۱۷۲۔ جامع البیان، ۱۰/۱۷/۱۸۶ تا ۱۹۰؛ تفسیر ابن ابی حاتم، ۸/۲۵۰۰ تا ۲۵۰۳؛ الدر المنثور، ۴/۲۶۲ تا ۲۶۴؛ الکشاف، ۳/۱۹؛ أسباب النزول، ۱۷۸؛ الوسیط ۳/۲۷۶؛ أحکام القرآن (جصاص)، ۵/۱۸۴؛ تاریخ الامم والملوک ۲/۲۴۷؛ الطبقات الکبریٰ، ۱/۹۸، ۹۹؛ الروض الانف ۲/۱۵۴؛ لباب النقول، ۱۵۲

۱۷۳۔ مفاتیح الغیب، ۱۲/۵۱؛ تفسیر القرآن العظیم، ۳/۲۵۳؛ احکام القرآن (ابن العربی)، ۳/۳۰۲ تا ۳۰۵؛ روح المعانی، ۱۰/۲۵۶؛ اللباب فی علوم الکتاب، ۱۴/۱۱۸؛ فتح القدیر، ۳/۴۹۴، ۴۹۵؛ اضواء البیان، ۵/۲۸۸؛ فتح البیان، ۲/۲۶۹؛ زاد المسیر، ۵/۳۲۲؛ البحر المحیط، ۷/۵۲۶؛ السراج المنیر، ۲/۶۲۰؛ ارشاد العقل السلیم، ۴/۳۹۰؛ الشفاء، ۲/۷۵۰؛ اعلام النبوۃ، ۷۰

۱۷۴۔ المواھب اللدنیۃ، ۱/۱۳۱

☆اسی طرح حدیث الغزالہ ہے۔(۱۷۵) مؤلف کے مطابق: اس حدیث کو بیہقی نے متعدد طرق سے روایت کیا ہے۔ ائمہ کی ایک جماعت اس حدیث کو ضعیف قرار دیتی ہے۔ لیکن اس کے طرق ایک دوسرے کو تقویت دیتے ہیں۔(۱۷۶)

☆ آپ ؐ کا فرمان ہے:

من وسع علی عیاله فی یوم عاشوراء وسع الله علیه السنة کلها۔(۱۷۷)

جس نے یوم عاشورہ کے روز اپنے عیال کو کشائش دی اللہ تعالیٰ اس کو سارا سال کشائش دے گا۔

اس حدیث کی روایت طبرانی اور بیہقی نے شعب الایمان میں کی ہے۔

علامہ قسطلانی، علامہ بیہقی کے حوالے سے لکھتے ہیں:

ان اسانید کلها ضعیفة ولکن اذا ضم بعضها الی بعض افاده قوة۔(۱۷۸)

''اس حدیث کی تمام اسناد اگرچہ ضعیف ہیں لیکن سب ملکر قوت کا فائدہ دیتی ہیں۔''

## (۵) روایات کے ماخذ واسناد کا التزام

تیسری اور چوتھی صدی میں لکھی جانے والی کتبِ سیرت یعنی سیرۃ ابنِ اسحاق، طبقات ابنِ سعد، تاریخ طبری اور واقدی کی کتاب المغازی سیرت کی امہات کتب کہلاتی ہیں۔ اس دور کے سیرت نگاروں نے اپنی سیرت نبویؐ میں اسناد کی پابندی کی ہے۔ بعد کے تمام ادوار میں لکھی جانے والی کتبِ سیرت کا سرچشمہ یہی چار کتابیں ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ بعد کے سیرت نگاروں نے بغیر اسناد کے ان کی کتبِ سیرت سے مواد اخذ کیا۔ اس لیے کہ اسناد ان کتب میں موجود تھیں۔ علامہ قسطلانی نے اپنی سیرت نبوی ﷺ میں بہت زیادہ مصادر و مآخذ سے استفادہ کیا ہے۔ یہ مصادر و مآخذ حدیث، سیرت، فقہ، تاریخ، تصوّف کی کتابوں کے مجموعوں پر مشتمل ہیں۔ مؤلف نے ان تمام مصادر و مآخذ سے اسقدر کثیر روایات لی ہیں کہ اگر وہ ہر روایت کی سند نقل کرتے تو ان کی کتاب بہت ضخیم ہو جاتی۔ اختصار کی غرض سے انہوں نے اسناد تو نقل نہیں کیں لیکن روایات کے مآخذ کی طرف اشارہ کر دیا ہے۔

یہی وجہ ہے کہ ''المواہب اللدنیہ'' میں کہیں کہیں پوری سند کا ذکر ملتا ہے۔ مؤلف نے اگر پوری سند نقل کی بھی ہے تو صرف ان احادیث و روایات کی جن کی اسناد میں ضعف پایا جاتا ہے یا جو موضوع اور ضعیف احادیث ہیں۔ صحیح احادیث و روایات کی اسناد درج نہیں کیں۔

ایسی موضوع اور ضعیف احادیث جن کی اسناد میں ضعف پایا جاتا ہے ان میں سے چند ایک احادیث اور ان کی اسناد مثال کے طور پر درج کی جاتی ہیں۔

☆ آپ ؐ نے فرمایا:

---

۱۷۵۔ کشف الخفاء، ۳۰۶/۱؛ المقاصد الحسنۃ، ۱۸۷؛ الاسرار المرفوعۃ، ۱۶۰

۱۷۶۔ المواہب اللدنیۃ، ۲۲۶/۲

۱۷۷۔ اللآلی المنثورہ، ۱۸۸؛ المداوی، ۲۹۲/۶؛ علامہ شوکانی کے مطابق: اس کی سند میں ہیثم بن شداخ مجہول ہے۔ عقیلی نے اسے ابوھریرۃؓ سے روایت کیا ہے اور کہا ہے کہ اس کی سند میں سلیمان بن ابی عبداللہ مجہول ہے اور یہ حدیث غیر محفوظ ہے۔ دیکھئے الفوائد المجموعۃ، ۹۸

۱۷۸۔ المواہب اللدنیۃ، ۲۹۸/۳

نيّة المؤمن ابلغ من عمله۔(۱۷۹)

مؤمن کی نیت اس کے عمل سے بڑھی ہوئی ہے۔

مؤلف نے اس کی درج ذیل سند نقل کی ہے۔رواہ القضاعی عن اسماعیل بن عبدالرحمٰن الصفار، اخبرنا علی بن عبداللہ الفضل حدثنا محمد بن الحنیفۃ الواسطی، حدثنا محمد بن عبداللہ الحلبی، حدثنا یوسف بن عطیۃ عن ثابت عن انس۔(۱۸۰)

مؤلف قضاعی کے حوالے سے لکھتے ہیں:

وھذا اسناد لاضوء علیه ویوسف بن عطیه متروك الحدیث۔(۱۸۱)

اس سند پر اعتماد نہیں کیا جا سکتا اور یوسف بن عطیہ متروک الحدیث ہے۔

☆ آپؐ نے فرمایا:

حبك الشیء یعمی ویصم۔(۱۸۲)

تمہاری کسی چیز سے محبت اندھا اور بہرا کر دیتی ہے۔

اس کی سند درج ذیل ہے۔

رواه ابوداؤد والعسكری من حدیث بقیة بن الولید، عن ابی بكر بن عبدالله بن ابی مریم عن خالد بن محمد الثقفی عن بلال بن ابی الدرداء عن ابیه مرفوعاً۔(۱۸۳)

علامہ قسطلانی کے مطابق اس سند میں ابن ابی مریم ضعیف ہے۔علامہ صغانی نے اس پر وضع کا حکم لگایا ہے۔(۱۸۴)

☆ مسند احمد کی حدیث ہے:

ان رسول الله ﷺ كفن فی سبعة اثواب۔(۱۸۵)

آپ ﷺ کو سات کپڑوں میں کفن دیا گیا۔

اس حدیث کی سند یہ ہے: عن عبدالله بن محمد بن عقیل، عن ابن الحنفیة عن علی ۔(۱۸۶)

مؤلف نے ابنِ حزم کے حوالے سے لکھا ہے: اس سند میں وہم ابن عقیل یا بعد والے راوی میں ہے۔(۱۸۷)

☆ مؤلف نے امام بیہقی کے حوالے سے ایک موضوع حدیث اور اس کی سند پر تنقید کی ہے۔

---

۱۷۹۔ اللآلی ءالمنثورہ،۶۶؛ مسند الشہاب،۱/۱۱۹؛ تذکرۃ الموضوعات،۱۸۸؛ کشف الخفاء،۲/۳۲۴

۱۸۰۔ المواہب اللدنیۃ،۲/۲۱

۱۸۱۔ ایضاً،۲/۲۱

۱۸۲۔ سنن ابوداود، کتاب الادب، باب فی الھدی،۳/۳۳۶(۵۱۳۰)؛ المقاصد الحسنۃ،۲۱۶؛ کشف الخفاء،۱/۳۴۳؛ الاسرار المرفوعۃ،۱۷۸؛ الدرر المنتثرہ،۱۷؛ الفوائد المجموعۃ،۲۵۵؛ اسنی المطالب،۱۲۵؛ بعض محدثین نے اس حدیث کو موضوع قرار دیا ہے لیکن حافظ صلاح الدین العلائی کہتے ہیں کہ یہ ضعیف حدیث ہے موضوع نہیں۔ دیکھئے عون المعبود، کتاب الادب، باب فی الھدی،۱۴/۳۹(۵۱۰۸)

۱۸۳۔ المواہب اللدنیۃ،۲/۳۱

۱۸۴۔ ایضاً،۲/۳۱

۱۸۵۔ مسند احمد،۱/۱۵۳(۷۳۰)؛ انساب الاشراف،۲/۲۴۹؛ مسند البزار،۲/۲۴۵(۶۴۶، روایت علی بن ابی طالب)

۱۸۶۔ المواہب اللدنیۃ،۳/۳۹۷

۱۸۷۔ المواہب اللدنیۃ،۳/۳۹۷، نیز دیکھئے معرفۃ التذکرۃ،۱۸۲

وہ حدیث یہ ہے: حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں نبی اکرم ﷺ جب بھی جائے حاجت کے لیے جاتے۔ بعد میں، میں بھی آپؐ کے پیچھے جاتی تو کچھ بھی نہ دیکھتی سوائے اس کے کہ پاکیزہ خوشبو سونگھتی۔ میں نے آپؐ سے اس کا ذکر کیا تو آپؐ نے فرمایا: اے عائشہ کیا تو جانتی ہے کہ ہمارے جسم اہلِ جنت کی ارواح پر پرورش پاتے ہیں اور ان اجسام میں سے جو کچھ نکلتا ہے زمین اس کو نگل لیتی ہے۔(۱۸۸)

مؤلف اس کی مکمل سند نقل کرنے کے بعد علامہ بیہقی کے حوالے سے لکھتے ہیں: یہ حسین بن علوان کی موضوع احادیث میں سے ایک ہے۔ اس کا ذکر اس لیے ضروری ہے تاکہ معلوم ہو جائے کہ یہ موضوع حدیث ہے۔(۱۸۹)

ان مثالوں سے معلوم ہوتا ہے کہ علامہ قسطلانی نے مکمل اسناد صرف موضوع اور چند ضعیف احادیث کی درج کی ہیں۔(۱۹۰) ان میں زیادہ تر روایات واحادیث کے لیے انہوں نے کتب کا حوالہ دیا ہے۔

المواہب اللدنیۃ میں کچھ روایات ایسی بھی ہیں جن کے ماخذ کا مؤلف نے ذکر نہیں کیا۔ بلکہ صیغہ مجہول کے ساتھ ان کو روایت کیا ہے۔ مثلاً حقیقتِ محمدیہ ﷺ کے اثبات کے ضمن میں احادیث نقل کرتے ہوئے ایک روایت صیغہء مجہول کے ساتھ شروع کی ہے۔ وہ روایت درج ذیل ہے:

وقیل: ان اللہ تعالی لما خلق نور نبینا محمدؐ امرہ ان ینظر الی انوار الانبیاء علیہم السلام۔۔۔الی آخر۔(۱۹۱)

ایک اور روایت یوں نقل کی ہے۔

وفی الخبر: لما خلق اللہ آدم جعل ذالك النور فی ظهرہ فکان یلمع فی جبینه، فیغلب علی سائر نورہ۔(۱۹۲)

نبی اکرم ﷺ کی ولادت باسعادت سے متعلق کئی روایات مؤلف نے فزعموا اور فذکروا کے صیغے سے شروع کی ہیں۔(۱۹۳)

علامہ شبلی نے ان احادیث پر سخت تنقید وتبصرہ کیا ہے۔(۱۹۴)

### (۶) راویوں کی جرح وتعدیل

علامہ قسطلانی نے ''المواہب اللدنیۃ'' میں موضوع وضعیف احادیث کی نشاندہی کرنے کے ساتھ ساتھ ان احادیث کے راویوں کی جانچ پڑتال بھی کی ہے۔ جب کوئی ضعیف یا موضوع حدیث نقل کرتے ہیں تو ساتھ ہی یہ بھی لکھ دیتے ہیں کہ اس حدیث میں ضعف اس وجہ سے آیا ہے کہ اس کی سند کا ایک راوی متروک ہے۔ ''المواہب اللدنیۃ'' میں راویوں پر نقد وجرح کی کچھ مثالیں حسبِ ذیل ہیں۔

☆ بعض احادیث میں وارد ہوا ہے کہ اذان ہجرت سے قبل مکہ میں مشروع ہوئی تھی۔ ان میں سے ایک حدیث امام طبرانی نے نقل کی ہے:۔

---

۱۸۸۔ دلائل النبوۃ (بیہقی) ۶/۷۰؛ العلل المتناہیۃ ۱/۱۸۲؛ الشفاء ۱/۸۸

۱۸۹۔ المواہب اللدنیۃ ۲/۷۶۔ حسین بن علوان کو محدثین نے متروک اور واضع کہا ہے۔ کتاب الضعفاء والمتروکین ۸۳ (۱۹۲)؛ المدخل (حاکم) ۱۲۹؛ کتاب المجروحین ۱/۲۴۴؛ کتاب الضعفاء والمتروکین (ابن الجوزی) ۱/ ۲۱۵ (۸۹۸)؛ المجموع فی الضعفاء ۳۰۳ (۱۹۲)

۱۹۰۔ المواہب اللدنیۃ ۲/ ۷، ۹، ۲۱، ۳۱، ۵۶، ۶۱، ۷۴، ۷۵، ۷۶، ۱۲۷، ۱۳۲، ۱۳۸، ۱۵۰، ۱۷۱، ۲۳۰، ۲۴۱، ۴۰۲، ۴۳۰، ۴۸۴؛ ۳/ ۴۳، ۶۹، ۷۰، ۷۱، ۱۱۴، ۱۴۵، ۱۷۰، ۱۷۴، ۱۷۷، ۱۷۸، ۲۰۸، ۲۲۲، ۲۲۸، ۲۸۴، ۲۹۹، ۳۰۱، ۳۴۴، ۳۴۹، ۳۸۱، ۳۸۳، ۳۹۷، ۴۰۱، ۴۷۵

۱۹۱۔ المواہب اللدنیۃ، ۱/ ۳۳

۱۹۲۔ ایضاً، ۱/ ۳۹

۱۹۳۔ ایضاً، ۱/ ۶۰، ۷۹

۱۹۴۔ سیرت النبی ﷺ، ۳/ ۴۱۴، ۴۱۶، ۴۱۷، ۴۱۸، ۴۲۱، ۴۲۲

عبداللہ بن عمر اپنے باپ سے روایت کرتے ہیں جب نبی اکرم ﷺ کو اسراء ہوئی تو اللہ نے اس وقت آپ کو اذان کی وحی کی پس آپؐ نے وہ اذان بلال کو سکھائی۔(۱۹۵)

مؤلف کے مطابق اس حدیث کی سند میں طلحہ بن زید راوی متروک ہے۔(۱۹۶)

امام طبرانی، سہل بن سعد سے روایت کرتے ہیں کہ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا! اے اللہ تو عباس کو بخش دے اور عباس کے بیٹوں اور بیٹوں کے بیٹوں کو بھی بخش دے۔(۱۹۷)

مؤلف کے مطابق ''اس کی سند میں عبدالرحمٰن بن حاتم المرادی المصری متروک راوی ہے۔(۱۹۸)

☆ آپ نے فرمایا:

الکیس من دان نفسه عمل لما بعد الموت والعاجز من اتبع نفسه هواها وتمنی علی الله الامانی۔(۱۹۹)

عقلمند وہ شخص ہے جس نے اپنے نفس کو مطیع کیا اور موت کے بعد کے لیے عمل کیا اور عاجز وہ ہے جس نے اپنے نفس کو خواہشات کے پیچھے لگایا اور اللہ سے آرزوؤں کی امید کی۔

امام حاکم نے اسے شداد بن اوس سے روایت کیا ہے اور کہا ہے کہ بخاری کی شرط کے مطابق صحیح ہے۔علامہ ذھبی نے اس کی تردید کرتے ہوئے لکھا ہے۔اس میں ایک راوی ابن ابی مریم واھی ہے۔(۲۰۰)

ضعیف راویوں کی جانچ پڑتال کے ساتھ ساتھ مؤلف نے مجہول راویوں کی نشاندہی بھی کی ہے۔

ابن مسعود سے مروی ہے نبی اکرم ﷺ نے فرمایا:

لا تسبوا قریشاً فان عالمها یملاء طباق الارض علماً۔(۲۰۱)

تم قریش کو برا بھلا مت کہو اس کا ایک عالم زمین کے طباق کو علم سے بھر دے گا۔

مؤلف کے مطابق ابوداؤد عباسی نے اسے اپنی مسند میں روایت کیا ہے۔اس میں ایک راوی مجہول ہے۔(۲۰۲)

امام حاکم کی روایت ہے: نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: جب تم میں سے کوئی نماز میں تشہد پڑھے تو اسے چاہیے کہ کہے ''اللهم صل علی محمد وعلی آل محمد، وارحم محمدو آل محمد، کما صلیت و بارکت و ترحمت علی ابراهیم و علی آل ابراهیم انك حمید مجید۔(۲۰۳)

---

۱۹۵۔ المعجم الاوسط، ۹۲۴۳/۱۰

۱۹۶۔ المواہب اللدنیۃ، ۱۶۵/۱، نیز دیکھئے کتاب الضعفاء والمتروکین (ابن الجوزی)، ۶۴/۲ (۱۷۳۵)؛ المجموع فی الضعفاء، ۱۳۷ (۳۱۶)؛ کتاب الضعفاء الصغیر، ۱۲۵ (۱۷۷)

۱۹۷۔ المعجم الکبیر، ۲۰۵/۶ (۶۰۲۰)

۱۹۸۔ المواہب اللدنیۃ، ۴۲۳/۱، نیز دیکھئے کتاب الضعفاء والمتروکین (ابن الجوزی)، ۶۱/۲ (۱۸۵۹)

۱۹۹۔ سنن ابن ماجہ، کتاب الزھد، باب ذکر الموت، ۶۲۰ (۴۲۶۰)؛ کشف الخفاء، ۱۳۶/۲؛ مسند الشہاب، ۱۴۰/۱ (۱۲۵)؛ اللآلی المنثورۃ، ۱۳۹

۲۰۰۔ المواہب اللدنیۃ، ۳۵/۲؛ نیز دیکھئے الکامل، ۲۰۷/۲؛ میزان الاعتدال، ۳۳۵/۷؛ لسان المیزان، ۱۵۷/۴ (۴۸۴۶)

۲۰۱۔ تاریخ دمشق، ۲۶۳/۵۴/۲۷؛ المقاصد الحسنۃ، ۳۳۴؛ کشف الخفاء، ۵۳/۲؛ الأسرار المرفوعۃ، ۲۴۴؛ اسنی المطالب، ۱۹۷

۲۰۲۔ المواہب اللدنیۃ، ۱۰۳/۳؛ الأسرار المرفوعۃ، ۲۴۴

۲۰۳۔ المستدرک، ۴۰۲/۱

مؤلف کے مطابق کچھ لوگوں نے اسے صحیح کہا ہے تو انہوں نے وہم کیا ہے۔ اس لیے کی یہ یحیی بن السباق کی روایت ہے اور وہ مجہول راوی ہے اور مبہم آدمی سے روایت کر رہا ہے۔ (۲۰۴)

مؤلف نے ضعیف اور مجہول راویوں کی نشاندھی کے ساتھ کذّاب اور واضع راویوں کی نشاندہی بھی کی ہے۔ اس کی چند مثالیں درج ذیل ہیں:

داؤد بن المحبر کی ''کتاب العقل'' سے مؤلف نے ایک روایت نقل کرنے کے بعد لکھا ہے کہ داؤد بن المحبر کذّاب راوی ہے۔ (۲۰۵)

امام طبرانی نے الاوسط میں ایک روایت نقل کی ہے۔ آپؐ نے فرمایا:

ان جبريل اطعمني الهريسة ، يشدبها ظهري قيام الليل۔ (۲۰۶)

جبریل نے مجھے ہریسہ کھلایا کہ اس سے رات کے قیام کے لیے میری کمر مضبوط ہو جائے۔

مؤلف کے مطابق اس حدیث کی سند میں ایک راوی محمد بن الحجاج اللخمی نے اس حدیث کو وضع کیا ہے۔ (۲۰۷)

## خلاصہ بحث

علامہ قسطلانی کی سیرت نگاری کے تحقیقی منہج کا جائزہ اس حقیقت کو عیاں کرتا ہے کہ مؤلف نے سیرت نگاری کے دوران روایات واحادیث کے سلسلہ میں چند اصول وقواعد کو مدنظر رکھا ہے۔ ان کے ہاں روایات کی ترجیح وتردید کا ایک معیار مقرر ہے۔ وہ صحیحین کی روایات کو دیگر کتبِ صحاح پر اور کتب صحاح کی روایات کو دیگر کتبِ احادیث کی روایات پر ترجیح دیتے ہیں۔ اسی طرح بالعموم وہ محدثین کی روایات کو اہلِ سیر کی روایات پر ترجیح دیتے ہیں۔ گو کہ بعض مواقع پر انہوں نے اہلِ سیر کی روایات کو بھی ترجیح دی ہے۔ محدثین اور اہلِ سیر دونوں کی جو روایات قرائن وقیاس کے خلاف تھیں ان کی تردید کی ہے۔ نبی اکرم ﷺ کے قیام اللیل سے متعلق روایت میں حضرت عائشہؓ کی روایت کو ابن عباسؓ کی روایت پر اس لئے ترجیح دی ہے کہ حضرت عائشہؓ نبی اکرم ﷺ کی عبادات سے دیگر صحابہ کرامؓ کی نسبت زیادہ واقف تھیں۔ لیکن سفر کے احوال سے چونکہ صحابہ کرامؓ زیادہ آگاہ تھے۔ اسی ضمن میں انہوں نے ابن عمرؓ کی روایت کو حضرت عائشہؓ کی روایت پر ترجیح دی ہے۔ مثبت، نافی پر مقدم ہوتا ہے۔ اس اصول کے تحت مؤلف نے ان روایات کو جن سے مسئلے کا مثبت پہلو نکلتا تھا، ان روایات پر مقدم رکھا ہے جن سے مسئلے کا منفی پہلو نکلتا تھا۔ روایت کی ترجیح وتردید کے علاوہ مؤلف نے موضوع وباطل احادیث کی نشاندہی اور ان کی تردید اور اسی طرح ضعیف احادیث پر تنقید بھی کی ہے۔

متعارض ومتناقض روایات میں جمع وتطبیق، کثرتِ طرق کی بناء پر حدیث کی تقویت کے علاوہ راویوں کی جرح وتعدیل بھی کی ہے۔

ان اصول وقواعد سے اندازہ ہوتا ہے کہ علامہ قسطلانیؒ محض سیرت نگار ہی نہیں محدث بھی تھے۔

---

۲۰۴۔ المواہب اللدنیۃ، ۱۶۰/۳

۲۰۵۔ ایضاً، ۸۶/۳ نیز دیکھئے: المدخل (حاکم) ۱۳۵، ۱۳۶؛ کتاب الضعفاء والمتروکین ۸۷ (۲۰۸)؛ احوال الرجال ۱۹۸؛ الجواہر المضیئۃ ۲۳۹: کتاب الضعفاء والمتروکین (ابن الجوزی)، ۲۶۷/۱ (۱۱۶۸)؛ المجموع فی الضعفاء، ۳۰۷ (۲۰۸)؛ کتاب المجروحین، ۲۹۱/۱؛ کتاب الضعفاء الصغیر، ۸۷ (۱۱۰)

۲۰۶۔ المعجم الاوسط، ۳۱۰/۷ (۶۵۹۶)؛ المصنوع، ۲۰۹؛ الأسرار المرفوعۃ، ۱۱۰؛ اللآلی المصنوعۃ، ۲۳۴/۲، ۲۳۵؛ کشف الخفاء، ۷۵

۲۰۷۔ المواہب اللدنیۃ، ۱۳۱/۲؛ المدخل (حاکم)، ۲۰۶، ۲۰۷؛ کتاب الموضوعات، ۲۱۹/۲، ۲۲۰؛ کتاب الضعفاء والمتروکین (ابن الجوزی)، ۴۸/۲ (۲۹۲۸) المجموع فی الضعفاء، ۳۶۴ (۴۶۰)

# فصل دوئم

# امام قسطلانی کی سیرت نگاری کا اسلوب و خصائص

''المواہب اللدنیۃ'' کی مقبولیت اوراس کا عمیق مطالعہ اس حقیقت کو منکشف کرتا ہے کہ علامہ قسطلانی ایک بلند پایہ محدّث ہونے کے ساتھ ساتھ ایک عظیم سیرت نگار بھی تھے۔ بحیثیت سیرت نگاران کو جاننے کے لیے ضروری ہے کہ ان کی سیرت نگاری کے اسلوب اوران خصائص پر روشنی ڈالی جائے جن کی بناء پر وہ عظیم سیرت نگاروں کی صف میں کھڑے ہوئے اوران کی کتاب ''المواہب اللدنیۃ'' کومقبول دوام حاصل ہوا۔

علامہ قسطلانی کی سیرت نگاری کے اسلوب اوراہم خصائص کو درج ذیل عنوانات کے تحت بیان کیا گیا ہے۔

**(ا) متعدد ومتنوع مضامین**

نبی اکرم ﷺ کی شخصیت متنوع پہلوؤں کی حامل ہے۔ کسی بھی مصلح، رہنما، فاتح حتی کہ کسی اور پیغمبر میں بھی اتنے اوصاف نظر نہیں آتے جتنے تنہا رسول اللہ ﷺ کی ذات میں قدرت نے ودیعت کیے ہیں۔

سید سلیمان ندوی کے الفاظ میں:

''غرض ایک ایسی شخصی زندگی جو ہر طائفہ انسانی اور ہر حالتِ انسانی کے مختلف مظاہر اور ہر قسم کے صحیح جذبات اور کامل اخلاق کا مجموعہ ہو صرف محمد رسول اللہ ﷺ کی سیرت ہے۔''(۱)

رسول اللہ ﷺ کی شخصیت کے جامع اور ہمہ گیر ہونے کے باعث سیرت نگار کا کام بھی پھیل جاتا ہے۔ ایک بہترین سیرت نگار کے لیے ضروری ہے کہ وہ آپ ؐ کی زندگی کے ہر پہلو کو موضوع بحث بنائے۔ یہ خوبی علامہ قسطلانی میں بدرجہ اتم نظر آتی ہے۔ مؤلف نے سیرت نبویہ ؐ کے تقریباً تمام پہلوؤں پر تبصرہ کیا ہے۔

مؤلف نے اپنی سیرت کا آغاز حقیقتِ محمدی ﷺ کے موضوع سے کیا ہے۔ اس کے بعد آپ ؐ کے نسب کی طہارت، حمل اور ولادت کی آیات، رضاعت، صفات، بعثت، ہجرت، اذان کی ابتداء اور مغازی وسرایا سے متعلق تمام واقعات کو جامع انداز میں بیان کیا ہے۔

دیگر متنوع موضوعات میں آپ ؐ کے اسمائے گرامی، اولاد کرام، ازواج مطہرات، چچاؤں، پھوپھیوں، رضاعی بہن بھائیوں، خداموں، موالی، امراء، خطوط، مؤذنوں، خطیبوں، شعراء، آلاتِ حروب، گھوڑوں اور دیگر چوپایوں کا ذکر کرنے کے بعد آمد وفود کا ذکر کیا ہے۔

دیگر مباحث میں آپ ؐ کے پاکیزہ اخلاق واوصاف، کھانے پینے، لباس اور نکاح میں آپ ؐ کی سیرت بیان کرنے کے بعد معجزہ کی تعریف اور آپ ؐ کے معجزات اور اسراء ومعراج کو تفصیل سے پیش کیا ہے۔ مؤلف نے قرآن کریم کی آیات سے استدلال واستنباط کرتے ہوئے آپ ؐ کی علوشان، رفعتِ ذکر اور دیگر انبیاء پر آپ ؐ کے بلند درجات اور توراۃ وانجیل میں آپ کی آمد کی پیشین گوئیوں کا و بیان کیا ہے۔

اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم میں اپنے محبوب کی جو قسمیں کھائی ہیں مؤلف نے اس موضوع کو بھی اپنی سیرت کی کتاب کا حصہ بنایا ہے۔ قرآن کریم کے حوالے سے آپ ؐ کی اتباع، آپ ؐ کی اطاعت کے وجوب اور آپ ؐ کے بارے میں متشابہ آیات سے پیدا ہونے والے شبہات کا بخوبی ازالہ کیا ہے۔ نیز آپ ؐ پر درود وسلام پہنچنے اور آپ ؐ کی آل واصحاب اور دیگر قرابت داروں سے محبت کو ذکر کیا ہے۔ مؤلف نے طبِ نبوی ﷺ اور رؤیائے نبوی ﷺ کو بھی شامل کیا ہے۔

نبی اکرم ﷺ کی پیغمبرانہ سیرت کی اساس وبنیاد درحقیقت عقائد وعبادات ہی ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ مؤلف نے آپ ؐ کی عبادات یعنی نماز، روزہ، حج اور زکوٰۃ کو فقہی انداز سے نہایت تفصیل سے پیش کیا ہے۔

---

ا۔ خطبات مدراس، ۸۵

المواہب اللدنیہ کے آخری مضامین میں آپؐ کی وفات، آپؐ کی قبرشریف کی زیارت اور آخرت میں آپؐ کے درجاتِ عالیہ شامل ہیں۔

گونا گوں مضامین اور موضوعات کی کثرت کے باعث یہ کتاب نہایت مفید اور وقعت کی حامل ہے۔

**(۲) متعدد و متنوع مصادر و مآخذ**

''المواہب اللدنیہ'' متعدد و متنوع موضوعاتِ سیرت پر مشتمل ہے۔ مضامین کا تنوع مصادر کے تنوع کا متقاضی ہوتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ مؤلف نے مضامینِ سیرت کے بیان کے لیے متعدد و متنوع مصادر سے استفادہ کیا ہے۔ ان مصادر و مآخذ میں سب سے اہم قرآن کریم ہے۔ قرآنِ کریم کی آیات درحقیقت سیرتِ طیبہ کے علمی اور تعارفی ابواب ہیں۔ قرآن حکیم کے مختلف مضامین اپنی اپنی نوعیت اور مناسبت کے مطابق سیرت کے مختلف الانواع پہلو ثابت ہوتے ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ علامہ قسطلانی نے مضامینِ سیرت کی توضیح وتشریح کے لیے متعدد مقامات پر آیاتِ قرآنیہ سے استدلال کیا ہے۔ بالخصوص چھٹا مقصد جو نبی اکرم ﷺ کی علوشان اور جلالتِ قدر اور رفعتِ ذکر کے بیان پر مشتمل ہے۔ مؤلف نے اس مقصد کو قرآن کریم کی آیاتِ مبارکہ کی روشنی میں بیان کیا ہے۔

مزید برآں آیاتِ قرآنیہ کی تفسیر وتوضیح کے لیے تمام مشہور و متداول کتبِ تفاسیر سے استفادہ کیا ہے۔ علامہ قسطلانی ایک بلند پایہ محدّث تھے جس کی دلیل ان کی کتاب ''ارشاد الساری شرح صحیح بخاری'' ہے۔ مؤلف نے المواہب اللدنیہ کی تالیف میں کتبِ احادیث کے وسیع ذخیرہ یعنی صحاح و اسانید اور سنن کے مجموعوں سے بھرپور استفادہ کرتے ہوئے سیرتِ نبویہ ﷺ پر ٹھوس اور مستند مواد پیش کیا ہے کتبِ احادیث کے علاوہ ان کی شروحات سے بھی وسیع پیمانے پر مدد لی ہے۔

روایات و احادیث اور راویوں کی جانچ پڑتال کے لیے فنِ جرح و تعدیل اور علم اسماء الرجال کی کتابوں سے بہت زیادہ استفادہ کیا ہے۔

دلائل نبوّت اور معجزاتِ نبوّت کے لیے حدیث وسیرت کے مصادر و مآخذ کے علاوہ دلائل النبوۃ کی کتب سے اور شمائل نبویہؐ کے بیان کے لیے کتبِ شمائل سے مواد اخذ کیا ہے۔

سیرت و مغازی اور تاریخ کی تمام مشہور و معرف کتب سے بھرپور استفادہ کیا ہے۔

رسول اللہ ﷺ کی پیغمبرانہ سیرت کی اساس و بنیاد عقائد و عبادات پر ہے۔ نبی اکرم ﷺ کی سیرت عبادات (یعنی نماز، روزہ، حج اور زکوٰۃ) میں کیا تھی، مؤلف نے اس کی وضاحت کے لیے کتبِ احادیث سے استفادہ کرنے کے علاوہ فقہ کی کتابوں سے بھی مدد لی ہے۔ بہت سی احادیث سے انہوں نے فقہی مسائل کا استنباط کیا ہے۔

روایت میں موجود مشکل الفاظ کی لغوی و نحوی توضیح وتشریح کے لیے علمِ لغت و نحو کی کتابوں سے مدد لی ہے۔

المواہب اللدنیہ کے بعض مضامین پر تصوّف کا رنگ غالب ہے کیونکہ مؤلف کو تصوّف سے خصوصی شغف تھا لہٰذا انہوں نے تصوّف کی کتابوں کو بھی پیشِ نظر رکھا۔

**(۳) مضامین میں حسنِ ترتیب وتنظیم**

علاّمہ قسطلانی نے ''المواہب اللدنیہ'' میں مضامینِ سیرت کو نہایت منظّم اور مرتّب انداز میں تحریر کیا ہے۔ اوّلاً تمام مضامین سیرت کو انہوں نے دس مقاصد میں تقسیم کیا ہے۔ ہر مقصد کو متعدد فصول اور ہر فصل کو کثیر ذیلی عنوانات کے تحت ترتیب دیا ہے۔

☆ مقصدِ اوّل میں حقیقتِ محمدیہ ﷺ، آپؐ کی طہارتِ نسب، حمل اور ولادت کے وقت رونما ہونے والے معجزات، رضاعت حضانت، بعثت، ہجرت اور غزوات وسرایا کو بیان کیا ہے۔ گویا کہ مقصد اوّل میں سوائے حقیقتِ محمدیہ ﷺ کے موضوع کے باقی

ان تمام موضوعاتِ سیرت کو یکجا کر دیا ہے جو تاریخی تسلسل اور زمانی ترتیب کے متقاضی تھے۔

☆مقصدِ دوم میں مؤلف نے نبی اکرم ﷺ کی ذاتِ مبارکہ سے متعلق مختلف اور متنوع چیزوں کو اکٹھا کر دیا ہے۔ چنانچہ آپؐ کے اسمائے گرامی، اولاد و ازواجِ مطہرات، چچاؤں، پھوپھیوں، رضاعی، بہن بھائیوں، خدام، موالی، پہرہ داروں، امراء، ایلچیوں، مؤذنوں، خطیبوں، حدی خوانوں، شاعروں، آلاتِ حروب، گھوڑوں، خچروں، مختلف بادشاہوں کے نام لکھے گئے خطوط اور ۹ ہجری میں آپؐ کے پاس آنے والے وفود کے ذکر کو ایک مقصد میں مختلف فصول کے تحت جمع کر دیا ہے۔

مضامین کی اس ترتیب پر ایک سوال پیدا ہوتا ہے۔ وہ یہ کہ مؤلف نے وفود کے تذکرہ کو مقصدِ دوم کے آخر میں کیوں رکھا؟ حالانکہ زمانی ترتیب اور تاریخی تسلسل کا تقاضا تھا کہ وفود کے ذکر کو غزوہ الفتح کے بعد ذکر کیا جاتا کیونکہ مکہ آٹھ ہجری میں فتح ہوا اور نو ہجری میں آپؐ کے پاس مختلف قبائل سے وفود آئے۔

زمانی ترتیب کے پیشِ نظر وفود کے بیان کو مقصدِ اوّل کے آخر میں رکھا جاتا نہ کہ حصہ دوم کے آخر میں کیونکہ مقصدِ دوم میں وہ موضوعات ہیں جن کا تاریخی تسلسل سے کوئی تعلق نہیں۔ اس کے برعکس مقصدِ اوّل میں سیرت کے وہ واقعات ہیں جن کا تعلق تاریخی تسلسل سے ہے۔

☆ مقصدِ سوم شمائلِ نبویہؐ کے بیان پر مشتمل ہے جس میں مؤلف نے نبی اکرم ﷺ کی کمالِ خلقت، جمالِ صورت اور پاکیزہ اخلاق و اوصاف، غذاؤں، لباس، نکاح اور نوم یعنی سونے میں آپؐ کی سیرت کو بیان کیا ہے۔

☆مقصدِ رابع آپؐ کے معجزات کے بیان پر مشتمل ہے۔

☆ مقصدِ خامس اسراء و معراج کے موضوع پر ہے۔ یہ سیرت النّبی ﷺ کا مہتم بالشان موضوع ہے جو آپؐ کی نبوّت و صداقت پر دال ہے۔ یہی وجہ ہے کہ اس کی اہمیت کے پیشِ نظر مؤلف نے اس کو علیحدہ تفصیل کے ساتھ لکھا ہے۔

☆مقصدِ سادس کو مؤلف نے دس انواع میں تقسیم کیا ہے۔ ان دس انواع میں سے پانچویں نوع کو مؤلف نے پانچ حصوں میں تقسیم کیا ہے اس مقصد میں قرآن حکیم کے حوالہ سے سیرتِ نبویہ ﷺ کو بیان کیا ہے۔

یعنی نبی اکرم ﷺ کے مرتبہ جلیل، علوِ درجات اور رفعتِ ذکر کو آیاتِ قرآنیہ سے استدلال کرتے ہوئے پیش کیا ہے۔ مثلاً انبیاء کرام سے آپؐ پر ایمان لانے کا عہد لینا، آپؐ کے شاہد ہونے کا وصف، سابقہ آسمانی کتب یعنی توراۃ و انجیل میں آپؐ کی آمد اور تعریف و توصیف سے متعلق آیات نقل کی ہیں اور ان کی تفسیر مختلف کتبِ تفاسیر سے کی ہے۔ اس مقصد کی پانچویں نوع ان آیاتِ قرآنیہ کے بیان پر مشتمل ہے جن میں آپ ﷺ کی رسالت کے متحقق ہونے اور آپ ﷺ کے مرتبہء بلند کی قسمیں کھائی گئی ہیں۔

نیز آپؐ کے اوصاف بیان کرتے ہوئے وہ آیاتِ قرآنیہ نقل کی ہیں جن میں آپؐ کے سراج، منیر اور نور کے اوصاف کا ذکر ہے۔ آپؐ کی اطاعت، اتباع اور ادب سے متعلق بھی آیات درج کی ہیں اور ان متشابہ آیات کے شبہات کا ازالہ کیا ہے جن کا تعلق آپؐ سے ہے۔

☆ مقصدِ سابع آپؐ کی محبت کے وجوب، سنّت کے اتباع اور آپؐ کے آل و اصحاب اور قرابتداروں سے محبت کرنے کے بیان پر مشتمل ہے۔

☆ مقصدِ ثامن میں مؤلف نے تین اہم مضامینِ سیرت کو سمویا ہے۔ (۱) طبِّ نبوی ﷺ (۲) تعبیرِ رؤیا (۳) اخبارِ غیب مولانا عبدالحق صاحب مدارج النبوۃ کے مطابق ان مضامین کو معجزات کے بیان کے بعد ذکر کرنا چاہیے تھا۔ یعنی مقصدِ رابع کے

بعد۔ کیونکہ اخبارِغیب اور تعبیراتِ رؤیا بھی ازقبیل معجزات اور حیطہء عادت سے خارج ہے۔(۲)

☆مقصدِ تاسع آپؐ کی عبادات کے بیان پر مشتمل ہے، مؤلف نے آپؐ کی عبادات کے بیان کو نہایت مرتّب انداز میں پیش کیا ہے۔ سب سے پہلے ''کتاب الطہارۃ'' کا ذکر کیا ہے۔ کتاب الطہارۃ کے بعد کتاب الصلوۃ کو دوحصوں میں تقسیم کر دیا ہے: فرائض اور نوافل۔ اسی طرح کتاب الصیّام کو بھی مؤلف نے فرض روزوں اور نفل روزوں کو الگ بیان کیا ہے۔

☆مقصدِ عاشر المواہب اللدنیہ کا آخری مقصد ہے۔ اس میں مؤلف نے آپؐ کی وفات، آپؐ کی قبر شریف کی زیارت اور آخرت میں آپؐ کے فضائل ودرجات کے مضامین شامل کیے ہیں۔

**(۴) اختصار وجامعیت**

المواہب الدنیہ سیرت نبویہ ﷺ کے تقریباً تمام پہلوؤں کا احاطہ کرتی ہے۔ مضامین کی کثرت کے باوصف مؤلف نے اختصار وجامعیت کو مدنظر رکھا ہے۔ مثلاً ماقبل کتب سیرت میں غزوات وسرایا کو بہت تفصیل سے بیان کیا گیا ہے مگر علامہ قسطلانی نے غزوات وسرایا کو جامع انداز میں احادیث صحیحہ وروایاتِ سیرت کی روشنی میں مختصر انداز میں بیان کیا ہے۔ مؤلف کے مطابق کئی چیزوں کو انہوں نے طوالت کے اندیشے کے پیشِ نظر حذف کر دیا ہے۔ آپ نے نبی اکرم ﷺ کے چار سو اسمائے گرامی لکھے ہیں ان میں سے ۵۷ ناموں کی وجہ تسمیہ اور تشریح و توضیح بیان کی ہے۔ باقی ناموں کی وجہ تسمیہ طوالت کی بنا پر ترک کر دی ہے۔ مؤلف کے بقول: ''جان لو کہ ہمارے لیے ممکن نہیں کہ ہم ان تمام اسمائے شریفہ کا احاطہ کریں کیونکہ اس میں طوالت کا خدشہ ہے۔ طوالت سے بچنے کے لیے ہم نے اختصار کو اختیار کیا ہے۔''(۳)

جمعہ کے فضائل کے بارے میں لکھتے ہیں: ''جمعہ کے فضائل وخصائص کی تعداد بیس تک پہنچ جاتی ہے۔ ابن القیّم نے ان کا ذکر ''الھدی النبوی'' میں کیا ہے طوالت کی بنا پر میں ان کا ذکر کروں گا اور نہ ہی یہ میری غرض ہے۔''(۴)

اللہ تعالیٰ نے نبی اکرم ﷺ کی رسالت کی حقانیت اور آپؐ کے علومرتبہ کی جو قسمیں کھائی ہیں مؤلف نے اس باب کو علامہ ابن القیم کی کتاب ''اقسام القرآن'' سے ملخص کر کے پیش کیا ہے۔

اختصار کو مدّ نظر رکھتے ہوئے مؤلف نے بعض اہم واقعاتِ سیرت کے بیان سے صرفِ نظر کیا ہے۔ مثلاً میثاق مدینہ کا ذکر سرسری انداز میں کیا ہے حالانکہ یہ سیرت النّبی ﷺ کے اہم واقعات میں سے ہے۔

**(۵) استفہامیہ طرزِ استدلال**

علامہ قسطلانی کی سیرت نگاری کا اسلوب یہ بھی ہے کہ جب بھی کسی موضوع پر بحث کرتے ہیں تو اس میں اپنی طرف سے سوالات اٹھاتے ہیں اور پھر خود ہی ان کا جواب دیتے ہیں۔ یوں معلوم ہوتا ہے کہ مؤلف سائل بھی ہے اور مسؤل بھی۔ اس اسلوب کی خوبی یہ ہے کہ اس میں قاری کو اکتاہٹ محسوس نہیں ہوتی بلکہ اس کی دلچسپی اور رغبت میں مزید اضافہ ہوتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ مؤلف نے احادیث واحکام کی توضیح اور دیگر مسائل کے حل کے لیے استفہامیہ طرزِ استدلال اختیار کیا ہے۔ ان کے اس طرزِ اسلوب کی چند ایک مثالیں درج ذیل ہیں:۔

☆واقعہ فیل کے تذکرہ میں ایک سوال اٹھاتے ہیں: اگر تم پوچھو کہ اللہ تعالیٰ نے آپؐ سے (الم تر کیف فعل ربك باصحب

---

۲۔ مدارج النبوۃ، ۱/۲۱۸

۳۔ المواہب اللدنیۃ، ۱/۳۶۹

۴۔ ایضاً، ۳/۱۸۷

الفیل ) (۵) کیوں کہا؟ حالانکہ یہ قصہ آپؐ کی بعثت سے کئی عرصہ قبل کا ہے۔(یعنی ''الم تر'' کا صیغہ کیوں استعمال کیا ہے؟)اس سوال کا جواب دیتے ہوئے مؤلف لکھتا ہے کہ ''یہاں رؤیت سے مراد علم اور تذکر ہے یہ اس بات کی طرف اشارہ ہے کہ خبر متواتر ہے۔گویا کہ اس سے حاصل کردہ علم علمِ ضروری ہے۔جو کہ قوت میں رؤیت کے مساوی ہے۔''(۶)

☆صحیح بخاری کی روایت ہے:۔''وما انتقم لنفسه ''(۷)(آپؐ نے اپنی ذات کی خاطر کبھی انتقام نہیں لیا)۔یہ حدیث نقل کرنے کے بعد مؤلف لکھتا ہے:''اگر تم کہو کہ آپؐ نے عقبہ بن ابی معیط اور عبداللہ بن خطل کے قتل کا حکم دیا یہ وہ لوگ تھے جو آپؐ کو ایذا پہنچاتے تھے۔آپؐ کا یہ حکم آپؐ کے اس قول''وما انتقم لنفسه '' کے منافی ہے۔مؤلف اس کی وضاحت کرتے ہوئے لکھتا ہے کہ یہ لوگ آپؐ کو ایذا پہنچانے کے ساتھ ساتھ اللہ تعالی کی حرمتوں کی توہین بھی کرتے تھے۔(۸)

☆واقعہ اسراء کا ذکر کرتے ہوئے لکھتے ہیں:''ھل وقع الاسراء لغیرہ من الانبیاء ''کیا اسراء آپؐ کے علاوہ کسی اور نبی کے لیے بھی ہوا تھا یا نہیں؟ مؤلف عارف عبدالعزیز المہدوی کے حوالے سے جواب دیتے ہیں : مرتبہ اسراء جسم کے ساتھ حضرتِ عالیہ میں ہمارے نبی ﷺ کے علاوہ کسی اور نبی کے لیے نہیں ہوا۔(۹)

☆آپؐ پر پہلی وحی کے نزول کا ذکر کرتے ہوئے سوال اٹھایا ہے:''آپؐ نے تین مرتبہ ماانا بقاریء کیوں فرمایا؟ ابن حجر کے حوالے سے اس کا جواب دیتے ہوئے لکھتے ہیں:''پہلی مرتبہ آپؐ کے قول ماانا بقاریء کو امتناع پر محمول کیا جائے گا۔دوسری مرتبہ نفی محض کی خبر دینے کے لیے اور تیسری مرتبہ استفہام کی غرض سے۔''(۱۰)

ان مذکورہ بالا امثال کے علاوہ مؤلف نے اور بھی کئی مقامات پر احادیث وروایات میں موجود اشکالات کو استفہامیہ طرزِ استدلال سے حل کیا ہے۔

**(۶)احادیث وواقعاتِ سیرت کے فوائد وحکم**

علامہ قسطلانی واقعاتِ سیرت کو جوں کا توں نقل نہیں کر دیتے بلکہ ان واقعات سے مستنبط ہونے والے فوائد اور حکمتوں پر بھی روشنی ڈالتے ہیں۔اس طرزِ بیان سے واقعاتِ سیرت کی اہمیت اور زیادہ اجاگر ہو جاتی ہے۔

مثلاً ہجرت کا ذکر کرتے ہوئے سوال اٹھاتے ہیں کہ آپؐ کی مدینہ کی طرف ہجرت اور وہاں پر وفات تک اقامت میں کیا حکمت تھی؟

اس کا جواب دیتے ہوئے لکھتے ہیں: ''حکمت الٰہی کا اقتضاء یہ تھا کہ آپؐ کے ذریعے اشیاء کو شرف حاصل ہو نہ کہ اشیاء کے ذریعے آپؐ کو شرف حاصل ہو۔اگر آپؐ اپنی وفات تک مکّہ میں رہتے تو یہ خیال کیا جاسکتا تھا کہ آپؐ کو مکّہ کی وجہ سے شرف حاصل ہوا ہے جبکہ مکّہ کو اس سے قبل حضرت ابراہیم واسماعیل علیہما السلام کے ذریعے شرف حاصل ہو چکا تھا۔پس اللہ تعالی نے ارادہ کیا کہ آپؐ کے

---

۵۔ الفیل :۱/۱۰۵

۶۔ المواہب اللدنیۃ،۱/۵۳

۷۔ صحیح بخاری، کتاب الحدود، باب کم التعذیر والأدب،۱۱۸۱(۶۸۵۳)؛مسند أبویعلی،۴/۲۵۲(۴۳۶۵)

۸۔ المواہب اللدنیۃ۲/۹۰

۹۔ ایضاً،۲/۳۴۳

۱۰۔ ایضاً،۱/۱۰۵

شرف کا اظہار کرے۔اس بنا پر آپؐ کو مدینہ ہجرت کا حکم دیا۔جب آپؐ ہجرت کر کے مدینہ گئے تو مدینہ کو آپؐ کی وجہ سے شرف حاصل ہوا۔"(۱۱)

☆آپؐ کو اسراء رات کے وقت کیوں کروائی گئی؟اس کی کیا حکمت ہے؟ علامہ قسطلانی اسکی حکمت بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں: "اس لیے کہ اللہ تعالی نے رات کو مقامِ محبت کی تخصیص کے لیے مقرّر کیا ہے اور اللہ تعالی نے آپؐ کو حبیب و خلیل کے طور پر چن لیا تھا۔رات محبت کرنے والوں کے لیے خاص زمانہ ہے اور حبیب کے ساتھ خلوت رات کے وقت ہی متحقق ہو سکتی ہے۔"(۱۲)

☆اسی طرح آب زم زم سے آپؐ کے قلب شریف کو غسل دینے کی حکمت بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں:"کہا گیا ہے کہ آبِ زم زم قلب کو تقویت دیتا ہے اور خوف کو دور کرتا ہے۔"(۱۳)

☆صحیحین کی حدیث ہے"و کان ﷺ اذا صلی رکعتی الفجر اضطجع علی شقه الایمن"(۱۴)۔

آپؐ فجر کی دو رکعت پڑھنے کے بعد دائیں کروٹ لیٹ جاتے تھے۔آپؐ دائیں جانب کو پسند کرتے تھے۔اس میں حکمت یہ ہے کہ دل بائیں جانب ہوتا ہے۔پس اگر آپ بائیں جانب لیٹ جاتے تو نیند میں مستغرق ہو جاتے۔کیونکہ اس پہلو پر لیٹنے میں راحت زیادہ ہے برخلاف دائیں کروٹ کے کہ اس میں دل معلق رہتا ہے اور انسان نیند میں مستغرق نہیں ہوتا۔(۱۵)

مذکورہ بالا مثالوں کے علاوہ المواہب اللدنیہ کے اور بہت سے مقامات پر ایسی مثالیں ملتی ہیں جن سے مؤلف کی بصیرتِ فہم اور واقعاتِ سیرت و احادیث پر گہری نظر رکھنے کا اندازہ ہوتا ہے۔

**(۷)متعدد اقوال میں سے راجح و مشہور قول کا تعین**

علامہ قسطلانی کی سیرت نگاری کی ایک خصوصیت یہ بھی ہے کہ وہ کسی بھی چیز یا مسئلے کے بارے میں متعدّد اقوال نقل کرتے ہیں پھر ان میں سے صحیح و راجح قول کا تعین کرتے ہیں۔مثلاً

☆آپؐ کی ولادت کس سال ہوئی۔اس بارے میں مختلف اقوال ہیں اکثریت کی رائے یہ ہے کہ آپؐ عام الفیل میں پیدا ہوئے۔ایک رائے کے مطابق واقعہ فیل کے پچپن دن بعد اور دوسری رائے کے مطابق واقعہ فیل کے دس سال بعد پیدا ہوئے۔مؤلف کے مطابق مشہور قول یہ ہے کہ آپؐ واقعہ فیل کے پچاس دن بعد پیدا ہوئے۔(۱۶)

☆غزوہ ذات الرقاع کی وجہ تسمیہ کیا ہے اس بارے میں مؤلف نے متعدّد اقوال نقل کیے ہیں جو درج ذیل ہیں:

۔اس جگہ پر موجود درخت کی وجہ سے ذات الرقاع کہتے ہیں۔(۱۷)

۔ایک قول کے مطابق اس جگہ کی کچھ زمین سیاہ تھی اور کچھ سفید گویا کہ: "کانها مرقعة برقاع مختلفة"(۱۸)

---

۱۱۔ المواہب اللدنیۃ،۱/۱۴۵

۱۲۔ ایضاً ۲/۳۴۲

۱۳۔ ایضاً،۲/۳۵۴

۱۴۔ صحیح بخاری،کتاب التہجد،باب الضجعہ علی الشق الایمن بعد رکعتی الفجر،۱۸۵(۱۱۶۰)؛مسند ابی عوانہ،۲/۲۷۹

۱۵۔ المواہب اللدنیۃ،۳/۲۲۵

۱۶۔ ایضاً،۱/۷۴؛تھذیب الاسماء،۱/۲۲؛الروض الانف،۱/۲۸۳؛الاستیعاب،۱/۱۳۷

۱۷۔ السیرۃ النبویۃ،۳/۲۲۶

۱۸۔ الطبقات الکبرٰی،۱/۲۸۰

۔تیسرا قول سیاہ اور سفید گھوڑوں کی وجہ سے۔(۱۹)

۔واقدی کے قول کے مطابق اس غزوہ کی جگہ پر موجود پہاڑ کی وجہ سے یہ نام دیا گیا۔(۲۰)

علامہ قسطلانی امام سہیلی کی رائے نقل کرتے ہوئے لکھتے ہیں: ''ان سب اقوال میں سے صحیح قول وہ ہے جو امام بخاری کی روایت سے معلوم ہوتا ہے۔ابوموسیٰ اشعریؓ فرماتے ہیں'' ہم نبی اکرم ﷺ کے ساتھ ایک غزوہ میں نکلے۔ہم چھ لوگ تھے اور ہمارے پاس ایک اونٹ تھا جس پر ہم باری باری سوار ہوتے تھے۔ ہمارے پاؤں زخمی ہو گئے اور ناخن گر پڑے پس ہم اپنے پاؤں پر خرق یعنی کپڑوں کے چیتھڑے لپیٹنے لگے اس وجہ سے اسے غزوہ ذات الرقاع کہا جاتا ہے۔'' (۲۱)

☆حضرت امّ حبیبہؓ کا نبی اکرم ﷺ سے نکاح کب ہوا اس بارے میں دو روایات ہیں۔ایک روایت کے مطابق اس وقت ہوا جب وہ حبشہ میں تھیں(۲۲) اور دوسری روایت کے مطابق حبشہ سے واپس آ کر مدینہ میں ہوا۔(۲۳) مؤلف کے مطابق مشہور روایت پہلی ہے۔(۲۴)

☆آپؐ کے مرض کی ابتدا امہات المومنین میں سے کس کے گھر سے شروع ہوئی۔زہری کی معمر سے روایت کے مطابق حضرت میمونہؓ کے گھر سے شروع ہوئی۔(۲۵) سیرت ابومعشر میں ہے کہ زینب بنت جحشؓ کے گھر سے ہوئی (۲۶) اور سیرتِ سلیمان التیمی کے مطابق حضرتِ ریحانہؓ کے گھر سے ہوئی۔(۲۷) مؤلف کے مطابق ''پہلا قول معتمد ہے''۔(۲۸)

### (۸) روایاتِ سیرت سے فقہی مسائل کا استنباط

المواہب اللدنیہ کا مقصد نہم جو کہ آپؐ کی عبادات کے بیان پر مشتمل ہے مؤلف نے آپؐ کی عبادات (نماز، روزہ، زکوۃ، حج وغیرہ) کے بیان کے لیے احادیثِ نبویہ ﷺ سے استفادہ کیا ہے اور ان احادیث سے بہت سے فقہی مسائل کا استنباط کیا ہے۔وہ مختلف مسائل میں چاروں مذاہبِ فقہ کا نقطہ نظر بیان کرتے ہیں۔اس مقصد میں زیادہ تر فقہی مسائل کو زیرِ بحث لایا گیا ہے۔

اس کے علاوہ آپؐ کی مکّی اور مدنی زندگی کے واقعات کا ذکر کرتے ہوئے بھی مؤلف نے بہت سے فقہی مسائل اخذ کیے ہیں۔اس کی چند ایک مثالیں درج ذیل ہیں۔

☆روایاتِ سیرت سے معلوم ہوتا ہے کہ غزوۂ بدر کے قیدیوں کو آپؐ نے فدیہ لے کر رہا کر دیا تھا۔(۲۹) لیکن عقبہ بن ابی معیط

---

۱۹۔ کتاب الثقات، ۱/ ۹۶

۲۰۔ کتاب المغازی، ۱/ ۳۹۵؛ السیرۃ النبویۃ (ابن کثیر)، ۳/ ۱۶۰؛ الکامل فی التاریخ، ۲/ ۶۱؛ تاریخ الامم والملوک، ۲/ ۴۱۰؛ المنتظم، ۲/ ۳۰۵

۲۱۔ المواہب اللدنیۃ، ۱/ ۲۳۱؛ صحیح مسلم، کتاب الجہاد والسیر، باب غزوۃ ذات الرقاع، ۶/ ۱۲/ ۱۹۷

۲۲۔ السیرۃ النبویۃ، ۴/ ۳۰۲

۲۳۔ صحیح مسلم، کتاب فضائل الصحابۃ، باب من فضائل أبی سفیان بن حرب، ۱۱۰۰ (۶۴۰۹)

۲۴۔ المواہب اللدنیۃ، ۱/ ۴۰۹

۲۵۔ انساب الأشراف، ۲/ ۲۱۷

۲۶۔ تاریخ أبی مخنف، ۱/ ۳۷؛ تاریخ الامم والملوک، ۳/ ۵۷

۲۷۔ المواہب اللدنیۃ، ۳/ ۳۷۳

۲۸۔ ایضاً، ۳/ ۳۷۳

۲۹۔ جامع ترمذی، کتاب السیر، باب ماجاء فی قتل الاساری والفداء، ۳۸۱ (۱۵۶۷۔۱۵۶۸)؛ السیرۃ النبویۃ، ۲/ ۲۶۰، ۲۶۱، ۲۶۴؛ الطبقات الکبریٰ، ۲/ ۲۵۸

اورنضر بن حارث کے قتل کا حکم دیا۔(۳۰)

ان واقعاتِ سیرت کی روشنی میں مؤلف لکھتا ہے کہ قیدیوں کے متعلق جمہور علماء یہ حکم دیتے ہیں کہ امام کو قیدیوں کے بارے میں اختیار ہے چاہے تو انہیں قتل کردے جیسا کہ آپؐ نے بنی قریظہ کے قتل کا حکم دیا تھا یا فدیہ لے کر انہیں رہا کردے جیسا کہ بدر کے قیدیوں کے ساتھ کیا۔ یہ امام شافعی اور علماء کی ایک جماعت کا مذہب ہے۔(۳۱)

☆ غزوۂ خندق کے موقع پر بنی قریظہ نے مسلمانوں کے ساتھ غداری کی جس کی بنا پر آپؐ نے بنی قریظہ کے متعلق فیصلہ کا اختیار سعد بن معاذؓ کو دیتے ہوئے فرمایا''احکم فیھم یاسعد''(اے سعد ان کے متعلق فیصلہ کرو) اس پر حضرت سعدؓ نے فرمایا اللہ اور اس کا رسول فیصلہ کرنے کے زیادہ حق دار ہیں۔ آپؐ نے فرمایا اللہ نے تجھے ان کے متعلق فیصلہ کرنے کا حکم دیا ہے۔(۳۲)

علامہ قسطلانی اس واقعہ کے تحت درج ذیل فقہی مسئلہ بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں اس قصہ سے آپؐ کے زمانے میں اجتہاد کا جواز ملتا ہے۔ اور یہ ایسا مسئلہ ہے جس میں اہلِ اصولِ فقہ کا اختلاف ہے۔ مختار قول جواز کا ہے۔ خواہ اجتہاد آپؐ کی موجودگی میں ہو یا غیر موجودگی میں۔(۳۳)

☆ صلح حدیبیہ کا ذکر کرتے ہوئے مؤلف لکھتا ہے:''کیا مشرکین کے ساتھ اس شرط پر صلح جائز ہے کہ اگر ان میں سے کوئی مسلمان ہو کر آجائے تو اسے مشرکین کو لوٹا دیا جائے؟''(۳۴) اس بات پر جمہور علماء میں اختلاف ہے۔ بعض اسے جائز کہتے ہیں اور بعض ناجائز۔ جو جواز کے قائل ہیں وہ بطور دلیل حضرت ابوجندلؓ اور حضرت ابوبصیرؓ کا قصہ بیان کرتے ہیں(۳۵) اور جو جواز کے قائل نہیں وہ یہ کہتے ہیں جو کچھ اس قصہ میں واقع ہوا ہے وہ منسوخ ہو چکا ہے اس کی ناسخ درج ذیل حدیث ہے۔

''انا بریء من مسلم بین مشرکین''(۳۶) یہ احناف کا قول ہے۔(۳۷)

☆ صلح حدیبیہ کے تذکرہ کے بعد عام الفتح میں حرمتِ خمر پر فقہی مسائل پیش کیے ہیں(۳۸)۔ اسی طرح غزوۂ خیبر کے موقع پر آپؐ نے پالتو گدھے کے گوشت کو حرام قرار دیا۔ مؤلف نے اس بارے میں طویل فقہی بحث کی ہے۔(۳۹)

☆ نبی اکرم ﷺ کی تواضع وانکساری کا ذکر کرتے ہوئے ایک حدیث بیان کرتے ہیں۔ اس حدیث میں ہے کہ آپؐ کے دروازے پر کوئی دربان نہیں ہوتا تھا۔(۴۰) جبکہ ایک اور حدیث کے مطابق حضرت موسیٰ اشعریؓ سے مروی ہے کہ وہ نبی اکرم ﷺ کے

---

۳۰۔ السیرۃ النبویۃ،۲/۲۵۵

۳۱۔ المواہب اللدنیۃ،۱/۱۹۴

۳۲۔ السیرۃ النبویۃ،۳/۲۶۴؛ الطبقات الکبریٰ،۲/۲۸۷

۳۳۔ المواہب اللدنیۃ،۱/۲۵۲

۳۴۔ ایضاً،۱/۲۷۵

۳۵۔ صحیح بخاری، کتاب الشروط، باب مایجوز من الشروط فی الاسلام والاحکام والمبایعۃ،۴۴۳(۲۷۱۱،۲۷۱۲) السیرۃ النبویۃ،۳/۳۴۷؛

۳۶۔ سنن نسائی، کتاب القسامۃ، باب القود لغیر حدیدۃ،۶۵۹،۶۶۰(۴۷۸۴)

۳۷۔ المواہب اللدنیۃ،۱/۲۷۵

۳۸۔ ایضاً،۱/۲۷۹،۲۸۱

۳۹۔ ایضاً،۱/۲۸۷تا۲۹۱

۴۰۔ صحیح بخاری، کتاب الجنائز، باب زیارۃ القبور،۲۰۵(۱۲۸۳)

دربان تھے جب آپؐ کنویں کی منڈیر پر تشریف فرما تھے۔(۴۱)

ان احادیث کے تحت مؤلف نے فقہی مسئلہ پیش کیا ہے:

حاکم کے لیے حجاب کے مشروع ہونے کے بارے میں اختلاف ہے امام شافعی اور ایک جماعت کے نزدیک حاکم کے لیے ضروری ہے کہ وہ کوئی دربان مقرّر نہ کرے جبکہ دوسرے فقہی مذاہب اس کے جواز کے قائل ہیں۔

پہلی رائے کو زمانہ امن، لوگوں کے خیر پر مجتمع ہونے اور حاکم کی اطاعت کے زمانے پر محمول کیا جائے گا جبکہ دوسرا قول ہے کہ جھگڑوں کو ختم کرنے اور شریر لوگوں سے حفاظت کی غرض سے دربان مقرّر کرنا مستحب ہے۔ واللہ اعلم۔(۴۲)

ان مذکورہ بالا امثال سے ظاہر ہوتا ہے کہ مؤلف کو فقہی مسائل پر عبور حاصل تھا اور احادیث اور واقعاتِ سیرت کے ذریعے فقہی مسائل کا استنباط کرنے میں مہارتِ تامہ تھی۔

**(۹) روایات میں اشکالات کی نشاندہی اور ان کا حل**

المواہب اللدنیہ میں چند ایسی احادیث وروایات کا تذکرہ بھی ملتا ہے جن میں اشکالات پائے جاتے ہیں۔ مؤلف نے اپنی فہم وفراست سے ان اشکالات کا جواب دیا ہے۔ مثلاً

صحیح بخاری میں حضرت ابو ہریرہؓ سے مروی ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا:

''لکلّ نبیّ دعوۃ مستجابۃ''۔(۴۳)

ہر نبی کے لیے ایک مستجاب دعا ہوتی ہے۔

اس حدیث کے ظاہری معنیٰ کے مطابق ہر نبی کو اللہ تعالیٰ نے صرف ایک دعا دی ہے جو وہ قبول ہوتی ہے۔ جبکہ احادیث صحیحہ سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ نہ صرف ہمارے نبی ﷺ بلکہ باقی انبیاء کی بھی بہت سی دعائیں قبول ہوئیں۔ مؤلف اس اشکال کا جواب دیتے ہوئے لکھتا ہے: مقبول دُعا کا مطلب یہ ہے کہ اس کی مقبولیت قطعی اور یقینی ہوگی۔ اس کے علاوہ باقی دعائیں قبولیت کی امّید کے درجہ میں ہوں گی۔ بعض علماء یہ جواب دیتے ہیں کہ آپؐ کے قول ''لکلّ نبیّ دعوۃ مستجابۃ'' سے مراد آپؐ کی افضل دعاؤں میں سے ایک ہے اگرچہ انہوں نے اس کے علاوہ اور بھی بہت سی دعائیں کیں۔ اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ ان انبیاء میں سے ہر ایک کے لیے اپنی امّت کے حق میں ایک مستجاب دعا ان کی ہلاکت یا نجات سے متعلق ہوگی اور یہ دُعا عام ہوگی اور باقی خاص دُعاؤں میں سے کچھ مستجاب ہوں گی اور کچھ نہیں۔ ایک قول یہ بھی ہے ہر نبی کے لیے ایک دُعا ہوگی جو اس کی دنیا یا اس کے نفس کے لیے خاص ہوگی۔(۴۴) جیسا کہ نوحؑ کی دُعا ہے:

رب لا تذر علی الارض من الکافرین دیّارا(۴۵)

حضرت زکریّاؑ کی دُعا: فھب لی من لدنک ولیاً یرثنی۔(۴۶)

☆ شفاعتِ نبی ﷺ کے متعلق مؤلف نے صحیحین سے ایک طویل حدیث نقل کی ہے۔ اس حدیث میں ہے کہ جب لوگ

---

۴۱۔ صحیح بخاری، کتاب الفتن، باب الفتنۃ التی تموج کموج البحر، ۱۲۲۳(۷۰۹۷)

۴۲۔ المواہب اللدنیہ، ۲/۱۰۵

۴۳۔ صحیح بخاری، کتاب التوحید، باب فی الشیئۃ والارادۃ، ۴/۴/۱۹۰؛ مسند اسحاق بن راھویہ، ۱۳۹(۶۷)

۴۴۔ المواہب اللدنیۃ، ۳/۳۶۱

۴۵۔ نوح : ۷۱/۲۶

۴۶۔ مریم : ۱۹/۵،۶

قیامت کے دن سفارش کے لیے حضرت نوحؑ کے پاس جائیں گے تو کہیں گے "یا نوح انت اوّل الرسل الی اھل الارض"۔(۴۷) اس قول میں اشکال یہ ہے کہ نوحؑ پہلے رسول کیونکر ہوئے جب کہ آدمؑ بھی نبی مرسل ہیں اسی طرح شیثؑ وادریسؑ کا شمار بھی رسولوں میں ہوتا ہے اور یہ سب رسول حضرت نوحؑ سے قبل کے تھے۔

مؤلف اس اشکال کا جواب دیتے ہوئے لکھتا ہے: "اوّلیت کی قید اہل الارض کے ساتھ ہے۔ آدمؑ، شیثؑ اور ادریسؑ تمام اہلِ ارض کی طرف رسول نہیں تھے۔ یہ بھی کہا جا سکتا ہے کہ یہ تینوں نبی تھے نہ کے رسول۔۔۔ اس کا ایک جواب یہ بھی ہے کہ آدمؑ کی رسالت ان کے بیٹوں کی طرف تھی اور وہ موحد تھے اور نوحؑ کی رسالت کفار کی طرف تھی تا کہ وہ انہیں توحید کی دعوت دیں۔"(۴۸)

☆ نبی اکرم ﷺ کے دادا عبدالمطلب نے نذر مانی تھی کہ اگر ان کے دس بیٹے ہوئے تو ان میں سے ایک کو اللہ کی راہ میں قربان کریں گے۔(۴۹) مؤلف کے مطابق بعض لوگوں نے یہ اشکال پیش کیا ہے کہ عبدالمطلب نے اپنے ایک بیٹے کو قربان کرنے کی نذر مانی تھی جب ان کی تعداد دس ہو جائے گی۔ حالانکہ عبدالمطلب کی شادی ھالہ کے ساتھ (جو حضرت حمزہ کی والدہ تھیں) نذر پوری کرنے کے بعد ہوئی۔ پس حضرت حمزہ اور حضرت عباس دونوں کی ولادت نذر پوری کرنے کے بعد ہوئی تھی اور ان دونوں کو ملا کر عبدالمطلب کی اولاد کی تعداد دس بنتی ہے۔(۵۰)

علامہ قسطلانی امام سہیلی کے حوالے سے اس کا جواب دیتے ہیں: اس میں کوئی اشکال نہیں اس لیے کہ علماء کی ایک جماعت کا قول یہ ہے کہ آپؐ کے چچاؤں کی تعداد بارہ تھی۔ چنانچہ اگر ان کا یہ قول درست ہے تو خبر میں کوئی اشکال نہیں اور اگر ان لوگوں کے قول کو درست قرار دیا جائے جو دس کی تعداد کو صحیح مانتے ہیں اور اس میں اضافہ نہیں کرتے تو پھر اولاد کا اطلاق بیٹوں اور پھر ان کے بیٹوں پر بھی حقیقی طور پر ہوگا نہ کہ مجازی طور پر۔ چنانچہ عبدالمطلب نے نذر پوری کرنے کے لیے اپنی اولاد کی اولاد کو اکٹھا کیا۔(۵۱)

مذکورہ بالا امثال سے یہ واضح ہوتا ہے کہ علامہ قسطلانی روایات کو جوں کا توں نہیں نقل کر دیتے بلکہ تحقیق وتفحص اور غور وفکر کے بعد روایات میں موجود اشکالات کی نہ صرف نشاندہی کرتے ہیں بلکہ اس کا مناسب جواب بھی دیتے ہیں۔

**(۱۰) روایات میں اوہام واغلاط کی تصحیح**

علامہ قسطلانی کی سیرت نگاری کی ایک خوبی روایات میں اوہام واغلاط کی تصحیح ہے۔ چنانچہ سیرت نگاری کے دوران وہ ایسی بہت سی احادیث کی نہ صرف نشاندہی کرتے ہیں جو اوہام واغلاط پیدا کرتی ہیں بلکہ تحقیق وتفتیش سے ان کی اصلاح بھی کرتے ہیں۔ مثلاً

☆ صحیح مسلم کی ایک روایت حضرت انسؓ سے مروی ہے: نبی اکرم ﷺ نے ان لوگوں پر تیس دن تک بددعا کی جنہوں نے اصحابِ بئر معونہ کو قتل کیا۔ (یعنی) وہ رعل، لحیان اور عصیہ پر بددعا کرتے تھے جنہوں نے اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی نافرمانی کی(۵۲)۔ مؤلف کے مطابق روایت میں بنولحیان کا ذکر ہوا ہے اور یہ روایت میں وہم ہے کہ بنولحیان نے اصحاب بئر معونہ کو قتل کیا ہو۔ بلکہ وہ رعل، ذکوان، عصیہ اور بنوسلیم سے ان کے ساتھی تھے۔ جہاں تک بنولحیان کا تعلق ہے تو یہ وہ لوگ ہیں جنہوں نے بعث الرجیع کے موقع پر صحابہ کرامؓ

---

۴۷۔ صحیح بخاری، کتاب التوحید، باب قول اللہ تعالی لما خلقت بیدی، ۴/۸/۱۷۲

۴۸۔ المواھب اللدنیۃ، ۳/۴۵۳

۴۹۔ ایضاً، ۱/۱۸۸

۵۰۔ ایضاً، ۱/۵۸

۵۱۔ ایضاً، ۱/۵۸

۵۲۔ صحیح مسلم، کتاب الصلاۃ، باب استحباب القنوت فی جمیع الصلوات اذا نزلت بالمسلمین نازلۃ۔۔۔، ۳/۲۷۳ (۱۵۴۵)

کوشہید کیا۔(۵۳)

☆ نبی اکرم ﷺ نے حضرت عاصم بن ثابتؓ کو ہجرت کے چھتیسویں مہینے میں رجیع کی طرف عضل وقارہ کے قبائل کے پاس بھیجا۔(۵۴) مؤلف کے مطابق قصہ عضل والقارہ کا تعلق بعث الرجیع سے ہے نہ کہ سریہ بئر معونہ سے۔ابنِ اسحاق نے ان دونوں سریوں کے درمیان فصل قائم کی ہے۔انہوں نے بعث الرجیع کو ۳ ہجری کے اواخر میں اور سریہ بئر معونہ کو ۴ ہجری کے اوائل میں ذکر کیا ہے () اور واقدی نے ذکر کیا ہے کہ اصحاب بئر معونہ اور اصحابِ الرجیع دونوں کی خبر نبی اکرم ﷺ کے پاس ایک ہی رات میں پہنچی۔امام بخاریؒ کے ترجمہ کا سیاق یہ وہم پیدا کرتا ہے کہ بعث الرجیع اور بئر معونہ ایک ہی سریہ ہیں۔حالانکہ ایسا نہیں ہے۔اس لیے کہ بعث الرجیع کا تعلق عاصم اور خبیب اور ان دونوں کے ساتھیوں سے تھا۔اور یہ سریہ عضل والقارہ کے ساتھ تھا۔اور بئر معونہ قراء کا سریہ تھا اور یہ سریہ رعل وذکوان کے ساتھ تھا۔گویا کہ امام بخاریؒ نے ان دونوں سریوں کو ان کے (زمانی) قرب کی بنا پر مدغم کر دیا ہے۔(۵۵)

☆ غزوہ تبوک کا ذکر امام بخاریؒ نے حجۃ الوداع کے بعد کیا ہے۔(۵۶) علامہ قسطلانی کے مطابق یہ غزوہ بلا اختلاف ہجرت کے نویں سال رجب کے مہینے میں وقوع پذیر ہوا۔امام بخاری نے جو اسے حجۃ الوداع کے بعد ذکر کیا ہے تو شاید یہ نساخ کی خطا ہے۔(۵۷)

**(۱۱) لطیف نکات کا استنباط**

مؤلف نے بہت سے مقامات پر آیات واحادیث اور واقعاتِ سیرت سے لطیف نکات مستنبط کیے ہیں۔جو مؤلف کی دقتِ نظر اور ذکاوتِ فہم کی دلیل ہیں۔ان میں سے چند نکات درج ذیل ہیں:

☆ آپؐ کی ہجرت کے واقعات میں سے غارِ ثور کے تذکرہ میں درج ذیل آیت کریمہ نقل کی ہے:'' لاتحزن انّ الله معنا '' (۵۸) اس آیت کی تفسیر بیان کرنے کے بعد لکھتے ہیں:''تم بنی اسرائیل کے لیے موسیٰؑ کے قول (کلا انّ ربی سیھدین) پر غور کرو اور صدیقِ اکبرؓ کے لیے ہمارے نبی اکرم ﷺ کے قول (انّ اللہ معنا) پر غور کرو۔موسیٰؑ نے اللہ کے ساتھ صرف اپنی معیت کو خاص کیا ہے اور اپنے اتباع کی طرف اس کی نسبت نہیں کی جب کہ ہمارے نبی اکرم ﷺ نے حضرت صدیقِ اکبرؓ کو بھی اپنے ساتھ اللہ کی معیت میں شامل کیا ہے''(۵۹)

☆ رکوع وسجود میں قرآن پاک کی قرات کی ممانعت کے متعلق کہتے ہیں: اس میں ایک لطیف فائدہ موجود ہے جس کا ذکر بعض محققین نے کیا ہے۔آپؐ کا رکوع اور سجدہ میں قرآن کی قرات سے روکنا اس لیے ہے کہ قرآنِ کریم اشرف الکلام ہے اور رکوع اور سجدہ دونوں حالتیں عاجزی اور پستی کی ہیں۔پس کلامِ الٰہی کے ادب کا تقاضا یہ ہے کہ ان دونوں حالتوں میں قرآن نہ پڑھا جائے اس کے برعکس حالتِ قیام میں قرآن کی قرات اولیٰ ہے۔(۶۰)

---

۵۳۔ المواہب اللدنیۃ، ۱/۲۲۶

۵۴۔ السیرۃ النبویۃ، ۳/۱۸۷؛ الطبقات الکبریٰ، ۲/۲۷۷

۵۵۔ المواہب اللدنیۃ، ۱/۲۱۹

۵۶۔ صحیح بخاری، کتاب المغازی، باب غزوۃ تبوک، ۳/۵/۱۲۸

۵۷۔ المواہب اللدنیۃ، ۱/۳۴۶

۵۸۔ التوبۃ : ۹/۴۰

۵۹۔ المواہب اللدنیۃ ۱/۱۵۰

۶۰۔ ایضاً، ۳/۱۵۶، ۱۵۷

☆ حضرت اسماعیلؑ کے ذبح کے واقعہ سے ایک لطیف نکتہ مستنبط کرتے ہوئے لکھتے ہیں: اے دوست دیکھو اس قصہ میں کیسا جلیل راز ہے وہ یہ کہ اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کو جبر کے بعد کسرا اور سختی کے بعد نرمی دکھلاتا ہے۔ حضرت حاجرہؓ اور ان کے بیٹے کا دوری، تنہائی اور پردیس میں صبر اور اولاد کے ذبح کے لیے سرِ تسلیم خم کرنا یہ اللہ تعالیٰ کی سنّت ہے کہ جس کے لیے وہ اپنی مخلوق میں سے اس کی کمزوری، ذلّت، انکساری اور صبر پر رفعت چاہتا ہے تو اسے اپنے فضل سے نوازتا ہے۔(۶۱) اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ''و نرید ان نمن علی الذین استضعفوا فی الارض و نجعلهم ائمة و نجعلهم الوارثین و نمکن لهم فی الارض''۔(۶۲)

**(۱۲) آیات کا سببِ نزول اور تفسیر**

علامہ قسطلانی نے المواہب اللدنیہ کی تالیف کے لیے جن مصادر و مآخذ سے استفادہ کیا ہے ان میں قرآنِ کریم سرِ فہرست ہے۔ مؤلف نے واقعاتِ سیرت بیان کرتے ہوئے جابجا آیاتِ قرآنیہ سے استدلال کیا ہے۔ نزولِ وحی کا ذکر ہو یا غزوات کا، نبی اکرم ﷺ کے اسماءِ گرامی کا ذکر ہو یا آپؐ کے خصائص کا مؤلف نے ہر ایک موضوع کے تحت آیات سے استدلال کیا ہے۔ وہ نہ صرف آیات کی تفسیر بیان کرتے ہیں بلکہ آیات کا سببِ نزول بھی بتاتے ہیں۔ مثلاً

☆ غزوۂ بدر الموعد کا ذکر کرتے ہوئے درج ذیل آیت نقل کی ہے:

''الذین استجابو الله و الرسول۔۔۔'' الی قوله "فانقلبوا بنعمة من الله فضل لم یمسسهم سوء''۔(۶۳) مؤلف کے مطابق صحیح یہی ہے کہ یہ آیت حمراء الاسد کی شان میں نازل ہوئی جیسا کہ عماد الدین ابن کثیر نے بیان کیا ہے۔(۶۴)

☆ عثمان بن طلحہ خانہ کعبہ کے کلید بردار تھے۔ فتح مکّہ کے موقع پر آپؐ نے خانہ کعبہ کی چابی عثمان بن طلحہ کے پاس رہنے دی اس واقعہ کے تذکرہ میں مؤلف لکھتا ہے: بے شک یہ آیت ''ان الله یامر کم ان تؤدوا الامانات الی اهلها" () عثمان بن طلحہ کے بارے میں نازل ہوئی۔(۶۵)

☆ غزوۂ تبوک میں تین صحابہ یعنی کعب بن مالک، ہلال بن امیّہ اور مرارہ بن ربیع پیچھے رہ گئے تھے۔ مؤلف نے ان کا ذکر کرتے ہوئے سورۃ التوبہ کی وہ آیات نقل کی ہیں جو کہ ان تین صحابہ کے بارے میں نازل ہوئیں۔(۶۷)

☆ ارشادِ باری تعالیٰ ہے ''ماانزلنا علیك القرأن لتشقی'' (۶۸) مؤلف نے اس کے سببِ نزول میں چار اقوال نقل کیے ہیں۔(۶۹)

آیات کا سببِ نزول بیان کرنے کے ساتھ ساتھ آیات کی تفسیر و توضیح مفسّرین کے اقوال کی روشنی میں پیش کی ہے۔

---

۶۱۔ المواہب اللدنیۃ، ۵۷/۱

۶۲۔ القصص : ۶۰۵/۲۸

۶۳۔ ال عمران ۱۷۲/۳ تا ۱۷۴

۶۴۔ المواہب اللدنیۃ ۲۳۴/۱

۶۵۔ ایضاً، ۳۲۳/۱

۶۶۔ ایضاً، ۳۲۳/۱

۶۷۔ ایضاً، ۳۵۳/۱

۶۸۔ طہٰ : ۲/۲۰

۶۹۔ المواہب اللدنیۃ، ۴۱۰/۲

☆ منافقین کی مسجدِ ضرار کا ذکر کرتے ہوئے درج ذیل آیت نقل کی ہے:

والذین اتخذوا مسجدًا ضرار او کفرا(۷۰)

مؤلف نے اس آیت کی تفسیر واحدی کے حوالے سے کی ہے۔علامہ واحدی کے مطابق ''ابنِ عباس، مجاہد، قتادہ اور دیگر مفسّرین نے کہا ہے: جن لوگوں نے مسجد ضرار بنائی وہ بارہ افراد تھے اس مسجد کی تعمیر کے ذریعے وہ مسجدِ قبا کو ضرر پہنچانا چاہتے تھے۔لہذا انہوں نے منافقین کے ایک گروہ سے کہا ہم مسجد بنائیں گے اس میں ہم باتیں کریں گے اور محمد ﷺ کے پیچھے (نماز) میں حاضر نہ ہوں گے۔''(۷۱)

☆ اسی طرح مؤلف نے سورہ کوثر کی تفسیر امام فخر الدین رازی کے کے حوالے سے کی ہے۔(۷۲)

☆ سورہ نساء کی آیت: ومن یطع الله والرسول فأولئك مع الذین أنعم الله علیهم من النبیین والصدیقین والشهداء والصالحین وحسن اولئك رفیقا۔(۷۳) کی تفسیر کے ذیل میں امام بغوی اور امام واحدی کے تفسیری اقوال پیش کیے ہیں۔(۷۴)

**(۱۳) الفاظ کی لغوی اور نحوی تشریح**

عربی زبان دنیا کی تمام زبانوں سے وسیع تر زبان ہے۔اس میں ایک چیز کے بہت سے نام اور بہت سی لغات پائی جاتی ہیں۔ایک ہی مفہوم کو سینکڑوں عنوانات اور الفاظ سے تعبیر کیا جا سکتا ہے۔اعراب اور اشتقاق کے بدلنے سے ایک ایک لفظ کے کئی کئی معنی پیدا ہو جاتے ہیں۔یہی وجہ ہے کہ علامہ قسطلانی نے سیرت نگاری کے دوران آنے والے بہت سے مشکل الفاظ کے نہ صرف معنی بتائے ہیں بلکہ اعراب کی بھی نشاندہی ہے۔اس سے پڑھنے والے کو کسی وقت اور دشواری کا سامنا نہیں کرنا پڑتا۔علامہ قسطلانی نے جن الفاظ کی لغوی و نحوی توضیح و تشریح کی ان میں اشخاص، جگہوں، پودوں اور بیماریوں کے نام شامل ہیں۔علاوہ ازیں احادیث اور اشعار میں آنے والے مشکل الفاظ کی بھی لغوی وضاحت کی ہے۔اس ضمن میں انہوں نے علماءِ لغت کے اقوال و آراء سے بھی استفادہ کیا ہے۔

اشخاص کے ناموں کی لغوی وضاحت کی چند مثالیں درج ذیل ہیں:۔

☆ ابنِ قصی۔بفتح الصاد۔تصغیر قصی أی بعید۔لأنه بعد عن عشیرته فی بلاد قضاعة(۷۵)

ابن قصی۔صاد کی فتح کے ساتھ ہے۔قصی کی تصغیر ہے۔یعنی دور، اس لیے کہ وہ اپنے خاندان سے دور بلاد قضاعۃ میں رہتے تھے۔

☆ ابن الیاس۔بکسر الهمزة فی قول ابن الأنباری وبفتحها فی قول قاسم بن ثابت، ضد الرجاء واللام فیه للتعریف والهمزة للوصل۔(۷۶)

ابن الیاس۔ہمزہ کی کسر کے ساتھ ہے۔یہ ابن الانباری کا قول ہے۔جبکہ قاسم بن ثابت کے قول کے مطابق ہمزہ کی فتح کے ساتھ ہے۔الیاس رجاء کی ضد ہے اور اس میں لام تعریف کے لیے اور ہمزۂ وصل کے لیے ہے۔

---

۷۰۔ التوبة: ۱۰۷/۹

۷۱۔ أسباب النزول، ۱۴۹؛ المواهب اللدنیة، ۳۹۱/۱

۷۲۔ المواهب اللدنیة ۴۱۱/۲

۷۳۔ النساء: ۶۹/۴

۷۴۔ المواهب اللدنیة ۴۸۲،۴۸۱/۲

۷۵۔ ایضاً، ۴۹/۱

۷۶۔ ایضاً، ۵۰/۱

☆الزنیرة ۔بکسر الزای و تشدید النون المکسورة کسکینة کذا فی القاموس۔(۷۷)

زاء کی کسرہ اور نون کی تشدید و کسرہ کے ساتھ ہے۔ جیسے کہ سکینہ۔ قاموس میں ایسے ہی لکھا ہے۔

اسی طرح مؤلف نے مختلف جگہوں کے ناموں کی لغوی توضیح کی ہے۔

قَرْدة : ق کی فتح اور راء کے سکون کے ساتھ ہے۔ اور کہا گیا ہے کہ راء کی کسرہ کے ساتھ ہے۔ جیسا کہ ابن الفرات نے ضبط کیا ہے۔ یہ نجد کے چشموں میں سے ایک چشمے کا نام ہے۔(۷۸)

رَجیع : راء کی فتح اور جیم کی کسرہ کے ساتھ ہے۔ حجاز کے نواح میں مکہ اور عسفان کے درمیان قبیلہ ھذیل کے چشموں میں سے ایک چشمہ کا نام ہے۔(۷۹)

دُومہ : دال کی ضمّہ کے ساتھ ہے۔ یہ ایک شہر کا نام ہے۔ اس کے اور دمشق کے درمیان پانچ راتوں کی مسافت ہے۔(۸۰)

ارکانِ اسلام میں سے زکوٰۃ کے لغوی و اصطلاحی معنی بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں۔ لغت میں یہ نشو ونما اور پاکیزگی کو کہتے ہیں۔ کیونکہ اس کے ذریعے مال ایسی جگہ سے نشو ونما پاتا ہے جو دکھائی نہیں دیتی۔ زکوٰۃ اپنے ادا کرنے والوں کو گناہوں سے پاک کرتی ہے۔ ایک قول یہ ہے کہ اس کا اجر اللہ کے ہاں بڑھتا ہے۔ شریعت میں زکوٰۃ کو اس کے لغوی معنوں کی بنا پر زکوٰۃ کہتے ہیں۔(۸۱)

علامہ قسطلانی نے کتب احادیث کے ایک بڑے ذخیرہ سے استفادہ کیا ہے۔ وہ صرف نقلِ حدیث پر اکتفا نہیں کرتے۔ بلکہ حدیث میں موجود مشکل الفاظ کی لغوی وضاحت بھی کرتے ہیں۔ مثلاً نبی اکرم ﷺ کی نبوّت کی ازلیت سے متعلق ایک حدیث نقل کی ہے۔

انی عنداللہ لخاتم النبیین و ان آدم لمنجدل فی طینتہ۔(۸۲)

حدیث میں مذکور لفظ ''لمنجدل'' کے معنی بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں

طریحاً ملقیً علی الارض قبل نفخ الروح فیہ۔(۸۳)

نفخ روح سے قبل یہ زمین پر پڑے ہوئے تھے۔

☆ارشادِ نبوی ﷺ ھے : ولاترفع عصاك عن اھلك ادباً۔ (۸۴)

ابن الاثیر کے حوالے سے اس کی وضاحت کرتے ہوئے لکھتے ہیں یعنی تو ان کو تأدیب اور طاعت الٰہی پر جمع کر۔ کہا جاتا ہے کہ شق العصا کے معنی جماعت سے علیحدہ ہو جانا ہے۔ اس سے مراد عصا کے ساتھ مارنا نہیں ہے۔ لیکن اس کا مطلب یہ ہے کہ تو ان کو ادب سکھانے اور فساد سے منع کرنے پر غفلت مت دکھانا۔(۸۵)

یعلی بن مرۃ الثقفی سے مروی ہے: بینا نحن نسیر مع النبی ﷺ اذ مررنا ببعیر یسنی علیہ فلما رأہ البعیر جرجر

---

۷۷۔ المواہب اللدنیۃ ۱/۱۲۴

۷۸۔ ایضاً، ۱/۲۰۲

۷۹۔ ایضاً

۸۰۔ المواہب اللدنیۃ، ۱/۲۳۴

۸۱۔ المواہب اللدنیۃ، ۳/۲۷۱

۸۲۔ مسند أحمد، ۵/۱۱۰، ۱۱۱ (۱۶۷۰۰، ۱۶۷۰۱)؛ المستدرک، ۲/۶۵۶؛ حلیۃ الأولیاء، ۶/۹۳؛ دلائل النبوۃ (بیہقی)، ۱/۸۰

۸۳۔ المواہب اللدنیۃ، ۱/۲۹

۸۴۔ مجمع الزوائد، کتاب الادب، باب تأدیب الاولاد وأہل البیت وتعلیق السوط حیث یرونہ، ۸/۱۰۸

۸۵۔ المواہب اللدنیۃ، ۲/۳۲؛ النہایۃ، ۳/۲۵۰

فوضع جرانه ـــالیٰ آخره(۸۶)۔

مؤلف کے مطابق : جران جیم کی کسرہ کے ساتھ ہے۔

ابنِ فارس نے لکھا ہے: مقدم عنق البعير من مذ بحه الیٰ نحره (۸۷)

☆عبداللہ بن اقرم الخزاعی فرماتے ہیں: وقد صلى معه ﷺ۔کنت أنظر الی عفرة ابطيه۔(۸۸)

العفرۃ کی وضاحت میں الھروی کا قول نقل کرتے ہیں: "البيان الذی ليس بخالص "(۸۹)

اس کے علاوہ مؤلف نے متعدد مقامات پر احادیث میں موجود مشکل الفاظ کی توضیح کی ہے۔

طبِّ نبوی ﷺ کے باب میں مؤلف نے بہت سی بیماریوں کا ذکر کرتے ہوئے ان کے معانی کی وضاحت کی ہے۔ان میں عذرۃ،ذات الجنب،استسقاء،عرق النساء،اکلی اور طاعون وغیرہ شامل ہیں۔

علاوہ ازیں مؤلف نے سیرت نگاری کے دوران جابجا اشعار سے استشہاد کیا ہے۔استشہاد کرتے ہوئے ان اشعار کے اندر موجود مشکل الفاظ کی لغوی ونحوی وضاحت کی ہے۔

**(۱۴)اشعار سے استشہاد**

قدیم سیرت نگاروں کی خصوصیت یہ تھی کہ وہ سیرت نگاری کے دوران بہت زیادہ اشعار نقل کرتے تھے بعد کے ادوار میں نقلِ اشعار کا رجحان نسبتاً کم ہوگیا۔علامہ قسطلانی نے بھی المواہب اللدنیہ میں کئی مقامات پر اشعار سے استشہاد کیا ہے۔صحابہ کرامؓ میں سے حضرت حسان بن ثابتؓ،حضرت عبداللہ بن رواحہؓ،حضرت ابوبکر صدیقؓ،حضرت بلالؓ،حضرت ابوسفیان بن الحارثؓ،حضرت صفیہؓ اور حضرت فاطمہؓ کے اشعار نقل کیے ہیں۔(۹۰)

مسجد نبوی ﷺ کی تعمیر کے موقع پر نبی اکرم ﷺ نے جو اشعار کہے وہ بھی مؤلف نے نقل کیے ہیں۔نیز نبی اکرم ﷺ کی والدہ ماجدہ حضرت آمنہ اور آپ ﷺ کے چچا ابوطالب کے اشعار بھی نقل کیے ہیں۔(۹۱)

ان کے علاوہ جن لوگوں کے اشعار نقل کیے ہیں ان میں صوفیہ،فقہا اور نامور شعراء شامل ہیں۔ان کے نام درج ذیل ہیں:

ابراھیم بن ابی المجد (م ۶۷۶ھ)(۹۲)،علی بن محمد بن محمد بن وفا الشاذلی (م۸۰۷ھ)(۹۳)،عبداللہ بن یحیی الشقر الطیسی (م ۴۶۶ھ)(۹۴)،عبداللہ بن محمد ابومحمد المرجانی (م ۶۹۹)(۹۵)،محمد بن سعید شرف الدین البوصیری (م ۶۹۶ھ)(۹۶)،حسین بن ھانی

---

۸۶۔ مسند احمد/۵/۱۸۳(۱۷۱۱۵)

۸۷۔ المواہب اللدنیہ/۲/۲۲۲؛معجم مقاییس اللغۃ/۱۹۴

۸۸۔ جامع ترمذی،کتاب الصلاۃ،باب ماجاء فی التجافی فی السجود،۵۷(۲۷۴)

۸۹۔ ایضاً/۲/۵۷؛الغریبین/۴/۱۲۹۸

۹۰۔ المواہب اللدنیۃ/۱/۱۶۰

۹۱۔ ایضاً/۱/۸۹،۹۷،۱۱۷؛۳/۲۵۲

۹۲۔ ایضاً/۲/۴۸۳

۹۳۔ ایضاً/۱/۴۴؛۲/۹،۱۰،۱۱،۱۸،۲۰۰،۲۰۳؛۳/۲۱۲

۹۴۔ ایضاً/۱/۷۰،۱۲۴؛۲/۴۷؛۲/۴۳۳؛۳/۲۵۰

۹۵۔ ایضاً/۱/۱۰۷

۹۶۔ ایضاً/۱/۱۴۷،۱۴۸،۱۴۹؛۲/۱۲۳،۵،۱۲۵،۲۰۳،۲۱۸،۲۲۳،۲۲۵،۲۲۴،۵۳۵؛۳/۴۱۶

ابونواس (م ۱۹۸ھ) (۹۷)، حسن بن شاور ابن النقیب المعروف بالنفیسی (۹۸)، ابوالیمن بن عساکر (۹۹)، ابومحمد عبداللہ بن الحسین القرطبی (۱۰۰)، رضی الدین ابوعبداللہ بن یوسف الانصاری الشاطبی (۱۰۱) محمود بن حسن الوراق (م ۲۲۵ھ) (۱۰۲)، محمد بن محمد ابوالولید محبّ الدین ابن الشحنہ الحلبی (م ۸۱۵ھ) (۱۰۳)، محمد بن خلفہ ابوعبداللہ الابی (م ۸۲۷ھ) (۱۰۴)، شمس الدین سخاوی (م ۹۰۲ھ) (۱۰۵)، ابنِ حجر عسقلانی (م ۸۵۲ھ) (۱۰۶)، ابوتمام الطائی (۱۰۷)، زفر بن الحارث (۱۰۸)، برھان الدین القیر اطی (۱۰۹)، ابوالحسن بن الفضل المقدسی (۱۱۰)، ابوالحکم بن المرحل (۱۱۱)، زین الدین عراقی (۱۱۲)، ابن الحلاوی (۱۱۳)، ابوالفضل الجوھری (۱۱۴)، ابوعبداللہ بن ابن القاسم بن الحکیم (۱۱۵) اور احمد بن محمد العریف (۱۱۶) وغیرہ۔

اس کے علاوہ اور بہت سے اشعار شاعر کا حوالہ دیے بغیر نقل کیے ہیں۔(۱۱۷) مؤلف نے صرف نقلِ اشعار پر اکتفا نہیں کیا بلکہ ان اشعار کی توضیح وتشریح بھی کی ہے اور ان میں موجود مشکل الفاظ کی لغوی وضاحت کی ہے۔(۱۱۸)

---

۹۷۔ المواھب اللدنیۃ ۲/۶
۹۸۔ ایضاً، ۱/۱۴۸
۹۹۔ ایضاً، ۲/۱۷۴
۱۰۰۔ ایضاً، ۲/۱۷۶
۱۰۱۔ ایضاً، ۲/۵۳۲
۱۰۲۔ ایضاً، ۲/۴۹۱
۱۰۳۔ ایضاً، ۲/۵۴۷
۱۰۴۔ ایضاً، ۳/۴۵۳
۱۰۵۔ ایضاً، ۳/۳۰، ۳۱
۱۰۶۔ ایضاً، ۲/۵۳۴، ۵۴۷
۱۰۷۔ ایضاً، ۲/۴۹۱
۱۰۸۔ ایضاً، ۲/۲۴
۱۰۹۔ ایضاً، ۲/۳۸۷
۱۱۰۔ ایضاً، ۱/۴۰۲
۱۱۱۔ ایضاً، ۲/۱۷۵
۱۱۲۔ ایضاً، ۲/۱۱۷
۱۱۳۔ ایضاً، ۲/۱۰
۱۱۴۔ ایضاً، ۳/۴۰۷
۱۱۵۔ ایضاً، ۳/۴۰۷
۱۱۶۔ ایضاً، ۳/۴۱۷
۱۱۷۔ ایضاً، ۱/۲۸، ۳۵، ۵۱، ۵۷، ۱۰۰، ۱۴۸، ۲/۶، ۱۵، ۷۴، ۲۱۵، ۲۴۴، ۲۴۸، ۲۹۷، ۳۴۳، ۴۲۵، ۴۲۶، ۵۲۹، ۵۳۰، ۳/۶، ۸، ۹، ۳۶۹، ۳۷۹، ۳۹۲، ۴۱۲، ۴۲۶،
۱۱۸۔ المواھب اللدنیۃ، ۱/۱۴۹، ۱۶۰، ۱۶۱

**(۱۵) تصوّف کے باطل نظریات اور بدعات کی تردید**

علامہ قسطلانی نے سیرت نگاری کے دوران تصوّف کی راہ سے آنے والے باطل نظریات وافکار نیز اپنے وقت میں رائج بدعات کی تردید کی ہے۔

☆ارشادِ باری تعالیٰ ہے: وجاھدوا فی اللہ حق جھادہ۔(۱۱۹)

اس آیت کی تفسیر میں مؤلف نے نبی اکرم ﷺ اور صحابہ کرامؓ کی عبادات وقیام کا ذکر کیا ہے اس کے ساتھ ہی انہوں نے متصوفین کے غلط نظریہ فکر کی تردید کی ہے۔ مؤلف کے مطابق ''وہ لوگ جو اپنے کو تصوّف سے منسوب قرار دیتے ہیں کہتے ہیں کہ قربِ حقیقی بندے کو اعمالِ ظاہرہ سے اعمالِ باطنہ کی طرف منتقل کرتا ہے اور جسم وجوارح کو اعمال کی مشقت سے راحت دلاتا ہے۔ یہ لوگ کفر والحاد میں مبتلا ہیں۔ انہوں نے عبادت کو معطل کر دیا ہے اور گمان کیا ہے کہ وہ اپنے خیالاتِ باطلہ کی وجہ سے عبادات سے مستغنی ہو جائیں گے۔ یہ باطل خیالات محض نفس کی آرزوئیں اور شیطان کا دھوکا ہیں۔''(۱۲۰)

☆صحیحین کی ایک حدیث کے مطابق ایامِ منیٰ کے دوران حضرت ابوبکر صدیقؓ، حضرت عائشہؓ کے پاس گئے۔ اس وقت دو لڑکیاں ان کے پاس بیٹھیں دف بجا رہی تھیں۔ ابوبکرؓ نے ان کو ڈانٹا۔ نبی اکرم ﷺ نے ابوبکرؓ سے کہا کہ ان کو چھوڑ دو یہ ان کے ایامِ عید ہیں۔(۱۲۱)

صوفیہ کی ایک جماعت نے اس حدیث سے غنا اور اس کے سماع کو مباح قرار دیا ہے۔ مؤلف نے ان کے اس نظریے کی تردید حضرت عائشہؓ کی ایک اور حدیث سے کی ہے جس کے الفاظ ہیں: ''ولیستا بمغنیتین''(۱۲۲) بعد ازاں علامہ قرطبی کے حوالے سے لکھا ہے کہ یہ زنادقہ کے آثار میں سے ہے۔(۱۲۳)

☆حفیظہ رمضان ''لا آلاء الاّ آلاؤك باللہ ---الی آخرہ''(۱۲۴)

علامہ قسطلانی نے اس کی تردید کرتے ہوئے شیخ سخاوی کے حوالے سے لکھا ہے: ''بلادِ یمن، مکہ، مصر، بلادِ مغرب اور باقی تمام شہروں میں مشہور ہے کہ یہ حفیظہ رمضان ہے۔ جو کہ ڈوبنے، چوری ہونے، جلنے اور باقی تمام آفات سے محفوظ رکھتا ہے۔ یہ بدعت ہے اس کی کوئی اصل نہیں۔''(۱۲۵)

☆امام حاکم کی المستدرک میں ایک درود مذکور ہے۔ آپ ﷺ نے فرمایا: ''اذا تشھد احد کم فی الصلاۃ فلیقل: اللھم صل علی محمد وعلی آل محمد، وارحم محمداً وآل محمد، کما صلیت وبارکت وترحمت علی ابراھیم وعلی آل ابراھیم انك حمید مجید۔''(۱۲۶)

---

۱۱۹۔ الحج: ۲۲/۷۸

۱۲۰۔ المواھب اللدنیہ، ۳/۱۰۹

۱۲۱۔ صحیح بخاری، کتاب العیدین، باب سنۃ العیدین لاھل الاسلام، ۱۵۳ (۹۵۲)

۱۲۲۔ صحیح مسلم، ابواب صلاۃ العیدین، باب الفرح واللعب فی ایام الاعیاد، ۳۵۶ (۲۰۶۱)

۱۲۳۔ المفہم، ۲/۵۳۴

۱۲۴۔ کشف الخفاء، ۲/۳۴۸؛ اسنی المطالب، ۱۲۸، ۳۴۳؛ الاسرار المرفوعۃ، ۳۸۸

۱۲۵۔ المقاصد الحسنۃ، ۵۳۷؛ المواھب اللدنیۃ، ۳/۴۰

۱۲۶۔ المستدرک، ۱/۴۰۲

علامہ قسطلانی کے مطابق ایک گروہ نے درود کے صحیح ہونے پر اصرار کیا ہے۔ یہ ان کا وہم ہے یہ روایت یحییٰ بن السباق سے ہے۔ وہ ایک مجہول آدمی ہے اور ایک مبہم آدمی سے روایت کر رہا ہے۔ ابن العربی نے اس کے انکار میں مبالغہ کیا ہے اور اسے بدعت کے قریب قرار دیا ہے۔(۱۲۷)

**(۱۶) باطل فرقوں (روافض، زنادقہ، قرامطہ، مرجئہ، معتزلہ) کے عقائدِ باطلہ کی تردید:**

اسلام کے اوّلین ادوار میں بہت سے باطل فرقوں نے جنم لیا۔ جنھوں نے اپنے نظریات کی تائید کے لیے آیات واحادیث کے اپنی مرضی سے معنی متعین کیے۔ علامہ قسطلانی نے المواہب اللدنیہ میں حسبِ موقع ومحل ان فرقوں کے باطل نظریات کی نشاندہی کرتے ہوئے تردید کی ہے۔

☆ نبی اکرم ﷺ نے ۹ ہجری میں حضرت ابوبکر صدیقؓ کو امیر حج مقرر کیا اور ان کے پیچھے حضرت علیؓ کو بھیجا۔ حضرت ابوبکر صدیقؓ نے حضرت علیؓ سے پوچھا: امیر ہو یا مامور بن کر آئے ہو۔ حضرت علیؓ نے جواب دیا مامور بن کر آیا ہوں۔(۱۲۸)

مؤلف کے مطابق رافضہ کہتے ہیں حضرت علیؓ نے حضرت ابوبکر صدیقؓ کو معزول کر دیا تھا۔ یہ ان کی افترا پردازی ہے۔ (۱۲۹)

☆ صحابہ کرامؓ کے بارے میں ارشادِ باری تعالیٰ ہے: ''ذالك مثلهم فی التوراة ومثلهم فی الانجیل کزرع اخرج شطأه فأزره فاستغلظ فاستوی علی سوقه یعجب الزراع لیغیظ بهم الکفار''(۱۳۰)

علامہ قسطلانی لکھتے ہیں: ''اس آیت سے امام مالکؒ نے ان روافض کی تکفیر کی ہے جو صحابہ کرامؓ سے بغض رکھتے تھے۔ اور جو صحابہ سے غیظ رکھتا ہے وہ کافر ہے۔(۱۳۱)

روافض کے بارے میں نبی اکرم ﷺ کی ایک پیشین گوئی کا ذکر علامہ بیہقی نے دلائل النبوۃ میں ذکر کیا ہے۔ حضرت علیؓ سے مروی ہے آپ ﷺ نے فرمایا:

''یکون فی امّتی یسمون الرافضه ، یرفضون الاسلام''(۱۳۲)

اسی طرح قدریہ اور مرجئہ کے بارے میں آپ ﷺ نے فرمایا تھا:

''هم مجوس الامة''(۱۳۳)

وہ امّت کے مجوسی ہیں۔

☆ حدیث اسراء کے متعلق علامہ قسطلانی لکھتے ہیں کہ اس حدیث کے صحیح ہونے پر تمام مسلمانوں کا اجماع ہے۔ لیکن ملحد زنادقہ اس

---

۱۲۷۔ المواہب اللدنیۃ، ۱۶۰/۳

۱۲۸۔ سنن نسائی، کتاب المناسک، الخطبۃ قبل یوم الترویۃ، ۳۱۱، ۳۱۲ (۲۹۹۶)

۱۲۹۔ المواہب اللدنیۃ، ۳۵۵/۱

۱۳۰۔ الفتح : ۲۹/۴۸

۱۳۱۔ المواہب اللدنیۃ، ۵۳۸/۲۔۵۳۹

۱۳۲۔ مسند ابویعلی، ۹۵/۳ (۲۵۷۹)؛ دلائل النبوۃ (بیہقی)، ۵۴۷/۶

۱۳۳۔ کشف الخفاء، ۹۱/۲؛ کتاب الانابۃ، ۱۶؛ تذکرۃ الموضوعات، ۱۵؛ المقاصد الحسنۃ، ۳۵۹؛ تنزیہ الشریعۃ، ۳۱۶؛ الانابۃ، ۱۶؛ تاریخ دمشق، ۲۰۱/۳۹/۲۰

حدیث کا انکار کرتے ہیں۔(۱۳۴)

☆ارشادِ باری تعالی ہے:"لاتدرکه الابصار"(۱۳۵)

معتزلہ نے اس آیت سے یہ استدلال کیا ہے کہ اللہ تعالی کو نہ دنیا میں دیکھا جاسکتا ہے اور نہ آخرت میں دیکھا جائے گا۔ علامہ قسطلانی کے مطابق معتزلہ نے اہلِ سنت والجماعت کی مخالفت کی ہے اور جہل کے مرتکب ہوئے ہیں۔(۱۳۶)

☆انبیاء میں سے بعض کو بعض پر فضیلت حاصل ہے جیسا کہ ارشادِ باری تعالی ہے:

(۱)"ورفع بعضهم درجات"(۱۳۷)

(۲)"ولقد فضلنا بعض النبيين على بعض"(۱۳۸)

مؤلف کے مطابق یہ دونوں آیات اس بات کی دلیل ہیں کہ انبیاءؑ اور رسولوں کے مراتب مختلف ہیں برخلاف معتزلہ کے۔ معتزلہ کا کہنا ہے کہ انبیاء کو ایک دوسرے پر کوئی فضیلت نہیں۔ مذکورہ بالا دونوں آیات ان کے نظریے کی تردید کرتی ہیں۔(۱۳۹)

☆نبی اکرم ﷺ قیامت کے روز گناہگاروں کے جہنم سے نکلنے کی سفارش کریں گے۔ بعض معتزلہ اور خوارج نے اس کا انکار کیا ہے۔ ان کا استدلال درج ذیل آیات سے ہے۔

(۱) فما تنفعهم شفاعة الشافعين۔(۱۴۰)

(۲) ماللظالمين من حميم ولا شفيع يطاع۔(۱۴۱)

علامہ قسطلانی کے مطابق اہلِ سنت نے اس کا یہ جواب دیا ہے کہ یہ آیات کفار کے بارے میں ہیں نہ کہ گناہ گار مسلمانوں کے بارے میں۔(۱۴۲)

بحوالہ قاضی عیاض کہتے ہیں: اہل سنت کا مذہب عقلاً شفاعت کے جواز کا ہے اور سمعاً وجوب کا ہے۔(۱۴۳)

## خلاصہ بحث

نبی اکرم ﷺ کی شخصیت جامع اور ہمہ گیر ہے۔ ایک بہترین سیرت نگار کے لیے ضروری ہے کہ وہ آپ ﷺ کی زندگی کے ہر پہلو پر روشنی ڈالے۔ علامہ قسطلانی نے المواہب اللدنیۃ میں سیرت نبویہ ﷺ کے تقریباً تمام اہم پہلوؤں کا احاطہ کیا ہے۔ المواہب اللدنیۃ میں موضوعاتِ سیرت کی کثرت ہے۔ مضامین کا تنوع، مصادر کے تنوع کا متقاضی ہوتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ المواہب اللدنیۃ کی تالیف میں

---

۱۳۴۔ المواہب اللدنیۃ، ۲/۳۴۵

۱۳۵۔ الانعام : ۱۰۳/۶

۱۳۶۔ المواہب اللدنیۃ، ۲/۳۹۰؛ علامہ ابوالحسن الأشعری نے کتاب الابانۃ میں ان اعتراضات کا مدلل جواب دیا ہے۔ دیکھئے کتاب الابانہ (ص ۲۵ تا ۶۲)

۱۳۷۔ البقرۃ : ۲۵۳/۲

۱۳۸۔ الاسراء : ۵۵/۱۷

۱۳۹۔ المواہب اللدنیۃ، ۲/۴۰۰

۱۴۰۔ المدثر : ۴۸/۷۴

۱۴۱۔ المؤمن : ۱۸/۴۰

۱۴۲۔ المواہب اللدنیۃ، ۳/۴۵۱

۱۴۳۔ اکمال المعلم، ۱/۵۶۵

مؤلف نے متعدد ومتنوع مصادر و مآخذ سے استفادہ کیا ہے۔ نیز بعض واقعاتِ سیرت کے بیان میں اختصار کے پہلو کو مدِّ نظر رکھا ہے۔ علامہ قسطلانی کی سیرت نگاری کی ایک خصوصیت استفہامیہ طرزِ استدلال ہے۔ اس اسلوب کی خوبی یہ ہے کہ قاری کو کسی قسم کی اکتاہٹ نہیں ہوتی۔ مؤلف نے واقعاتِ سیرت کو یونہی نہیں نقل کر دیا بلکہ ان واقعاتِ سیرت سے مستنبط ہونے والے فوائد اور حکمتوں پر بھی روشنی ڈالی ہے۔

متعدد اقوال میں سے راجح ومشہور قول کا تعین بھی آپ کی سیرت نگاری کی نمایاں خصوصیت ہے۔ مؤلف نے روایاتِ سیرت سے فقہی مسائل کا استنباط اور روایات میں موجود اشکالات کی نشاندہی کرتے ہوئے ان کا حل بھی پیش کیا ہے۔ علاوہ ازیں روایات کے الفاظ میں موجود اوہام واغلاط کی تصحیح بھی کی ہے۔ مؤلف نے بہت سے مقامات پر آیات واحادیث اور واقعاتِ سیرت سے لطیف نکات مستنبط کیے ہیں۔ نیز آیات کا سببِ نزول اور ان کی تفسیر بیان کرنے کے علاوہ مشکل الفاظ کی لغوی توضیح وتشریح بھی کی ہے۔ علامہ قسطلانی نے سیرت نگاری کے دروان تصوّف کے باطل نظریات اور بدعات کی تردید کرنے کے علاوہ باطل فرقوں یعنی روافض، زنادقہ، قرامطہ اور معتزلہ کے عقائد باطلہ کی تردید کی ہے۔ علامہ قسطلانی کی سیرت نگاری کی ان خصوصیات نے انہیں عظیم سیرت نگاروں کی صف میں کھڑا کر دیا ہے۔

☆☆☆☆☆☆☆
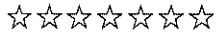
# مقالہ کا خلاصہ بحث

علامہ قسطلانی ۱۲ ذوالقعدہ ۸۵۱ھ بمطابق ۱۹ جنوری ۱۴۴۸ء کو قاہرہ میں پیدا ہوئے۔ آپ کے دور میں مصر پر ممالیک چراکسیہ کی حکومت تھی۔ ممالیک چراکسیہ کے دور میں تعلیم وتدریس کے میدان میں بے انتہا کام ہوا۔ کثیر تعداد میں مساجد ومدارس تعمیر کیے گئے۔

آپ نے اپنے دور کے جید علماء وصوفیاء سے علم وفیض حاصل کیا اور درس وتدریس کے شعبہ سے منسلک ہوئے۔ آپ کے علم وفیض سے لوگوں نے بھرپور فائدہ حاصل کیا اور تعلیم کے میدان میں اعلیٰ مقام حاصل کیا۔ آپ نے واعظ اور خطیب کی خدمات بھی انجام دیں۔ اس کے علاوہ آپ کو تصنیف وتالیف کا بھی شوق تھا۔ آپ کی کتابوں کو علمی دنیا میں ایک خاص مقام حاصل ہے۔

سیرت نگاری کو اسلام میں ایک خاص مقام حاصل ہے۔ پہلی صدی ہجری ہی سے حضور ﷺ کی حیات طیبہ کے مختلف پہلوؤں کو تحریری شکل میں لا کر آئندہ نسل کے لیے محفوظ کیا جانے لگا۔ ہر دور میں سیرت نگاری کے اسلوب میں تبدیلی آتی رہی۔ اس کی وجہ اس دور کے حالات، ضرورت اور ارتقائی عمل تھا۔

علامہ قسطلانی کا شمار دسویں صدی ہجری کے سیرت نگاروں میں سے ہوتا ہے۔ آپ کو حضور ﷺ سے والہانہ عشق ومحبت تھی۔ آپ ایسی مجالس میں نہایت شوق وانہماک سے شریک ہوتے، جو خصوصی طور پر ذکرِ رسول ﷺ کے لیے منعقد کی جاتی تھیں۔ آپ کی کتاب ''المواہب اللدنیۃ'' بھی حضور ﷺ سے آپ کے عشق کی ایک ادنیٰ مثال ہے۔

علامہ قسطلانی نے اس کتاب کو دس مقاصد میں تقسیم کیا ہے:۔

مقصد اول کے مضامین حقیقتِ محمدی ﷺ، آپ ﷺ کے حسب ونسب کی پاکیزگی، حضرت عبداللہ کے ذبح کا واقعہ، دورانِ حمل پیش آنے والے واقعات، ولادتِ نبوی ﷺ کے موقع پر ظہور پذیر ہونے والے خوارقِ عادت واقعات، آپ ﷺ کا مختون پیدا ہونا، ولادت، رضاعت، واقعہ شق صدر، حضرت آمنہ کی وفات کا ذکر کرتے ہوئے احیاء ابوی اور اھل الفترۃ کے موضوع پر تفصیلی بحث کی ہے۔ مکی زندگی کے دیگر واقعات میں آپ ﷺ کا ابوطالب کے ساتھ شام کے سفر پر جانا، حضرت خدیجہ ؓ کا مالِ تجارت لے کر شام جانا، حضرت خدیجہ ؓ سے شادی، بعثت کی ابتداء، اولین اسلام لانے والے صحابہ کرامؓ، خفیہ دعوت وتبلیغ، اعلانیہ دعوت وتبلیغ، قریش مکہ کا آپ ﷺ اور آپ ﷺ کے اصحاب کو ایذائیں پہنچانا، ہجرتِ حبشہ، واقعہ شعب ابی طالب، واقعہ غرانیق، ہجرتِ حبشہ ثانیہ، سفر طائف، واقعہ اسراء ومعراج، بیعت عقبہ اولیٰ وثانیہ اور ہجرتِ مدینہ کے واقعات کو جامع اور مبسوط انداز میں بیان کیا ہے۔ مدنی زندگی کے واقعات میں مسجد نبوی کی تعمیر، اذان کی ابتداء، آپ ﷺ کے مغازی وسرایا کو تفصیل سے ذکر کیا ہے۔ مقصد دوم کے مضامین نبی اکرم ﷺ کے اسماء گرامی، اولاد وازواج، آباء واجداد، چچاؤں، پھوپھیوں، خادموں، موالیوں، آلات حروب، جانوروں اور خود وغیرہ کا ذکر شامل ہے۔ مقصد سوم کے مضامین میں نبی اکرم ﷺ کی ان صفات کو ذکر کیا گیا ہے جو آپ ﷺ کی کمال خلقت اور جمال صورت سے متعلق ہیں۔ آپ ﷺ کے حلیہ مبارک کا تذکرہ کرتے ہوئے آپ ﷺ کے سر مبارک، چہرہ، آنکھ، پیشانی مبارک، زبان، لعاب دہن اور قد وقامت کے اوصاف بیان کیے ہیں۔ مؤلف نے آپ ﷺ کی زبان مبارک کے وصف کو تفصیلاً بیان کرتے ہوئے آپ ﷺ کے جوامع الکلم کو بیان کیا ہے۔ اس ضمن میں مؤلف نے آپ ﷺ کی دعائیں اور خطوط نقل کیے ہیں۔ جن کے الفاظ فصاحت وبلاغت کا اعلیٰ نمونہ ہیں۔ علاوہ ازیں آپ ﷺ کی ہنسی مبارک، ہاتھ، بغل، پیٹ، قدم مبارک، چال، رنگ، پسینہ اور فضلہ کے اوصاف بیان کرنے کے بعد قضائے حاجت سے متعلق آپ ﷺ کی سیرت بیان کی ہے۔ مقصد سوم کی دوسری فصل کے مضامین میں آپ ﷺ کے پاکیزہ اخلاق اور پسندیدہ اوصاف شامل ہیں۔ جن میں آپ ﷺ کی قوت علم، حلم وعفو، حسن معاشرت، مزاح، نرمی، تواضع، شجاعت اور سخاوت کے اوصاف شامل ہیں۔ آپ ﷺ

کی غذاؤں کے تذکرہ میں آپ ﷺ کی پسندیدہ غذاؤں کا ذکر کرنے کے علاوہ کھانے میں آپ ﷺ کی سریت بیان کی ہے۔غذا کے علاوہ مؤلف نے آپ ﷺ کے لباس، بستر، نکاح اور نیند کے بارے میں آپ ﷺ کی سیرت کو مفصل ذکر کیا ہے۔مقصد چہارم میں مؤلف نے نبی اکرم ﷺ کے معجزات وخصائص تفصیلاً ذکر کیے ہیں۔معجزہ کی تعریف وشرائط، قرآن کریم کی وجوہِ اعجاز کا تفصیلی ذکر کرنے کے بعد نبی اکرم ﷺ کے مشہور معجزات ہیں۔معجزہ شق القمر، ردّ شمس، کنکریوں کا آپ ﷺ کے ہاتھوں میں تسبیح بیان کرنا، پہاڑوں کا آپ ﷺ سے کلام کرنا، حنین الجذع، آپ ﷺ کی انگلیوں سے پانی کا چشمہ جاری ہونا، آپ ﷺ کی دعا اور برکت سے کھانے کا زیادہ ہونا اور دیگر متعدد معجزات کا ذکر کیا ہے۔اسی مقصد میں مؤلف نے نبی اکرم ﷺ کے دو قسم کے فضائل وخصائص بیان کیے ہیں۔ایک وہ خصائص جو آپ ﷺ اور دیگر انبیاء کرام میں مشترک ہیں، دوسری قسم کے خصائص وہ ہیں جو صرف آپ ﷺ کی ذات کے ساتھ مخصوص ہیں۔مثلاً تحریم زکوٰۃ وصدقہ تحریم کتابت وشعر، نیند سے وضو کا نہ ٹوٹنا، نمازِ عصر کی اباحت، آپ ﷺ کا اوّل مخلوق ہونا، مختون پیدا ہونا، جوامع الکلم، مقام محمود، حوضِ کوثر، لواء الحمد اور وسیلہ وغیرہ۔آپ ﷺ کے خصائص بیان کرنے کے علاوہ مؤلف نے امّت محمدیہ ﷺ کے ۳۹ خصائص جن میں زمین کا مسجد اور پاک ہونا، وضو، پانچ فرض نمازیں، اذان واقامت، ستر ہزار لوگوں کا بغیر حساب کے جنت میں داخل ہونا، خطا اور نسیان وغیرہ شامل ہیں۔مقصد پنجم میں واقعہ اسراء ومعراج کو اس کی تمام حکمتوں کے ساتھ تفصیل سے بیان کیا ہے۔مقصد ششم کے مضامین میں نبی اکرم ﷺ کی عظیم الشان، رفعتِ ذکر، بلند مرتبہ، دیگر انبیاء پر آپ ﷺ کی فضیلت، اللہ تعالی کا انبیاءؑ سے آپ ﷺ پر ایمان لانے کا عہد لینا، نبی اکرم ﷺ کی رسالت کی تصدیق اور شاہد ہونے کا وصف، سابقہ کتب سماویہ میں آپ ﷺ کی آمد اور نبی برحق ہونے کی بشارات، ان آیاتِ قرآنیہ کا ذکر جن میں اللہ تعالی نے آپ ﷺ کے بلند مرتبہ ہونے کی قسمیں کھائی ہیں وغیرہ شامل ہیں۔مقصد ہفتم کے مضامین میں نبی اکرم ﷺ کی محبت کے وجوب، سنت کے اتباع، آپ ﷺ کے طریقے سے راہِ ہدایت حاصل کرنا، آپ ﷺ کے آل واصحاب اور قرابتداروں سے محبت کی فرضیت اور آپ ﷺ پر درود وسلام بھیجنا، نیز صحابہ کرامؓ کے فضائل اور عشرہ مبشرہ کے فضائل بیان کیے ہیں۔مقصد ہشتم میں مؤلف نے تین مضامین بیان کیے ہیں۔سب سے پہلے طب نبوی ﷺ کا بیان ہے۔جس میں آپ ﷺ کا مریضوں کی عیادت کرنا، حرص کی اقسام، مرض کا تین طریقوں سے علاج یعنی روحانی والٰہی ادویات سے، طبعی ادویات سیا اور روحانی وطبعی دونوں طریقوں سے علاج کا ذکر کیا ہے۔دوسرا مضمون تعبیر رؤیا پر مشتمل ہے۔اس کے تحت مؤلف نے رؤیا کی تعریف، رؤیائے صالحہ نبوت کا چھیالیسواں حصہ ہے، رؤیائے صالحہ ومکروہہ کے آداب، رؤیا کی اقسام، آپ ﷺ اور آپ ﷺ کے اصحاب کے رؤیا بیان کیے ہیں۔تیسرا اہم مضمون اخبار غیب سے متعلق ہے۔مؤلف نے نبی اکرم ﷺ کے اخبارِ غیب کو دو اقسام میں تقسیم کیا ہے۔ایک وہ اخبار غیب جن کی خبر قرآن نے دی ہے، دوم وہ اخبارِ غیب جن کی خبر نبی اکرم ﷺ نے دی ہے۔مؤلف نے ان تمام مضامین کو نہایت جامع اور مبسوط انداز میں بیان کیا ہے۔مقصد نہم آپ ﷺ کی عبادات کے بیان پر مشتمل ہے۔عبادات نبوی ﷺ کے بیان میں مؤلف نے سب سے پہلے طہارت کا ذکر کرتے ہوئے وضو اور تیمّم پر تفصیلاً لکھا ہے۔اس کے بعد آپ ﷺ کی فرض نمازوں اور نفل نمازوں کو نہایت تفصیل سے بیان کیا ہے۔نیز آپ ﷺ کی صلوٰۃ الخوف، صلوٰۃ القصر، صلوٰۃ العیدین، صلوٰۃ الجمعۃ اور صلوٰۃ الاستسقاء کو بھی ذکر کیا ہے۔نماز کی طرح مؤلف نے روزوں کو بھی دو اقسام میں تقسیم کیا ہے۔یعنی فرض اور نفل روزے۔روزوں کے ذکر کے بعد زکوٰۃ اور آپ ﷺ کے حج وعمرہ کو نہایت تفصیل سے بیان کیا ہے، اس مقصد میں فقہی مباحث کثرت سے ہیں۔مقصد دہم کے مضامین میں آپ ﷺ کی وفات، قبر مبارک کی زیارت، زیارت کے آداب، آپ ﷺ سے استغاثہ کی چار صورتیں، عالم آخرت میں آپ ﷺ کے فضائل ودرجات۔جن میں آپ ﷺ کا سب سے پہلے قبر سے اٹھنا، شفاعت، حوضِ کوثر، لواء الحمد اور وسیلۃ وغیرہ بیان کرنے کے بعد آخر میں صحابہ کرامؓ سے محبت کی مثالیں بیان کی ہیں۔

علامہ قسطلانی نے المواہب اللدنیۃ کی تالیف میں متعدد و متنوع مصادر و مآخذ سے استفادہ کیا ہے۔المواھب اللدنیۃ میں علامہ قسطلانی کے مصادر و ماخذ کا جائزہ لینے کے بعد پتا چلتا ہے کہ آپ نے اپنے علمی مزاج اور شخصیت کے مطابق سیرت نبویہ ﷺ کی تالیف میں نہ صرف سیرت النبی ﷺ کی کتابوں کو پیش نظر رکھا ہے بلکہ حدیث ،تفسیر، فقہ، تاریخ ،لغت ،علم الجرح والتعدیل ،تصوف اور دیگر کئی کتابوں کو پیش نظر رکھا ہے۔مصادر سے استفادہ میں علامہ قسطلانی کا اسلوب تحقیقی نوعیت کا ہے۔لہٰذا وہ تمام خوبیاں جو ایک علمی اسلوب کا طرہ امتیاز ہوسکتی ہیں علامہ قسطلانی کے ہاں موجود ہیں۔

علاوہ ازیں مؤلف نے محض اخذ واستفادہ پر ہی اکتفانہیں کیا بلکہ اپنی ذکاوتِ فہم اور بصیرت سے ان مصادر و مآخذ پر عالمانہ انداز میں تنقید و تبصرہ بھی کیا ہے۔کتبِ صحاح ستہ کی روایات کو دیگر احادیث کے مجموعوں کی روایات پر ترجیح دینا، صحیحین کی روایات کو باقی کتبِ احادیث کی روایات پر ترجیح ،مختلف فیہ روایات میں جمع و تطبیق ان کے منہج تحقیق کے بنیادی اصول ہیں۔مؤلف نے روایات کتاب کا حوالہ دیئے بغیر محض مؤلف کے نام سے نقل کی ہیں اور اسی طرح کئی روایات ایسی ہیں جس کے لیے انہوں نے کتاب کا حوالہ تو دیا ہے مگر مؤلف کا ذکر نہیں کیا۔اس کے علاوہ مؤلفین اور کتابوں کے مختصر نام لکھے ہیں جس کی وجہ سے بعض مواقع پر مؤلف اور کتاب کے تعین میں ابہام واشکال پیدا ہوگیا۔بعض مقامات پر مؤلف نے کتاب اور مؤلف کا پورا نام بھی تحریر کیا ہے۔الغرض علامہ قسطلانی کی محققانہ سیرت نگاری اور متعدد و متنوع مصادر و مآخذ سے استفادہ کی بناء پر المواہب اللدنیۃ کو کتبِ سیرت میں نمایاں مقام حاصل ہے۔

علامہ قسطلانی نے المواہب اللدنیہ کی تصنیف و تالیف میں حدیث، سیرت، تاریخ اور فقہ کی کتابوں سے وسیع پیمانے پر استفادہ کیا ہے۔علامہ قسطلانی نے جہاں صحاح ستہ کی روایات نقل کی ہیں وہاں انہوں نے علامہ بیہقی اور ابُونعیم کی دلائل النبوۃ ،ابن عساکر کی تاریخ دمشق، امام طبری کی معاجم ثلاثہ، امام حاکم کی المستدرک، مصنف عبدالرزاق، مصنف ابن ابی شیبہ اور دیلمی کی مسند الفردوس سے بھی بکثرت روایات نقل کی ہیں۔مؤلف نے اس اصول کی بنا پر کہ فضائل و مناقب میں ہر قسم کی روایات بیان کرنا جائز ہے المواہب اللدنیہ میں بہت سی موضوع اور ضعیف احادیث درج کردی ہیں۔لیکن ان تمام ضعیف، موضوع اور اسرائیلی روایات کے تنقیدی جائزہ کے بعد یہ بات سامنے آتی ہے کہ احادیث پر وضع اور ضعف کا حکم لگانے میں علماء کے درمیان اختلاف پایا جاتا ہے۔محدثین کا ایک گروہ جس حدیث کو ضعیف قرار دیتا ہے دوسرا گروہ اس حدیث پر وضع کا حکم لگاتا ہے۔

محدثین کا گروہ جو احادیث کو موضوع کی بجائے ضعیف قرار دیتا ہے اور ضعیف احادیث کو قبول کرتا ہے، ان کے پیشِ نظر دو اصول ہیں۔اوّل یہ کہ فضائل و مناقب سے متعلق ضعیف احادیث پر عمل کیا جاسکتا ہے۔دوّم یہ کہ اگر کسی حدیث کے طرق کثیر ہوں تو یہ اس بات کی دلیل ہے کہ اس حدیث کی اصل موجود ہے۔چنانچہ ولادتِ نبوی ﷺ سے متعلق جن روایات کو علامہ شبلی نعمانی نے بے اصل اور موضوع کہا ہے، مولانا ادریس کاندھلوی نے انہیں کثرتِ طرق کی بناء پر قبول کرلیا ہے۔

نویں اور دسویں صدی ہجری میں سیرت نبویہ ﷺ پر عظیم الشان کتب تحریر کی گئیں ان میں مقریزی کی ''امتاع الأسماع''، علامہ قسطلانی کی ''المواہب اللدنیۃ'' اور علامہ شامی کی ''سبل الھدیٰ والرشاد'' شامل ہیں۔''امتاع الأسماع'' اور ''سبل الھدیٰ والرشاد'' کی نسبت علامہ قسطلانی کی ''المواہب اللدنیۃ'' کو بہت زیادہ شہرت اور مقبولیت حاصل ہوئی۔یہی وجہ ہے کہ بعد میں آنے والوں نے اس پر شروح، حواشی اور تعلیقات تحریر کیں۔اس کے برعکس دیگر کتبِ سیرت اس خصوصیت سے عاری ہیں۔''شرح الزرقانی'' المواہب اللدنیۃ کی شرح اور ''الأنوار المحمدیۃ'' اس کی تلخیص ہے۔

برصغیر پاک و ہند کے ذخیرہ کتبِ سیرت کے مطالعہ سے یہ بات معلوم ہوتی ہے کہ ان کتب پر ''المواہب اللدنیۃ'' کے واضح اثرات پائے جاتے ہیں۔یہ بات اس کی قدر و قیمت اور اہمیت میں بھرپور اضافہ کرتی ہے۔مولانا شاہ عبدالحق محدث دہلوی نے سب سے

زیادہ المواہب اللدنیۃ سے مواد لیا ہے۔حتی کہ انہوں نے مضامین کی نوعیت وترتیب میں بھی علامہ قسطلانی کا تتبع کیا ہے۔مدارج النبوۃ کے تقریباً ہر دوسرے صفحہ پر المواہب اللدنیۃ کا نام موجود ہے۔دیگر سیرت نگاروں میں سے مولانا عبدالرؤف داناپوری اور مولانا ادریس کاندھلوی نے المواہب اللدنیۃ سے جو روایات لی ہیں وہ آپ ﷺ کی ولادت اور وفات تک کے حالاتِ زندگی سے متعلق ہیں۔مولانا اشرف علی تھانوی نے نورِ محمدی ﷺ،آپ ﷺ کے نسب شریف کی پاکیزگی،ولادتِ نبوی ﷺ اور زمانہ طفولیت سے متعلق تمام تر مواد المواہب اللدنیۃ سے اخذ کیا ہے۔اس کے علاوہ آپ ﷺ کی وفات اور اللہ تعالی نے آپ ﷺ پر جو انعام واکرام کیا جیسے موضوعات سے متعلق روایات بھی المواہب اللدنیۃ سے لی ہیں۔ڈاکٹر طاہر القادری اور طالب حسین کرپالوی نے سیرت نبویہ کے اکثر مضامین میں المواہب اللدنیۃ سے اخذ واستفادہ کیا ہے۔خاص طور پر حقیقتِ محمدی ﷺ اور نورِ محمدی ﷺ سے متعلق اکثر روایات المواہب اللدنیۃ سے لی ہیں۔الغرض المواہب اللدنیۃ ان تمام سیرت نگاروں کی کتبِ سیرت کا بنیادی مآخذ ہے۔

علامہ قسطلانی کی المواہب اللدنیہ کی امتیازی خصوصیت یہ ہے کہ یہ محدثین اور اہلِ سیر کی روایات کا حسین امتزاج ہے۔اس لیے کہ آپ نہ صرف محدّث تھے بلکہ عظیم سیرت نگار بھی تھے۔علمِ حدیث میں جہاں ان کی سب سے بڑی خدمت ''ارشاد الساری شرح صحیح بخاری'' ہے وہاں سیرت میں ان کی نمایاں خدمت ''المواہب اللدنیہ بالمنح المحمدیہ'' ہے۔جس کی تالیف میں محدثین اور اہلِ سیر دونوں کی روایات سے بھرپور استفادہ کیا گیا ہے۔سیرت النبی ﷺ کے بعض واقعات میں محدثین کی روایت کو ترجیح دیتے ہیں اور بعض میں اہلِ سیر کی روایات کو۔علامہ قسطلانی کی سیرت نگاری کی ایک خصوصیت استفہامیہ طرزِ استدلال ہے۔اس اسلوب کی خوبی یہ ہے کہ قاری کو کسی قسم کی اکتاہٹ نہیں ہوتی۔مؤلف نے واقعاتِ سیرت کو یونہی نہیں نقل کر دیا بلکہ ان واقعاتِ سیرت سے مستنبط ہونے والے فوائد اور حکمتوں پر بھی روشنی ڈالی ہے۔

متعدد اقوال میں سے راجح ومشہور قول کا تعین بھی آپ کی سیرت نگاری کی نمایاں خصوصیت ہے۔مؤلف نے روایاتِ سیرت سے فقہی مسائل کا استنباط اور روایات میں موجود اشکالات کی نشاندہی کرتے ہوئے ان کا حل بھی پیش کیا ہے۔علاوہ ازیں روایات کے الفاظ میں موجود اوہام واغلاط کی تصیح بھی کی ہے۔مؤلف نے بہت سے مقامات پر آیات واحادیث اور واقعاتِ سیرت سے لطیف نکات مستنبط کیے ہیں۔نیز آیات کا سببِ نزول اور ان کی تفسیر بیان کرنے کے علاوہ مشکل الفاظ کی لغوی توضیح وتشریح بھی کی ہے۔علامہ قسطلانی نے سیرت نگاری کے دوران تصوّف کے باطل نظریات اور بدعات کی تردید کرنے کے علاوہ باطل فرقوں یعنی روافض،زنادقہ،قرامطہ اور معتزلہ کے عقائد باطلہ کی تردید کی ہے۔علامہ قسطلانی کی سیرت نگاری کی ان خصوصیات نے انہیں عظیم سیرت نگاروں کی صف میں کھڑا کر دیا ہے۔

☆☆☆☆☆☆

# مصادر ومراجع


**الأباطيل:**

الجورقانی، حسین بن ابراہیم الجورقانی الہمدانی، ابوعبداللہ (م ۵۴۳ھ)، **الأباطیل والمناکیر والصحاح والمشاہیر**، تحقیق: عبدالرحمٰن عبدالجبار الفریوائی، ادارۃ البحوث الاسلامیۃ والدعوۃ والافتاء بالجامعۃ السلفیۃ بنارس، ۱۴۰۳ھ۔۱۹۸۳ء

**الابانۃ:**

ابوالحسن الاشعری (م ۳۲۴ھ)، **الابانۃ عن اصول الدیانۃ**، تحقیق: ڈاکٹر فوقیہ حسین محمود، توزیع دارالانصار قاہرۃ، ۱۳۹۷ھ۔۱۹۷۷ء

**أبجد:**

صدیق بن حسن القنوجی (م ۱۳۰۷ھ)، **أبجد العلوم**، المکتبۃ القدوسیۃ، اردو بازار لاہور، ۱۴۰۳ھ۔۱۹۸۳ء

**اتحاف:**

المرتضٰی زبیدی، محمد بن محمد الحسینی سید (م ۱۲۰۵ھ)، **اتحاف السادۃ المتقین بشرح احیاء علوم الدین**، دارالکتب العلمیۃ بیروت لبنان، ۱۴۰۹ھ۔۱۹۷۷ء

**الاتحاف السنیۃ:**

محمد المدنی، **الاتحاف السنیۃ فی الاحادیث القدسیۃ**، دائرۃ المعارف العثمانیۃ بعاصمۃ حیدرآباد دکن، ۱۳۵۸ھ

**الآثار المرفوعۃ:**

عبدالحی لکھنوی، **الآثار المرفوعۃ فی الأخبار الموضوعۃ**، مکتبۃ قدوسیہ کشمیری بازار لاہور، ب۔ت

**الأحادیث الواردۃ:**

صالح بن محمد بن سعید الرفاعی، **الأحادیث الواردۃ فی فضائل المدینۃ**، الجامعۃ الاسلامیۃ بالمدینۃ المنورۃ، مرکز خدمۃ السنۃ والسیرۃ النبویۃ، ۱۴۱۳ھ۔۱۹۹۲ء

**احیاء علوم الدین:**

الغزالی، محمد ابی حامد (م ۵۰۵ھ)، **احیاء علوم الدین**، دارالخیر بیروت، ۱۴۱۷ھ۔۱۹۹۷م

**الاحسان:**

ابن بلبان الفارسی، علاؤالدین علی بن بلبان (م ۷۳۹ھ)، **الاحسان فی تقریب صحیح ابن حبان**، تحقیق: شعیب الأرنووط، مؤسسۃ الرسالۃ بیروت، ۱۴۱۲ھ۔۱۹۹۱ء

**أحکام:**

ابن العربی، محمد بن عبداللہ، أبوبکر (م ۵۴۳ھ)، **أحکام القرآن**، تحقیق: محمد عبدالقادر عطا، دارالفکر للطباعۃ والنشر والتوزیع، دارالکتب العلمیۃ بیروت لبنان، ۱۴۰۸ھ۔۱۹۸۸ء

**أحکام:**

الجصاص، أحمد بن علی الرازی، **أحکام القرآن**، تحقیق: محمد الصادق قمحاوی، داراحیاء التراث العربی بیروت لبنان، ۱۴۱۲ھ۔۱۹۹۲ء

**أحوال الرجال:**

الجوز جانی، ابراھیم بن یعقوب ابواسحاق (م ۲۵۹ھ)، **أحوال الرجال**، تحقیق: سید صبحی البدری السامرائی، مؤسسۃ الرسالۃ، بغداد دارالسلام، ۱۴۰۳ھ

**أخبار اصبہان:**

أبونعیم أحمد بن عبداللہ اصبہانی (م ۴۳۰ھ)، **کتاب ذکر أخبار اصبہان**، طبع فی مدینۃ لیدن بمحروسۃ بمطبعۃ بریل ۱۹۴۱ء

أخبار الدول:

أحمد بن یوسف بن أحمد الدمشقی أبوالعباس، **کتاب أخبار الدول وآثار الأول فی التاریخ**، عالم الکتب بیروت، ب۔ت

**أخبار مکۃ:**

الفاکہی، محمد بن اسحاق، ابوعبداللہ (من قبل سنۃ ۲۸۰ھ)، **أخبار مکۃ فی قدیم الدھر وحدیثہ**، تحقیق: عبدالملک بن دھیش، نشر مکتبۃ ومطبعۃ النہضۃ الحدیث، مکۃ المکرّمۃ، ۱۴۰۷ھ

**الأذکار:**

النووی، یحیی بن شرف بن مری، أبوزکریا، محی الدین (م ۶۷۶ھ)، **الأذکار المنتخبۃ من کلام سیّد الأبرار**، دار الکتاب العربی، بیروت لبنان، ۱۳۹۹ھ۔۱۹۷۹ء

**ارشاد:**

ابوالسعود، محمد بن محمد بن مصطفیٰ العمادی الحنفی (م ۹۸۲ھ)، **ارشاد العقل السلیم الی مزایا الکتاب الکریم**، دارالکتب العلمیۃ بیروت لبنان، ۱۴۱۹ھ۔۱۹۹۹ء

**ارشاد الساری:**

القسطلانی، احمد بن محمد شہاب الدین ابوالعباس (م ۹۲۳ھ)، **ارشاد الساری لشرح صحیح بخاری**، المطبعۃ الکبری الامیریۃ بولاق مصر المعزیۃ، ۱۳۰۴

**ارواء الغلیل:**

الألبانی، محمد ناصر الدین، **ارواء الغلیل فی تخریج احادیث منار السبیل**، المکتب الاسلامی بیروت، ۱۳۹۹ھ۔۱۹۷۹ء

أسباب النزول:

الواحدی، علی بن احمد الواحدی النیسابوری، أبوالحسن (م ۴۶۸ھ)، **أسباب النزول**، دارنشر الکتب الاسلامیۃ، لاہور پاکستان، ۱۳۷۹ھ۔۱۹۵۹ء

**الاستیعاب**

ابن عبدالبر، یوسف بن عبداللہ القرطبی (م ۴۶۳ھ)، **الاستیعاب فی معرفۃ الاصحاب**، تحقیق علی محمد معوض، عادل أحمد عبدالموجود، مکتبۃ دارالباز، مکۃ المکرّمۃ، ب۔ت

**أسد الغابۃ:**

ابن الأثیر، علی بن محمد الجزری، أبوالحسن (م ۶۳۰ھ)، **أسد الغابۃ فی معرفۃ الصحابۃ**، تحقیق: علی محمد معوض، شیخ عادل أحمد عبدالموجود، دارالکتب العلمیۃ، بیروت لبنان، ۱۴۱۵ھ-۱۹۹۴ء

**الاسرار المرفوعۃ:**

ملاعلی قاری، نورالدین علی بن محمد بن سلطان (م ۱۰۱۴ھ)، **الاسرار المرفوعۃ فی الأحادیث الموضوعۃ**، تحقیق: محمد الصباغ، دارالامانۃ، مؤسسۃ الرسالہ بیروت لبنان ۱۳۹۱ھ-۱۹۷۱ء

**أسنی المطالب:**

ابن السید درویش، محمد، **أسنی المطالب فی أحادیث مختلفۃ المراتب**، مطبعۃ مصطفیٰ محمد، صاحب المکتبۃ التجاریۃ الکبری بمصر، ۱۳۵۵ھ

**الاصابۃ:**

ابن حجر، أحمد بن علی بن محمد الکنانی العسقلانی، شھاب الدین (م ۸۵۲ھ)، **الاصابۃ فی تمییز الصحابۃ**، تحقیق: طہٰ محمد الزینی، مکتبۃ الکلیات الأزھریۃ، قاھرہ، ۱۳۹۶ھ-۱۹۷۶ء

**اصح السیر:**

عبدالرؤف داناپوری، **أصح السیر فی ہدی خیر البشر**، مجلس نشریاتِ اسلام کراچی، ۱۹۸۲ء

**اضواء البیان:**

الشنقیطی، محمد بن الحسین بن محمد بن المختار الجکنی الشنقیطی (م ۱۳۹۳ھ)، **اضواء البیان فی ایضاح القرآن**، دارالفکر للطباعۃ والنشر والتوزیع، ۱۴۱۵ھ-۱۹۹۵ء

**أعلام:**

الماوردی، علی بن محمد، ابوالحسن، **أعلام النبوۃ**، مکتبۃ الکلیات الأزھریۃ، ب-ت

**الأعلام:**

الزرکلی، خیرالدین، **الأعلام قاموس تراجم لأشھر الرجال والنساء من العرب والمستعربین والمشرقین**، دارالعلم للملایین بیروت لبنان

**أعلام النساء:**

کحالہ، عمر رضا، **أعلام النساء فی عالمی العرب والاسلام**، المطبعۃ الھاشمیۃ بدمشق، ۱۳۵۹ھ-۱۹۴۰ء

**الاعلان بالتوبیخ:**

السخاوی، محمد بن عبدالرحمٰن، شمس الدین (م ۹۰۲ھ)، **الاعلان بالتوبیخ لمن ذم التاریخ**، دارالکتب العربی بیروت لبنان، ۱۳۹۹ھ-۱۹۷۹ء

**اغاثۃ اللھفان:**

ابن قیم الجوزیۃ، محمد بن ابی بکر، ابوعبداللہ (م ۷۵۱ھ)، **اغاثۃ اللھفان من مصاید الشیطان**، تحقیق: محمد حامد الفقی، دارالمعرفۃ بیروت لبنان، ۱۳۵۸ھ-۱۹۳۹ء

**اقتضاء:**

ابن تیمیہ، احمد بن عبدالحلیم، عبدالسلام (م ۷۲۸ھ)، **اقتضاء الصراط المستقیم مخالفۃ أصحاب الجحیم**، المکتبۃ السلفیۃ لاہور، ۱۳۹۷ھ۔ ۱۹۷۷ء

**الاکتفاء:**

الکلاعی، سلیمان بن موسی، ابوالربیع (م ۶۳۴ھ)، **الاکتفا بما تضمنہ من مغازی رسول اللہ ﷺ والثلاثۃ الخلفاء**، تحقیق: محمد عبدالقادر عطا، دارالکتب العلمیۃ بیروت لبنان، ۱۴۲۰ھ۔ ۲۰۰۰ء

**اکمال المعلم:**

قاضی عیاض بن موسی بن عیاض السبتی (م ۵۴۴ھ)، **اکمال المعلم بفوائد مسلم**، تحقیق: ڈاکٹر یحیی اسماعیل، دارالوفا، ۱۴۱۹ھ۔ ۱۹۹۸ء

**اللآلیء المصنوعۃ:**

السیوطی، عبدالرحمٰن بن أبی بکر، جلال الدین (م ۹۱۱ھ)، **اللآلیء المصنوعۃ فی الاحادیث الموضوعۃ**، دارالمعرفۃ بیروت لبنان، ۱۴۰۳ھ۔ ۱۹۸۳ء

**اللآلیء المنثورۃ:**

الزرکشی، محمد بن عبداللہ، بدرالدین، أبوعبداللہ (م ۷۴۵ھ)، **اللآلیء المنثورۃ فی الأحادیث المشتہرۃ**، المعروف التذکرۃ فی الأحادیث المشتہرۃ، تحقیق: مصطفیٰ عبدالقادر عطا، دارالکتب العلمیۃ بیروت لبنان ۱۴۰۶ھ۔ ۱۹۸۶ء

**الأم:**

الشافعی، محمد بن ادریس (م ۲۰۴ھ)، **کتاب الأم**، دارالمعرفۃ بیروت لبنان، ب۔ت

**امتاع:**

المقریزی، أحمد بن علی بن عبدالقادر، تقی الدین (م ۸۴۵ھ)، **امتاع الأسماع بما للنبی ﷺ من الأحوال والأموال والحفدۃ**، تحقیق: محمد عبدالحمید النمیسی، دارالکتب العلمیۃ بیروت لبنان، ۱۴۲۰ھ۔ ۱۹۹۹ء

**ألانابۃ:**

مغلطائی بن قلیج بن عبداللہ، علاؤالدین (م ۷۶۲ھ)، **الانابۃ الی معرفۃ المختلف فیہم من الصحابۃ**، تحقیق: سید عزت المرسی، ابراھیم اسماعیل القاض، مجدی عبدالخالق الشافعی، مکتبۃ الرشد الریاض، ۱۴۲۰ھ۔ ۲۰۰۰ء

**الانتصار:**

ابن دقماق ابراھیم بن محمد بن ایدمر العلائی، صارم الدین، **کتاب الانتصار لواسطۃ عقد الأمصار**، المطبعۃ الکبریٰ الامیریۃ بولاق مصر الحمیۃ، ۱۳۰۹ھ

**ألأنساب:**

عبدالکریم بن محمد بن منصور السمعانی (م ۵۶۲ھ)، **ألأنساب**، تحقیق: عبداللہ عمر البارودی، دارالفکر للطباعۃ والنشر والتوزیع بیروت ۱۴۰۸ھ۔ ۱۹۸۸ء

**انساب الأشراف:**

البلاذری، أحمد بن یحیی بن جابر (م ۲۷۹ھ)، **کتاب الجمل من أنساب الاشراف**، تحقیق: ڈاکٹر سھیل زکار، ڈاکٹر ریاض زرکلی، دارالفکر للطباعۃ والنشر والتوزیع بیروت لبنان، ۱۴۱۷ھ۔۱۹۹۶ء

**الأنوار:**

النبھانی، یوسف بن اسماعیل (م ۱۳۵۰)، **الأنوار المحمدیۃ من المواھب اللدنیۃ**، مکتبۃ ایشیق بشارع دارالشفقہ استانبول ترکیہ، ۱۳۹۵ھ۔۱۹۷۵ء

**الأنوار:**

البغوی، حسین بن مسعود الفراء بغوی، محی السنۃ (م ۵۱۶ھ)، **الأنوار فی شمائل النبی المختار**، تحقیق: شیخ ابراھیم الیعقوبی، دارالضیاء للطباعۃ والنشر والتوزیع بیروت ۱۴۰۹ھ۔۱۹۸۹ء

**أنوار التنزیل:**

البیضاوی، عبداللہ بن عمر بن محمد الشیرازی، ناصر الدین، أبوسعید، **أنوار التنزیل وأسرار التأویل**، دارالجیل بیروت، ب۔ت

**ایجاز البیان:**

محمود بن أبی الحسن بن الحسین النیسابوری (م ۵۵۳ھ)، **ایجاز البیان عن معانی القرآن**، تحقیق: ڈاکٹر علی بن سلیمان العبید، مکتبۃ التوبہ الریاض، ۱۴۱۸ھ۔۱۹۹۷ء

**أوضح الاشارۃ**

النجمی، احمد بن یحیی، **أوضح الاشارۃ فی الرد علی من أجاز الممنوع من الزیارۃ**، الادارۃ العامۃ للطبع والترجمۃ الریاض، ۱۴۰۵ھ

**الباعث الحثیث:**

احمد بن شاکر، **الباعث الحثیث شرح اختصار علوم الحدیث**، دارالسلام الریاض، ۱۴۱۴ھ۔۱۹۹۴ء

**البحر المحیط:**

ابوحیان، محمد بن یوسف الاندلسی (م ۷۵۴ھ)، **البحر المحیط فی التفسیر**، دارالفکر للطباعۃ والنشر والتوزیع، ۱۴۱۲ھ۔۱۹۹۲ء

**بدائع الزھور:**

ابن ایاس، محمد بن احمد، **بدائع الزھور فی وقائع من الدھور**، المطبعۃ الکبرٰی الامیریۃ بولاق مصر المحمیۃ ۱۳۱۱ھ

**البدایۃ:**

ابن کثیر، اسماعیل بن عمر بن کثیر، عماد الدین، أبوالفداء (م ۷۷۴ھ)، **البدایۃ والنھایۃ**، دارالفکر للطباعۃ والنشر والتوزیع، ۱۴۲۱ھ۔۲۰۰۱ء

**البدر الطالع:**

الشوکانی، محمد بن علی، **البدر الطالع بمحاسن من بعد القرن السابع**، مطبعۃ السعادۃ بجوار محافظ مصر بالقاھرہ

**بستان المحدثین:**

شاہ عبدالعزیز دھلوی، **بستان المحدثین**، در مطبع مجتبائے واقع دھلی مطبوع شد ۱۹۱۵ء

**بغیۃ الوعاۃ:**

السیوطی، عبدالرحمٰن بن ابی بکر جلال الدین (م ۹۱۱ھ)، **بغیۃ الوعاۃ فی طبقات اللغویین والنحاۃ**، تحقیق: محمد أبوالفضل ابراھیم، المکتبۃ العصریۃ صیدا بیروت ۱۳۸۴ھ ـ ۱۹۶۴ء

**بھجۃ المحافل:**

العامری، عمادالدین یحیی بن ابوبکر، أبوزکریا (م ۸۹۳ھ)، **بھجۃ المحافل وبغیۃ الأماثل فی تلخیص المعجزات والسیر والشمائل**، تحقیق: شیخ زکریا عمیرات، دارالکتب العلمیۃ بیروت لبنان، ۱۴۱۷ھ ـ ۱۹۹۶ء

**بھجۃ النفوس:**

ابن أبی جمرۃ، عبداللہ بن أبی جمرۃ، ابومحمد الأزدی، الاندلسی، (م ۶۹۹ھ)، **بھجۃ النفوس وتحلیھا بمعرفۃ مالھا وماعلیھا شرح مختصر البخاری**، مطبعۃ الصدق الخیریۃ بجوار الأزھر بمصر، ۱۳۴۹ھ

**تاج العروس:**

مرتضی الزبیدی، محبّ الدین أبوالفیض السید محمد مرتضی الحسینی، **تاج العروس من جواہر القاموس**، دارالفکر للطباعۃ والنشر والتوزیع، ۱۹۹۴ء

**التاج المکلل:**

صدیق بن حسن بن علی بن لطف اللہ الحسینی البخاری القنوجی (م ۱۳۰۷ھ)، **التاج المکلل من جواہر مآثر الطراز الآخر والأول**، مکتبۃ دارالسلام للنشر والتوزیع الریاض، ۱۴۱۶ھ ـ ۱۹۹۵ء

**تاریخ ابن الفرات:**

محمد بن ابراھیم، ناصرالدین ابن الفرات، **تاریخ ابن الفرات**، تحقیق: ڈاکٹر قسطنطین زریق ڈاکٹر نجلا عزالدین، المطبعۃ الأمیرکانیۃ بیروت، ۱۹۳۸ء

**تاریخ الادب:**

احمد حسن زیات، **تاریخ الادب العربی للمدارس الثانویۃ والعلیا**، دار نھضۃ مصر للطبع والنشر الفجالۃ قاہرہ

**تاریخ الاسلام:**

الذھبی، محمد بن أحمد، شمس الدین (م ۷۴۸ھ)، **تاریخ الاسلام ووفیات المشاھیر والأعلام**، تحقیق: التدمری، عمر عبدالسلام ڈاکٹر، دارالکتب العربی ۱۹۸۹ء

**تاریخ الامم:**

الطبری، محمد بن جریر (م ۳۱۰ھ)، **تاریخ الامم والملوک**، تحقیق: عبدأ علی مھنا، مؤسسۃ الأعلمی للمطبوعات بیروت لبنان، ۱۴۱۸ھ ـ ۱۹۹۸ء

**تاریخ الانس:**

مجیرالدین حنبلی، ابوالیمین عبدالرحمٰن العلیمی الحلبی (م ۹۲۷ھ)، **تاریخ الانس الجلیل**، مطبعة الوھبیة بمصر ۱۲۸۳ھ

**تاریخ خلیفۃ:**

خلیفہ بن خیاط بن أبی ھبیرہ اللیثی العصفری (م ۲۴۰ھ)، **تاریخ خلیفۃ**، تحقیق: ڈاکٹر مصطفیٰ نجیب فواز، ڈاکٹر حکمت کشلی فواز، دارالکتب بیروت لبنان، ۱۴۱۵ھ۔۱۹۹۵ء

**تاریخ الخمیس:**

الدیاربکری، حسن بن محمد بن الحسن (م ۹۶۶ھ)، **تاریخ الخمیس فی أحوال أنفس نفیس**، وارصادر بیروت، ب۔ت

**التاریخ الکبیر:**

البخاری، محمد بن اسماعیل (م ۲۵۶ھ)، **کتاب التاریخ الکبیر**، تحقیق: مصطفیٰ عبدالقادر عطا، دارالکتب بیروت لبنان، ب۔ت

**تاریخ الیعقوبی:**

الیعقوبی، أحمد بن أبی یعقوب بن جعفر بن وھب (م ۲۸۴ھ)، **تاریخ الیقوبی**، دارصادر بیروت، ب۔ت

**تاویل:**

ابن قتیبہ، عبداللہ بن مسلم الدینوری (م ۲۷۶ھ)، **تاویل مختلف الحدیث**، تحقیق: محمد عبدالرحیم، دارالفکر للطباعة والنشر والتوزیع بیروت ۱۴۱۵ھ۔۱۹۹۵ء

**تاویل:**

ابن قتیبہ، عبداللہ بن مسلم بن قتیبہ الدینوری، أبومحمد (م ۲۷۶ھ)، **تأویل مشکل القرآن**، تحقیق: سید احمد صقر، دارالکتب العربیة عیسی البابی الحلبی وشرکاؤہ، ۱۳۷۳ھ۔۱۹۵۴ء

**التبیان:**

ابن قیم الجوزیہ، محمد بن ابی بکر، شمس الدین (م ۷۵۱ھ)، **التبیان فی أقسام القرآن**، تحقیق: محمد حامد الفقی، المکتبة العلمیة لیک روڈ لاہور، ۱۳۵۲ھ۔۱۹۳۳ء

**التحفۃ اللطیفۃ:**

السخاوی، محمد بن عبدالرحمٰن، شمس الدین أبوالخیر (م ۹۰۲ھ)، **التحفۃ اللطیفۃ فی تاریخ المدینۃ الشریفۃ**، دارالکتب العلمیة بیروت لبنان ۱۴۱۴ھ۔۱۹۹۳ء

**تحفۃ المودود:**

ابن قیم الجوزیۃ، محمد بن أبی بکر بن أیوب، ابوعبداللہ (م ۷۵۱ھ)، **تحفۃ المودود بأحکام المولود**، تصحیح وتعلیق: عبدالحکیم شرف الدین، المطبعة الھندیة العربیة ۱۳۸۰ھ۔۱۹۶۱ء

**تدریب:**

السیوطی، عبدالرحمٰن بن ابی بکر، جلال الدین (م ۹۱۱ھ)، **تدریب الراوی فی شرح تقریب النووی**، تحقیق: عبدالوہاب عبداللطیف،

دارالکتب الحدیثۃ،۱۳۸۵ھ۔۱۹۶۶ء

**تذکرۃ الحفاظ**

الذھبی، شمس الدین محمد الذھبی، أبوعبداللہ (م ۷۴۸ھ)، **تذکرۃ الحفاظ**، داراحیاء التراث العربی،۱۳۷۴ھ

**تذکرۃ الموضوعات:**

علی الھندی، محمد طاہر بن علی (م ۹۸۶ھ)، **تذکرۃ الموضوعات وفی ذیلھا قانون الموضوعات والضعفاء**، ادارۃ الطباعیۃ المنیریۃ بمصر۱۳۴۳ھ

**الترغیب:**

المنذری، زکی الدین عبدالعظیم بن عبدالقوی المنذری، أبومحمد، **الترغیب والترھیب من الحدیث الشریف**، تحقیق: محی الدین عبدالحمید، دارالفکر للطباعۃ والنشر والتوزیع،۱۳۹۹ھ۔۱۹۷۹ء

**تصحیفات:**

العسکری، حسن بن عبداللہ بن سعید، أبوأحمد (م ۳۸۲ھ)، **تصحیفات المحدثین**، تحقیق: محمود احمد حیزۃ، المطبعۃ العربیۃ الحدیثۃ، ۱۴۰۲ھ۔۱۹۸۲ء

**تفسیر القرآن:**

ابن ابی حاتم، عبدالرحمٰن بن محمد بن ادریس الرازی (م ۳۲۷ھ)، **تفسیر القرآن العظیم**، تحقیق: أسعد محمد الطیب، مکتبۃ نزار مصطفیٰ الباز مکۃ المکرّمۃ، الریاض،۱۴۱۷ھ۔۱۹۹۷ء

**تفسیر القرآن:**

ابن کثیر، اسماعیل بن عمر بن کثیر، عمادالدین، أبوالفداء (م ۷۷۴ھ)، **تفسیر القرآن**، دارالفیحاء دمشق، دارالسلام ریاض،۱۹۹۴ء

**التفسیر الوسیط:**

وھبۃ الزحیلی، ڈاکٹر، **التفسیر الوسیط**، دارالفکر دمشق، سوریہ،۱۴۲۲ھ۔۲۰۰۱ء

**تفہیم القرآن**

مودودی، ابوالاعلیٰ سید، **تفہیم القرآن**، ادارۃ ترجمان القرآن لاہور،۱۴۲۶ھ۔۲۰۰۵ء

**تقیید:**

خطیب بغدادی، احمد بن علی بن ثابت، أبوبکر (م ۴۶۲ھ)، **تقیید العلم**، تحقیق: یوسف العش، داراحیاء السنۃ النبویۃ،۱۹۷۴ء

**تلخیص الحبیر:**

ابن حجر، احمد بن علی بن محمد العسقلانی، أبوالفضل (م ۸۵۲ھ)، **تلخیص الحبیر فی تخریج أحادیث الرافعی الکبیر**، تحقیق: سید عبداللہ ھاشم الیمانی المدنی، المکتبۃ الأثریہ جامع اہل حدیث، سانگلہ ہل پاکستان،۱۳۸۴ھ۔۱۹۶۴ء

**تلقیح:**

ابن الجوزی، عبدالرحمٰن بن علی بن محمد الجوزی، ابوالفرج (م ۵۹۷ھ)، **تلقیح فھوم أھل الأثر فی عیون التاریخ والسیر**، مطبعۃ جید پریس

برقی بلدۃ دھلی، ب۔ت

**تنبیہ الانام:**

القیروانی، عبدالجلیل عظوم المغربی، **تنبیہ الانام فی بیان علو مقام نبینا علیہ الصلوۃ والسلام**، دارالکتب العربیۃ الکبری، مصطفی البابی الحلبی بمصر، ۱۳۴۰ھ

**التنبیہ والأشراف:**

المسعودی، علی بن حسین، أبوالحسن (م ۳۴۵ھ)، **التنبیہ والأشراف**، دارالصاوی للطبع والنشر والتألیف بشارع درب الجمامیز قاہرۃ، ۱۳۵۷ھ

**تنزیہ الشریعۃ:**

ابن عراق کنانی، علی بن محمد (م ۹۶۳ھ)، **تنزیہ الشریعۃ المرفوعۃ عن الأحادیث الشنیعۃ الموضوعۃ**، مکتبۃ القاہرۃ بمصر، ب۔ت

**تنویر المقیاس:**

عبداللہ بن عباس (م )، **تنویر المقیاس من تفسیر ابن عباسؓ**، دارالکتب العلمیۃ بیروت لبنان، ۱۴۱۲ھ۔۱۹۹۲ء

**التوسل:**

الألبانی، محمد ناصرالدین، **التوسل أنواعہ وأحکامہ**، الدار السلفیۃ للطباعۃ والنشر والتوزیع، ۱۴۰۰ھ

**التوشیح:**

السیوطی، عبدالرحمٰن بن أبی بکر جلال الدین، أبوالفضل (م ۹۱۱ھ)، **التوشیح شرح الجامع الصحیح** تحقیق: رضوان جامع رضوان، مکتبۃ الرشد الریاض، ۱۴۱۹ھ۔۱۹۹۸ء

**تھذیب التھذیب:**

ابن حجر، أحمد بن علی الکنانی العسقلانی (م ۸۵۲ھ)، **تھذیب التھذیب**، تحقیق: مصطفی عبدالقادر عطا، دارالکتب العلمیۃ بیروت، ۱۹۹۴ء

**تھذیب الکمال:**

المزی، جمال الدین أبی الحجاج، یوسف (م ۷۴۲ھ)، **تھذیب الکمال فی اسماء الرجال**، تحقیق: أحمد علی عبید، دارالفکر للطباعۃ والنشر والتوزیع بیروت، ۱۹۹۴ء

**جامع البیان:**

الطبری، محمد بن جریر، أبوجعفر (م ۳۱۰ھ)، **جامع البیان عن تأویل آی القرآن**، دارالفکر بیروت لبنان، ۱۴۰۸ھ۔۱۹۸۸ء

**الجامع الصحیح:**

مسلم بن الحجاج بن مسلم القشیری النیسابوری، أبوالحسین (م ۲۶۱ھ)، **الجامع الصحیح**، دارالفکر للطباعۃ والنشر والتوزیع، ۱۹۸۱ء/ دارالسلام للنشر والتوزیع، ۱۴۲۱ھ۔۲۰۰۰ء

**الجامع الصحیح:**

البخاری، محمد بن اسماعیل، أبوعبداللہ (م ۲۵۶ھ)، **الجامع الصحیح**، دارالسلام للنشر والتوزیع الریاض، ۱۴۱۹ھ۔۱۹۹۹ء/ دارابن کثیر

بیروت،۱۹۹۹ء

**الجامع الصحیح:**

الترمذی، محمد بن عیسیٰ بن سورۃ (م ۲۷۹ھ)، **الجامع الصحیح**، شرکۃ مکتبہ مصطفیٰ البابی الحلبی واولادہ بمصر ۱۹۷۵ء/ دارالسلام للنشر والتوزیع، ۱۴۲۰ھ۔۱۹۹۹ء

**الجامع:**

القرطبی، محمد بن أحمد الأنصاری أبوعبداللہ (م ۶۷۱ھ)، **الجامع لأحکام القرآن**، بیروت، ۱۴۰۸ھ۔۱۹۸۸ء

**جامع کرامات الأولیاء:**

النبہانی، یوسف بن اسماعیل النبہانی (م ۱۳۵۰ھ)، **جامع کرامات الأولیاء**، تحقیق: ابراھیم عطوۃ عوض، دارالمعرفۃ بیروت لبنان، ۱۴۲۴ھ۔۲۰۰۳ء

**جلاء الافہام:**

ابن قیم الجوزیہ، محمد بن أبی بکر بن ایوب الدمشقی (م ۷۵۱ھ)، **جلاء الافہام فی الصلاۃ والسلام علی خیر الأنام**، دارالکتب العلمیۃ بیروت لبنان، ب۔ت

**جمع الفوائد:**

محمد بن محمد بن سلیمان، **امام، جمع الفوائد من جامع الأصول ومجمع الزوائد**، بنک فیصل الاسلامی قبرص، ۱۴۰۵ھ۔۱۹۸۵ء

**جمہرۃ:**

ابن حزم، علی بن احمد بن سعید بن حزم الاندلسی، أبومحمد (م ۴۵۶ھ)، **جمہرہ انساب العرب**، منشورات محمد علی بیضوت، دارالکتب العلمیۃ بیروت لبنان، ۱۴۱۸ھ۔۱۹۹۸ء

**الجواب الباھر:**

ابن تیمیہ، احمد بن عبدالحلیم، أبوالعباس شیخ الاسلام (م ۷۲۸ھ)، **الجواب الباھر فی زوار المقابر**، تحقیق: سلیمان الصنیع، المطبعۃ السلفیۃ قاہرہ، ۱۳۹۸ھ

**جوامع السیرۃ:**

ابن حزم، ابومحمد علی بن احمد بن سعید (م ۴۵۶ھ)، **جوامع السیرۃ**، تحقیق: احمد محمد شاکر، حدیث اکادمی نشاط آباد فیصل آباد، ۱۴۰۱ھ۔۱۹۸۱ء

**جواہر البحار:**

النبہانی، یوسف بن اسماعیل (م ۱۳۵۰ھ)، **جواہر البحار فی فضائل النبی المختار ﷺ**، شرکۃ مکتبۃ ومطبعۃ مصطفیٰ البابی الحلبی واولادہ بمصر، ۱۹۶۰ء

**الجواہر المضیۃ:**

محمد محی الدین ابی محمد عبدالقادر الحنفی المصری (م ۷۷۵ھ)، **الجواہر المضیۃ فی طبقات الحنفیۃ**، مطبعۃ مجلس دائرۃ المعارف النظامیۃ

الکائنۃ فی الھند بحروسۃ حیدرآباددکن، ب ـ ت

**الحاوی:**

السیوطی، عبدالرحمٰن بن ابی بکر، جلال الدین (م ۹۱۱ھ)، **الحاوی للفتاوی فی الفقہ وعلوم التفسیر**، مطبعۃ السعادۃ بمصر، ۱۹۵۹ء

**حجۃ:**

شاہ ولی اللہ ابن عبدالرحیم الدھلوی، **حجۃ اللہ البالغۃ**، تحقیق: السید سابق، دارالکتب الحدیثۃ بالقاھرۃ ومکتبۃ المثنی بغداد، ب ـ ت

**حجۃ:**

النبہانی، یوسف بن اسماعیل (م ۱۳۵۰)، **حجۃ اللہ العالمین فی معجزات سید المرسلین**، المکتبۃ ایشیق بشارع دارالشفعۃ استانبول ترکیہ، ۱۳۹۴ھ ـ ۱۹۷۴ء

**حدیث:**

محمد تقی امینی، **حدیث کا درایتی معیار**، قدیمی کتب خانہ، مقابل آرام باغ کراچی، ۱۹۸۶ء

**الحدیقۃ الندیۃ:**

عبدالغنی النابلسی الحنفیؒ، **الحدیقۃ الندیۃ شرح الطریقۃ المحمدیۃ**، المکتبۃ النوریۃ الرضویۃ الجامع البغدادی، لائلپور پاکستان، ۱۳۹۶ھ

**حسن المحاضرۃ:**

السیوطی، عبدالرحمٰن بن أبی بکر، جلال الدین (م ۹۱۱ھ)، **حسن المحاضرۃ فی أخبار مصر وقاھرۃ**، علی نفقۃ مدیر المطبعۃ الشریفہ حضرۃ، ب ـ ت

**حلیۃ:**

أبو نعیم، أحمد بن عبداللہ الأصفھانی (م ۴۳۰ھ)، **حلیۃ الأولیاء وطبقات الاصفیاء**، تحقیق: مصطفیٰ عبدالقادر عطا، دارالکتب العلمیۃ بیروت، ۱۹۹۷ء

**حوادث الدہور:**

ابن تغری بردی، یوسف، **حوادث الدھور فی مدی الایام والشھور**، University of California Publications 1942

**الخصائص:**

سیوطی، عبدالرحمٰن بن ابوبکر، جلال الدین، أبوالفضل (م ۹۱۱ھ)، **الخصائص الکبریٰ**، دارالکتب العلمیۃ بیروت لبنان

**خطبات مدراس:**

ندوی، سید سلیمان، **خطبات مدراس**، ادارہ مطبوعات طلبہ لاہور، جولائی ۱۹۹۷ء

**خلاصۃ:**

المحبی، محمد أمین بن فضل اللہ (م ۱۱۱۱ھ)، **خلاصۃ الأثر فی أعیان القرن الحادی عشر**، مکتبۃ خیاط بیروت لبنان، ب ـ ت

**خلاصۃ:**

النووی، یحیی بن شرف بن مری بن حسن الحزامی الحورانی، النووی، الشافعی، أبوزکریا (م ۶۷۶ھ)، **خلاصۃ الأحکام فی مہمات السنن وقواعد الاسلام**، تحقیق: حسین اسماعیل الجمل، مؤسسۃ الرسالۃ بیروت، ۱۴۱۸ھ ـ ۱۹۹۷ء

**الدر:**

زینب بنت یوسف فواز الکاملی، **الدر المنثور فی طبقات ربات الخدور**، دار المعرفۃ للطباعۃ والنشر، بیروت لبنان،۱۳۱۲ھ

**الدرج:**

السیوطی، عبدالرحمٰن بن ابی بکر جلال الدین (م ۹۱۱ھ)، **الدرج المنیفۃ فی الآباء الشریفۃ**، مجلس دائرۃ المعارف النظامیۃ الکائنۃ فی الھند بحروسۃ حیدرآباد دکن۱۳۳۴ھ

**الدرۃ:**

ابن النجار، محمد بن محمود محب الدین (م ۶۴۳ھ)، **الدرۃ الثمینۃ فی أخبار المدینۃ**، تحقیق: صالح جمال، نشر دار الفکر بیروت۱۳۹۱ھ

**الدرر:**

ابن عبدالبر، یوسف بن عبداللہ القرطبی، (م ۴۶۳ھ)، **الدرر فی اختصار المغازی والسیر**، القاہرۃ،۱۳۸۶ھ-۱۹۶۶ء

**الدرر الکامنۃ:**

ابن حجر، احمد بن علی بن محمد بن محمد، شھاب الدین ابن حجر العسقلانی (م ۸۵۲ھ)، **الدرر الکامنۃ فی أعیان المائۃ الثامنۃ**، دار احیاء التراث العربی بیروت لبنان، ب۔ت

**الدرر المنتثرہ:**

سیوطی، عبدالرحمٰن بن ابی بکر جلال الدین (م ۹۱۱ھ)، **الدرر المنتثرۃ فی الأحادیث المشتہرۃ**، شرکۃ مکتبۃ ومطبعۃ مصطفیٰ البابی الحلبی واولادہ بمصر،۱۳۸۰ھ-۱۹۶۰ء

**الدر المنثور:**

السیوطی، عبدالرحمٰن بن ابی بکر، جلال الدین (م ۹۱۱ھ)، **الدر المنثور فی تفسیر المأثور**، دار الکتب العلمیۃ بیروت لبنان۱۴۱۱ھ-۱۹۹۰ء

**دلائل النبوۃ:**

أبونعیم، احمد بن عبداللہ الأصبہانی (م ۴۳۰ھ)، **دلائل النبوۃ**، عالم الکتب بیروت، ب۔ت

**دلائل النبوۃ:**

البیہقی، احمد بن الحسین، ابوبکر (م ۴۵۸ھ)، **دلائل النبوۃ ومعرفۃ أحوال صاحب الشریعہ**، تحقیق: ڈاکٹر عبدالمعطی قلعجی، دار الکتب العلمیۃ بیروت لبنان،۱۴۰۵ھ-۱۹۸۵ء

**ذخائر:**

محب طبری، أحمد بن عبداللہ محب الدین طبری، (م ۶۹۴ھ)، **ذخائر العقبی فی مناقب ذوی القربی**، دار المعرفۃ للطباعۃ والنشر بیروت لبنان،۱۹۷۴ء

**الذیل:**

ابن رجب، عبدالرحمٰن بن شھاب الدین أحمد بن رجب، البغدادی، الحنبلی (م ۷۹۵ھ)، **الذیل علی طبقات الحنابلۃ**، تحقیق: أبوحازم أسامۃ بن حسن، دار الکتب العلمیۃ بیروت لبنان،۱۴۱۷ھ-۱۹۹۷ء

**ذیل اللآلی ء:**

السیوطی، عبدالرحمٰن بن أبی بکر، جلال الدین (م ۹۱۱ھ)، **ذیل اللآلی ء المصنوعۃ والتعقبات علی الموضوعات**، المکتبۃ الاثریۃ سانگلہ ہل شیخوپورہ، پاکستان، ب۔ت

**الرسائل:**

القشیری، عبدالکریم بن ھوازن، ابوالقاسم (م ۴۵۶ھ)، **الرسائل القشیریہ**، تحقیق: ڈاکٹر محمد حسین، المھد المرکزی الابحاث الاسلامیۃ باکستان، ب۔ت

**الرسالۃ:**

الکتانی، محمد بن جعفر (م ۱۳۴۵ھ)، **الرسالۃ المستطرفۃ لبیان مشھور کتب السنۃ المشرفۃ**، نورمحمد۔اصح المطابع، کارخانہ تجارت کتب آرام باغ کراچی ۱۳۷۹ھ۔۱۹۶۰ء

**روض المناظر:**

ابن الشحنۃ، محمد بن محمد، محبّ الدین أبوالولید (م ۸۱۵ھ)، **روض المناظر فی علم الأوائل والأواخر**، تحقیق: سید محمد مھنّی، عباس أحمد الباز مکۃ المکرّمۃ ۱۴۱۷ھ۔۱۹۹۷ء

**الروض الانف:**

السھیلی، عبدالرحمٰن بن عبداللہ، ابوالقاسم (م ۵۸۱ھ)، **الروض الانف فی تفسیر السیرۃ النبویۃ لابن ہشام**، دارالکتب العلمیۃ بیروت لبنان، ۱۴۱۸ھ۔۱۹۹۷ء

**الریاض:**

محبّ طبری، أحمد بن عبداللہ محبّ الدین الطبری (م ۶۹۴ھ)، **الریاض النضرۃ فی مناقب العشرۃ**، مکتبہ محمد أمین الخانجی وشرکاہ بالاستانہ ومصر، ب۔ت

**زادالمعاد:**

ابن قیم الجوزیہ، محمد بن ابی بکر شمس الدین (م ۷۵۱ھ)، **زادالمعاد فی ھدی خیر العباد**، تحقیق: شعیب الارنووط، عبدالقادر ارنووط، مؤسسۃ الرسالہ بیروت، ۱۴۰۶ھ۔۱۹۸۶ء

**زادالمسیر:**

ابن الجوزی، عبدالرحمٰن بن علی بن محمد، جمال الدین أبوالفرج (م ۵۹۷ھ)، **زادالمسیر فی علم التفسیر**، تحقیق: أحمد شمس الدین، دارالکتب العلمیۃ بیروت لبنان، ۱۴۱۴ھ۔۱۹۹۴ء

**سبل الھدی:**

الشامی، محمد بن یوسف الصالحی (م ۹۴۲ھ)، **سبل الھدی والرشاد فی سیرۃ خیر العباد**، تحقیق: عادل احمد عبدالموجود، علی محمد معوض، دارالکتب العلمیۃ بیروت لبنان، ۱۴۱۴ھ۔۱۹۹۳ء

**السراج المنیر :**

الخطیب الشربینی، محمد بن أحمد، المصری (م ۹۷۷ھ)، **السراج المنیر فی الاعانة علی معرفة بعض معانی کلام ربنا الحکیم الخبیر**، تحقیق: ابراهیم شمس الدین، دار الکتب العلمیة بیروت لبنان، ۱۴۲۵ھ۔۲۰۰۴ء

**سلک الدرر:**

المرادی، محمد خلیل بن علی بن محمد (م ۱۴۰۶ھ)، **سلک الدرر**، تحقیق: محمد عبدالقادر شاهین، منشورات محمد علی بیضوت دار الکتب العلمیة بیروت لبنان، ۱۴۱۸ھ۔۱۹۹۷ء

**سلسلة الأحادیث الضعیفة:**

الألبانی، محمد ناصر الدین، **سلسلة الأحادیث الضعیفة والموضوعة وأثرها السیئ فی الأمة**، المکتب الاسلامی بیروت، ۱۹۸۵ء

**سمط النجوم:**

عبدالملک بن حسین بن عبدالملک العصامی المکی (م ۱۱۱۱ھ)، **سمط النجوم العوالی فی أنباء الأوائل والتوالی**، المطبعة السلفیة ومکتبتها، ب۔ت

**السنن:**

الدارمی، عبداللہ بن عبدالرحمٰن، أبومحمد (م ۲۵۵ھ)، **السنن**، تحقیق: سید عبداللہ هاشم یمانی المدنی، نشر السنة ملتان، باکستان، ۱۳۸۶ھ۔۱۹۶۶ء

**سنن:**

ابوداؤد، سلیمان بن الاشعث السجستانی (م ۲۷۵ھ)، **السنن**، دار الجیل بیروت لبنان، ۱۴۱۲ھ۔۱۹۹۲ء

**سنن**

ابن ماجہ، محمد بن یزید الربعی القزوینی (م ۲۷۳ھ)، **السنن**، دار السلام للنشر والتوزیع الریاض، ۱۴۲۰ھ۔۱۹۹۹ء

**السنن:**

النسائی، أحمد بن شعیب، أبوعبدالرحمٰن (م ۳۰۳ھ)، **السنن الکبریٰ**، تحقیق: حسن عبدالمنعم شلبی، مؤسسة الرسالة، ۱۴۲۱ھ۔۲۰۰۱ء

**السنن:**

النسائی، أحمد بن شعیب، أبوعبدالرحمٰن (م ۳۰۳ھ)، **السنن الصغریٰ**، دار السلام للنشر والتوزیع الریاض، ۱۴۲۰ھ۔۱۹۹۹ء

**السنن:**

البیہقی، أحمد بن الحسین ابوبکر (م ۴۵۸ھ)، **السنن الکبریٰ**، دار الفکر للطباعة والنشر والتوزیع، ۱۴۱۶ھ۔۱۹۹۶ء

**السنن:**

دار قطنی علی بن عمر بن أحمد بن مهدی، أبوالحسن (م ۳۸۵ھ)، **السنن**، دار احیاء التراث العربی، بیروت لبنان

**السنن الصغیر:**

البیہقی، احمد بن الحسین (م ۴۵۸ھ)، **السنن الصغیر**، تحقیق: عبدالسلام عبدالشافی، احمد قبانی، دار الکتب العلمیة بیروت لبنان،

۱۴۱۲ھ۔۱۹۹۲ء

**السنۃ:**

مصطفیٰ السباعی، ڈاکٹر، **السنۃ ومکانتھا فی التشریع الاسلامی**، مکتبۃ دار العروبۃ ۲۲ شارع الجمہوریۃ قاہرہ، ۱۳۸۰ھ۔۱۹۶۱ء

**السیرۃ الحلبیہ:**

الحلبی، علی بن برہان الدین (م ۱۰۴۴ھ)، **السیرۃ الحلبیہ فی سیرۃ الأمین المأمون**، دار المعرفۃ، ب۔ت

**سیرۃ الرسول ﷺ:**

طاہر القادری، ڈاکٹر، **سیرۃ الرسول ﷺ**، منہاج القرآن پبلی کیشنز لاہور، ۲۰۰۰ء

**سیرۃ القاہرہ:**

ستانلی لینپول، **سیرۃ القاہرۃ**، مترجم، حسن ابراھیم حسن، علی ابراھیم حسن، مکتبۃ النھضۃ المصریۃ قاہرہ، ۱۹۵۰ء

**سیرت المصطفیٰ ﷺ**

ادریس کاندھلوی، **سیرت المصطفیٰ ﷺ**، المطبعۃ الاسلامیۃ السعودیۃ، لاہور پاکستان، ۱۹۷۹ء

**سیرت النبی ﷺ:**

شبلی نعمانی، علامہ، **سیرت النبی ﷺ**، ادارہ اسلامیات

**سیرت النبی ﷺ:**

کرپالوی، طالب حسین، **سیرت النبی ﷺ**، اسلامیہ دار التبلیغ، مکان نمبر ۱۰، گلی نمبر ۳۱، افضال روڈ سانده کلاں، ۱۹۹۱ء

**السیرۃ النبویۃ:**

ابن ھشام، عبدالملک (م ۲۱۸ھ)، **السیرۃ النبویۃ**، تحقیق: مصطفیٰ السقا، ابراھیم الأبیاری، عبدالحفیظ شلبی، داراحیاء التراث العربی بیروت لبنان، ۱۴۱۵ھ۔۱۹۹۵ء

**السیرۃ النبویۃ:**

ابن حبان، محمد بن احمد التمیمی البستی، أبو حاتم (م ۳۵۴ھ)، **السیرۃ النبویۃ وأخبار الخلفاء**، دار الفکر بیروت، ۱۴۰۷ھ۔۱۹۸۷ء

**شجرۃ:**

محمد بن محمد مخلوف، **شجرۃ النور الزکیۃ فی طبقات المالکیۃ**، دار الکتاب العربی بیروت لبنان، ۱۳۴۹ھ

**شرح:**

التفتازانی، سعد الدین، **شرح العقائد النسفیۃ**، مکتبہ امدادیہ، ملتان پاکستان، ب۔ت

**شرح زرقانی:**

الزرقانی، محمد بن عبدالباقی (م ۱۰۹۹ھ)، **شرح العلامہ الزرقانی علی المواھب اللدنیۃ**، دار الکتب العلمیۃ بیروت لبنان، ۱۹۹۶ء

**شرح الطیبی:**

الطیبی، حسن بن عبداللہ بن محمد الطیبی، شرف الدین (م ۷۴۳ھ)، **شرح الطیبی علی مشکاۃ المصابیح المسمی بالکاشف عن حقائق السنن**،

تحقیق:عبدالحمید ھنداوی،مکتبۃ نزار مصطفیٰ البازمکۃ المکرّمۃ،الریاض

**شرح السنۃ:**

البغوی، حسین بن مسعود الفراء بغوی (م ۵۱۰ھ)، **شرح السنۃ**، تحقیق: شعیب الأرنووط، محمد زھیر الشادش، المکتب الاسلامی، ۱۳۵۰ھ۔۱۹۷۱ء

**شرف المصطفیٰ ﷺ:**

الخرکوشی،عبدالملک بن أبی عثمان محمد بن ابراھیم الخرکوشی النیسابوری (م ۴۰۶ھ)، **شرف المصطفیٰ**،تحقیق:ابوعاصم نبیل بن ھاشم الغمری، دارالبشائر الاسلامیۃ،۱۴۲۴ھ۔۲۰۰۳ء

**الشریعۃ:**

الآجری، محمد بن الحسین ابوبکر(م ۳۶۰ھ)، **الشریعۃ**، تحقیق: ولید بن محمد بن نبیہ، موسسۃ قرطبۃ الطباعۃ والنشر والتوزیع ۱۴۱۷ھ۔۱۹۹۶ء

**شذرات الذھب:**

ابن العماد الحنبلی ،عبدالحی بن العماد، أبوالفلاح (م ۱۰۸۹ھ)، **شذرات الذھب فی أخبار من ذھب**، دارالمسیرۃ بیروت، ۱۳۹۹ھ۔۱۹۷۹ء

**شعب:**

البیہقی ،أحمد بن الحسین ،ابوبکر(م ۴۵۸ھ)، **شعب الایمان**،تحقیق: أبوھاجر محمد السعید بن بسیونی زغلول، دارالکتب العلمیۃ بیروت لبنان۱۴۱۰ھ۔۱۹۹۰ء

**الشفا**

قاضی عیاض، أبوالفضل عیاض بن موسیٰ بن عیاض (م ۵۴۴ھ)، **الشفاء بتعریف حقوق مصطفیٰ**،تحقیق:علی محمد البجاوی، مطبعۃ عیسی البابی وشرکاہ، قاھرہ، ۱۳۹۸ھ۔۱۹۷۷ء

**شفاء السقام:**

تقی الدین السبکی، علی بن عبدالکافی بن علی، ابوالحسن (م ۷۵۶ھ)، **شفاء السقام فی زیارۃ خیرالأنام**، دائرۃ المعارف عثمانیۃ حیدرآباد، ب۔ت

**شفاء الغرام:**

الفاسی، محمد بن أحمد بن علی الفاسی تقی الدین، ابوالطیب (م ۸۳۲ھ)، **شفاء الغرام بأخبار البلد الحرام**، داراحیاء الکتب العربیۃ، عیسی البابی الحلبی وشرکاؤہ، ۱۹۵۶ء

**الشمائل:**

الترمذی، محمد بن عیسی بن سورۃ الترمذی (م ۲۷۵ھ)، **الشمائل النبویۃ والخصائل المصطفویۃ**، تحقیق: فواز احمد زمرلی، دارالکتب العربی بیروت، ۱۴۱۸ھ۔۱۹۹۸ء

**صحیح ابن خزیمۃ:**

ابن خزیمہ محمد بن اسحاق، ابوبکر السلمی (م ۳۱۱ھ)، **صحیح ابن خزیمہ**، تحقیق: ڈاکٹر محمد مصطفیٰ الأعظمی، المکتب الاسلامی بیروت لبنان، ۱۳۹۵ھ۔۱۹۷۵ء

**صفۃ الصفوۃ:**

ابن الجوزی، عبدالرحمٰن بن علی بن محمد بن علی بن عبیداللہ بن جعفر الجوزی، جمال الدین أبوالفرج (م ۵۹۷ھ)، **صفۃ الصفوۃ**، تحقیق: محمود فاخوری، محمد رواس قلعہ جی، دار المعرفۃ للطباعۃ والنشر بیروت لبنان ۱۳۹۹ھ۔۱۹۷۹ء

**الصواعق:**

ابن حجر، أحمد بن علی بن محمد الکنانی العسقلانی، شہاب الدین ابن حجر (م ۸۵۲ھ)، **الصواعق المحرقۃ فی الرد علی أھل البدع والزندقۃ**، تحقیق: عبدالوھاب عبداللطیف، مکتبۃ القاھرۃ لصاحبھا علی یوسف سلمان مصر، ۱۳۸۵ھ۔۱۹۶۵ء

**الضوء اللامع:**

السخاوی، محمد بن عبدالرحمٰن، شمس الدین (م ۹۰۲ھ)، **الضوء اللامع لأھل القرن التاسع**، منشورات دار، مکتبۃ الحیاۃ بیروت لبنان

**الطب النبوی ﷺ:**

ابن القیم الجوزیۃ، محمد بن أبی بکر بن أیوب، شمس الدین (م ۷۵۱ھ)، **الطب النبوی ﷺ**، تحقیق: عبدالغنی عبدالخالق، ڈاکٹر عادل الأزھری، محمود فرج العقدہ دار احیاء التراث العربی بیروت لبنان ۱۳۷۷ھ۔۱۹۵۷ء

**طبقات:**

السبکی، عبدالوھاب بن علی بن عبدالکافی، تاج الدین، أبونصر (م ۷۷۱ھ)، **طبقات الشافعیۃ الکبریٰ**، تحقیق: عبدالفتاح محمد، محمود محمد الطناحی مطبعۃ

**الطبقات:**

ابن سعد، محمد بن سعد بن منیع الزھری (م ۲۳۰ھ)، **الطبقات الکبریٰ**، دار احیاء التراث العربی بیروت لبنان

**عارضۃ:**

ابن العربی، محمد بن عبداللہ بن محمد المعافری الاشبیلی أبوبکر (م ۵۴۳ھ)، **عارضۃ الأحوذی بشرح جامع ترمذی**، دار الفکر للطباعۃ والنشر والتوزیع ۱۴۱۵ھ۔۱۹۹۵ء

**العبر:**

الذھبی، محمد بن أحمد بن عثمان بن قایماز، شمس الدین، ابوعبداللہ (م ۷۴۸ھ)، **العبر فی خبر من غبر**، تحقیق: ابوھاج محمد السعید بن بسیونی زغلول، دار الکتب العلمیۃ بیروت لبنان، ۱۴۰۵ھ۔۱۹۸۵ء

**عرش الرحمٰن:**

ابن تیمیہ، احمد بن عبدالحلیم (م ۷۲۸ھ)، **عرش الرحمٰن وما ورد فیہ من الآیات والاحادیث**، مکتبۃ المنار بمصر، ب۔ت

**عصر:**

محمود رزق سلیم، **عصر سلاطین الممالیک ونتاجہ العلمی والأدبی**، مکتبۃ الأدب بالجمامین، ۱۹۶۵ء

**العقد:**

الفاسی، محمد بن أحمد الفاسی، تقی الدین، ابوالطیب (م ۸۳۲ھ)، **العقد الثمین فی تاریخ البلد الأمین**، تحقیق: محمد عبدالقادر عطا، دارالکتب العلمیۃ بیروت لبنان، ۱۴۱۹ھ۔۱۹۹۸ء

**علل الحدیث:**

ابن ابی حاتم (م ۳۲۷ھ)، **علل الحدیث**، المکتبۃ الأثریۃ، سانگلہ ہل شیخوپورہ، ب۔ت

**العلل المتناهیۃ:**

ابن الجوزی، عبدالرحمٰن بن علی (م ۵۹۷ھ)، **العلل المتناهیۃ فی الأحادیث الواهیۃ**، دارنشر الکتب الاسلامیۃ لاہور، ۱۹۷۹ء

**عون:**

محمد شمس الحق العظیم أبی الطیب آبادی، **عون المعبود شرح سنن ابی داود**، تحقیق: عبدالرحمٰن محمد عثمان، المطبع الانصاری الازل فی حفظ الباری دھلی، ب۔ت

**عیون الأثر:**

ابن سیدالناس، محمد فتح الدین ابوالفتح (م ۷۳۴ھ)، **عیون الأثر فی فنون المغازی والشمائل والسیر**، تحقیق: شیخ ابراهیم محمد رمضان، دارالقلم بیروت لبنان، ۱۴۱۴ھ۔۱۹۹۳ء

**غرائب القرآن:**

نظام الدین الحسن بن محمد بن حسین القمی النیسابوری، **غرائب القرآن ورغائب الفرقان**، دارالکتب العلمیۃ بیروت لبنان، ۱۴۱۶ھ۔۱۹۹۶ء

**غریب الحدیث:**

ابن قتیبہ، عبداللہ بن مسلم بن قتیبہ الدینوری، أبومحمد (م ۲۷۶ھ)، **غریب الحدیث**، تحقیق: ڈاکٹر عبداللہ الجبوری، الجمهوریۃ العراقیۃ وزارۃ الأوقاف احیاء التراث العربی، ب۔ت

**الغریبین:**

أبوعبید، احمد بن محمد الهروی (م ۴۰۱ھ)، **الغریبین فی القرآن والحدیث**، تحقیق: احمد فرید المزیدی، مکتبۃ نزار مصطفیٰ الباز مکۃ المکرّمۃ الریاض، ۱۴۱۹ھ۔۱۹۹۹ء

**فتح الباری:**

ابن حجر، احمد بن علی العسقلانی، أبوالفضل (م ۸۵۲ھ)، **فتح الباری بشرح صحیح البخاری**، تحقیق: عبدالعزیز بن عبداللہ بن باز، المکتبۃ التجاریۃ مصطفیٰ أحمد الباز، ۱۴۱۶ھ۔۱۹۹۶ء

**فتح البیان:**

القنوجی، صدیق بن حسن بن علی الحسینی القنوجی البخاری (م ۱۳۰۷ھ)، **فتح البیان فی مقاصد القرآن**، المکتبۃ العصریۃ، صیدا بیروت،

۱۴۱۲ھ۔۱۹۹۲ء

**فتح القدیر:**

الشوکانی، محمد بن علی بن محمد (م ۱۲۵۰ھ)، **فتح القدیر الجامع بین فنی الروایة والدرایة من علم التفسیر**، داراحیاء التراث العربی، ۱۴۱۸ھ۔۱۹۹۸ء

**فتح المغیث:**

السخاوی، محمد بن عبدالرحمٰن، شمس الدین (م ۹۰۲ھ)، **فتح المغیث بشرح الفیة الحدیث العراقی**، تحقیق: رضوان جامع رضوان، مکتبہ نزار مصطفیٰ الباز، ۱۴۲۲ھ۔۲۰۰۱ء

**فتنہ وضع حدیث:**

محمد سعود عالم قاسمی، **فتنہ وضع حدیث اور موضوع احادیث کی پہچان**، الاسلامی اکادمی اردو بازار لاہور

**فتوح البلدان:**

البلاذری، أحمد بن یحیی بن جابر (م ۲۷۹ھ)، **البلدان وفتوحها وأحكامها**، تحقیق: سهیل زکار، دار الفکر للطباعة والنشر والتوزیع، ۱۴۱۲ھ۔۱۹۹۲ء

**فتوح مصر:**

عبدالرحمٰن بن عبداللہ بن عبدالحکم بن أعین القرشی المصری، أبوالقاسم (م ۲۵۷ھ)، **کتاب فتوح مصر وأخبارها** طبع فی مدینة لیدن المحروسة بمطبعه بریل، ۱۹۲۰ء

**فوات الوفیات:**

الکتبی، محمد بن شاکر (م ۷۶۴ھ)، **فوات الوفیات والذیل علیها**، تحقیق: ڈاکٹر احسان عباس، دار صادر بیروت، ستمبر ۱۹۷۳ء

**الفوائد المجموعة:**

الشوکانی، محمد بن علی (م ۱۲۵۰ھ)، **الفوائد المجموعة فی الأحادیث الموضوعة**، تحقیق: عبدالرحمٰن بن یحیی الیمانی، دار الکتب العلمیة بیروت لبنان، ۱۳۸۰ھ۔۱۹۶۰ء

**الفہرست:**

الندیم، أبوالفرج محمد بن أبی یعقوب (م ۳۸۰ھ)، **الفہرست**، تحقیق: ڈاکٹر یوسف علی طویل، دار الکتب العلمیة بیروت لبنان، ۱۴۲۲ھ۔۲۰۰۲ء

**فہرستہ:**

الاشبیلی، أبوبکر محمد بن خیر بن عمر بن خلیفہ الاموی (م ۵۷۵ھ)، **فهرسة ابن خیر الاشبیلی مارواه عن شیوخه من الدواوین للمصنفة فی ضروب العلم انواع المعارف**، منشورات دار الکتب العلمیة بیروت لبنان

**فہرس کتب السیرۃ:**

**فهرس کتب السیرة النبویة والصحابة**، اعداد عمادة شؤون المکتبات، المکتبة العربیة السعودیة وزارة التعلیم العالی، الجامعة الاسعدیہ بالمدینة

۱۴۱۵ھ

**القاعدۃ الجلیلۃ:**

ابن تیمیہ، احمد بن عبدالحلیم بن عبدالسلام (م ۷۲۸ھ)، **القاعدہ جلیلۃ فی التوسل والوسیلۃ**، منشورات المکتب الاسلامی، ۱۳۹۰ھ۔۱۹۷۰ء

**القاموس:**

فیروزآبادی، محمد بن یعقوب مجدالدین فیروزآبادی (م ۸۱۷ھ)، **القاموس المحیط**، داراحیاء التراث العربی بیروت لبنان، ۱۹۹۱ء

**القول البدیع:**

السخاوی، محمد بن عبدالرحمٰن، شمس الدین (م ۹۰۲ھ)، **القول البدیع فی الصلاۃ علی الحبیب الشفیع**، لاثانی کتب خانہ متصل جامع مسجد دودروازہ سیالکوٹ، ب۔ت

**قیام اللیل:**

المروزی، محمد بن نصر، ابوعبداللہ (م ۲۹۴ھ)، **قیام اللیل وقیام رمضان وکتاب الوتر**، المکتبۃ الأثریہ سانگلاہل ضلع شیخوپورہ، ۱۳۸۹ھ۔۱۹۶۹ء

**الکامل:**

ابن عدی، عبداللہ بن عدی الجرجانی، أبوأحمد (م ۳۵۶ھ)، **الکامل فی ضعفاء الرجال**، دارالکتب العلمیۃ بیروت لبنان، ۱۹۹۷ء

**کتاب الثقات**

ابن حبان، محمد بن حبان بن أحمد التمیمی البستی، أبوحاتم (م ۳۵۴ھ)، **کتاب الثقات**، تحقیق: ابراھیم شمس الدین، دارالکتب العلمیۃ بیروت لبنان، ۱۴۱۹۔۱۹۹۸ء

**کتاب الجرح:**

عبدالرحمٰن بن ابی حاتم، محمد بن ادریس بن المنذر الرازی (م ۳۲۷ھ)، **کتاب الجرح والتعدیل**، داراحیاء التراث العربی، ۱۳۷۲ھ۔۱۹۵۳ء

**کتاب الرد:**

ابن تیمیہ، احمد بن عبدالحلیم تقی الدین عبدالسلام (م ۷۲۸ھ)، **کتاب الرد علی الأخنائی واستحباب زیارۃ خیر البریۃ الزیارۃ الشرعیۃ**، الرئاسۃ العامۃ الادارات البحوث العلمیۃ والافتاء والدعوۃ والارشاد الریاض، ۱۴۰۴ء

**کتاب الضعفاء:**

العقیلی، محمد بن عمرو بن موسیٰ، أبوجعفر (م )، **کتاب الضعفاء الکبیر**، تحقیق: الدکتور عبدالمعطی أمین قلعجی، دارالکتب العلمیۃ بیروت لبنان، ۱۹۹۸ء

**کتاب الضعفاء:**

البخاری، محمد بن اسماعیل (م ۲۵۶ھ)، **کتاب الضعفاء الصغیر**، تحقیق: بوران الضناروتی، عالم الکتب، ۱۴۰۴ھ۔۱۹۸۴ء

**کتاب الضعفاء:**

الدارقطنی، علی بن ابوالحسن (م ۳۸۵ھ)، **کتاب الضعفاء والمتروکین**، تحقیق: سید صبحی البدری السامرائی، المکتبۃ الأثریۃ سانگلہ ہل شیخوپورہ پاکستان، ۱۴۰۲ھ

**کتاب الضعفاء:**

ابن الجوزی، عبدالرحمٰن بن علی بن محمد ابن الجوزی، أبوالفرج (م ۵۹۷ھ)، **کتاب الضعفاء والمتروکین**، تحقیق: أبوالفدا عبداللہ القاضی، دارالکتب العلمیۃ بیروت لبنان، ۱۴۰۶ھ۔۱۹۸۶ء

**کتاب الکفایۃ:**

خطیب بغدادی، احمد بن علی، ابوبکر، **کتاب الکفایۃ فی علم الروایۃ**، دائرۃ معارف العثمانیۃ حیدرآباد، ۱۳۲۸ھ

**کتاب المعراج:**

القشیری، عبدالکریم بن ھوازن القشیری، ابوالقاسم (م ۴۵۶ھ)، **کتاب المعراج**، تحقیق: ڈاکٹر علی حسین عبدالقادر، دارالکتب الحدیثۃ ۱۴۰ شارع الجمھوریۃ القاہرۃ، ۱۳۸۴ھ۔۱۹۴۶ء

**کتاب المغازی**

واقدی، محمد بن عمر بن واقد (م ۲۰۷ھ)، **کتاب المغازی**، تحقیق: مارسدن، جونس، مطبعۃ جامعۃ آکسفورڈ ۱۹۶۶ء

**کتاب المواعظ:**

المقریزی، أحمد بن علی بن عبدالقادر العبیدی، تقی أبی العباس (م ۸۴۵ھ)، **کتاب المواعظ والأعتبار بذکر الخطط والآثار**، المعروف بالخطط المقریزیۃ دارالکتب العلمیۃ بیروت لبنان، ۱۹۹۸ء

**کشف الخفاء:**

العجلونی، اسماعیل بن محمد (م ۱۱۶۴ھ)، **کشف الخفاء ومزیل الالباس عما اشتہر من الاحادیث۔۔۔**، مؤسسۃ مناھل العرفان بیروت، ب۔ت

**الکشاف:**

الزمخشری، محمود بن عمر جاراللہ الزمخشری، الخوارزمی أبوالقاسم (م ۵۳۸ھ)، **الکشاف عن حقائق التنزیل وعیون الأقاویل**، دارالفکر للطباعۃ والنشر والتوزیع

**کشف الظنون:**

مصطفیٰ بن عبداللہ الشہیر بحاجی خلیفہ، **کشف الظنون**، داراحیاء التراث العربی بیروت لبنان

**کنزالعمال:**

علی المتقی بن حسام الدین الہندی، علاؤالدین (م ۹۷۵ھ)، **کنزالعمال فی سنن الاقوال والأفعال**، تحقیق: عمرالدمیاطی، دارالکتب العلمیۃ بیروت لبنان، ۱۴۱۹ھ۔۱۹۹۸ء

**الکنی والاسماء:**

الدولابی،محمد بن أحمد،أبوبشر(م ۳۱۰ھ)،**الکنی والاسماء**،نشر دار الکتب العلمیة بیروت ۱۴۰۳ھ

**الکواکب السائرۃ:**

نجم الدین الغزی،**الکواکب السائرۃ بأعیان المئة العاشرۃ**،تحقیق:جبرائیل سلیمان جبور،محمد أمین درج وشرکاہ،بیروت لبنان

**لباب:**

السیوطی،عبدالرحمٰن بن أبی بکر،جلال الدین(م ۹۱۱ھ)،**لباب النقول فی أسباب النزول**،مطبعة مصطفیٰ البابی الحلبی واولادہ بمصر قاھرہ ۱۳۷۴ھ۔۱۹۵۴ء

**اللباب:**

السیوطی،عبدالرحمٰن بن ابی بکر جلال الدین سیوطی(م ۹۱۱ھ)،**لب اللباب فی تحریر الأنساب**،تحقیق Petrus Johannes Academia Typogramphos Quod ،J.Lucchtmans & Apuds،Lugdani Baaorum، Annuente Summo Numine

**اللباب:**

ابن الاثیر،مبارک بن محمد بن محمد الجزری،أبوالسعادات(م ۶۰۶ھ)،**اللباب فی تھذیب الأنساب**،مکتبة القدسی القاھرہ،۱۳۵۶ھ

**اللباب:**

ابن عادل الدمشقی،عمر بن علی بن عادل الدمشقی الحنبلی،ابوحفص(م ۸۸۰ھ)،**اللباب فی علوم الکتاب**،دار الکتب العلمیة بیروت لبنان،۱۴۱۹ھ۔۱۹۹۸ء

**لحظ الالحاظ:**

ابن فہد،تقی الدین محمد بن فہد مکی،**لحظ الالحاظ بذیل طبقات الحفاظ**،مطبعة التوفیق دمشق،۱۳۴۷ھ

**لسان العرب:**

ابن منظور افریقی،جمال الدین ابوالفضل(م ۷۱۱ھ)،**لسان العرب**،داراحیاء التراث العربی،بیروت لبنان،۱۹۸۸ء

**لسان المیزان:**

ابن حجر،أحمد بن علی العسقلانی،أبوالفضل(م ۸۵۲ھ)،**لسان المیزان**،تحقیق:محمد عبدالرحمٰن المرعشی،داراحیاء التراث العربی،بیروت لبنان۔۱۹۹۶ء

**اللفظ المکرّم:**

الخیضری،محمد بن محمد بن عبداللہ،قطب الدین الخیضری الشافعی(م ۸۹۴ھ)،**اللفظ المکرم بخصائص النبی المعظم**،تحقیق:ڈاکٹر مصطفیٰ حمیدۃ،دار الکتب العلمیة بیروت لبنان ۱۴۱۷ھ۔۱۹۹۷ء

**لمحات:**

عبدالفتاح،أبوغدّہ،**لمحات من تاریخ السنّة وعلوم الحدیث**،المکتبة العلمیة لاہور،۱۴۰۴ھ۔۱۹۸۴ء

**لوامح الأنوار:**

الشعرانی،عبدالوھاب بن أحمد بن علی، **لوامح الأنوار فی طبقات الأخیار**،شرکۃ مطبعۃ مصطفیٰ البابی الحلبی واولادہ بمصر

**مجالس:**

عبدالوھاب عزام،ڈاکٹر، **مجالس السلطان الغوری صفحات من تاریخ مصر فی القرن العاشر الھجری**،مطبعۃ الھند التالیف والترجمہ والنشر ، ۱۳۶۰ھ۔۱۹۴۱ء

**المجروحین:**

ابن ابی حاتم،محمد بن حبان بن احمد ابن حاتم البستی (م ۳۵۴ھ)، **کتاب المجروحین من المحدثین والضعفاء والمتروکین**،تحقیق:محمود ابراھیم زاید،دارالوعی،۱۳۹۶

**مجمع البحرین:**

الھیثمی،نورالدین أبوالحسن علی بن أبی بکر (م ۸۵۷ھ)، **مجمع البحرین فی زوائد المعجمین**،دارالکتب العلمیۃ بیروت لبنان،۱۹۹۸ء

**المجموع:**

عبدالعزیز عزالدین السیروان، **المجموع فی الضعفاء والمتروکین**،دارالقلم بیروت لبنان،۱۴۰۵ھ۔۱۹۸۵ء

**محاضرات:**

محمود احمد غازی،ڈاکٹر، **محاضرات سیرت**،الفیصل ناشران وتاجران کتب اردو بازار لاہور،۲۰۰۷ء

**المحبر:**

ابن حبیب،محمد،أبوجعفر (م ۲۴۵ھ)،کتاب المحبر ،تصحیح،الدکتورایلزہ لیختن شتیتر،منشورات دارالآفاق الجدیدہ بیروت،ب۔ت

**المحرر:**

ابن عطیہ الاندلسی،عبدالحق بن غالب بن عطیہ،أبومحمد (م ۵۴۶ھ)، **المحرر الوجیز فی تفسیر الکتاب العزیز**،تحقیق:عبدالسلام عبدالشافی محمد،دارالکتب العلمیۃ بیروت لبنان،۱۴۲۲ھ۔۲۰۰۱ء

**مدارج:**

ابن قیم الجوزیۃ،محمد بن أبی بکر شمس الدین (م ۷۵۱ھ)، **مدارج السالکین بین منازل ''ایاک نعبد وایاک نستعین''**،دارالحدیث بجوار ادارۃ الأزھر ۱۴۰۳ھ۔۱۹۸۳ء

**مدارج النبوۃ:**

شاہ عبدالحق دہلوی، **مدارج النبوۃ**،مکتبۃ نوریہ رضویہ سکھر پاکستان،۱۳۹۷ھ۔۱۹۷۷ء

**مدارک:**

النسفی،عبداللہ بن أحمد بن محمود النسفی (م ۷۱۰ھ)، **مدارک التنزیل وحقائق التأویل**،تحقیق:شیخ زکریا عمیرات،قدیمی کتب خانہ آرام باغ کراچی

**المداوی:**

احمد بن محمد بن صدیق الغماری الحسنی (م ۱۳۸۰ھ)، **المداوی لعلل الجامع وشرحی المناوی**، دارالکتب العلمیۃ بیروت لبنان، ۱۹۹۶ء

**المدخل:**

الحاکم، محمد بن عبداللہ بن محمد بن حمدویۃ النیسابوری، أبوعبداللہ (م ۴۰۵ھ)، **المدخل الی الصحیح** تحقیق: ربیع بن ھادی عمیر المدخلی، مؤسسۃ الرسالۃ، ب۔ت

**المدوّنۃ:**

مالک بن أنس الأصبحی (م ۱۷۹ھ)، **المدونۃ الکبریٰ** تحقیق: أحمد عبدالسلام، دارالکتب العلمیۃ بیروت لبنان، ۱۴۱۵ھ۔۱۹۹۴ء

**مرآۃ الجنان:**

الیافعی، عبداللہ بن أسعد بن علی بن سلیمان الیافعی المکی أبومحمد (م ۷۶۸ھ)، **مرآۃ الجنان وعبرۃ الیقظان فی معرفۃ مایعتبر من حوادث الزمان**، دارالکتب العلمیۃ بیروت لبنان، ۱۴۱۷ھ۔۱۹۹۷ء

**مراصد الاطلاع:**

عبدالمؤمن بن عبدالحق، صفی الدین البغدادی (م ۷۳۹ھ)، **مراصد الاطلاع علی أسماء الأمکنۃ والبقاع**، تحقیق: علی محمد البجاوی، داراحیاء الکتب العربیۃ عیسی البابی الحلبی وشرکاہ، ۱۳۷۴ھ۔۱۹۵۵ء

**مسالک الحنفاء:**

السیوطی عبدالرحمٰن بن ابوبکر، جلال الدین (م ۹۱۱ھ)، **مسالک الحنفاء فی والدی المصطفی ﷺ**، مجلس دائرۃ المعارف النظامیۃ الکائنۃ فی الھند بحروسۃ حیدرآباددکن، ۱۳۳۴ھ

**المستدرک:**

الحاکم، محمد بن عبداللہ المعروف بالحاکم النیسابوری، ابوعبداللہ (م ۴۰۵ھ)، **المستدرک علی الصحیحین**، مطبعۃ مجلس دائرۃ المعارف النظامیۃ الکائنۃ فی الھند بحروسہ حیدرآباددکن لاہور

**المسند:**

أبویعلی الموصلی، أحمد بن علی (م ۳۰۷ھ)، **المسند** تحقیق: عبدالقادر عطا، دارالکتب العلمیۃ بیروت لبنان، ۱۹۹۸ء

**المسند:**

أحمد بن حنبل، أبوعبداللہ الشیبانی (م ۲۴۱ھ)، **المسند**، مکتبۃ دارالباز مکۃ المکرّمۃ، ۱۹۹۳ء

**مسند:**

أبوعوانہ، یعقوب بن اسحاق الاسفرائنی (م ۳۱۶ھ)، **مسند**، دارالمعرفۃ للطباعۃ والنشر والتوزیع بیروت لبنان، ۱۳۶۲ھ

**مسند:**

القضاعی محمد بن سلامۃ، ابوعبداللہ، **مسند الشھاب**، تحقیق: حمدی عبدالمجید السّلفی، مؤسسۃ الرسالۃ بیروت، ۱۴۰۷ھ۔۱۹۸۶ء

**المسند:**

سلیمان بن داؤد بن الجارود الفارسی البصری الشہیر بأبی داؤد الطیالسی (م ۲۰۴ھ)، **المسند**، دار المعرفۃ بیروت ۱۴۰۸ھ

**المسند:**

ابن راھویہ، اسحاق بن ابراھیم بن مخلد الحنظلی المروزی (م ۲۳۸ھ)، **مسند اسحاق بن راھویہ**، تحقیق: ڈاکٹر عبدالغفور عبدالحق حسین البلوشی، مکتبۃ الایمان المدینۃ المنورۃ ۱۴۱۲ھ۔۱۹۹۱ء

**مشکل الآثار:**

الطحاوی، احمد بن محمد بن سلامۃ بن سلمۃ الأزدی الحنفی (م ۳۲۱ھ)، **مشکل الآثار**، دار الکتب العلمیۃ بیروت لبنان، ۱۴۱۵ھ۔۱۹۹۵ء

**مصابیح:**

البغوی، حسین بن مسعود، الفراء البغوی الشافعی (م ۵۱۶ھ)، **مصابیح السنۃ**، دار الکتب العلمیۃ، بیروت لبنان ۱۴۱۹ھ۔۱۹۹۸ء

**المصنف:**

عبدالرزاق بن ھمام، ابوبکر الصنعانی (م ۲۱۱ھ)، **المصنف**، المکتب الاسلامی بیروت لبنان، ۱۹۷۲ء

**المصنف:**

ابن ابی شیبہ، عبداللہ بن محمد، ابوبکر الکوفی (م ۲۳۵ھ)، **الکتاب المصنف فی الأحادیث والآثار**، تحقیق: محمد عبدالسلام شاھین، دار الکتب العلمیۃ بیروت لبنان، ۱۴۱۶ھ۔۱۹۹۵ء

**المصنوع:**

علی القاری الھروی (م ۱۰۱۴ھ)، **المصنوع فی معرفۃ الحدیث الموضوع (وھو الموضوعات الصغری)**، تحقیق: عبدالفتاح أبوغدہ، مکتب المطبوعات الاسلامیۃ، حلب، ۱۹۶۹ء

**المطالب:**

ابن حجر، أحمد بن علی بن محمد العسقلانی، شھاب الدین (م ۸۵۲ھ)، المطالب العالیۃ، **بزوائد المسانید الثمانیۃ**، تحقیق: حبیب الرحمٰن الأعظمی، ادارہ الشؤن الاسلامیۃ، کویت ۱۳۹۲ھ۔۱۹۷۳ء

**معارج:**

معین الدین کاشفی الھروی، **معارج النبوۃ**، مکتبۃ نوریۃ رضویۃ وکٹوریۃ مارکیٹ سکھر پاکستان، ۱۳۹۸ھ۔۱۹۷۸ء

**معارف القرآن:**

مفتی محمد شفیع مولانا، **معارف القرآن**، ادارۃ المعارف کراچی، پاکستان، ۱۴۲۳ھ۔۲۰۰۲ء

**معالم التنزیل:**

البغوی، حسین بن مسعود الفراء البغوی الشافعی، أبومحمد (م ۵۱۶)، **معالم التنزیل**، دار الکتب العلمیۃ بیروت لبنان ۱۴۱۴ھ۔۱۹۹۳ء

**معالم السنن:**

الخطابی، احمد بن محمد الخطابی البستی، ابوسلیمان (م ۳۸۸ھ)، **معالم السنن بشرح سنن ابی داؤد**، دار الکتب العلمیۃ بیروت لبنان،

۱۴۱۶ھ۔۱۹۹۶ء

**المعجم:**

ابن المقری ء(م ۳۸۱ھ)، **المعجم لابن المقری**، تحقیق: عادل بن سعد، أبوعبدالرحمٰن، مکتبۃ الرشد الریاض، ۱۹۹۸ء

**معجم:**

یاقوت حموی، یاقوت بن عبداللہ الرومی الحموی، ابوعبداللہ (م ۶۲۶ھ)، **معجم الأدباء أوارشاد الأریب الی معرفۃ الأدیب**، دارالکتب العلمیۃ بیروت لبنان، ۱۴۱۱ھ۔۱۹۹۹ء

**معجم:**

الأزہری، محمد بن أحمد أبومنصور (م ۳۷۰ھ)، **معجم تہذیب اللغۃ**، تحقیق: ریاض زکی قاسم، دارالمعرفۃ بیروت لبنان، ۱۴۲۲ھ۔۲۰۰۱ء

**معجم:**

یاقوت حموی، یاقوت بن عبداللہ الحموی، **معجم البلدان**، دارصادر بیروت۔ب، ت

**معجم:**

ابن فارس، أحمد بن فارس بن زکریا القزوینی الرازی، أبوالحسین (م ۳۹۵ھ)، **معجم مقاییس اللغۃ**، داراحیاء التراث العربی بیروت لبنان، ۱۴۲۲ھ۔۲۰۰۱ء

**المعجم الاوسط:**

الطبرانی، سلیمان بن احمد، أبوالقاسم (م ۳۶۰ھ)، **المعجم الاوسط**، تحقیق: ڈاکٹر محمود الطحان، مکتبۃ المعارف الریاض (۱۴۱۵ھ۔۱۹۹۵ء)

**المعجم الصغیر:**

الطبرانی، سلیمان بن احمد بن ایوب، ابوالقاسم (م ۳۶۵ھ)، **المعجم الصغیر**، تحقیق: عبدالرحمٰن محمد عثمان، المکتبۃ السلفیۃ لصاحبہا المدینۃ المنورۃ، ۱۹۶۸ء

**المعجم الکبیر:**

الطبرانی، سلیمان بن احمد، أبوالقاسم (م ۳۶۰ھ)، **المعجم الکبیر**، تحقیق: حمدی عبدالمجید السلفی، وزارتِ الاوقاف والشؤون الدینیۃ احیاء التراث الاسلامی، ۱۴۰۶ھ۔۱۹۸۶ء

**المعراج:**

القشیری، عبدالکریم بن ہوازن، أبوالقاسم (م ۴۶۵ھ)، **کتاب المعراج**، تحقیق: ڈاکٹر علی حسین عبدالقادر، دارالکتب الحدیثۃ ۱۴ شارع الجمہوریۃ القاہرۃ ۱۳۸۴ھ۔۱۹۶۴ء

**المعرفۃ:**

الفسوی، یعقوب بن سفیان الفسوی، ابویوسف (م ۲۷۷ھ)، **المعرفۃ والتاریخ**، دارالکتب العلمیۃ بیروت لبنان، ۱۴۱۹ھ۔۱۹۹۹ء

**معرفة:**

ابن القيسرانی، محمد بن طاہر المقدسی، أبوالفضل (م ۵۰۷ھ)، **معرفة التذکرة فی الأحادیث الموضوعة**، تحقیق: شیخ عمادالدین احمد، مؤسسة الکتب الثقافیة، ۱۴۰۶ھ۔۱۹۸۵ء

**معرفة:**

الحاکم، محمد بن عبداللہ الحافظ النیسابوری (م ۴۰۵ھ)، **کتاب معرفة علوم الحدیث**، تعلیق وتصحیح، سید معظم حسین، مطبعة دارالکتب المصریة قاہرة، ۱۹۳۷ء

**المغازی الأولی:**

یوسف ہوروفتس، المغازی الأولیٰ ومؤلفوہا، مترجم: حسین نصار، شرکة مکتبة ومطبعة مصطفیٰ البابی الحلبی واولادہ بمصر ۱۳۶۹ھ۔۱۹۴۹ء

**مفاتیح الغیب:**

الرازی، محمد الرازی فخر الدین ابن العلامة ضیاء الدین عمر (م ۶۰۴ھ)، **مفاتیح الغیب**، دارالفکر للطباعة والنشر والتوزیع، ۱۴۱۵ھ۔۱۹۹۵ء

**مفاکھة الخلان:**

ابن طولون، محمد بن علی بن أحمد شمس الدین (۹۵۳ھ)، **مفاکھة الخلان فی حوادث الزمان**، دارالکتب العلمیة بیروت لبنان (الطبعة الاولیٰ)، ۱۴۱۸ھ۔۱۹۹۸ء

**مفتاح السعادة:**

طاش کبری زادہ، احمد بن مصطفیٰ (م ۹۶۲ھ)، **مفتاح السعادة ومصباح السیادة**، دائرة المعارف النظامیة حید رآباد دکن الھند، ۱۳۲۸ھ

**المفصل:**

احمد الاسکندری، احمد امین الجارم، **المفصل فی تاریخ الأدب العربی للسنتین الرابعة والخامسة من المدارس الثانویة**، مطبعہ مصر شرکة مساھمة مصریة، ۱۳۵۲ھ۔۱۹۳۴ء

**المفھم:**

القرطبی، أحمد بن عمر بن ابراھیم، أبوالعباس (م ۶۵۶ھ)، **المفھم لما اشکل من تلخیص کتاب مسلم**، تحقیق: محیی الدین زید، یوسف علی بدیوی، دارابن کثیر دمشق بیروت ۱۴۱۷ھ۔۱۹۹۶ء

**المنار المنیف:**

ابن قیم الجوزیة، محمد بن أبی بکر، شمس الدین أبوعبداللہ (م ۷۵۱ھ)، **المنار المنیف فی الصحیح والضعیف**، تحقیق: عبدالفتاح ابوغدة، مکتب المطبوعات الاسلامیة، حلب، مکتبة النھضة بیروت، ۱۹۷۰ء

**المنتظم:**

ابن الجوزی، عبدالرحمٰن، جمال الدین أبوالفرج (م ۵۹۷ھ)، **المنتظم فی تواریخ الملوک والامم**، تحقیق: ڈاکٹر سھیل زکار، دارالفکر للطباعة والنشر والتوزیع، ۱۴۱۵ھ۔۱۹۹۵ء

منہاج السنۃ:

ابن تیمیہ، احمد بن عبدالحلیم (م ۷۲۸ھ)، **منہاج السنۃ النبویۃ فی نقض کلام الشیعۃ والقدریۃ**، المکتبۃ السلفیۃ لاہور پاکستان ۱۹۸۶ء

المنہل الصافی:

ابن تغری بردی، یوسف بن تغری بردی، جمال الدین أبوالمحاسن، **المنہل الصافی والمستوفی بعد الوافی**، تحقیق: أحمد یوسف نجاتی، مطبعۃ دارالکتب المصریۃ، ۱۳۷۵ھ۔۱۹۵۶ء

المنہاج:

النووی، یحیی بن شرف، محی الدین، أبوزکریا (م ۶۷۶ھ)، **المنہاج شرح صحیح مسلم بن الحجاج**، تحقیق: شیخ خلیل مأمون، دارالمؤید الریاض، ۱۴۱۵ھ۔۱۹۹۰ء

المواہب اللدنیۃ:

القسطلانی، أحمد بن محمد شہاب الدین ابوالعباس (م ۹۲۳ھ)، **المواہب اللدنیۃ بالمنح المحمدیۃ**، دارالکتب العلمیۃ بیروت لبنان، ۱۹۹۶ء

المورد:

ملاعلی قاری (م ۱۰۱۴ھ)، **المورد الروی فی المولد النبوی**، تحقیق: محمد بن علوی بن عباس، مرکز تحقیقات اسلامیۃ لاہور ۱۴۰۰ھ۔۱۹۸۰ء

موضوعات:

الصغانی، حسن بن محمد بن الحسن القریشی الصغانی، ابوالفضائل (م ۶۵۰ھ)، **موضوعات**، تحقیق: نجم عبدالرحمٰن خلف، دارنافع للطباعۃ والنشر، القاہرۃ، ۱۴۰۱ھ۔۱۹۸۰ء

میزان الاعتدال:

الذہبی، محمد بن أحمد، شمس الدین أبوعبداللہ (م ۷۴۸ھ)، **میزان الاعتدال فی نقد الرجال**، مطبعۃ السعادۃ بجوار محافظہ مصر لصاحبہا محمد اسماعیل، ۱۳۲۵ھ

النجوم الزاہرۃ:

جمال الدین أبوالمحاسن یوسف بن تغری بردی (م ۸۷۴ھ)، **النجوم الزاہرۃ فی ملوک مصر وقاہرہ**، University of California Publications

النبذۃ الشریفۃ

محمد بن ناصر بن عثمان بن معمر الحنبلی، **النبذۃ الشریفۃ النفیسۃ فی الرد علی القبوریین**، دارنشر الکتب الاسلامیۃ لاہور، ب۔ت

نزہۃ الناظرین:

تقی الدین عبدالملک بن أبی المنی البابی، **کتاب نزہۃ الناظرین فی تفسیر آیات من کتاب رب العالمین۔۔۔**، مطبعۃ الأزہریۃ بمصر، ب۔ت

نزہۃ الناظرین:

البرزنجی، جعفر بن السید اسماعیل المدنی، **نزہۃ الناظرین فی مسجد سید الاولین والآخرین**، مطبعۃ الجمالیۃ بمصر، ۱۳۳۲ھ۔۱۹۱۴ء

**نسب قریش:**

مصعب بن عبداللہ المصعب الزبیری (م ۲۳۶ھ)، **کتاب نسب قریش**، تحقیق: لیفی بروفنیال، دارالمعارف قاہرہ ۱۹۵۱ء

**نسیم الریاض:**

الخفاجی، احمد بن محمد بن عمر شہاب الدین الخفاجی المصری (م ۱۰۶۹ھ)، **نسیم الریاض فی شرح شفاء القاضی عیاض**، تحقیق: محمد عبدالقادر عطا، دارالکتب العلمیۃ، بیروت لبنان، ۱۴۲۱ھ۔ ۲۰۰۱ء

**نشر الطیب:**

اشرف علی تھانوی، **نشر الطیب فی ذکر النبی الحبیب ﷺ**، یونیورسل بکس ۴۰۔ اردو بازار لاہور، ۱۹۸۵ء

**نصب الرایۃ:**

الزیلعی، عبداللہ بن یوسف جمال الدین، أبو محمد الحنفی (م ۷۶۲ھ)، **نصب الرایۃ فی تخریج أحادیث الھدایۃ**، تحقیق: احمد شمس الدین، دارالکتب العلمیۃ بیروت لبنان، ۱۴۱۶ھ۔ ۱۹۹۶ء

**نصوص:**

أبو مخنف، لوط بن یحیی بن سعید الغامدی الأزدی (م ۱۵۷ھ)، **نصوص من تاریخ أبی مخنف**، تحقیق: کامل سلیمان الجبوری، دارالمحجۃ البیضاء ۱۴۱۹ھ۔ ۱۹۹۹ء

**نفخ الطیب**

التلمسانی، احمد بن محمد المقری (م ۱۰۴۱ھ)، **نفخ الطیب من غصن الأندلس الرطیب وذکر وزیرھا لسان الدین بن الخطیب**، تحقیق: ڈاکٹر مریم قاسم طویل، ڈاکٹر یوسف علی طویل، دارالکتب العلمیۃ بیروت لبنان ۱۴۱۵ھ۔ ۱۹۹۵ء

**نکت الھمیان:**

الصفدی، صلاح الدین خلیل بن ایبک، **نکت الھمیان فی نکت العمیان**، المطبعۃ الجمالیۃ بمصر، ۱۳۲۹ھ۔ ۱۹۱۱ء

**النھایۃ:**

ابن الأثیر، مبارک بن محمد، مجد الدین أبو السعادات الجزری (م ۶۰۶ھ)، **النھایۃ فی غریب الحدیث والأثر**، تحقیق: طاہر احمد الزادی، محمود محمد الطناحی، مؤسسۃ اسماعیلیان للطباعۃ والنشر والتوزیع ۱۳۸۳ھ۔ ۱۹۶۳ء

**نیل الامل:**

عبدالباسط بن خلیل، ابن شاہین، زین الدین الظاہری الحنفی (م ۹۲۰ھ)، **نیل الامل فی ذیل الدول**، تحقیق: ڈاکٹر عمر عبدالسلام تدمری، المکتبۃ العصریۃ صیدا بیروت ۲۰۰۲ء

**الوجیز:**

الواحدی، علی بن أحمد أبو الحسن النیسابوری (م ۴۶۸ھ)، **الوجیز فی تفسیر الکتاب العزیز**، تحقیق: صفوان عدنان داوودی، دارالقلم دمشق، ۱۴۱۵ھ۔ ۱۹۹۵ء

**الوسیط:**

الواحدی، علی بن أحمد، ابوالحسن النیسابوری (م ۴۶۸ھ)، **الوسیط فی تفسیر القرآن المجید**، تحقیق: شیخ عادل احمد عبدالموجود و علی محمد معوض، دارالکتب العلمیۃ بیروت لبنان، ۱۴۱۵ھ۔۱۹۹۴ء

**الوفا:**

ابن الجوزی، عبدالرحمٰن بن علی ابن الجوزی، أبوالفرج (م ۵۹۷ھ)، **الوفا بأحوال المصطفی**، تحقیق: مصطفیٰ عبدالواحد، المکتبۃ النوریۃ الرضویۃ لائلپور پاکستان، ۱۳۹۷ھ

**وفاء:**

السمہودی، علی بن أحمد نورالدین (م ۹۱۱ھ)، **وفاء الوفاء بأخبار دار المصطفی**، تحقیق: محمد محی الدین، دارالنفائس الریاض ۱۹۵۵ء

**وفیات الأعیان:**

ابن خلکان، شمس الدین، احمد بن محمد بن ابی بکر (م ۶۸۱ھ)، **وفیات الأعیان وأنباء ابناء الزمان**، تحقیق: ڈاکٹر احسان عباس، منشورات الشریف الرضی، ب۔ت

**ھدیۃ العارفین:**

اسماعیل باشا البغدادی، **ھدیۃ العارفین اسماء المؤلفین وآثار المصنفین**، داراحیاء التراث العربی بیروت لبنان

☆☆☆☆☆☆☆